فصل الخطاب

فصل الخطاب

لمقدمہ

اہلِ الکتاب

از افادات حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

النّاشر
الشّرکۃ الاسلامیّۃ لمیٹڈ ربوہ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ

فصل الخطاب

لمقدمۃ

اہل الکتاب

ا

از افاضات

حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ

ناشر:- الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

فصل الخطاب لمقدمة اہل الکتاب

اِس کتاب کے فاضل مؤلف نخبة المتکلمین زبدة المؤلفین حاجی الحرمین حضرت مولوی حکیم نُور الدین خلیفة المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ اِس کی وجہ تالیف یہ بیان فرماتے ہیں :۔

"مَیں جب حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو مَیں نے آپؑ سے پُوچھا کہ آپ کی مُریدی میں کیا مجاہدہ کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں۔"

(مرقاة الیقین فی حیاة نُور الدّینؓ صفحہ ۱۴۷-۱۴۸ شائع کردہ الشرکة الاسلامیہ)

آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ ارشاد ہُوا اُس وقت مجھ کو نہ تو عیسائی مذہب سے واقفیت تھی اور نہ ہی عیسائیوں کے اعتراضات کا مجھے علم تھا۔ مزید براں جموں میں مجھے بہت ہی کم فرصت ہوتی تھی۔ جب مَیں قادیان سے یہ حکم لے کر اپنے وطن بھیرہ

پہنچا تو وہاں میرا ایک ہم مکتب حافظ قرآن مسجد کا امام میرے سامنے تقدیر کا مسئلہ لے بیٹھا۔ اور اُس نے اس شوخی سے اس مسئلہ پر بحث کی کہ مجھے اُسے علیحدگی میں کہنا پڑا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عیسائی ہو گئے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ عیسائی ہو گئے ہیں تو حرج ہی کیا ہے۔ مَیں نے کہا۔ اپنے گرو سے ذرا مجھ کو بھی ملاؤ۔ چنانچہ وہ مجھے پنڈ دادنخاں ایک انگریز پادری کی کوٹھی پر لے گیا۔ مگر اُس پادری نے باوجود میری کوشش اور حافظ صاحب کے زور لگانے کے بحث سے گریز کیا اور کہا کہ مَیں زبانی گفتگو نہیں کرونگا ہاں بعد میں اعتراضات لکھ کر بھجوا دونگا۔ مَیں نے حافظ صاحب سے کہا کہ جب تک اِن کے اعتراضات ہمارے پاس نہ پہنچیں اور ہماری طرف سے اُن کا جواب نہ ہولے اُس وقت تک آپ بپتسمہ نہ لیں۔ پھر حافظ صاحب آپ کے مطالبہ پر کہ اگر کوئی اور بھی اُن کی طرح عیسائیوں کے زیر اثر ہے تو اُس کے پاس لے چلیں آپ کو اسٹیشن ماسٹر کے پاس لے گئے۔ اسٹیشن ماسٹر نے تو بڑی دلیری سے کہا۔ مذہب عیسائی کا مقابلہ تو کسی مذہب سے ہو ہی نہیں سکتا۔ مَیں نے حافظ صاحب سے کہا کہ یہ تو پھنس گئے ہیں۔ اور وہ حافظ صاحب سے یہ سُنکر کہ پادری صاحب خاموش ہو گئے اور گفتگو نہیں کی حیران ہو گیا۔

آخر اُس پادری نے ایک بڑا طومار اعتراضوں کا لکھ کر بھیجا۔ مَیں نے حافظ صاحب سے کہا کہ بتاؤ یہ کوئی ایک دن کا کام ہے؟ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ مَیں نے کہا تم ہی مدّت مقرر کرو۔ حافظ صاحب نے کہا کہ ایک برس تک۔ کتاب چھپ کر ہمارے پاس پہنچ جائے۔ مَیں جموں آیا۔ اُس زمانہ میں زلزلے بہت آئے تھے۔ راجہ پونچھ کا بیٹا زلزلوں کے سبب پاگل ہو گیا۔ اُس نے جموں کے راجہ کو لکھا کہ ہم کو ایک اعلیٰ درجہ کے طبیب کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں وہاں گیا۔ مجھکو شہر سے باہر ایک تنہا مکان دیا گیا۔ بس

ایک مریض کا دیکھنا اور تمام دن تنہائی۔ مَیں وہاں بائیبل اور قرآن شریف پڑھنے لگا۔ اِن تمام اعتراضات کو پیش نظر رکھ کر بائیبل پر نشان کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد قرآن شریف پڑھتا رہا اور نشان کرتا رہا۔ اس کے بعد کتاب لکھنی شروع کی۔ اور چار جلد کی ایک کتاب (فصل الخطاب) لکھی۔

اِدھر کتاب تیار ہوئی اُدھر راجہ کا لڑکا اچھا ہوگیا۔ اب روپیہ کی فکر تھی کہ کتاب چھپے۔ راجہ پونچھ نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ جب جموں آیا تو راجہ صاحب جموّں نے پُوچھا کیا دیا۔ مَیں نے وہ تمام روپیہ اُن کے آگے رکھ دیا۔ وہ بہت ناراض ہوئے کہ بہت تھوڑا روپیہ دیا۔ چنانچہ اُسی وقت حکم دیا کہ اِن کو سال بھر کی تنخواہ اور انعام ہماری سرکار سے ملے۔ مَیں نے وہ روپیہ اور دو جلدیں دِلّی بھیج دیں۔ وہاں سے چھپ کر آئیں۔ تو حافظ صاحب اور مثل اُن کے دوسرے لوگوں کو بھیجدیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہم سچے دل سے اب مسلمان ہو گئے باقی ضرورت نہیں۔" (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)

اِس کتاب میں جس حکیمانہ انداز اور خوش اسلوبی سے عیسائیت کی تردید اور دین اسلام اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید پر اعتراضات کے تسلّی بخش جواب دیکر اُن کی حقیقت اور صداقت کو آفتاب نیمروز کی مانند واضح کیا گیا ہے اس کتاب کی خوبیوں اور محاسن سے متعلق مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس کتاب (فصل الخطاب) اور اس کے مؤلف کی دوسری تصنیف "تصدیق براہین احمدیہ" سے متعلق جو تعریفی کلمات اپنی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں بزبان عربی تحریر فرمائے ہیں اُن کے ترجمہ کا پیش کرنا ہی اِس غرض کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام مؤلف کتاب ہذا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے

"ایسی کتابیں تصنیف کی ہیں جو بہت سے مفید مطالب اور بہت سے نکات پر مشتمل ہیں۔ جن کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے پُر ہیں۔ اور ان کے الفاظ نہایت دلربا خوبصورت اور عمدہ ہیں۔ جو غور سے پڑھنے والوں کو پاکیزہ شربت پلاتی ہیں۔ اور اس کی کتابوں کی مثال اُس ریشم کی مانند ہے جو مُشک سے معطّر ہو۔ اور مزید براں اس میں موتی اور یاقوت اور بہت سی کستوری ملائی گئی ہو۔ پھر اس میں عنبر ملا کر معجون کی طرح بنایا گیا ہو۔

آپ کی تصنیفات کیا بلحاظ مضامین کی جامعیت اور تنوع کے اور کیا بلحاظ جاذب قلوب دلائل و براہین کی قوت کے دوسرے لوگوں کی تصانیف پر فوقیت لے گئی ہیں۔ مبارک ہو اُس شخص کو جو انہیں حاصل کرے۔ اور دوسروں کو اُن کی حقیقت سے آگاہ کرے اور انہیں بنظرِ غائر پڑھے۔ وہ انکی مانند کوئی مدد گار نہیں پائیگا۔ اور جو شخص چاہے کہ قرآن مجید کے عقدوں کو حل کرے اور خدا تعالیٰ کی کتاب کے اسرار پر واقف ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان کتابوں کی پوری توجہ سے ورق گردانی کرے اور اس پر دوام اختیار کرے کیونکہ یہ کتب کفیل ہیں اس امر کی جو ایک ذہین طالب علم کا مقصود ہوتا ہے۔ ان کے ریحان کی خوشبو دلوں کو فریفتہ کرتی ہے۔ ان کی شاخوں میں کثرت سے میوے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ وہ اس باغ کی طرح ہیں

جس کے خوشے جھکے ہوئے ہیں - اور اس میں کوئی لغو بات سُنائی نہیں دیتی - اور پاک لوگوں کے لئے وہ مقامِ راحت یا مہمانی ہے - اُن میں سے ایک کا نام فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب ہے - اور دوسری کا نام تصدیق براہین احمدیہ ہے - ان میں باوجود متانتِ الفاظ اور لطافت (مبانی) مضامین کے قیمتی معانی پُرو دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ وہ مؤلفین کے لئے اُسوۂ حسنہ ہو گئی ہیں - علمائے کلام خواہش رکھتے ہیں کہ وہ انہیں کتابوں کی طرز پر لکھیں - اور بڑے بڑے علماء نے ان کتابوں کی مدح سرائی کی ہے .... اور مؤلف فاضل نے ان کتابوں میں قرآن شریف کے نکات کی تفسیر کے لیئے پوری کوشش کی ہے اور اپنی تحقیق میں روایت و درایت کے متفق کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے - پس آفرین ہے اُس کی عالی ہمّت کے لئے اور اُسکے روشن پسندیدہ افکار کے لئے -

وہ مسلمانوں کا فخر ہے - اور اسے قرآن کے دقائق کے استخراج میں اور فرقان حمید کے حقائق کے خزانوں کو پھیلانے میں عجیب ملکہ ہے - بلاشک وہ مشکوۃ نبوت کے انوار سے منوّر ہے اور شان مردمی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے منوّر ہے - وہ ایک عجیب و غریب بلند ہمّت مرد ہے - اس کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انوار کی نہریں بہتی ہیں - اس کے ایک ایک رشحہ کے ساتھ فکروں کے مشرب پھوٹتے ہیں - اور یہ خدائے تعالیٰ کا فضل ہے - جس کو چاہے عطا کرتا ہے - اور وہ سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے -" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۸۴-۵۸۵)

دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس پُر از معارف و حقائق مبارک کتاب کو لے کر نہ صرف خود غور سے پڑھیں بلکہ دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دیں تا وہ نُورِ ایمان سے منوّر ہوں اور مخالفین اسلام عیسائیوں کا علیٰ وجہ البصیرت مقابلہ کر سکیں۔

اے ہمارے علیم و بصیر و قادر خدا! تُو اس کتاب کو لوگوں کے لئے نافع اور باعثِ ہدایت بنا۔ آمین

خاکسار

جلال الدّین شمس

۲۴ر دسمبر ۱۹۶۳ء

(مطبع ضیاء الاسلام ربوہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا ؕ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمُخَاطَبِ بِیَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ؕ

امابعد خاکسار اَلْعَائِذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ کَاسْمِہٖ اَبُوْ اُسَامَۃَ نُوْرُ الدِّیْنِ اَمِیْن۔ عرض پرداز ہے۔ فقیر بتقریب رخصت جموں سے اپنے وطن بھیرہ ضلع شاہپور میں پہنچا۔ میرے چند احباب نے کئی اعتراض ایک پادری صاحب کی طرف سے پیش کئے۔ اور مجھ سے کہا۔ ہم لوگ اِن اعتراضات کو دیکھ کر حیران ہیں۔ اور مضطرب و پریشان۔ مَیں نے اُن سے کہا۔ اگر پادری صاحب کہیں قریب ہیں تو زبانی مباحثے سے جلد تصفیہ ہوسکتا ہے۔ مگر اُن سب کا منشا یہی پایا۔ کہ تحریر کا جواب تحریر ہی چاہیئے۔ مجھے جلد تر جموں دارالریاست ملک کشمیر میں واپس آنا پڑا۔ اور وہاں سے حسب الحکم پونچھ ریاست کو چلا گیا۔ وقتاً فوقتاً

لہ سراہیئے اللہ کو جس نے نہیں رکھی اولاد اور نہ کوئی اس کا ساجھی سلطنت میں اور نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر اور اُسکی بڑائی کو بڑا جانکر اور رحمت کاملہ اور سلام نازل ہو اُن رسول پر جو خطاب کئے گئے کہ اے نبی ہم نے تجھکو بھیجا بتانیوالا اور خوشی سُنانیوالا اور ڈرانے والا۔ اور بلانیوالا اللہ کی طرف اور اسکے حکم سے اور چراغ روشن ۱۲

جواب لکھتا رہا۔ مگر کوہستانی سفر میں کتب کی دقت رہی۔ اِدھر احباب نے مسودات کے چھپوانے کی تاکید کی۔ فرصت کہاں تھی جو ترتیب دیتا۔ یا مکرر نظر کرتا۔ مطبع بھی نزدیک نہیں تھا جو کاپی دیکھتا۔ الغرض جیسی ترتیب جلدی میں بن پڑی انکو چھپوا کر ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ اور میں اپنی کم مایگی کا معترف ہوں۔ چونکہ یہ میری پہلی تصنیف مناظرے میں ہے۔ اگر اس میں کچھ تساہل ہو۔ تو مہربان ناظرین مجھپر یہ احسان کریں کہ اطلاع دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ غلطی پر مُصر نہ ہونگا۔ رجوع کرنا میرے نزدیک بہت سہل ہے۔ مَیں نے جو لکھا ہے نیک نیتی سے اپنے خیالات کے مطابق لکھا ہے۔ مَیں نے الزامی جوابات بھی اس کتاب میں ضرور دئے ہیں۔ جنپر میرے نوجوان مُحسن مولوی عبد الکریم کسی قدر خوش نہیں تھے۔ الا مجھے دو امر باعثِ تحریر الزامی جوابات کے ہُوئے۔

اوّل۔ مسیح نے فرمایا۔ الزام مت لگاؤ۔ تمپر الزام لگایا جاویگا۔ عیب مت لگاؤ۔ جس طرح تم عیب لگاتے ہو۔ اسی طرح تمپر عیب لگایا جاویگا۔ متی ۷، باب ۲۔ پس ہمارا الزامی جواب پادریوں کے الزام کے بعد مسیحؑ کی تصدیق ہے۔ اگر ہم الزام کے بدلے الزام نہ لگاتے تو آپ کی تصدیق نہ ہوتی۔

دوم۔ الزامی جواب میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جب مخالف کو الزامی جواب ملتا ہے۔ اُس وقت مخالف معترض کا دِل اسلئے کہ اُسپر الزام قائم ہوا۔ جواب کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اُسکا دِل جواب لینے کو مستعد اور طیار بن جاتا ہے۔ پھر جب حقیقی جواب ملا۔ غالباً اُس کا قلب بشرطیکہ راستی پسند ہو اس جواب کو قبول کرلیتا ہے۔ علاوہ بریں مسیح کی عادت تھی الزامی جواب ضرور دیتے تھے۔ شاید پادری اونکے طرز تعلیم کو پسند کریں۔ اسلئے ہم نے بھی الزامی جوابوں سے دریغ نہ کیا۔ وَاللہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

حصّۂ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیات و علامات نبوّت محمّد بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

آیت اور علامتِ نبوّت سے وہ آیت اور علامتِ نبوّت مراد ہے جو نبوّت کو لازمی اور نبوّت سے غیر منفک ہو۔ خاکسار نے عنوان میں بجائے لفظ آیت اور علامت کے جو مفرد ہیں۔ آیات اور علامات جمع کے لفظ استعمال کئے ہیں۔ میری غرض اس میں یہ ہے۔ کہ جو جو نشان نبوت مختلف انبیاء علیہم السّلام میں پائے جاتے ہیں۔ وہ تمام نشانات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک جا موجود ہیں۔ ایک ہی علامتِ نبوّت جسے لوگ معجزہ کہتے ہیں۔ آپ کے لئے نہیں تھی بلکہ معجزات مع دیگر علامات آپ میں موجود تھے۔ بعض لوگوں نے آیت کے معنی معجزے کے لئے ہیں۔ مگر یاد رہے یہ معنی اصلی معنی آیت یا نشان یا علامت کی ایک شاخ ہیں۔ کیونکہ اکیلا معجزہ یقینی دلیل نبوت کی نہیں ہو سکتا۔

اوّل۔ اس لئے کہ توریت استثنا ۱۳ باب ۱-۵ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا تم کو کوئی نشان یا معجزہ دکھلائے۔ اور وہ بات جو اُس نے دکھلائی واقع کے مطابق ہو۔ پھر وہ نبی معجزات دکھلانے والا اگر ایسے معبودوں کی طرف بلائے جنہیں تم نے نہیں جانا۔ اور کہے آؤ انکی بندگی کریں۔ تو ایسے نبی کے کہنے پر کان مت دھریو

کیونکہ وہ آزمائش ہے۔ اور ایسا نبی قتل کیا جاویگا۔
پادری صاحبان! غور کرو۔ کتاب استثنا سے معلوم ہوتا ہے کہ نمبر ۱ کاذب اور جھوٹے نبی بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ نمبر ۲ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نبی ایسے غیر معبودوں کی طرف بلائے جنہیں بنی اسرائیل نہیں جانتے۔ وہ جھوٹا ہے۔
نمبر ۳ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جھوٹا نبی معجزات دکھانیوالا مارا جائے گا۔
لطیفہ۔ بتاؤ تو سہی۔ یہود کبھی ابن مریم اور اُس روح کو جو تثلیث کی متمم اور اقنوم ثالث ہے خدا جانتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس جب بقول آپ لوگوں کے مسیح نے خدا بیٹا اور خدا رُوح القدس کی عبادت کے لئے بلایا۔ اور بنی اسرائیل کو ایسے معبودوں کی طرف کھینچنا چاہا جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔ تو بے ریب اگرچہ اُنہوں نے معجزات دکھلائے۔ تب بھی بقول عیسائیوں کے بطور استثنا ۱۳ باب ۱-۵۔ سچے نہ تھے۔ بلکہ اگر مسیح نے ایسے خدا باپ کی طرف بُلایا بھی جو محدود رحم میں مجسّم ہوا۔ اور یہود کے ہاتھ سے پیٹا گیا۔ تو بھی وہ بنی اسرائیل کا جانا ہوا خدا نہیں تھا جس کی طرف مسیح نے بُلایا۔ پھر طرّہ یہ کہ مسیح بقول عیسائیوں کے مار ڈالے گئے! اور یہ بھی جھوٹے نبی کی پہچان تھی۔ دیکھو استثنا ۱۳ باب۔ ۱-۵۔
پر قربان جائیے اِس نبی پر۔ اُس خاتم الانبیاء پر۔ اُس رسول پر جس نے بنی اسرائیل کو اُسی خدا کی طرف بُلایا جسے وہ جانتے تھے۔ اور اُسی معبود کی عبادت کی طرف اُنکو جھکانا چاہا جس کی عبادت کی طرف اُنکے آباؤ اجداد نے جھکانا چاہا تھا۔ شک ہو تو پڑھو آیت:۔
ا؎ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ سورۂ بقر۔ سیپارۂ اوّل۔ رکوع ۱۶۔

ا؎ کیا تم حاضر تھے جسوقت پہنچی یعقوب کو موت۔ جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کیا پوجو گے میرے پیچھے۔ بولی ہم عبادت کرینگے تیرے اور تیرے باپ دادوں کے رب کی۔ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق وہی ایک رب اور ہم اُسی کے حکم پر ہیں۔!!

بلکہ حضرت مسیح کے ذمے سے بھی غیر معبودوں کی پرستش کا الزام اُٹھایا اور فرمایا۔

وَقَالَ[۱] الْمَسِيحُ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ اِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۶ رکوع ۱۰۔

اور مسیح کے عدم قتل کی نسبت دعویٰ کیا۔ جس کا ثبوت ہماری اسی کتاب میں مختلف جگہ ملیگا۔ اور جس کی صداقت پر مسیح کی صداقت موقوف ہے۔

وَمَا[۲] قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۔ سورۂ نساء سیپارہ ۶ رکوع ۲۔

مگر یاد رہے۔ عیسائیوں کے نزدیک مسیح نے بنی اسرائیل کو اُن کے جانے ہوئے خدا کی طرف نہیں بُلایا۔ اور پھر مسیح بقول عیسائیوں کے مارے گئے۔ جس سے صاف جانا جاتا ہے کہ وہ جھوٹے تھے۔ پس اے عیسائی صاحبان میری عرض یہ ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ[۳] تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ قف اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط سورۂ آل عمران۔ سیپارہ ۳۔ رکوع ۱۵

عیسائی صاحبان تمہارے طور پر تو حضرت مسیح کی صداقت ممکن ہی نہ تھی۔ اور تورات کتاب استثنا سے بقول تمہارے مسیح کی صاف تکذیب ہوتی تھی۔ پر دیکھو اسلام کا

---

[۱] اور مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ مقرر جس نے شریک کیا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اُسپر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ۱۲

[۲] اور نہ اُس کو مارا ہے اور نہ مصلوب کیا۔ لیکن اُن کو اشتباہ ہوا۔ اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہے میں پڑے ہیں۔ کچھ اُن کو اسکی خبر نہیں مگر اٹکل پر چلنا اور اُسکو مارا نہیں بیشک ۱۲

[۳] اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں۔ مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراویں اُس کی کوئی چیز اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے۔ ۱۲

احسان عام جس نے مسیح سے الزام کو دور کیا۔ اور مسیح کی تصدیق کر دی۔ اور حضرت محمدؐ کی نبوت اور صداقت اور انکا معجزہ یہ ہی کہ ایک طرف توحید کی تعلیم کی۔ اور شرک سے جو ایسے معبودوں کی طرف بُلاتا ہی۔ جن کو بنی اسرائیل نہیں جانتے منع فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا [1] ۔ سورۂ نساء ۔ سیپارۂ ۵ ۔ رکوع ۱۲۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا [2] ۔ سورۂ نساء ۔ سیپارۂ ۵ ۔ رکوع ۳۔

اور دوسری طرف اپنے بچاؤ پر عام مجالس میں قرآن کی یہ آیت سُنائی۔ اور صاف بتایا۔ میں مارا نہ جاؤں گا۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [3] ۔ سورۂ مائدہ ۔ سیپارۂ ۶ ۔ رکوع ۱۳۔

ایک میرے دوست پادری صاحب نے مجھکو فرمایا۔ کہ محمدؐ صاحب بھی زہر سے مارے گئے اُنکی گرامی خدمت میں عرض ہی۔ حضور زہر کب دیئے گئے اور اُنکی وفات کب ہُوئی۔ پھر یہ کہ جس کو زہر دیا جاوے اُسے مقتول کہتے ہیں یا مسموم۔ علاوہ بریں حدیثیں تو ہمارے نزدیک حُجت نہیں پھر اُن کے بھروسے کیوں قتل کا خیال پیدا ہُوا۔

دوؔم [2] ۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷ میں لکھا ہی۔ جو ایمان لائیں گے، وہ میرے نام سے دیو نکالیں گے۔ اور نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اُٹھائیں گے۔ مُہلک چیزیں پئیں گے۔ اور اُنکو

---

[1] اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اُس کا شریک ٹھیرائے۔ اور اس سے نیچے بخشتا ہے جس کو چاہے۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھیرایا۔ وہ دُور پڑا بھول کر۔ ۱۲

[2] اور عبادت کرو اللہ کی۔ اور ساجھی نہ کرو ساتھ اُس کے کچھ۔ ۱۲

[3] اے رسول پہنچا جو تجھکو اُترا تیرے ربّ سے۔ اور اگر یہ نہ کیا تو تُو نے کچھ نہ پہنچایا اُس کا پیغام۔ اور اللہ تجھکو بچالیگا لوگوں سے۔ ۱۲

نقصان نہ ہوگا۔ بیماروں کو ہاتھ رکھکر چنگا کرینگے۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷۔

اِس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ہر ایک عیسائی مؤمن معجزات دکھاتا ہے۔ پس معجزہ نبوّت کے لئے لازمی دلیل نہ ہُوا۔ جب جناب مسیحؑ نے یہ کرشمے عامۂ مؤمنین کیلئے نشان ٹھہرائے۔ تو صرف معجزات خاصۂ نبوّت نہ ٹھہرے۔ سچ ہے حقیقت میں معجزات عمدہ تعلیمات ہی ہیں۔

غور کرو

عیسائی صاحبان تم میں سے بھی کوئی صاحب ایمان ہے۔ اگر ہے تو مرقس ۱۶ باب ۱۷ پر ذرا اِسے پرکھ لے۔ اگر کہو ان کرامات اور معجزات کی مسیحؑ کے وقت ضرورت تھی۔ اب اُن کی ضرورت نہیں۔ تو پھر انصاف سے کہو۔ محمدؐ صاحب کے وقت اُنکی ضرورت کیوں مانتے ہو۔ تم کو کس امر نے مجبور کیا۔ کہ تم اپنی بے ایمانی کو جو مرقس ۱۶ باب ۱۷ سے ثابت ہوتی ہے عدم ضرورت سے چھپالو۔ اور محمدؐ صاحب کے واسطے معجزات کی ضرورت تجویز کرو۔

مجھے اس وقت سر ولیم میور کے اِس قول پر ہنسی آتی ہے۔ "اگر محمد صاحب معجزات دکھلاتے تو لوگ ضرور اُنپر ایمان لاتے۔" میور صاحب کو یاد نہیں رہا کہ فرعون نے کیسے کیسے معجزات دیکھے، اور اُس کا دِل سخت ہی رہا۔ مسیح کے وقت اُنکے دشمنوں نے کیسے کیسے معجزات دیکھے۔ (اگر ثابت ہوں) مگر ذرا بھی اُن پر دھیان رکھنے والے نہ ہوئے۔ یا کیا فرعون اور مسیحؑ کے مخالفوں نے کوئی معجزہ نہیں دیکھا۔ میور صاحب کا فرمانا اِس زمانے میں نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے آگے داد کے قابل ہے۔

تقریر بالا کے لحاظ سے حسب توراۃ اور انجیل ثابت ہو گیا کہ صرف معجزات مثبت نبوّت نہیں ہوسکتے۔ حضرت مرزا غلام احمدؐ نے براہین میں لکھا ہے۔

جس معجزے کو عقل شناخت کرکے اُس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے، وہ ان معجزات سے ہزارہا درجے افضل ہے جو بطور قصّہ منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں

اور اس کے دو باعث ہیں۔

اوّل۔ منقولی معجزات صدہا سال کے بعد ہمارے لئے مشہود اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے۔ اور اخبار منقولہ ہونے کے باعث ان معجزات کو وہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو مرئیات کو اور مشاہدات کو حاصل ہوتا ہے۔

دوم۔ جن لوگوں نے ایسے معجزات مشاہدہ کیئے جو تصرف عقلی سے بالاتر ہیں انکے لئے بھی وہ معجزات تسلی تمام کا موجب نہیں ٹھہر سکتے۔ بہت سے عجائبات شعبدہ باز بھی دکھلاتے ہیں۔ مخالف کو کیونکر ثابت کر دکھاویں کہ موسوی عجائبات اور عیسوی کرشمجات دست بازیوں سے منزّہ تھے۔

بلکہ

یوحنا ۵ باب ۲-۵ میں ایک صحت بخش حوض کا ذکر لکھا ہے۔ مسیح بھی وہاں اکثر جاتے تھے۔ پس کیا تعجب ہے۔ مسیح نے ایسی قوم میں جو حوض کے پانی کو تمام امراض کا شافی سمجھتی تھی۔ اُسی حوض کے پانی سے کوئی کمال اوڑایا ہو۔

ایسے تماشوں کے دکھلانے میں عرصہ بھی قلیل ہوتا ہے جس میں غور اور فکر کا موقع ملے۔ انتھے۔ میں کہتا ہوں مسیحی معجزات پر میں نے رسالۂ ابطال اُلوہیت مسیح میں تحقیقی اور انجیلی مذاق پر مفصّل کلام کیا ہے۔ اسکے دیکھنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ منقولی معجزات کافی شہادت نہیں ہو سکتے۔ جب صرف معجزات اور اکیلے کرشمے صحیح نشان نبوت کا نہ ٹھہرے اور یہ بات عقل و نقل سے ثابت ہو گئی۔ تو مجھے ضرور ٹھہرا۔ کہ قبل از بیان معجزات آپ کی پاک تعلیم کو نہایت جانچ کی نگاہ سے بقدر ضرورت دکھادوں۔

مگر ہر منصف تسلیم کریگا کہ اگر کسی شخص کی تعلیم کی عمدگی ثابت کرنا ہو۔ تو پہلے اُس معلّم کے افعال اور کردار کو دیکھا جائے۔ واعظ کے عادات اور اطوار۔ اُسکے حالات و کردار اگر ناپسند ہونگے۔ تو اُسکے پسندیدہ اقوال کا سارا دفتر گاؤ خورد ہو جاویگا۔ اور اسکے نصائح کی عمارت اُسکے سامنے ہی خاک میں ملجائیگی۔ پھر ایسا واعظ خدا کی طرف سے کیونکر مقرر ہو سکتا ہے۔

نمونے کو دکھانے سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں جس کے باعث دوسرے کے قلب پر پورا اثر پڑ سکے۔
بانئ اسلام کی اعلیٰ صداقتوں میں قرآن اور آپکی پاک تعلیم ہے۔ اور اس صداقت کے لئے
پہلا مصداق، اس عمارت کا پہلا پتھر آپکی گرامی ذات ہی۔ اگر آپ جبلت میں اس پاک تعلیم
کے قابل نہ بنائے جاتے۔ تو اسکی خوبی میں تامل ہوتا۔ آپکی تعلیم کیسی پاک اور حکیمانہ ہی۔ اور کیونکر
ہمیں یقین ہوا کہ یہ تعلیم خدا کا قول ہی۔ اسلئے کہ ہمارے فطری قویٰ اور تمام ملکی صفات ایک زبان
ہوکر اسکی صداقت کے گواہ ہیں۔ مجھے یہ مزہ نہیں بھول سکتا۔ مَیں ایک دفعہ قرآن پڑھ رہا تھا کسی
تذکرے میں بات پر بات چلی۔ تمام بھلائیوں اور بُرائیوں پر جب ہمارے فطری قویٰ گواہی
دیتے ہیں۔ تو انبیاء اور رُسل کی ضرورت کیا تھی۔ اُسوقت یہ آیت سامنے کھڑی پکار رہی تھی
تم نہیں سمجھتے تمہارے نبی کے حق میں الٰہی کلام اور میرا متکلّم کیا کہتا ہے۔

فَذَكِّرْ[1] إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ۔ سُورۂ غاشیہ۔ سیپارۂ ۳۰۔ رکوع ۱۳۔
رسولِ خدا۔ محمدؐ رسول اللہ صلعم صرف مذکر ہیں۔ اگر انکا اتباع کروگے تمہارے بھولے
بسرے اور کھوئے ہوئے متاع تم کو ملینگے۔ اگر اسی نبی کو يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ کا خطاب ملا ہے
تو پھر جس کتاب کا معلّم ہے وہ کتاب بھی ذکر ہی ہے۔ دیکھو صفت قرآن۔

إِنَّا[2] نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ٥ سُورہ حِجر سیپارہ ۱۴۔ رکوع ۱۔
براہموں کے سامنے اثباتِ نبوّت کے واسطے یہ لطیف اشارہ ہے۔

آنحضرت صلعم کا یہ کیا کچھ کم معجزہ ہی کہ آپکی تاریخ خصوصًا ایّام رسالت کے حالات کمال
بسط و تفصیل کیساتھ دُنیا میں موجود ہیں۔ اگر کوئی نیک نیّتی سے چھان بین کرے۔ اُس کے لئے
اصلی واقعات پر پہنچ جانے کے لئے بہت سامان موجود ہیں۔ قرآن اور قومی روایات اور
آپکے مساعی جمیلہ کی یادگار۔ اور آثار۔ بھلا کسی نبی کو یہ بات نصیب ہے۔ حضرت مسیحؑ کی

---

[1] سو تو سمجھا تیرا کام یہی ہے سمجھانا ۱۲

[2] ہم ہی نے اُتارا قرآن کو اور ہم ہی اُس کے نگہبان ہیں ۱۲

نہایت مختصر ۳ سالہ تاریخ جس کو اناجیل اربعہ یا عہد جدید کہتے ہیں۔ موجود ہی۔ اُنہیں پیدائش مسیحؑ پر غور کرو۔ کہیں ابنِ داؤد ہی۔ (کہیں ابنِ انسان) کہیں ابنِ یوسف ہے۔ کہیں ابن اللہ۔ اگر عام قانونِ قدرت سے یہ پیدائش نرالی ہے۔ تو کیسی تاریک حالت میں ہی۔ (کیا اچھا ہوتا۔ اگر کسی مرد سے پیدا ہو جاتے) مسیحؑ کی موت کی بات سُنیئے۔ حاکم وقت قتل کا خواہاں نہیں۔ خون سے ہاتھ دھوتا ہی۔ متی ۲۷ باب ۲۴ چھوڑنا چاہتا ہے۔ حاکم کی جورو مسیح کی سپارشی ہے۔ متی ۲۷ باب ۱۸-۱۹- ایک دولتمند مسیح کا حامی اور شاگرد حاکم کا مقرب مسیح کی لاش مانگنے والا۔ اور اپنے ہی طور پر قبر میں رکھنے والا۔ قبر پر مٹی کی مُہر۔ بے ایمان یہود کو سبت کا دھندا پڑا ہے۔ صوبے دار مسیح کا معتقد۔ بھلا یقین نہیں ہو سکتا ہی۔ کہ اُس بے گناہ کو اللہ تعالیٰ نے ان بدکاروں کی شرارت سے محفوظ رکھا۔

وید کے ملہم (اگر ویدوں کو الہامی کہیں) کون تھے، کیسے تھے، کہاں تھے۔ اُنکا چال چلن کیا تھا۔ کب ہوئے۔ کوئی کہتا ہے وید برہما کے چار مُنہ سے نکلا۔ تعلیم یافتہ گروہ کہتا ہے (گو اُنکا کہنا صرف ایک شخص کی تقلید پر ہے) وید جنپر نازل ہوا ابتدائی زمانے کے چند آدمی تھے۔ پھر اُنکے حالات سے پُوچھو۔ تو چُپ۔ متشخص ہونے میں بھی کلام ہی۔ یہی حال زرتشت، اور گرو صاحب کا ہی۔ ایک سفرنامہ آپکا خوش اعتقادوں کے پاس ہی۔ جس میں قاضی نظام الدین یا رکن الدین کے سامنے مکّے کا گرو صاحب کے پاؤں کی طرف پھر جانا لکھا ہی۔ حالانکہ اس نام کے قاضی کبھی مکّے میں نہیں ہوئے۔

منصف آدمی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور عادات پر غور کرنے سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہی کہ آپکا دِلی ارادہ کیا تھا۔ مقصود بالذات کیا امر تھا۔ آپ کے افعال اور اقوال سے بقدرِ مشترک اتنا تو ثابت ہے کہ آپ دیوانے اور کم عقل نہ تھے۔ بھلا اتنا بڑا کام (عرب جیسے ملک سے بُت پرستی کا استیصال) کیا ایک کم عقل کا کام ہی۔ خدا کے لئے ذرا یرمیا ۲ باب ۱۰ کو پڑھ لو کیا کہتا ہے۔ قیدار میں جا کر خوب سوچو اور دیکھو۔ ایسی بات

کہیں ہوئی۔ جیسی یہ بات ہے۔ کیا کسی قوم نے اپنے آکھوں کو جو حقیقت میں خدا نہیں بدل ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یرمیاہ کے زمانے تک یہودی تعلیم کا اثر عرب پر نہیں پڑا۔ اور کچھ نہیں پڑا۔ پادریو! نبی کی ضرورت تھی یا نہ تھی۔

جانتے ہو قیدار کون ہیں۔ قیدار اسمٰعیل بن ابراہیم کا بیٹا ہے۔ یہاں اُسی کی قوم کی نسبت فرماتا ہے۔ بتاؤ عرب کی ایسی بُت پرست قوم کو کس نے خُدا پرست بنایا۔ کیا کسی مرگی زدہ مجنون نے۔ سبحان اللہ کس طرح فطرت کا خالق فطرت کیطرف متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

قُلْ[1] اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ سورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲ رکوع ۱۲

جنگل اور بیابان سے نکلکر بدوں سامان و اسباب اپنے دیکھتے دیکھتے ایک شخص صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کو اپنا ہمخیال بنا گیا۔ ہزاروں ہزار مخلوق کو اپنے اوپر جان و مال سے فدا کر گیا۔ نہ کسی نے تیس روپے پر پکڑوایا۔ نہ کسی نے اُسے ملعون کہکر انکار کیا۔ سوچو۔ متی ۲۶ باب ۱۶ و ۴۷

پادری صاحبان! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرگی کے مبتلا اور دیوانے تھے۔ اور پھر اتنی دُنیا پر ایسا قابو پا گئے۔ تو سچ سمجھو بڑا معجزہ کر دکھایا۔

معجزے کے کیا معنی۔ دوسرے کو عاجز کر دینے والا۔ اِتنی دُنیا کے رُسوم و عادات کو بدل دینا۔ اور عرب کی متفرق جماعت کو ایک اسلام کے رشتے میں منسلک کر دینا۔ اور سب کو اُس کا مصدق بنا دینا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔

وَاذْكُرُوْا[2] نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ سورہ آل عمران۔ سیپارہ ۴۔ رکوع ۱۔

---

[1] تو کہہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو۔ کہ اُٹھ کھڑے ہو اللہ کے کام پر دو دو اور ایک ایک۔ پھر دھیان کرو۔ اس تمہارے صاحب (رفیق) کو کچھ سودا نہیں ہے ۱۲

[2] اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپسمیں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوںمیں اب ہو گئے اسکے فضل سے بھائی ۱۲

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ۔ سورہ انفال۔ سیپارہ ۱۰۔ رکوع ۳۔

معجزے کے معنی کسی نے خرق عادت کے لئے ہیں۔ ناظرین عیسائیو! کہیں عادت میں یہ نظیر دیکھتے ہو۔ جو آنحضرت صلعم نے قائم کر دکھائی۔ ذرا ہادیوں کی تاریخ قدیم و جدید ٹٹول لو۔ اگر نہ پاؤ۔ تو سمجھو ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے (جسے تم دیوانہ مرگی زدہ کہتے ہو) یہ کام اعجاز اور خرق عادت نہیں تو اور کیا ہے۔ تمام مخالف اور جنگجو قومیں باوجود قومی اتفاق اور حمایت رؤسا و اُمراء کے ایک طرف ہوں اور مختلف قوموں کے مختلف بلاد کے غریب و مساکین ایک طرف ہوں۔ پھر اُسی کی کامیابی ہو۔ جسے تم کمال جنون سے مجنون کہتے ہو۔ یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے۔

مَیں عنقریب معجزے اور خرق عادت کے لفظ پر بحث کرونگا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال عقل ثابت ہوگا۔ تو پھر منصف کو غور کرنے کا موقع ملیگا۔

وہ شخص جس نے چالیس برس تک کامل سچائی۔ راستی۔ وفاداری۔ ملک کی خیر خواہی پر زندگی بسر کی۔ وہ اپنی آخری عمر میں ایک سراسر جھوٹے سلسلے کی تحریک کریگا۔ وہ آخر عمر میں بے ایمانی کو اور صریح دغا کو اختیار کریگا۔ حالانکہ اُس کو اِس مکّاری میں بجز اِسکے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ کہ کروڑوں آدمیوں کو صرف خدا کی محبت اور اسکی اطاعت اور اسکی فرمانبرداری میں فانی خواہشوں میں اپنا ہمخیال بنا گیا۔ سچ ہے۔ اپنا ہمخیال بنا لینا بھی بڑی خوشی اور کامیابی ہے۔

مَیں آپ کے مختصر سوانح عمری لکھتا ہوں۔

آپ قریش کے خاندان (جو تمام قبائل عرب میں مکرم اور معظم ہے اور جسکی عظمت کے سامنے تمام وحشی قومیں عرب کی ممکن نہ تھا کہ مکے کی سرزمین میں کبھی کشت و خون کر سکیں۔ بلکہ مکّے کو امن کی جگہ اور حرم کہتے تھے) بنو ہاشم کے گھرانے عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر میں آمنہ کے

ے اور ان کے دل میں الفت ڈالی۔ اگر تو خرچ کرتا۔ جو سارے ملک میں ہے تمام نہ الفت دے سکتا اُنکے دل میں لیکن اللہ نے الفت دی اُنکے درمیان ۱۲

شکم سے پیدا ہوئے۔

مشرکین عرب میں آپ کے والد کا نام عبداللہ اور آپکی والدہ کا نام آمنہ بھی کچھ کم معجزہ نہیں۔غور تو کرو۔ یہ نام کیسے لطیف اور آپکی تعلیم سے کیسے مناسب ہیں۔آپ کے نجیب الطرفین ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔

آپکی پیدائش کی پہلی برکت یہ ہے کہ ابیسینیا کے حبشی بادشاہ ہمیشہ حجاز پر چڑھائیاں کرتے تھے۔اور اُن کے دانت مکّے پر لگے رہتے تھے۔منجی قوم منجی ملک ایسے پیدا ہوئے۔کہ جس سال وجود باجود نے ظہور پایا خارجی دشمنوں کا نام ونشان بھی نہ رہا۔ہمارے بادشاہ ماجوج جزائر کے رہنے والے۔حزقیل ۳۹ باب ۶ آیت۔جن کا تسلط ہزار سال ہجرت کے بعد موافق مکاشفات یوحنا ضرور تھا۔ ۲۰ باب ۷و ۸ آیت۔جزائر برطانیہ سے یہاں پہنچے۔پر الٰہی چھاؤنی اُن سے محفوظ رہی۔عزیز شہر کا گھیرنا بھی دُور ہی رہا۔(کیا یہ امر اور یہ نصرت الٰہی بُت پرستی کی حفاظت کے لئے تھی۔)

رسالتمآب کا پیدا ہونا عرب کے لئے کیسی خوش قسمتی ہوئی۔کوئی بادشاہ اُن پر متسلط ہو یا الا نہ رہا۔آزاد ہو گئے۔تعجب ہے۔ٹرکی سلطان جو برائے نام اُن کے بادشاہ ہیں۔وہ بھی خادم الحرمین ہونا فخر سمجھے۔دیکھو آپکا وجود باجود عرب کے لئے کیسا نشان نبوت ہے۔

دُنیا میں کوئی شخص قوم کا آزادی بخش اگر ایسا ہوا ہی۔تو اسکی نظیر پیش کرو۔اگر تمام مخلوق میں ایسے وجود باجود کے پیش کرنے سے عاجز ہو۔تو ہمارے ہادی کا فعل یقیناً معجزہ اور خرق عادت سمجھو۔جس نے اپنے سامنے پوری کامیابی کو دیکھ لیا۔آپ کا تمام ملک آپکی تمام قوم آزاد ہو کر آپکی فرمانبردار اور مکرم اور دُنیا پر ممتاز بن گئی۔مسیح کی کامیابی جیسی ہوئی۔اُس پر اناجیل کی شہادت کو دیکھ لو۔وید کے ملہم (اگر ملہم ہیں) دشمنوں کی تباہی اور اپنے فتوحات ہی مانگتے رہے۔اُن کی الہامی دُعاؤں کی برکت آریہ ورت پر اُلٹی ہی پڑی۔غور کرو۔ایسا ناکامیابی کا الہام کدھر سے ہوا۔

موسیٰؑ کا خیال مت کرو۔ اوّل تو وہ آنحضرت صلعم کے مثیل ہیں۔ دوم موسیٰؑ نے اپنی قوم کو بیابان ہی میں چھوڑا۔ منزل مقصود تک نہ پہنچا۔ بلکہ موسیٰ آپ بھی ملک موعود میں نہ پہنچے۔ محروم ہی رہے۔ تورات استثنا ۳۲ باب ۵۲ آیت۔

میرے اس مضمون کو قرآن سے تصدیق کرنا ہو تو پڑھو ابتدائے نعمت پر قرآن فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ[1]۔ سورۂ فیل۔ سیپارۂ ۳۰ رکوع ۳۰

اور آخری نعمت پوری کامیابی پر جو سچائی کا معیار ہے۔ فرمایا۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ[2]۔ سورۂ مائدہ سیپارہ ۶ رکوع ۵

اے قوم کے حامیو۔ قوموں کے مصلحین کے قدر کرنیوالو۔ اے قوم کو عروج کیطرف بلانے والوں کے قدر دانو۔ اُس منجی قوم۔ حامی قوم۔ فخرِ ملک کے خرق عادت پر قربان ہو جاؤ۔ آؤ۔ اُسی کا اتباع کریں۔ اُسی کا طرز اختیار کریں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ نے یتیمی میں پرورش پائی۔ ابتداءً عبد المطلب کے پاس جو آپکے دادا تھے۔ پھر اپنے چچا ابو طالب کے گھر۔ تمام مؤرخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضور کے اعلیٰ درجہ کے چال چلن سے چچا اور بھتیجے میں پرلے درجہ کی محبت ہو گئی تھی۔ اور آپ تمام شہر میں ہر دلعزیز بن گئے تھے۔

ابو طالب سیر یا سفر میں آپکو علیحدہ نہ کر سکے۔ بلکہ ساتھ ہی لے گئے۔ حالانکہ آپ کا سن اُس وقت نو ۹ برس کا تھا۔ (دیکھو ابوالفداء)

یہ بات فراموشی کے قابل نہیں۔ کیونکہ عیسائی کہتے ہیں آپ نے یہود سے

---

[1] تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے۔ کیا نہ کر دیا اُن کا داؤ غلط ۱۲

[2] آج نا امید ہوئے کافر تمہارے دین سے سو اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان ۱۲

تعلیم پائی۔ کیا نو برس میں ایسی تعلیم۔ اور یہودیں یا عیسائیوں میں ابتک الٰہی علم ہی کیسا ہے۔ ایسا ہے کہ اب تک یہود نے مسیحؑ کو بھی نہ جانا۔ اور عیسائیوں نے کبھی اللہ کو اللہ مجسّم یقین کیا کبھی مریم کی تصویر پر گوٹے کناری کے کپڑے چڑھائے۔ یہی معلّم ہیں۔

اس سفر میں بحیرہ نام راہب نے اپنی فراست سے ابوطالب کو کہا۔ یہ لڑکا ایک نہایت ہی درجے کا عظیم الشان ہونے والا ہے اور پرلے درجے کا روشن دماغ ہے۔ حُسنِ اخلاق اور فیاضی میں بے نظیر ہونے کے علاوہ یہ بے ریب قوم کو نجات دینے والا ہوگا۔ اِسکی سخت حفاظت کیجیو۔[۱]

ہوازن کی خطرناک لڑائی میں جو نو برس تک رہی۔ آپنے اپنے آپکو چودہ[۱۴] پندرہ برس کی عمر میں بڑا ہی لائق اور قوم کا محافظ ثابت کیا۔[۲] آپ کی لیاقت اور راستی اور سچی شرافت اور سادہ چال چلن کے باعث آپ کو قوم کی طرف سے امین کا خطاب[۳] ملا۔

پچیس[۲۵] برس کی عمر میں خدیجہ نام ایک قریشیہ دولتمند بی بی کی جانب سے آپ تجارت کے طور پر بلادِ شام کو تشریف لے گئے۔ یہ سفر بھی چند روز اور تجارت میں گذرا۔

یاد رہے کُل دو ہی سفر حضور نے کیئے ہیں۔

سفر میں ایسی وفاداری اور لیاقت اور دیانت اور امانت کو عمل میں لائے کہ اُن بی بی نے اسکے شکریے میں آخر آپ کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے شادی کی۔

تمام نامی اور گرامی رؤسائے حجاز طرفین سے اس شادی میں جمع ہوئے۔ اور بڑے لطیف اور پُرزور فصاحت و بلاغت کے خطبے پڑھے گئے۔ یہ خطب ابنِ ہشام اور زرقانی اور ابن اثیر نے بیان کیئے ہیں۔

پھر آپنے پچاس[۵۰] برس سے زیادہ عمر تک اسی ایک بی بی خدیجہؓ کے ساتھ زندگی بسر کی جس کے ساتھ آپکا پچیس[۲۵] برس کی عمر میں نکاح ہوا۔ اور وہ بی بی نکاح کے وقت چالیس[۴۰] برس کی

[۱] ابن ہشام ۱۱۴ - ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶ - طبری ۲۴۵ [۲] ابن ہشام ۱۱۷ [۳] ابن ہشام ۱۱۷ - طبری جلد ۲ صفحہ ۳۸۰ -

عمر کی تھیں۔ اور اس خوبی سے اس تعلق کو پورا کیا کہ وہ بلا تامل حضور کی دعوتِ اسلام پر پہلے ہی روز ایمان لائیں۔

میں خدیجہؓ کی شہادت سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ جو انہوں نے آپ کے ابتدائی دعویٰ نبوت میں دی ہے۔

حضور علیہ السّلام نے جب ندائے الٰہی سُنی اور دیکھا کہ تمام دُنیا اس وعظ کی مخالفت کریگی۔ جب آپنے فرمایا۔ خدیجہ مجھے اپنی جان پر خوف بن گیا۔ تو وہ کہتی ہیں۔

اَبْشِرْ[۱] فَوَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ ۔ بخاری تفسیر سورہ اقرأ۔

غور کرو۔ بچپن سالہ بی بی آپکی ہم قوم جو پندرہ سال سے آپکے بیاہ میں ہی کیا گواہی دیتی ہے۔ خدیجہؓ کی گواہی ایسے وقت میں جبکہ آپ غمگین اور مضطرب تھے۔ غور کے قابل ہے۔ اگر آپ میں یہ صفات نہ ہوتے۔ تو خدیجہؓ کا بیان اُسوقت ہرگز تسلّی کا موجب نہ ہوتا۔

حضور کی قوم میں کوئی دینی کتاب کوئی قانون نہ تھا۔ کوئی سلطنت نہ تھی۔ حضور نے نبوت سے پہلے ایک عجیب تحریک کی۔ جسکو دیکھ کر اور سُنکر انسانیت والے انسان عشعش کر جاویں۔ بنوہاشم اور بنو مطلب بنو اسد بنو زہرہ تیم بن مرّہ کے درمیان ایک معاہدے کی تحریک فرمائی۔ اور معاہدہ یہ تھا۔ کہ کمزور اور مظلوم پر ظلم نہ ہو۔ اور انکی حفاظت کی جاوے۔ ابن اثیر۔ جلد ۲ صفحہ ۲۹۔

کعبے کی مرمت میں کونے کے پتھر حجر اسود کے رکھنے پر تمام قبائل حجاز میں اس بات پر نفاق شروع ہوا کہ اس کونے کے پتھر کو کون شخص اُٹھا کر رکھے۔ قریب تھا تمام قوم کٹ کر ہلاک ہو۔ اس حقیقی کونے کے پتھر نے جسکی پیشینگوئی کیلئے تصویری زبان میں دانیال ۲ باب ۳۴ متی ۲۱ باب ۴۲ یسعیاہ ۲۸ باب ۱۶ میں مذکور ہے۔ (وہ پتھر قدیم سے عرب کے مقام مکّہ معظمہ کے کونے میں

حجر اسود

۱ خوش ہو پس خدا کی قسم کبھی تجھے اللہ ذلیل نہ کریگا۔ تو بیشک صلہ رحمی کرتا۔ اور سچ بولتا ہے۔ اور دُکھ والے کا دُکھ برداشت کرتا اور مفلس کو دیتا اور مہمان نوازی کرتا اور بھلے کاموں میں وقتاً فوقتاً مدد دیتا ہے۔

دھر اتھا) اُس کا ایسا فیصلہ کیا کہ قوم پر ثابت کر دیا۔ میرے ہاتھ کے چھونے سے تم کو آرام اور نجات ہے۔ مجمل قصہ یوں ہے۔ جب قوموں میں اس پتھر کے رکھنے میں اختلاف ہوا کہ اس پتھر کو کون رکھے تو اُن لوگوں نے یوں ٹھانی۔ جو پہلے دروازے سے اندر آوے۔ وہی اس کا رکھنے والا ٹھہرے۔ اتنے میں حضور آ نکلے۔ آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔ اور پتھر اُس میں رکھ کر حکم دیا کہ تمام قومیں بالاتفاق اس چادر کو اُٹھا لیں۔ اس سچے سبت اور سچے کونے کے پتھر نے اس آفتِ قتل و قتال سے قوم کو آرام بخشا۔ یہ واقعہ آپ کی پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں ہوا۔

ایک نہایت عجیب واقعہ سُنائے بغیر ابتدائے ایام نبوت کے حال سے میں خاموش نہیں رہ سکتا۔

عثمان بن ہویرہ ایک عرب عیسائی ہو گیا۔ اُس دشمنِ قوم نے قسطنطنیہ کے دربار میں قیصرِ روم سے جا کر وعدہ کیا کہ حجاز کا ملک میں آپ کے قبضے میں کرائے دیتا ہوں۔ پھر اُس شیطان نے یہاں مکۂ معظمہ میں اپنا منشا پورا کرنے کے لئے کارروائی شروع کی۔ مگر اُس دشمنِ ملک کا راز صرف حضور کی عاقبت اندیشی سے کُھل گیا۔ اور اُس شیطان دشمنِ قوم کو اس خسران کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ کہ خائب و خاسر ہلاک ہوا۔ کاتسن دی پرسول جلد ۱ صفحہ ۳۲۵۔ میور جلد ۲ صفحہ ۴۴۔

سوالات هرقل قیصر روم	جوابات ابوسفیان
	جبکہ ابوسفیان آپ کا سخت منکر تھا۔
۱- محمدؐ قوم کا کیسا ہے۔ (انبیا اشراف ہوتے ہیں۔)	۱- قوم کا بڑا شریف اور نجیب الطرفین ہے۔
۲- تمہاری قوم قریش میں سے کبھی کسی نے ان سے آگے بھی اس طرح نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ (دعویٰ عادت نہ ہو)	۲- ایسا دعویٰ ہماری قوم میں کسی نے کبھی نہیں کیا۔
۳- اسکے بزرگوں میں کوئی ایسا بادشاہ گذرا ہے جسکی بادشاہت جاتی رہی ہو۔ (بادشاہت کا خیال ہو)	۳- ایسا کوئی بادشاہ اُس کے آبا و اجداد میں نہیں گذرا۔

۴- امیر لوگ علی العموم اس کے فرماں بردار ہوتے ہیں یا غریب

۵- دن بدن مسلمان بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں

۶- کوئی آدمی محمدؐ کے دین میں داخل ہو کر ان دنوں مُرتد ہوتا ہے یا نہیں۔

۷- اس دعوے سے پہلے یہ شخص جھوٹ کا عادی تھا یا نہیں۔

۸- کیا لڑائی میں عہد شکنی کرتا ہے یا نہیں۔

۹-۱۰- تمہارے اور اُسکے درمیان لڑائی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو کون فتحیاب ہوتا ہے۔

۱۱- تم کو کیا حکم کرتا ہے۔

ان جوابات کے بعد ہرقل نے کہا۔ مجھے یقین ہوگیا۔ وہ سچّا نبی ہی۔ یہی باتیں انبیا کے نشان ہیں۔

۴- غالباً غریب اور مساکین لوگ اس کے تابع ہوتے ہیں۔ (اکثر اتباع انبیا غربا ہوئے)

۵- دن بدن بڑھتے ہیں۔

۶- کوئی مُرتد نہیں ہوتا۔ محمدؐ کے دین کو بُرا مان کر اُسے کوئی نہیں چھوڑتا۔

۷- اس کو ہم لوگ ہمیشہ سچا اور راست گو یقین کرتے تھے۔

۸- آجتک اُسنے عہد شکنی نہیں کی آگے دیکھیے کیا کرتا ہی۔

۹-۱۰- کبھی وہ فتح پاتا ہے۔ اور کبھی ہم غالب آتے ہیں۔

۱۱- اللہ کی بندگی کرو۔ ذرہ بھی شرک نہ کرو۔ مُشرکوں کی تقلید مت کرو۔ اور حکم کرتا ہی نماز پڑھنے سچ بولنے اور گناہوں سے بچنے اور صلۂ رحمی کا۔

جب مکے کے رؤسا نے جمع ہو کر آپکے مُربّی چچا ابو طالب سے کہا کہ وہ آنحضرت صلعم کو نئے دین کے وعظ سے روکے یا اُس کی حفاظت سے دست کش ہو۔

ابو طالب نے بھی قومی غیظ و غضب کو پسند نہ کیا۔ اور چاہا کہ آنحضرت صلعم توحید کے وعظ سے رُک جاویں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ اے چچا! اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے اور ماہتاب کو بائیں لائیں۔ اور مجھے اس کام کے ترک کرنے کو کہیں۔ تو یقیناً یقیناً میں باز نہ رہونگا۔ جب تک دینِ الٰہی ظاہر نہ ہو۔ یا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

ایک بار اہلِ مکہ نے جمع ہو کر کہا۔ اگر تجھے دولت کی خواہش ہے۔ تو ہم مال جمع کر دیتے ہیں۔ اگر

ریاست کا خیال ہے۔ تو ہم تجھے رئیس بنانے کو طیار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو آپ نے سورہ حٰمٓ تنزیل سنائی جس میں لکھا تھا۔

[۱] قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ۔

اور یہ بھی فرمایا۔

[۲] مَآ اَطْلُبُ اَمْوَالَكُمْ وَلَا الشَّرَفَ فِيْكُمْ وَلَا الْمُلْكَ عَلَيْكُمْ۔

اور قرآن میں بار بار فرمایا۔

[۳] مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ سورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲۔

بنو صعصعہ کے قبیلے سے ایک شخص نے مکے میں جب آپ کو سخت تکالیف لاحق تھے۔ کہا اگر ہم تیرے معین و مددگار ہوں۔ تو اپنے پیچھے ہم کو جانشین بنائیگا۔ تو آپ نے فرمایا۔

[۴] اَلْاَمْرُ اِلَى اللّٰهِ حَيْثُ شَآءَ۔ ابن ہشام جلد اول۔ صفحہ ۱۴۸۔

اِسپر وہ آدمی بگڑا۔ مگر آپ نے کچھ پرواہ نہ کی۔

مسیلمہ یمامہ کا رہنے والا۔ جسکو اکثر اسلامی کتابوں میں مسیلمہ کذاب کہتے ہیں۔ اور کذاب اسلئے کہ وہ بھی مدعی نبوت ہوا۔ مگر وہ ابوبکرؓ کے زمانے میں قتل کیا گیا۔

اور توراۃ اور نبیوں کی کتابوں میں لکھا تھا کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا۔ یہ شخص بہت سے

---

[۱] تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم۔ حکم آتا ہی مجھکو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہو۔ سو سیدھے رہو اُس کی طرف۔ اور اُس سے گناہ بخشواؤ۔ اور خرابی ہے شرک والوں کی۔ ۱۲

[۲] ۔ میں تمہارے مال نہیں مانگتا۔ تم پر بزرگی نہیں چاہتا۔ تم پر بادشاہ ہونا مجھے مطلوب نہیں۔ ۱۲

[۳] ۔ جو میں نے تم سے مانگا کچھ نیگ سو تمہیں کو پہنچے۔ میرا نیگ ہے اوسی اللہ پر۔ ۱۲

[۴] ۔ یہ بات خدا کی طرف سے ہے جہاں چاہے۔ ۱۲

آدمی مدینے میں لیکر آیا۔ (لاکھ سے زیادہ لوگ اسکے مطیع تھے) اور کہا اگر آنحضرت صلعم مجھے اپنا جانشین بنادے تو مَیں اُس کا حامی ہو جاتا ہوں۔ پر آپکو کسی کی اعانت سے کیا کام تھا۔ یہی آپؐ نے جواب دیا۔ اور آپکے ہاتھ میں اُس وقت کھجور کی شاخ تھی۔

لَوْ سَأَلْتَنِيْ هٰذِهِ (قِطْعَةَ جَرِيْدٍ) الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ[1]
وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ۔ بخاری نصف اوّل جلد ۲ صفحہ ۲۲۸۔

غرض آپ کی تمام اس کارروائی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکو اپنی راستی پر خدا کی امداد پر پورا بھروسا تھا۔ اور کچھ بھی دنیوی لگاؤ نہ تھا۔

انس آپکا خادم کہتا ہے۔ مَیں نے دس برس آپؐ کی آخر ایام وفات تک خدمت کی۔ مجھے کبھی اپنے کاموں میں نہ فرمایا کہ تُو نے یہ کام کیوں کیا۔ یا کیوں نہ کیا۔ اگر بی بی صاحبان میں سے کوئی بی بی مجھ پر کسی ایسے کام پر جو مجھ سے بگڑ جاتا۔ خفا ہوتیں۔ تو آپ فرماتے۔

فُعِلَ مَا قُدِّرَ[2]۔

اور اپنی تعظیم اور تکریم کی نسبت فرماتے ہیں۔

لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ[3]۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپؐ بیمار تھے۔ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے۔ بیٹھ گئے۔ صحابہ جو پیچھے نماز کو کھڑے تھے۔ اُنہیں اشارہ کیا۔ تم سب بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو یہ بات میری خاص تعظیم خیال کی جاوے۔ شرک کی گرفتار قومیں نئی نئی توحید میں داخل ہوئیں۔ ایک نے آکر کہا۔ شاہانِ فارس اور روم کو اُن کی رعایا سجدہ کرتی ہے۔ کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں۔ آپنے فرمایا۔ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرو

انسان کے سجدے اور تعظیم سے نفرت

[1] اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ مانگے۔ تو مَیں تجھے نہ دُونگا۔ تو نہ بڑھ نکلیگا خدا کے حکم سے جو تیرے حق میں ہو چکا اور اگر تو نہ مانے اور منہ پھیر لے۔ تو ضرور خدا تیری کچیں کاٹے گا۔ ۱۲

[2] وہی ہوا۔ جو مقدر میں تھا۔ ۱۲

[3] ایسے مت کھڑے رہو۔ جیسے اور قوموں میں رواج ہے۔ ۱۲

کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرو۔

وُہی قومیں جن کے رگ و ریشے میں شرک رچا ہُوا تھا۔ اور جو مافوق الفطرت طاقتیں مقربان بارگاہ حق کی ذات میں یقین کرتی تھیں۔ اُن کو بار بار سُنایا۔

قُلْ[1] لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ۔ سورۃ الانعام۔ سیپارہ ۷، رکوع ۱۱۔

قُلْ[2] لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ سورہ انعام۔ سیپارہ ۷، رکوع ۱۳۔

وَعِنْدَهٗ[3] مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ سورہ انعام۔ سیپارہ ۷۔

ایک شخص نے اتنا ہی کہا۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ تو آپ گھبرائے۔ اور فرمایا۔ اَجَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا۔ کیا تو نے مجھے خدا کا شریک ٹھہرایا۔ شرک کے گرفتار توحید میں آتے ہیں۔ خدائی بپتسما پاتے ہیں۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ (رنگ اللہ کا) وَمَنْ (اور) اَحْسَنُ (کون اچھا ہے) مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (اللہ کے رنگ میں) میں رنگین ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو اپنے ہادی کو نافع و ضاد سمجھ بیٹھیں اُن کو حکم ہوتا ہے۔

وَّاَنَّ[4] الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا۔

---

[1] تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں۔ ۱۲

[2] تو کہہ اگر میرے پاس ہو جسکی شتابی کرتے ہو۔ تو فیصل ہو چکے کام میرے تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف ۱۲

[3] اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی نہیں جانتا اُن کو کوئی اس کے سوا۔ ۱۲

[4] اور یہ کہ سجدے کے ہاتھ پاؤں حق اللہ کا ہے۔ سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔ اور یہ کہ جب کھڑا ہُوا اللہ کا بندہ اُس کو پکارتا۔ لوگ کرنے لگتے ہیں اُس پر ٹھٹھا۔ تو کہہ میں تو یہی پکارتا ہوں۔ اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اُس کا کسی کو تو کہہ میرے ہاتھ میں نہیں تمہارا برا۔ اور نہ راہ پر لانا۔ تو کہہ مجھ کو نہ بچاویگا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤنگا اسکے سوا کہیں سرک رہنے کو جگہ ۱۲

[5] اور حدیث میں آیا ہی جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا۔ میرے لیئے زمین مسجد بنائی گئی۔ پس مساجد کے معنی زمینیں ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ۔ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔ سورہ جن۔ سیپارہ ۱۹ - رکوع ۱۱-

جس نے اگر نَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ اِلَیْكَ کہا اُسپر غضب طاری ہوا۔
(سفارشی لاتے ہیں اللہ کو تیری طرف)

موجودہ زمانہ یوں گذرا۔ حالت مرض موت میں آگے کی طیاری ہوتی ہو۔ اس میں دیکھو توحید ہی کی طرف کیا توجہ ہے۔

لَعَنَ[1] اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِهِمْ مَسَاجِدَ۔ وَلَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصٰرٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ۔

صحابہ نے توحید کا ایسا خیال رکھا کہ آپ کی قبر کو بالکل بند کر دیا۔ تاکہ نظر بھی نہ آوے اور سجدہ گاہ نہ بنے۔

ذاتی منافع کا حال سُنو

اپنے اور اپنی تمام قوم بنوہاشم پر صدقات کو حرام کردیا۔ مرنے کے ایام میں اتنا پاس نہیں۔ کہ آخر عمر میں بقدر ایام مرض آرام سے کھاتے پیتے۔ ان دنوں کے لحاظ سے ضروری اور نہایت ضروری سامان حرب زرہ ہوتی ہے۔ وہ بھی چند آثار جو کے دانے کے عوض میں ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ ایک صاع غلہ (آٹھ سیر کے قریب) گھر میں رات کو نہ رہتا حالانکہ آپکی ۹ بیبیاں تھیں۔ کھلی اور سادہ چٹائی پر بستر تھا۔ کھجور اور پانی پر بسر اوقات تھی۔ باہمہ کثرت عیال اور کنبے کے۔ باوجود اتنی فتوحات کے۔ باوجود اسقدر شاگرد پیشہ کے۔ بیبیوں کے واسطے قرآن کریم میں حکم ہوتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا[2] النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ

---

[1] یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنایا۔ میری بڑائی ایسی نہ کیجیو جیسے نصاریٰ نے مسیح ابن مریم کی کی ہے۔ ۱۲

[2] اے نبی کہدے اپنی بیبیوں کو اگر ہو تم چاہتی۔ دنیا کا جینا اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ دوں تم کو اور رخصت کردوں بھلی طرح سے۔ ۱۲

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ سورہ احزاب۔ سیپارہ ۲۱

اگر تعظیم کا خیال ہو۔ تو نظر کرو۔ عباس آپکے چچا صاحب فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا ۔[1]

یورپین کی شہادت محمدؐ صاحب کی نسبت

واشنگٹن اردنگ اپنی انگریزی کتاب موسومہ لائف آف محمدؐ کے صفحہ ۱۹۴ میں لکھتے ہیں کہ اُنکے اوائل زمانے سے وسط حیات تک کے حالات سے تو ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اُن کو ایسے ناراست اور عجیب افترا سے جس کا اُنپر الزام لگایا گیا ہی۔ کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا حصول مال مقصود تھا۔ خدیجہؓ کے ازدواج سے تو فی الحال وہ صاحبِ ثروت ہو چکے تھے۔ اور اپنی وحی ادعائی کے اظہار سے تو سالہا سال پیشتر اُنہوں نے صاف کہدیا تھا کہ مجھے اپنے سرمائے کے اضافے کی خواہش نہیں۔ تو کیا حصولِ جاہ مُراد تھی۔ حالانکہ وہ پہلے ہی اپنے وطن میں عقل اور امانت میں رفیع المرتبہ اور قریش کے عالیشان قبیلے اور اسکے معزز اور ممتاز شعبے میں سے تھے۔ تو کیا حصولِ منصب مطلوب تھا۔ مگر کئی پشتوں سے تو تولیت کعبہ اور امارتِ حرم خاص اُنھیں کے قبیلے میں تھی۔ اور اُنکو اپنی وقعت اور حالات سے اور بھی عالی مرتبہ ہونیکا یقین تھا۔ لیکن جس دین میں اُنہوں نے نشو و نما کی تھی۔ اُسی کے استیصال کرنے میں تو اُنہوں نے ان سب منافع کی بیخکنی کر دی۔ حالانکہ اسی مذہب پر تو اُنکے قبیلے کی جاہ و عزت کا دار و مدار تھا۔ اسکی بیخکنی کرنے سے ضرور ہوا کہ اُنکے اقربا کی عداوت اور اہلِ شہر کے غیظ و غضب اور تمامی اہلِ ممالک عابدین کعبہ کی دشمنی و عناد پیدا ہو گیا۔ انکی تمشیت خدمات نبوت میں کوئی شے ایسی روشن اور صریح نہ تھی جو اُنکے ان مصائب کی اجر جزیل ہوتی اور جسکی طمع کے دھوکے میں پڑتے۔ بلکہ برخلاف اسکے اسکی ابتدا تو اشتباہ و اختفا میں ہوئی۔ برسوں تک تو اُس میں کوئی معتدبہ کامیابی نہ ہوئی۔ جیسے

[1] کوئی بھی صحابہ کرام کو محمدؐ رسول اللہ سے بڑھ کر پیارا نہ تھا۔ اور صحابہ کا طرز یہ تھا کہ جب آپکو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے۔ ۱۲

جیسے اُنہوں نے اپنی تعلیمات کا اظہار اور وحیوں کو آشکار کیا۔ ویسے ہی اور اُسی قدر لوگوں نے اُن سے ہنسی اور ٹھٹھا اور بُرا کہنا شروع کیا۔ اور آخر کو بُری بُری طرح سے اذیتیں دیں۔ جس سے اُن کی اور اُن کے رفقا کی ریاستیں برباد ہوگئیں۔ اور چند اُنکے اقربا اور اصحاب غیر ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور اُنہیں خود بھی اپنے شہر میں چھپے رہنا پڑا۔ اور بالآخر گھر ڈھونڈنے کیلئے ہجرت کرنی پڑی۔ پس کس غرض سے وہ برسوں تک اسی تزویہ کی صورت میں اصرار کرتے۔ جس سے اسی طرح سے اُنکی سب دنیوی دولتیں اُنکی زندگی کے ایسے وقت میں کہ اُنکو پھر مجدداً حاصل کرنے کا بھی زمانہ نہیں رہا تھا۔ خاک میں ملجائیں۔ انتھی کلامہ۔

راڈویل دیباچہ ترجمہ قرآن شریف کے صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۸۶۱ء میں لکھتے ہیں۔ بلکہ دلیلوں سے ثابت ہو کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے۔ کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بُت پرستی سے چھوڑا دیں! اور یہ کہ نہایت مرتبے کی خواہش اُن کی یہ تھی کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الٰہی کا جو اُن کی رُوح پر بدرجۂ غایت مستولی ہو رہی تھی۔ اشتہار کریں۔

ڈاکٹر اے اسپرنگر۔ اپنی کتاب سیرت محمدی کے صفحہ ۸۹ میں لکھتے ہیں۔ محمدؐ تیز فہم اور نہایت مرتبے کے عالی نظر تھے۔ صاحب رائے اور عالی مذاق تھے۔ گو وہ شاعر کے نام کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر بہت کرکے تو شاعر تھے۔ اور قرآن کی عبارت باہم متشابہ اور مضامین عالی اُس کے عمدہ فضائل ہیں۔ اُنکے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ اُن کو نکلتے ہوئے آفتاب برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا یدِ قدرت نظر آتا تھا۔ اور بجلی کی کڑک اور آوازِ آب اور پرندوں کے نغمے حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سُنائی دیتے تھے۔ اور سُنسان جنگلوں اور پُرانے شہروں کے خرابات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔

گاڈفری ہنگنس۔ اپالوجی مطبوعہ ۱۸۲۹ء میں لکھتا ہے۔ محمدؐ کے رویے جانچنے میں

تم کہتے ہو۔ آپ شریر اور مکار تھے۔ ہم کہتے ہیں۔ آپ زمانے کے سقراط تھے۔ جب ہم آپ کو برائیوں سے متصف سنتے ہیں۔ تو آپ کے روئیے کی طرف نظر کرتے ہیں۔ جو فریقین کے قول سے ابتدائے عمر اور ایام شباب میں رہا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ اس عجیب روئیے سے آپنے کیا مقصد سونچا۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ کا مقصد دو حظ نفسانی تھے۔ اوّل[۱] عورتوں سے عشرت کرنا۔ دوم[۲] استیعاب بلند حوصلگی جس سے یہ غرض ہو کہ ایک شہر کے تاجر بنکر اپنے آپکو بادشاہِ دُنیا بنادیں۔ اس کی طیاری کے لئے آپنے چودہ[۱۴] برس خلق سے کنارہ کیا۔ اور اپنا طور بے عیب رکھا۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ دُنیا کی تاریخ میں کوئی بات اِسکے مثل اور بھی پائی جاتی ہے۔ اگر عورتوں سے عشرت مقصود تھی۔ تو یہ عجیب و غریب معاملہ ہو کہ آپنے ۲۵ برس کی عمر میں جو وقت کہ خاص جوشِ جوانی کا خیال کیا جاتا ہو۔ صرف خدیجہ رض ہی سے نکاح کیا۔ جو آپ سے پندرہ[۱۵] برس بڑی تھیں۔ اور گو بموجب قواعد اپنے ملک کے آپ بہت سے نکاح کر سکتے تھے۔ مگر آپ اس قاعدے سے متمتع نہ ہوئے اور تاحین حیات اُس بیوی کے اُسی کیساتھ ۲۷ برس مع عیال کثیر کے نباہ کیا[۱]۔ اگر محمدؐ کا مقصد صرف بلند حوصلگی ہی تھی۔ تو بذریعۂ سازش کے کوشش کر کے اپنے آپکو محافظ کعبہ کیوں نہ کرا لیا۔ اس عہدے پر پہلے آپ کے آباء واجداد مامور تھے۔ اور جس شخص کے نام یہ عہدہ ہوتا تھا۔ وہ کل ریاست بلکہ واقع میں تمام عرب کے اندر اوّل درجے کا رئیس گنا جاتا تھا۔ اگر صرف بلند حوصلگی مقصود تھی۔ تو یہ امر کہ اپنے آپکو یہودیوں کا مسیح بیان کرتے۔ بہتر تھا بہ نسبت اُس طریق کے جو آپنے اختیار کیا یعنی آپ کو مسیح کا پیرو ظاہر کیا۔

اِس میں شک نہیں کہ اگر آپؐ اور آپ کے جانشین اس روئیے کو اختیار کرتے اور بیت المقدس کو اپنا مسکن بناتے تو کل کمبخت یہودی آپ کے زمرے میں داخل ہو جاتے۔ اور عیسائیوں میں سے بھی کم سے کم اسقدر آملتے۔ جسقدر کہ دُوسری صورت کے اختیار کرنے میں شامل ہوئے۔ دفع التلبیسات

---

[۱] نوٹ۔ جو صفحہ ۲۳ پر درج ہے۔۱۲

نوٹ۔ ترپن برس کی عمر کے بعد جب شہوانی قوائے قدرت کم ہو جاتے ہیں۔ آپ نے چند بیوہ اور ایک کنواری بی بی سے شادی کی۔ جن کی کل تعداد نو سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ آپکے ملک میں کوئی عیب نہ تھا۔ اگر جوانی میں کئی بیاہ کر لیتے۔ اور نہ قانونِ قدرت کی ممانعت تھی۔ مگر ان بیاہوں کے بھی چند اسباب تھے۔

اوّل ۱۔ عام عورتوں کیلئے جو اسلام میں داخل ہوتی تھیں۔ معلّمات کی ضرورت تھی۔

دوم ۲۔ ان ایام میں چند غریب عورتوں کی پرورش۔ اگر بدوں نکاح حضور متکفل ہوتے۔ تو پادری اور الزام پر کمر باندھتے۔

سوم ۳ بعض ملکی مصلحتیں جو ایسے ملکوں اور ایسی قوموں میں نکاح کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

جو لوگ آپکی تعلیم سے طیار ہوئے وہ کیسے نمونہ تعلیم محمدی کے تھے اور جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی تعلیم میں تھے وہ کیسے نمونہ تھے۔

ایک نمونہ وہ ہیں۔ جنکو فرعون کی غلامی سے موسیٰ کے سبب آزادی ملی۔ مصر کے آہنی تنور سے۔ یرمیا ۱۱ باب ۴۔ بہت کچھ مال و اسباب لے کر بڑے سمندر سے خشکی پر نکلے۔ موسیٰ کے ذریعہ مَنّ و سلوٰی کھایا۔ جب موسیٰ نے حکم دیا (حالانکہ موسیٰ بنی اسرائیل کے لئے خدا سا تھا۔ خروج ۷، باب ۱۰) تو صاف انکار کر گئے۔ دیکھو گنتی ۱۳ باب ۲۲۔ و گنتی ۱۴ باب ۱-۳

قرآن شریف میں بھی اس کا اشارہ ہے۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوا مِنْهَا ۔ [۱]
قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا ۔ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۔ [۲] سورہ مائدہ رکوع ۴

۱؎ بولے اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاوینگے جبتک وہ نہ نکل جکیں وہاں سے ۱۲
۲؎ بولے اے موسیٰ ہم ہرگز وہاں نہ جاوینگے جبتک وہ اس میں رہیں گے۔ سو تُو جا اور تیرا رب اور دونوں لڑو۔ ہم یہاں ہی بیٹھیں گے ۱۲

ایک نمونہ وہ ہیں۔ جن میں سے کسی نے تیس روپے پر اپنے راستباز اُستاد کو پکڑوایا۔ دُوسرا کلیسا کا وہ پہلا پتھر ہے۔ جسکو آسمان کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ اور وہ ملعون کہکر اپنے مخلص رب سے انکار کر گیا۔ ایک ہیں۔

ہادی کے پہاڑ پر آنے میں آٹھ پہر کی دیر لگی۔ تو بچھڑوں کو اپنا معبود بنالیا۔ دیکھو خروج ۳۲ باب۔ ایک ہیں۔

خاکسار بندے کے سر پر الوہیت کا تاج رکھا ہوا یقین کرلیا۔ اُسی کے ملعون ہونے میں اپنی نجات سمجھے۔

اِدھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو دیکھے۔

آپ کے اتباع میں وطن سے نکالے گئے۔ اموال و اسباب سے محروم ہو گئے۔ کمال مصیبت کی حالت میں پوری کمزوری کے وقت میں کہتے ہیں۔

لَا[۱] نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسٰى۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔

وَلٰكِنَّا[۲] نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ۔

(بخاری جلد ۲۔ کتاب المغازی۔ مطبوعہ مصر صفحہ ۳)

دو انصاری لڑکے جنگ بدر میں جس میں ابتدا کفار کی طرف سے ہوئی تھی۔ عین معرکہ جنگ میں ایک صحابی سے پوچھتے ہیں۔

يَا عَمِّ[۳] اَرِنِي اَبَا جَهْلٍ فَاِنِّي عَاهَدْتُ اللّٰهَ اِنْ رَاَيْتُهٗ اَنْ اَقْتُلَهٗ اَوْ اَمُوْتَ دُوْنَهٗ فَاِنَّهٗ يَسُبُّ مُحَمَّدًا۔

سُمیہ عمار بن یاسر کی والدہ کو مکے میں ابوجہل نے سخت سخت ایذائیں دیں۔ اور اتنا ہی چاہا کہ بظاہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرے۔ لیکن اُس نے اپنی جان دیدینا اختیار کیا۔

۱؎ ہم نہیں کہتے جیسے موسیٰ کی قوم نے کہا جا تو موسیٰ اور تیرا رب اور دونوں لڑو ۱۲

۲؎ لیکن ہم تیرے داہنے اور تیرے بائیں اور تیرے آگے اور تیرے پیچھے تیرے دشمنوں سے لڑینگے ۱۲

۳؎ اے چچا مجھے ابوجہل کو دکھادو۔ کیونکہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے۔ اگر میں اُسے دیکھ پاؤں تو اُسے مار ڈالونگا۔ یا اُس کے آگے مر جاؤنگا۔ کیونکہ وہ محمد کو گالی دیتا ہے ۱۲

اور ایک کلمہ بے ادبی کا مُنہ سے نکالا۔ اُس عورت کی شرمگاہ میں اُس شقی نے برچھی ماری اور حلق کی راہ سے نکالی۔

ایک طرف بچھڑوں کی پرستش کا نمونہ۔ جو کچھ بنی اسرائیل نے دیکھا (توارت دیکھنے والے پر مخفی نہیں)
دوسری طرف تمام عیسائیوں نے مسیح جیسے خاکسار بندے کو خدا مان لینے ہیں (جو کہ عیسائی تعلیم سے مسیح کا نمونہ دکھا رہے ہیں) اِس کا مقابلہ ان چند باتوں سے کرلو۔ اور پھر سوچو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں۔ اور موسیٰ و مسیح کے شاگردوں میں کیا فرق ہے۔

آپ کا جب انتقال ہوگیا جسوقت نبیؐ عرب دُنیا سے خدا کے پاس جا پہنچے۔ ابوبکرؓ نے مسجد نبوی میں لکچر دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اَلَا[1] مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔

وَقَالَ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔

وَقَالَ[2] وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا۔ وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ۔ سیپارہ ۴۔ رکوع ۶۔ قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ یَبْکُوْنَ۔

آپ کے جانشینوں میں ابوبکرؓ ہیں۔ ایام سلطنت اور خلافت میں ہر روز آپ کا اور آپکے تمام گھر کا مع عیال و اطفال کے کل ۲ درہم یعنی آٹھ آنے کے قریب خرچ ہے۔ وفات پر پُرانی

---

[1] خبردار ہو جاؤ جو کوئی محمدؐ کو معبود جانتا ہو وہ جان لے محمدؐ وفات پاچکے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کو پوجا کرتا ہو پس جان لے اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے۔ مرتا نہیں۔ اور پھر کہا بیشک تو (اے محمدؐ) مرنے والا ہے اور اگلے بھی مرچکے ۱۲

[2] اور ابوبکرؓ نے کہا۔ اور محمدؐ تو ایک رسول ہے پہلے اس سے بہت رسول ہو چکے۔ پھر کیا اگر وہ مر جاوے یا قتل کیا جاوے تو پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں پر۔ اور جو کوئی پھر جاویگا اُلٹے پاؤں وہ نہ بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ اور نزدیک ہے کہ اللہ ثواب دیگا شکر کرنے والوں کو۔ پس لوگ چلا اُٹھے روتے ہوئے۔ ۱۲

اسلامی تعلیم اور اس کے نتائج

چادروں میں دفن کیئے گئے۔

اور عمرؓ فاروق ہیں جنہوں نے فارس اور روم و شام اور جزائر کو فتح کیا۔ آپ کے کُرتے میں بیسیوں پیوند تھے اور ایک چمڑے کا ٹکڑا بھی۔ انکے سپہ سالار ابو عبیدہؓ جیسے امین اور دُنیا کے تارک۔ اور فارس کے حاکم سعدؓ بن ابی وقاص جو شورۂ خلافت کے وقت عمرؓ کے بعد باوجود اینکہ اصحاب شوریٰ میں تھے۔ فقیرانہ حالت اور نہایت مسکنت سے گھر میں رہتے تھے۔

آپ کی تعلیم کا حال سُنیئے۔ اور کہیں کہیں اور مذاہب سے بھی مقابلہ دیکھیئے۔ محمد صاحب کی پہلی تعلیم اور پہلے روز کا الہام ہے۔

اِقْرَأْ[1] بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ سورہ علق سیپارہ ۳۰۔

ان آیات میں آپکی ترقی اور کامیابی اور کمالات پر جو کچھ لفظ رَبُّكَ اور خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اور رَبُّكَ الْأَكْرَمُ اور عَلَّمَ الْإِنْسَانَ سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ وہ عقل والے آدمی سے مخفی نہیں۔ پھر یہ پیشینگوئی جیسی پوری ہوئی وہ بالکل معجزہ ہے۔

دُوسرا الہام جو آپ کو ہوا۔

يَا أَيُّهَا[2] الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ وَثِيَابَكَ[3] فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ سورۂ مدثر سیپارہ ۲۹۔

ان آیات میں انذر اور کبر نہایت غور کے قابل ہے۔ ابتدا ہی میں دشمنوں کو ڈرسنانے

---

[1] پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا۔ بنا آدمی لہو کی پھٹکی سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم (عزت والا) ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔ ۱۲

[2] اے لحاف میں لپیٹے ہوئے (یہ اشارہ قبل نبوت کی حالت پر ہے) کھڑا ہو پھر ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی کو چھوڑ دو۔ اور نہ کر کہ احسان کرے۔ اور بہت چاہے اور اپنے رب کی راہ دیکھ۔ ۱۲

[3] ثیاب کے معنی نفس اور دل کے بھی ہیں۔ محاورہ ہو۔ سلے ثیابی عن ثیابك ای قلبی عن قلبك۔ ۱۲ منہ

اور عظمت الہی کے بتانے کا حکم ہوتا ہے۔

آپ نے (صلعم) اصول اسلام میں پہلی اصل یہ قرار دی ہے۔ شہادت اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور یہی اقرار اور اسپر یقین اور اسپر عملدر آمد آپ کے تمام اصولوں کی اصل ہی اور اِس فقرے کا مطلب یہ ہے۔ کامل یقین سے گواہی دینا تمام صفات کاملہ کا موصوف اور تمام بُرائیوں سے پاک اور سچا اور واقعی معبود صرف ایک ہی ہے جس کا نام اللہ ہی۔ اُس کے سوا دُوسرا کوئی بھی نہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف میں کلمۂ اللہ کو ہر جگہ موصوف کیا ہے۔ اور نیز کہا ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ[1]۔ سُورۂ حمعسق۔ سیپارہ ۲۵ رکوع ۱۳

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[2]۔ سُورۂ محمد۔ سیپارۂ ۲۶۔

خدا کی عبادت ایسے طور سے کیجاوے کہ کوئی چیز خدا کے سوا دِل میں، زبان میں، حرکات میں۔ سکنات میں۔ معبود نہ ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا[3]۔ سُورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

وَمَآ اُمِرُوْآ اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ[4]۔ سورہ لم یکن سیپارہ ۳۰

یہودی اور عیسائی اس اسلامی اصل کا بظاہر اقرار کرتے ہیں۔ اور حسب کتب مقدسہ خود اسلام کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اُن کے یہاں بھی شرع کا بڑا اور پہلا حکم یہی ہو کہ خداوند کو جو تیرا خدا ہے۔ اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان۔ اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر۔ (متی ۲۲ باب ۲۷۔ استثناء ۶ باب ۵)

فائدہ۔ خلوص کا لفظ اور لاتشرک کا لفظ اس سارے سارے ساری کہنے سے

---

[1] اس کے مانند کوئی نہیں اور وہ ہے سُنتا دیکھتا ۱۲

[2] سو تُو جان رکھ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے ۱۲

[3] اور بندگی کرو اللہ کی۔ اور مت ملاؤ ساتھ اُس کے کسی کو ۱۲

[4] اور نہیں حکم کئے گئے۔ مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی خالص اُسکے واسطے بندگی ایک طرف ہو کر دیا ابراہیم کی راہ پر)

اعلیٰ درجے پر ہے۔

انصاف کرو۔ عیسائیوں کے صرف لسانی اور کتابی اقرار کی کیا قدر کی جاوے۔ جب وہ اُسکے ساتھ مسیح ابن مریم جیسے خاکسار بندے کے سر پر الُوہیت کا تاج دھر ایقین کرتے ہیں۔ اگر وہ کہیں مسیحؑ کوئی علیحدہ اللہ نہیں۔ بلکہ اُسی اللہ خالق زمین و آسمان جامع صفات کاملہ۔ تمام نقائص سے منزّہ نے جب جسم کو قبول فرمایا۔ تو مسیح ابن اللہ کہلایا۔ ذاتاً وہ ایک ہی ہے۔ تو یہ بڑی سخت نافہمی اور غلطی ہوگی۔ کیوں؟

عیسائی خدا کو بے حد اور بے انت مانتے ہیں۔ اور اُسے ہر جگہ موجود یقین کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ بیحد ہر جگہ ہے تو وہ صرف محدود رحم مریم میں کیونکر سمایا۔ جب وہ محیط کل ہی تو جسمانی حُدود نے اُس کا کیسے احاطہ کیا۔ اگر ابن مریم باعتبار مظہر الُوہیت ہونے کے ابن اللہ اور آلہ مجسم ہے۔ تو پھر کیوں تمام مخلوق مظہر نہیں ہوسکتی۔

اور کیوں ابن اللہ اور آلہ مجسم مانی نہیں جاتی۔ مسیح کھاتا پیتا لڑکپن سے تیس تینتیس برس کی عمر تک پہنچا۔ جو کھانے پینے کا محتاج ہوا۔ وہ تمام مخلوق کا محتاج ہوا۔ پانی۔ ہوا۔ چاند۔ سورج مٹی۔ نباتات۔ جمادات سب کی ضرورت اُسے لاحق ہوئی۔ جب محتاج بنا تو خدا صفاتِ کاملہ کا متصف نہ رہا۔ پھر عیسائی کہتے ہیں۔ یہود کے ہاتھ سے پٹا اور انکے ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا۔ آخر ایلی ایلی پکارتے جان دی۔

یہ عذاب اور پھر جامع صفات کاملہ اور الُوہیت کا مستحق۔

عیسائیو۔ جب نظروں سے غائب تھا۔ اُس نے سب کچھ بنایا۔ نوح کے وعظ پر کان نہ رکھنے والوں پر۔ موسیٰؑ کے مخالفوں پر پانی پھیر دیا۔ جب مجسم ہوکر ظاہر ہوا۔ پٹا۔ مار کھائی انجیر کے پیڑ کے پاس بھوکا پہنچا۔ پر اُس نے پھل نہ دیا۔ کیا نظروں سے پوشیدہ رہنا اُس کے لئے بہتر نہ تھا؟ ظاہر ہوکر کیا کیا۔

بعض عیسائی شتر مُرغ کا طرز اختیار کر کے کہتے ہیں یہ نقائص بلحاظ انسانیت ہیں،

نہ بلحاظ الوہیت۔ مگر میں کہتا ہوں۔ جب ابتداءً ارحم میں رونق افروز ہوئے۔ جسوقت میل جسمانی کی پہلی آن تھی۔ اُس وقت رحم آپکو محیط تھا۔ یا آپ رحم کو۔ پھر تم کو اور اوتاروں کے ماننے والوں پر کیا اعتراض ہی۔ اسکی زیادہ تفصیل بحث الوہیت مسیح میں ہی۔ بلکہ ہر ایک انسان ایسا دعویٰ کرسکتا ہی کہ میں بھی الٰہ مجسّم ہوں۔ جب کسی نے کہا کہ کوئی قدرت دکھاؤ۔ اور نہ دکھا سکے۔ تو کہدیا یہ نقص بلحاظ انسانیت ہے۔ نہ بلحاظ الوہیت۔

کفارہ

کفارہ

کفارے کے مسئلے پر غور کرنے سے صاف صاف عیاں ہی کہ عیسائی اُس قدوس کو متصف بصفات کاملہ اور منزہ رذائل سے اور قادر مطلق نہیں سمجھتے۔ حقیقت کفارہ یہ کہتے ہیں۔ تمام آدمی گنہگار ہیں۔ اوّل تو آدم کے گناہ سے ان کا سرچشمۂ پیدائش مکدر ہوا۔ پھر خود بھی اُس کی اولاد گناہ کا ارتکاب کرتی رہی۔ خدا کے عدل نے چاہا ان سب کو گناہ کی سزا دے۔ اِلاّ اُسکے رحم نے دستگیری کی۔ ابن اللہ نے جو اللہ مجسّم تھا اور حقیقت میں خود خدا تھا۔ تمام ایمان والوں کے گناہ اپنے سر پر لیئے۔ اور ملعون ہوگیا۔ اور ایماندار نجات پاگئے۔

غور کرو۔ اوّل آدم کے گناہ سے اولاد کو گنہگار کرنا بظاہر خدا کی قدوسیت اور عدل اور رحم کے خلاف ہی۔ اور یہی صفات کاملہ ہیں۔ (یہ کلمہ خصم کے مسلمات پر ہے)

دوم معلوم ہوتا ہے۔ حضرت کو مغفرت کی کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ اور آپکی غیر محدود طاقت نے اتنا بھی نہ کر دکھلایا۔ عدل کو قائم رکھکر رحم کو پورا کرتے۔ عیسائیوں کے خدا نے اپنی ذات پاک کو ملعون کیا اور قدوسیت سے دُور پھینکا۔ جیسے گناہ سے پاک تھے۔ ویسے ہی عیسائیوں کے گناہوں سے آلودہ ہوئے۔ اور پھر بھی رحم پورا نہ ہوا۔ رحم کی صفت کا ظہور کامل طور پر نہ ہوا کیونکہ خدا کا ملعون ہونا مصلوب ہونا حسب اعتقاد نصاریٰ اس لئے تھا کہ گناہگار نجات بھی پاوے اور عدل بھی قائم رہے۔

میں پوچھتا ہوں عیسائیوں کے سوا کل قومیں جو مسیح پر ایمان نہیں لائیں اُنپر بلکہ انسانی قوم کو چھوڑو۔ شیطان کی بتلاؤ۔ اُس پر عدل ہوگا۔ یا رحم ہوگا۔ یا دونوں۔ شیطان پر اگر عدل ہی ہوگا۔ تو رحم کہاں گیا۔ پھر جہان کیلئے تو یہ تجویز کی کہ ایک گناہ کی سزا ابدی ٹھہرائی۔ اور اپنے لئے یا اپنے بیٹے کیلئے یہ خصوصیت گھڑلی۔ کہ تین دن سزا پاکر چھوٹ گئے۔

غرض کفارے کا مسئلہ صاف ظاہر کرتا ہی کہ نہ تو خدا قدوس ہے اور نہ رحیم نہ عادل ہے۔ یہ کفارہ تمام بدکاریوں اور بیباکیوں کی جڑ ہے۔ اور توہمات کا سرچشمہ۔

پر قربان جائیے اسلامی کفاروں کے کیسے عقل اور فطرت کے مطابق۔ اور انکی صداقت پر قانون قدرت کی کیسی صاف شہادت ہے۔ اسلامی کفارات کیا ہیں۔ گناہوں کی سزائیں۔ گناہوں پر جرمانے۔ اور گناہ کے پیچھے نیکی۔ کیسا سچ ہی۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ۔ (نیکیاں دُور کر دیتی ہیں بُرائیوں کو) قانون قدرت میں بھی دیکھو۔ قانون قدرت کی خلاف ورزی سے جب سزائیں آتی ہیں۔ تو اس خلاف ورزی کے بعد قانون کی متابعت اور خلاف ورزی کے نقصان پر کچھ خرچ ہی کرنا پڑتا ہے۔

عیسائی عقاید کے موافق اقرار توحید کے ساتھ اقرار تثلیث بھی نہایت ضروری ہی۔ ایک ہی چیز کو من کل الوجوہ واحد بوحدت حقیقیہ ماننا اور پھر اُسے تین کہنا اور عقل کو تمیز کو۔ یا عقل اور تمیز کو اسکا منجانب اللہ مکلّف ٹھہرانا خدا کے رحم اور عدل کو باطل کرنا ہے۔

ایک طرف عقل کو تمیز کو اِس مسئلے کے فہم سے قاصر کیا۔ اور پھر اُسے مکلّف بنایا۔ گویا خدا نے تکلیف مالایطاق کا بوجھ اُسکے سر پر رکھا۔ اور یہ بات رحم اور عدل کے خلاف ہے۔

یہودی اللہ تعالیٰ کو جامع صفات کاملہ یقین کرتے ہیں۔ پر اُسکی رُوحانی تربیت کے لیئے ایک ہی یونیورسٹی یروشلم جیسے آریہ ورت ہی کو آریہ لوگ یقین کرتے ہیں۔ اور ایک ہی قوم کیلئے خدا کی فرزندی کو محدود کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں انبیاء اور خدا کی طرف سے مُنذر ایک ہی قوم بنی اسرائیل سے پیدا ہوئے۔ گویا عموم رحمتِ الٰہیہ کے قابل نہیں۔ قربان جائیے قرآن شریف

آریہ مذہب کے عقائد

کے جو فرماتا ہے:-

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ[1]۔ سورۂ فاطر۔ سیپارہ ۲۲۔ رکوع ۱۵۔

فائدہ۔ اسلامی عقاید میں یہ امر ضروری التسلیم ہے کہ سب انبیاء و رسل پر ایمان لایا جاوے جو قوموں کے نذیر گذرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور رسول ہو کر آئے۔

آریہ بھی اپنے اصول کے بیان میں اِس اسلامی پہلی اصل میں اسلام کے ساتھ ہیں اور کہتے ہیں۔ اصل اوّل ہو پَدَ اَرْتھ (اشیا) سَتْ وِدِّیا (علم حقیقی) سے جانے جاتے ہیں۔ ان سب کا آدی مُول (ابتدائی اصل) اِیْشَر (خدا) ہے۔ اور انکی دوسری اصل میں موجود ہے۔ اِیشر سَرْب شَکْتیمان[2]۔ دَیالُو سَرِشٹی کرتا ہے۔ اور بے ریب یہ کاملہ صفات ہیں اور اُسکی ذات پاک کو نقائص سے منزّہ بھی کہتے ہیں۔

اَجنما (لم یلد و لم یولد) اَجَر (حی) اَمَر (قیوم) اَنُوپَم (لیس کمثلہ) اور اسے اُپاسنا نُوگ (معبود) بھی بتلاتے ہیں۔ پر ساتھ اس کے وہ اعتقاد کرتے ہیں۔

۱۔ تمام ارواح مع اپنے خواص کے خدا کی مخلوق نہیں۔ اُس کی بنائی ہوئی نہیں۔

۲۔ تمام ذرّات[3] عالم مع اپنے خواص عجیبہ کے خدا کے پیدا کئے ہوئے نہیں۔

۳۔ ہمیشہ کی نجات کا حصول ممکن نہیں۔ ابدی آرام انسانی مخلوق کو کبھی نہ ہوگا۔

۴۔ وید ہی ہاں صرف وید ہی دُنیا میں خدا کی طرف سے آریہ کیلئے خدا نے الہام فرمایا۔ میں کہتا ہوں۔ ذرّاتِ عالم جنہیں پرمانو کہتے ہیں۔ اور ارواح اور ان کے خواص (ودیا) علم سے معلوم ہوئے۔ حسب اصل اور اعتقاد اوّل چاہیئے تھا۔ ان کا خالق اور آدی مول ایشر ہوتا۔ پر آریہ کہتے ہیں ذرّاتِ عالم اور ارواح خدا کی مخلوقیت سے علیحدہ ہیں۔ وہ تو خود بخود ہمیشہ سے ہیں۔ بلکہ اگر وہ نہ ہوتے تو خدا اپنی کوئی صفت کاملہ نہ دکھا سکتا۔ انفاقات سے

---

[1] اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈرانے والا ۱۲ [2] خدا قادر مطلق رحیم خالق ۱۲

[3] پرمانوں اجزائے لایتجزی ۱۲ منہ

خود بخود اُسے اسباب مل گیا۔ تو اسکے صفات سنے ترکیب کر دکھلائی۔
دِیالُو[1]۔ کرپالُو۔ زبان سے کہتے ہیں پہ عدل کے سامنے اُسکے رحم اور کرم کا یہ حال ہے کہ بے سزا دیئے کسی کو نہیں چھوڑتا۔ حالانکہ نیا کاری کا لفظ جسکے معنی عادل کے ہیں۔ جہانتک میں نے پوچھا وید میں نہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے اور مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا[2]۔ سورہ فرقان۔ سیپارہ ۱۸۔
يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ[3]۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵۔
اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ[4]۔ سورۂ اعراف سیپارہ ۸۔ رکوع ۱۴۔
قرآن اور اسلام تمام اشیاء پہ خدا کو محیط کہتا ہے۔
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا[5]۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔
آریہ کی طرح نہیں کہتا کہ ذرّاتِ عالم اور اُنکے خواص اور ارواح اور اُنکے خواص احاطہ قدرت خداوندی اور اُسکے خلق کے احاطے سے باہر ہیں۔
جہاں تک مَیں نے آریوں سے مادۂ عالم کے غیر مخلوق ہونے کے دلائل سُنے اُن کا سر دفتر یہی دلیل ہے۔ علّت مادی کے سوا فاعل کچھ نہیں کر سکتا۔
پس اگر یہ مانو اُسکی مخلوق ہیں۔ تو اُس نے اُن کو کس مادے سے بنایا۔
مَیں کہتا ہوں یہ دلیل تب چل سکتی ہے۔ جب خدائی طاقت (ایشر کی شکتی) مخلوق کی سی شکتی (طاقت ۱۲) ہوتی۔ ہم تم بدوں مادہ کچھ نہیں بنا سکتے۔ اسلئے ہم کہدیں خدا بھی بدوں مادّہ کچھ نہیں

---

[1] رحیم و کریم ۱۲
[2] اور نہیں کوئی اسکا ساجھی راج میں اور بنائی ہر چیز اور ٹھیک کیا اُس کو ماپ کر ۱۲
[3] اور تجھ سے پوچھتے ہیں رُوح کو تو کہہ رُوح ہے میرے رب کے حکم سے ۱۲
[4] سُن لو اُسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا ۱۲
[5] اور اللہ کے ڈھب میں ہے سب چیز ۱۲

بناسکتا۔ حالانکہ اپنے اصول کے بیان میں آریہ نے اُسے اَنُوپیم کہا۔ جس کے معنی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کے ہیں۔

لطیفہ۔ دیانند نے ستیارتھ اور وید بھومکا میں لکھا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے۔ پرمیشر کے تو زبان نہیں۔ قلم اور دوات اور ہاتھ نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے وید کس طرح بنائی۔ اور کیسے سُنائی۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اُسکو اسباب کی ضرورت نہیں۔ وہ سب کچھ بدوں اسباب کے کر سکتا ہے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۶ و ۲۵۷ سنہ ۱۸۸۵ء۔ پر یہ جواب مادۂ عالم میں بھول گیا۔

آریہ یہ بھی کہتے ہیں خدا ذراتِ عالم سے پہلے کیا بیکار تھا۔ اگر بیکار تھا۔ تو معطل ہوا۔ اگر باکار تھا۔ تو کیا کرتا تھا۔ ہم کہتے ہیں وہ ہمیشہ سے خالق اور ہمیشہ سے متکلم ہے۔ جیسے ہمیشہ سے ذراتِ عالم تمہارے نزدیک اُسکے ماتحت رہے ویسے ہی ہمیشہ سے خالق بھی ہے۔

پھر سوال کرتے ہیں۔ اُس نے کس زمانے میں ذراتِ عالم کو بنایا۔ پھر ہم کہتے ہیں۔ زمانہ بھی اُسی کا بنایا ہوا ہے۔ زمانہ کیا ہے۔ فعل کی مقدار کا نام ہے۔ باری تعالےٰ کے فعل سے ایک مقدار پیدا ہوئی۔ اُسی مقدار کا نام زمانہ ہے۔

مُدت کی بات ہے مجھے ایک پنڈت کول نے (یہ شخص کچھ زمانے تک مجھ سے بے تعصب رہا ہے) نہایت ناعاقبت اندیشی کے ساتھ آریہ سماج کی بدصحبت کا خطرناک زہر اُگلا۔ میرا حقیقی حامی اُس کی تلافی کرے۔ آمین۔ نہ میری رضامندی سے بلکہ اپنی ہی رضامندی سے کالکا نام کسی مقام کا مباحثہ دکھایا۔ اُس مباحثے میں ایک طرف آریہ ہیں۔ اور دوسری طرف کوئی مسلمان مولوی۔ آریہ نے سوال کیا ہے۔ مولوی صاحب! اگر آپ رُوح کا حدوث ثابت کردیں تو ہم آریہ کا دعویٰ تناسخ خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ مولوی صاحب! فرمائیے۔ اگر ارواح قدیم نہیں تو کب حادث ہوئے۔

مجھے اس مباحثے کو دیکھ کر تعجب آیا اور میرا تعجب بیجا نہ تھا۔ مولوی نے اتنا کیوں نہ

نہ کہا۔ ہم لوگ اور تمام دنیا رُوح کو حادث دیکھتی ہے۔ صریح ہمارا مشاہدہ ہے۔ زمین سے مٹی سے نباتات اُگے اُن سے غلّہ پیدا ہوا۔ اُس کو حیوانات نے کھایا۔ مثلاً انسان کے نر اور مادہ سے ایک جانب منی پیدا ہوئی۔ منی میں کیا کیا اجزا ہیں۔ اور اس میں کیا کیا چیزیں ہیں۔ یہ مقام اس تحقیق کا محل نہیں۔ دوسری طرف مادہ ہیں مادہ کے رحم اور خصیۃ الرحم میں بھی اسی غذا سے کسی قسم کی رطوبت پیدا ہوئی۔ نر اور مادہ کی رُوح اور جسم سے یہ دونوں قسم کے حیوانی مواد نکلے۔ نر اور مادہ کے فطری اور طبعی اتفاق سے رحم میں منی اور چند اجزا جو مادے سے حاصل ہوئے باہم ملے اور خاص طور پر جمع ہوئے۔ اُس اجتماع سے ایک اور تیسرا انسانی شخص بننا شروع ہو گیا۔ اس صریح مشاہدے سے واضح ہوتا ہے۔ رُوح کہیں نر یا مادہ کے جسم ہی میں پیدا ہوئی اور یہ بات قریب قریب پھلدار اور پیوندی درختوں میں مشاہدہ ہوتی ہے۔

اِس صریح مشاہدے سے تو رُوح کا حدوث ثابت ہوتا ہے۔ آریہ صاحبان اب قدم رُوح کی دلیل آپ بتائیے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ نباتی اجزا حیوانی جسم میں کچھ ایسا عجیب تغیر پاتے ہیں کہ انکا ایک حصّہ اس حیوان غذا کھانے والے کے جسم کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اور کچھ حصّہ بول و براز وغیرہ فضول ہو کر الگ ہو جاتا ہے۔ غرض نباتی اجزا حیوان میں پہنچکر حیوانی اجزا بن جاتے ہیں۔

ناظرین یہ مقام اِس بحث کے واسطے اجنبی ہے۔ آپ میری اس تحریر کو دیکھیں جس میں مَیں نے بہت سی احادیث صحیحہ اور آیات صریحۂ قرآنیہ کا اِس مسئلے میں بسط سے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اعتقاد وجود رُوح بعد الجسد کے معارض کوئی نص صریح قطعی الدلالت نہیں۔ اِس بحث کو ابن قیم نے بھی کتاب الروح میں لکھا ہے۔ اور وہ خلق رُوح بعد الجسد کا قائل ہوا ہے۔ اور آیت

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى[1]

---

[1] جب لی تیرے رب نے اولاد آدم سے اُن سے انکی اولاد اور گواہ کیا انکو انکی جانوں پر کیا مَیں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا بیشک ہم قائل ہیں۔ کبھی کہو قیامت کے دن ہم کو اس کی خبر نہ تھی ۱۲

أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ۔ سورۂ اعراف۔ سیپارہ ۹ ۔

یعنی آدمی کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں سے بنایا۔ اور آدمی میں ایسی عقل اور فطرت رکھی۔ جس سے وہ اپنے رب کا قائل اور اپنے خالق کی ربوبیت کا اقرار ضرور کرتا ہی۔ یہ اسلئے کہ محکمۂ جزا و سزا میں ایسا نہ کہدے کہ مجھے تو خبر نہ تھی۔ مِنْ ظُهُورِهِمْ کا ترجمہ۔ اُن سے کیا گیا۔ اسلئے کہ لغت کی کتابوں میں لکھا ہی۔ بین اظہرھم اے وسطھم۔ اور کنت بین اظہرنا۔ اے بیننا۔ اس آیت کا ذکر اسلئے کیا۔ کہ اس آیت شریف سے کوئی رُوح کا قبل الجسد موجود ہونا نہ سمجھ لے۔

آریہ اور نجات

آریہ یہ بھی کہتے ہیں۔ نجات ہاں ابدی نجات کا اُسکے گھر میں کوئی سامان نہیں۔ ارواح چندے (چاہے اسے پچاس کلپ کہیں) بے دست و پا۔ آرام وہ انعامات الٰہیہ سے محروم رہینگی۔ اور یہی نجات ہے۔ دُنیوی عیش و آرام بھی بدکاری کا نتیجہ ہے۔

اوّل تو اسلیئے کہ مرن اور جنم میں آنا ہی عذاب ہے۔ دوّم لوگ بدکار بنے۔ لوگوں نے گناہ کیئے۔ تو ہمارے لئے یہ گھوڑے۔ ہاتھی۔ خچر۔ اُونٹ پیدا ہو گئے۔

بلکہ قرآن نے انسان کو مختار اور مجبور نہیں کیا

تعجب آتا ہی۔ یہ لوگ رُوح کو سُتنتر (مختار) مانتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں رُوح کو نجات کبھی نصیب نہ ہوگی۔ آریہ صاحبان ایک فاعل مختار کو جسے اپنے افعال میں اختیار ہی۔ جس کا وجود تمہارے نزدیک ذاتی ہی۔ کوئی خدا کا دیا ہوا وجود نہیں۔ اُس کا سزا دینے والا خدا دیالُو۔ کرپالُو (رحیم و کریم) ہو سکتا ہے۔ جب کسی مختار نے اپنے اختیار سے کام کیا۔ اور ایک دُوسرے نے آ کر اُس مختار کو سزا دی۔ یہ سزا دینے والا منصف ہو سکتا ہے۔

آریہ آؤ کینے اور بغض اور عداوت سے پاک و صاف ہو کر ہماری ایذا سے باز آؤ۔ آؤ سرب شکتیمان (قادر مطلق) انوپم (لیس کمثلہ شئ) دیالو (رحیم) کی عبادت کریں۔ اُسی کے آگے ہاتھ باندھیں۔ اُسی کے آگے سر جھکا دیں۔ اُسی کے آگے گریں۔ اُسی کی استتی (حمد) کریں۔ اُسی سے دُعا مانگیں جس نے نیست سے ہست بنایا۔ اپنے کمال قدرت سے ہاں قدرت ہی سے

آلات اور مادے کے کام لیئے۔ ارواح اور اُنکے خواص ذراتِ عالم اور اُسکے خواص اُسی نے بنائے اُس ہادی کیلئے دعا کریں جسنے ہمیں یہ راہ سکھائی۔ سچے دل سے گناہ کا مرتکب قبل نزولِ بلا اُسکے آگے عذر کرے۔ اپنے گناہ سے رجوع کرے۔ نیکی کی طرف متوجہ ہو۔ اُس کریم رحیم کا عدل و رحم دونوں ایسے محتاج سائل کی دستگیری کو طیار ہیں۔ وہ ارواح کو نجات دیگا۔ ابدی نجات بخشے گا۔ اُن کو کامل عیش اور آرام میں لیجائے گا۔

اِس اصل اوّل اسلام کا۔ (جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ اور وہ شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے)۔ نہایت عمدہ ضمیمہ شہادت اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ہے۔

عمدگی کی وجہ یہ ہے۔ ہر ایک قوم کی ہدایت کو اللہ تعالیٰ نے مُنذر اور خدا کی نافرمانیوں پر ڈر سنانے والے بھیجے۔ مگر قوم کی سابقہ بُت پرستی کی عادت اپنے ہادیوں کی محبت سے ایسی ملی۔ کہ آخر ہادی ہی معبود بنائے گئے۔ حضرت مسیحؑ جیسا خاکسار بندہ خدا بنایا گیا۔ خوش اعتقادوں نے کمال جہالت کے زمانے میں معبود یقین کیا۔ اب تھوڑے ہی دنوں سے علوم کے واقف ہوئے مگر آبائی تقلید نے جکڑ رکھا۔

ایک نہایت ہی ذلیل قوم یہود سے پٹا پر عہدۂ الوہیت سے معزول نہ ہوا۔ سری رامچندر جیسے صدمہ رسیدہ بادشاہ اللہ مجسم اور اوتار بنائے گئے۔ سری کرشن جنکو ایک تیر کے صدمے نے دُنیا سے جواب دیا۔ پرمیشر سمجھے گئے۔

اگنی اور وایو اور سُورج وغیرہ عنصری اشیا۔ اسلئے کہ وہ اُن اگنی اور وایو اور سُورج کے ہمنام تھے۔ جنپر وید اُترے پرستش کئے گئے۔ سکھوں کے گرو جو صرف الٰہی عشق کے مست اور اسی کی مدح سرائی میں سرشار تھے۔ اب اِس زمانے میں حاجت روا اور پرمیشر اور اوتار ہوگئے۔

محمد رسول اللہ پر تعلیم توحید کا خاتمہ ہے جنہوں نے اپنی عبودیت کے اقرار کو توحید الٰہی کے اقرار کے ساتھ لازمی کر دیا۔ وید میں انجیل میں یہ بات ہوتی۔ اور ان لوگوں کے اصولوں میں ہادی کی نسبت عبودیت کا اقرار لازمی رہتا۔ تو شاید یہ قومیں قوم عرب کی طرح شرک سے محفوظ رہتیں۔

عمدگی ضمیمہ

[illegible]

ایک طرف عرب کی اس خطرناک بُت پرستی کو دیکھو جو قبل از اسلام تھی۔ اور ایک طرف اس تیرہ (۱۳) سو برس کی خالص توحید کو دیکھو۔ پھر بتاؤ کسی قوم میں اتنی دیر تک اس طرح علی العموم توحید محفوظ رہی ہے۔ اگر نہیں تو اس کلمۂ توحید کا آخری جزو بے ریب سخت معجزہ اور خرق عادت ہو گیا۔

اسلام کی دوسری اصل

اسلامی دُوسری اصل نماز ہے (نماز کی بابت مفصل بحث علیحدہ اسی کتاب میں موجود ہے)

نماز کیا ہے۔ خدا سے دلی نیاز۔ اور یہ عبادت تمام مذاہب میں اصل عبادت ہے۔

اور کچھ شک نہیں دلی جوشوں کا اثر ظاہری حرکات اور سکنات پر ضرور پڑتا ہے۔ اور ظاہر حرکات و سکنات کی تاثیر قلب پر ضرور پہنچتی ہے۔ باریتعالیٰ ہی کے دست قدرت میں محبوس رہنے کا ثبوت اور اُسکی بارگاہ میں بکمال ادب حاضر ہونے کا بیان اگر ہمارے اعضا کر سکتے ہیں۔ تو نماز کا قیام اور نماز میں ہاتھ باندھنا بے شک عمدہ نشان ہیں۔ دِلی عجز و انکسار غایت درجے کا تذلل اگر کوئی ظاہری نشان رکھتا ہے۔ تو حالت رکوع و سجدہ ہرگز کم نہیں۔

نماز اشارہ بخاتمۃ الکتاب

اِسلامی نماز میں جو کلمات ہیں۔ اُن میں صرف باری تعالیٰ کا معبود ہونا۔ اور اُس کی رحمت عامّہ اور خاصّہ اور سزا اور جزا کا بیان ہے۔ پھر اُسی مالک کی عبودیت کا اقرار اور اُسی کی امداد کا اعتراف ہے۔ پھر نمازی اپنے اور تمام لوگوں کے لئے راہِ راست پر چلنے کی دُعا مانگتا ہے۔ اور بارگاہِ حق میں عرض کرتا ہے مجھے ایسے لوگوں کی راہ دِکھا جنپر تیرا فضل ہے۔ اور اُن بُروں کی راہ سے بچا۔ جن پر الٰہی تیرا غضب ہے۔ یا جو لوگ راہ سے بہک گئے۔

التحیات کی طرف اشارہ

پھر کچھ الٰہی تعریف کے الفاظ ہیں۔ پھر تمام نیک لوگوں کے لئے دُعا ہے۔ پھر واعظِ توحید ابراہیمؑ راستباز پر (جو تمام بنی اسرائیل پر اور بنی اسمٰعیل کے مورث اعلیٰ ہیں اور جن کی اولاد میں محمدؐ صاحب بھی ہیں) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا ہے۔ کیونکہ اُن کی مساعی جمیلہ سے شرک کا بڑا استیصال ہوا۔ اور توحید نے عروج پایا۔ پھر اپنے لئے دُعا ہے۔

انسان کا خاصّہ ہے اُس کے دِل پر کسی واعظ کی نصیحت کا اثر ایک ہی بار کچھ نہیں پڑتا۔ انسان کے دل کا زنگ جو اسے محسوسات میں لگائے رکھنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ کے

تذکار سے دُور نہیں ہوتا۔ قانون قدرت میں محسوسات میں زنگ زدہ اشیاء ایک دفعہ کے مصقلہ پھیرنے سے روشن اور چمکدار نہیں ہوتیں۔ سورۂ فاتحہ بھی بڑی بڑی رُوحانی بیماریوں کے زنگ کا مصقلہ تھی۔ اسی واسطے ایک نماز میں کئی بار پڑھی جاتی ہے۔

بتاؤ کون قوم ہے جو مناروں پر چڑھ کر بلند آواز سے کمال دلیری اور جوش سے اپنے معبود اور نہایت ہی بڑائی والے خدا کی عظمت اور اُسکے معبود ہونے کی شہادت دے اور اپنے محسن ہادی کی رسالت پر شہادت دے۔ پانچ وقت مکرر الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بڑی بلند آواز سے منارے پر چڑھ کر بلاوے۔ اور اپنی عبادت کی خوبی بتلاوے۔ اور پھر اپنی اس منادی کو خدا کی کمال تعظیم پر ختم کرے۔ سوچو یہی معنی کلمات اذان کے ہیں۔ ہاں ہادی اسلام نے قوم کو گھنٹوں۔ سیٹیوں ناقوسوں سارنگیوں۔ بربطوں سے قوم کو معافی بخشی۔ بلکہ یوں کہیئے بچالیا۔

فائدہ۔ وقت پر یاد آیا۔ یہ اسلامی ہی مذہب کی خصوصیت ہے کہ اپنی ہر ایک کتاب کی ابتداء میں اپنے خالق کی ستائش کریں اپنے محسن کی تعریف کریں۔ اُس کے لئے دُعائیں مانگیں لکچروں کی ابتداء میں یہی حال ہے (لکچر کا ترجمہ خطبہ ہے) بلکہ لکچر کی خوبی بھی اسلامیوں پر ختم ہے کھڑے ہو کر لکچر دینا تو اُن کی ہر نماز جمعہ میں دیکھ لو۔ مگر غور کے قابل یہ ہے کہ عین لکچر میں جہاں اور قوموں کو تالی بجانے کا موقع ملتا ہے وہاں اسلام میں اللہ اکبر اور سبحان اللہ موزون ہے۔ توجہ الی القبلہ کا تذکرہ بحث حج اور مفصل بحث نماز میں ہے۔

اسلامی تیسری اصل زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ کیا ہے۔ ایک قومی اور مشنری چندہ ہے جس میں سوائے خاص مصرفوں کے کسی متنفس کی خصوصیت نہیں۔ زکوٰۃ اور اور صدقات کن لوگوں کے لئے ہیں۔ دیکھو قرآن۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ

---

[1] زکوٰۃ جو حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا۔ اور اس کام پر جانیوالوں کا۔ اور جن کا دل پرچانا ہے۔ اور گردن چھڑانے میں۔ (غلاموں اور قیدیوں کا چھوڑانا) اور جو تاوان بھریں اور اللہ کی راہ میں اور راہ کے مسافر کو۔ ٹھہرا دیا ہے اللہ کا۔[12]

قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ - فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ - سُورۂ توبہ - سیپارہ ۱۰ رکوع ۱۴ -

ہاں محمدؐ صاحب کی قوم بنو ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقہ حرام ہے - انکو جائز نہیں کہ ان مشنری چندوں سے کچھ لیں - گو کیسے ہی غریب اور مسکین کیوں نہ ہوں - منصفو! یہ استثنا بھی قابلِ غور ہے - امام حسین رضی اللہ عنہ بچے تھے - تو آپنے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اُٹھالی اور چاہا کہ مُنہ میں ڈالیں - جناب رسالتمآبؐ نے منع فرمایا اور مُنہ سے نکلوادی -

مقابلہ یہودی شریعت کے رُو سے ایسے چندے خاص لادیوں (قوم موسیٰؑ ہارون) کا حق - یا مسکن کے خرچ تھے -

ثبوت سنو - ہدایا مسکن کے لئے - سونا - سونے کے برتن - بکرے - مینڈھے - بیل بخور - گنتی ۷ باب ۱۱ و ۱۸ باب ۸ و ۳۵ باب ۲ - گھر کے لئے سال بسال ثلث مثقال تخمیناً ۷ باب ۳۲ - آدمی پیچھے پانچ مثقال - یہ فدیہ ہارون اور اُسکی اولاد کے لئے - گنتی ۴ باب ۴۸ خروج ۳۰ باب ۱۳ - ۲۶ - ۲ - تاریخ ۲۴ باب ۶ و ۹ -

کاہنوں کے حقوق - شانہ کنپٹی - جوجھ - پہلا غلہ - پہلی شراب (یہ بھی صدقات میں ہے) پہلا تیل - پہلی اون - کیونکہ وہ برگزیدہ ہیں - استثناء ۱۸ باب ۳ -

یہود میں شراب بھی صدقات میں داخل ہے -

رومن کیتھولک اور آریہ کے ایسے چندے پاپا اور برہمنوں کے لئے ہیں -

مقابلہ - ہادی اسلام کو اسی واسطے قرآن عہدۂ کہانت سے الگ کرتا ہے - اور کہتا ہے -

[1] اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ - سُورۃ الحاقہ - سیپارہ ۲۹ -

اور ہادی اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں -

---

[1] یہ بات ہے ایک پیغام لانے والے سردار کی - اور نہیں یہ بات کسی شاعر کی تم تھوڑا یقین کرتے - اور نہ یہ بات کاہن کی تم تھوڑا دھیان کرتے ۱۲

مَاسَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ[1]۔ سُورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲۔

ہادی اسلام کو مدینے میں یہودیوں کے اموال سے جس کا ذکر جہاد میں مَیں نے کیا ہے۔ کچھ مال ہاتھ آیا۔ وہ مسلمانوں کے لشکریوں کی فتوحات سے نہ تھا۔

اس مال کی نسبت سورۂ حشر سیپارہ ۲۸ میں حکم ہوتا ہے۔ یہ مال الٰہی ضرورت اور نبوی احتیاجوں اور رشتہ داروں کے لئے۔ اور یتیموں مسکینوں مسافروں کیواسطے ہے۔ یہ مال مہاجروں اور انصاروں اور اُن سے پیچھے آنے والے لوگوں کا ہے۔ جو پہلوں کے حق میں دُعائیں کرتے اور بُرا نہیں بولتے۔ پھر خاص حصۂ نبوی کی نسبت جناب رسالتمآب فرماتے ہیں

لَا نُوْرَثُ مَاتَرَکْنَا فَھُوَ صَدَقَۃٌ[2]۔

تارک الدُنیا ہادیٔ بنی اسرائیل اور اُنکے گھرانے کا خاتم حضرت مسیحؑ زکوٰۃ کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

متی ۱۰ - ۹ و ۱۰

مال اپنے لئے آسمان پر جمع کر جہاں کیڑا نہ مورچہ خراب کرے۔ نہ چور سیندھ دے۔ جہاں مال ہے۔ وہاں دل ہے۔ متی ۶ باب ۲۰ و ۲۱۔

ایک دولتمند نے حضور کے پاس رہنا اور خدائی بادشاہت میں داخل ہونا چاہا۔ اُسے حکم دیتے ہیں۔ تمام مال و اسباب دے ڈال تب میرے ساتھ رہ۔ متی ۱۹ باب ۱۶ - ۲۱۔

وہ بیچارہ باوجود شوق داخل نہ ہو سکا۔ انسانی فطری کمزوری نے روک لیا۔ غور کرو۔ کیا تمام لوگوں کے ایسے حوصلے ہوتے ہیں جیسی مسیحؑ کی خواہش ہے۔

جو کل کی فکر آج کرے۔ حسب تعلیم مسیح . . . . بنجاوے۔

تعجب ہے۔ اِتنے بڑے دولتمند اور بادشاہ عیسائی جو برسوں کا فکر آج کر رہے ہیں۔ کیسے الٰہی بادشاہت میں داخل ہونگے۔ اُونٹ کا سُوئی کے ناکے سے نکلنا آسان۔ اور

---

[1] جو مَیں نے تجھ سے مانگا کچھ نیگ۔ سو تمہیں کو پہنچے میرا نیگ ہے اُسی اللہ پر ۱۲

[2] ہمارے ترکہ کا کوئی وارث نہیں کیونکہ وہ صدقہ ہے ۱۲

دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا محال - متی ۱۹ باب ۲۴ -
مسیح کی تعلیم خاص وقت اور خاص محل پر اور خاص طبائع میں مؤثر بے ریب اور بعض طبائع کو پسند اور پیاری معلوم ہو سکتی ہے - مگر ہر حال اور ہر ایک کے لئے اس تعلیم کا خدا کی طرف سے حکم ہو - قانون فطرت کی گواہی اور عملدرآمد سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی - البتہ فطرت کے مطابق کہا جس نے کہا -
وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا[1] - سورہ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵ رکوع ۳ -
يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ[2] - سورہ بقر - سیپارہ ۲ رکوع -
صدقات کیسے مال سے دیں - کس قدر صدقہ نہایت ضرور ہے - اسکے قواعد جیسے اسلام میں مفصل موجود ہیں - مجھے معلوم نہیں کہیں اور جگہ بھی ہوں مسیح فرماتے ہیں - جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے - کہاں سے دے - چوری حرام کاری سے بھی - بُری چیز مانگے - محال بھی مانگے - کیا تب بھی ہم دیں - مگر قرآن فرماتا ہے -
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ[3] - سورۃ البقر - سیپارہ ۳ -
اسلامی چوتھی اصل روزہ ہے -
اِس عبادت کا پتہ عہد عتیق میں دیکھنا ہو - تو دیکھو - مَیں نے اہاوا کے دریا پر منادی

---

[1] اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھولدے اُسکو نرا کھولنا - پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ۱۲
[2] اور پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں - تو کہہ جو افزود ہو (حاجت سے) ۱۲
[3] اے ایمان والو خرچ کرو سُتھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور جو ہم نے نکالدیا تم کو زمین میں سے اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو اور تم آپ نہ لو ۱۲

کرائی کہ روزہ رکھیں اور خدا کے آگے دُکھ کھینچیں اور اُس سے دُعا مانگیں تو کہ اپنے اور اپنی اولاد اور مال کے لئے سیدھی راہ پاویں - عزرا ۸ باب ۲۱ -

روزے کی نسبت یسعیا ۵۸ باب ۳ - ۲ سموئیل ۱۲ باب ۱۴ - دانیال ۹ باب ۳ - استر ۴ باب ۱۶ - یوئیل ۲ باب ۱۲ و ۲ باب ۱۵ - یہود پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے - لوقا ۱۸ باب ۱۲ - اور روزے کا حکم عہد جدید میں اس طرح ہے -

مسیح کے شاگرد مسیح سے کہنے لگے - ہم کیوں دیو نہ نکال سکے - تو آپ فرماتے ہیں - اپنی بے اعتقادی کے سبب میں تمہیں سچ کہتا ہوں - اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو پہاڑ کو وہاں سے یہاں چلا سکتے - اور کوئی بات تم سے اَنہونی نہ ہوتی - پر یہ جنس دُعا اور روزے کے بغیر نہیں ملتی - متی ۱۷ باب ۱۹ - ۲۱ -

غور کرو عیسائیو ! مسیح کے شاگرد حسب شہادت مسیح بے اعتقاد اور بے ایمان ہیں کہ نہیں - یہاں ذرا ہمارے ہادی کے جان نثاروں کو یاد کرلو - آجتک وہ دُعاؤں اور روزوں کی بدولت مسیح کے قول کی تصدیق کرتے ہیں -

عیسائیو یورپ اور ہند افریقہ اور امریکہ میں حسب آیت متی ۱۷ باب ۹ کوئی تم میں سے رائی برابر بھی ایمان رکھتا ہے یا نہیں - سُنو - پولوس اور برنباس مسیح کے شاگرد بھی روزہ رکھتے تھے - ۱۳ باب ۲ - اعمال - مگر انہوں نے بھی اَنہونی کو ہوتا نہ کر دکھایا -

اِس عبادت کا فائدہ قرآن نے خود بیان کیا -

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ[1] -

اسلامی پانچویں اصل حج ہے - حج کیا ہے (حج اور اسکے اعمال پر مفصل بحث مکہ معظمہ کا ثبوت مقدسہ کتب سے علیحدہ اسی کتاب میں مندرج ہے) اہلِ اسلام کے قومی اجتماع کا

[1] ترجمہ لکھا گیا تم پر روزہ جس طرح لکھا گیا اگلوں پر - تو کہ بچ رہو کچھ گنتی کے دن ۱۲

ایک سفر مسلمان بھائی محلّے محلّے کے آپس میں ہر روز پانچ دفعہ پانچ نمازوں میں باہم مل لیا کریں یہ بات محلّوں کی مسجدوں میں پانچ بار حاصل ہو جاتی ہے۔ اور شہر شہر کے اہلِ اسلام کا باہم ملنا برسویں روز حج کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔

مسجدوں کی نظافت — فیضانِ وقت مساجد کی نظافت کا اہتمام اس بات سے دریافت ہو سکتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں جب اسلام اپنی اصلی حالت پر تھا۔ ہادی اسلام اور اُسکے جانشینان باالکرام تک کے لئے مساجد میں وضو کرنے کا کوئی مکان نہ ہوتا تھا۔ نہ مساجد میں طہارت خانے اور جائے ضرور ہوتے تھے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ رطوبات متعفنہ سینڈہ وغیرہ کو مخل صحت اور ایسے موقع اجتماع کا منافی سمجھا۔ ہم پچھلے لوگوں کے اطوار اور کردار کے ذمہ دار نہیں۔ رسالتمآب کے وقت مساجد میں خوشبو جلائی جاتی تھی۔ اور مساجد میں یا اُنکے قریب اجتماع رطوبت کا کوئی مکان نہیں ہوتا تھا۔ گھروں میں وضو کر کے مسجدوں میں جانا جناب رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے اور اُسی کی فضیلت بیان کی گئی۔

جماعت — تمام شہر اور اُسکے حوالی میں رہنے والے مسلمانوں کے اجتماع کیلئے جامع مسجد اور جمعہ کی نماز تجویز ہوئی اور کثرت اجتماع کے لحاظ سے حکم ہؤا جمعے سے پہلے نہا لینا کپڑے بدلنا بشرط امکان خوشبو لگانا۔ اذان کے وقت جو خطبے (لکچر) کی ابتدا میں ہوتی ہے۔ جمعے کو آؤ۔ اور ظہر کی نماز سے آدھی ۲ دو رکعت کی نماز پڑھکر اپنے اپنے کاموں پر چلے جاؤ۔ زیادہ دیر تک کے اجتماع کو جو مخل صحت تھا منع کر دیا۔ بعد الجمعہ وعظ کی عادت ابتدائے اسلام میں نہ تھی۔ قصبات اور دیہات اور شہری اہل اسلام کے اجتماع کو سال میں دو بار عید الفطر اور عید الاضحےٰ پر تجویز کیا۔ کثرت بھیڑ میں عدم صحت کا اندیشہ اِس طرح مٹایا۔ نہاؤ کپڑے بدلو سخت گرمی سے پہلے ہی شہر سے باہر کھلے میدان میں زن و مرد سب جا کر جمع ہو۔ وہاں دو رکعت کی نماز ہے اور اسکے بعد ضرورتوں پر خطبہ (لکچر)

تمام بلاد اسلام کے مسلمان بھائیوں کے اجتماع کے واسطے صدر مقام وہ جگہ تجویز ہوئی

جہاں سے ایسے عظیم الشان حکیمانہ مذہب کا نشو ونما اور ابتدا شروع ہوئی۔ الا ہر ایک مسلمان فقیر ہو یا امیر ہر سال اُس کا وہاں جانا خلاف فطرت تھا اور خلاف امکان۔ اِسلیئے حکم ہوُا۔ آسودہ لوگ استطاعت والے مسلمان وہاں جاویں۔ مختلف بلاد کے حالات جاننے اور اُنکے علوم و فنون کے اِدھر سے اُدھر۔ اُدھر سے اِدھر لانے میں اصحاب استطاعت ہی غالباً عمدہ طور پر کامیابی کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

کمال اتحاد اور باہم پہلے درجے کی یکتائی کے واسطے اور اس لحاظ سے بھی کہ اُمرا اور رؤسا کے ساتھ اُنکے غریب نوکر چاکر بھی ہونگے۔ اور ضرور ہے کوئی عاشق الٰہی غریب اور مسکین مسلمان بھی وہاں جا پہنچے۔ حکم دیا تمام حجاج سادہ لباس صرف دو چادروں پر اکتفا کریں۔ کسی کے سر پر عمامہ اور ٹوپی نہ ہو۔ کوئی کرتہ نہ پہنے۔ کمال درجے کی بے تکلفی اور سادگی سے باہم ملیں اور لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کی صدا بلند کریں۔ اتنا بڑا اجتماع اس صدر مقام میں کہاں ہو۔ شہر سے کئی کوس کے فاصلے پر نہایت وسیع میدان میں جہاں کسی مخلوق کی تعظیم کا نام و نشان ہی نہیں نہ کوئی پتھر نہ کوئی درخت نہ کوئی ندی نہ کوئی رتھ۔

حج کی بحث مفصل علیحدہ لکھی ہے۔ اُسے دیکھو وہاں ہر ایک فعل حج کی نسبت کلام کیا ہے۔

لطیفہ۔ ذرا ناظرین صاحبان اس امر پر غور کریں۔ میرے اکلوتے فرزند نے سلّمہ اللہ وسلّم۔ (جس کی جُدائی سے نہایت سخت رنج میں ہوں۔ وَاَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ۔ اَللّٰهُمَّ اطلب وصاله اِنْ کان مع رضاکَ) مجھ سے نماز اور زکوٰۃ اور روزے اور حج کے اسرار پر سوال کیا۔ اُس وقت مَیں نے اُسے جواب دیا۔ نیاز مندی دو قسم ہوتی ہے۔ ایک نیاز مندی خادمانہ۔ خدام کی نیاز مندی اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے۔ دُوسری نیاز مندی عاشقانہ عاشق کی محبوب کیسے ساتھ۔ پہلی قسم کے نیاز مند کو مناسب ہے۔ درباری لباس پہنکر بڑے ادب اور وقار سے مالک کے دربار میں حاضر ہو اور تمام حکّام اور مربیوں کی اطاعت سے کان پر ہاتھ رکھکر اطاعت کا اقرار کرے۔ ہاتھ باندھ حکم کا منتظر رہے۔ جُھک کر تعظیم دے۔ زمین پر

ماتھا رکھے۔ حضور کے غریب نوکروں کیلئے نذر دے۔ یہی مجملاً حقیقت نماز اور زکوۃ ہی۔

عاشقانہ نیاز میں ضرور ہی۔ عاشق اپنے محبوب کے سامنے عشق میں بھوک اور پیاس بھی دیکھے۔ نہایت درجے کے اُس عزیز کو بھی جسکی نسبت لکھا ہے۔ انسان[1] ماں باپ چھوڑ کر اُس سے متحد اور ایک جسم ہوگا۔ کچھ دیر کیلئے ترک کرے۔ اور جہاں یقینی طور پر سُن لیا ہو کہ میرے محبوب کی عنایات اور توجہات کا مقام ہی وہاں دوڑتا کودتا سر کے عمامے اور ٹوپی سے بے خبر پہنچے۔ پروانہ وار وہاں فدا ہو۔ کہیں دشمنوں کی روک ٹوک کی جگہ سُن پلئے تو وہاں پتھر چلاوے۔ یہی مجمل حقیقت روزے اور حج کی سمجھو۔ مولوی محمد قاسم مرحوم نے یہ صوفیانہ تقریر مفصل اپنے کسی رسالہ میں لکھی ہے۔ اِس جواب پر میرے عزیز فرزند نے مجھے کہا۔ آپ جب اسرار شرائع اسلام بیان کرتے ہیں۔ تو انپر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اول یہ اسرار جو آپ بیان کرتے ہیں۔ اگر واقعی اور سچے ہیں۔ تو خود خدا نے یا جناب رسالتمآب نے یا آپ کے صحابہ نے کیوں بیان نہ کیئے۔

دوم۔ ان اعمال کے ساتھ اسلام نے یہ چند رکعات اور دُعائیں کیوں لگادیں۔ اگر صرف اجتماع قومی ہی جمعہ اور جماعت عیدین اور حج میں مقصود تھا۔

خاکسار نے اُس عزیز سے کہا۔ قانون قدرت پر نظر کرو۔ فوٹو گراف۔ لیتھو گراف۔ ٹیلیگراف۔ چھاپہ۔ ریل۔ اسٹیم کے اسرار عناصر میں اُسوقت سے موجود ہیں۔ جب سے عناصر کو خالق عناصر نے پیدا کیا (یہاں میرا عزیز غور کرے)۔ اِلّا نہ خدا نے اُسوقت اِن اسرار کو بیان فرمایا۔ نہ اُسکے اُن مقربین بارگاہ نے جو اُسوقت تھے انکی تشریح کی۔ پھر کیا اُسوقت کے بیان نہ کرنے سے لازم آتا ہی کہ یہ اسرار موجود ہی نہ تھے۔ اور یہ منافع جو آج ظاہر ہوئے۔ ان عناصر میں اسی زمانے میں موجود ہو گئے ہیں۔ عزیز من قانون شریعت ہماں اسلام بعینہٖ قانون الٰہی سمجھو۔ عزیز من قانونِ قدرت اور طبیعیات میں صرف وہی اسرار اور منافع نہیں جو حکمائے

---

[1] پیدائش ۲ باب ۲۴ ۔

یونان اور یورپ اور بقول آریہ سماج دانایانِ ہند (توبہ) آریہ دیش نے بیان کئے۔ بلکہ اور بے انت اسرار بھی ہیں۔ اگر طبعی قانون کے اسرار بے انتہا ہیں۔ اور صرف اس قدر نہیں۔ جو ابتک حکمانے بیان کئے ہیں تو احکام اسلام کے اسرار بھی ایسے ہی سمجھو۔

معلوم نہیں زمانے کی ترقی پر کیا کیا اسرار قانون قدرت اور قانون شریعت میں ظاہر ہونگے۔ سلف اُمت اگر اسرار بیان کرتے۔ تو کسقدر اور کیا بیان کرتے۔

لطیفہ۔ اُسوقت جب میں یہ باتیں کر رہا تھا۔ یا اسکے قریب۔ ایک ہندو یا آریہ آتشک کا مبتلا بغرض علاج میرے پاس آیا۔ بیمار کو دیکھا۔ اُس کا وہ چمڑا جو مرد کی شرمگاہ پر ہوتا ہے اور ختنے میں کاٹ دیا جاتا ہے۔ اندر سے زخمی تھا اور ممکن نہ تھا۔ پیچھے ہٹ سکے۔ ناچار اُس بیمار کا ختنہ کیا گیا۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ آج ختنے کی ضرورت مشاہدے میں آئی۔ اور ایک آرین کو ایک اسلامی مسئلہ بمجبوری ماننا پڑا۔

دُوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے۔ (۱) صرف اجتماع قومی ہی مقصود بالذات نہیں ہوتا۔ بلکہ اسلام کا منشاء ہی کہ ہر ایک فعل میں ہر ایک قول میں ہم کو ہمارا خالق اور رازق مربی یاد رہے۔ کوئی فعل اور قول بدوں شمول نام باری و رضائے ایزدی نہ ہو۔ ہر وقت فانی اشیاء سے بقا کی طرف۔ جسم سے رُوح کی طرف توجہ رہے۔ دیکھو پائخانے کو جاتے ہوئے ایک جسمانی نجاست پھینکنے کی جگہ جاتے ہیں۔ اسلام سکھاتا ہے۔ پائخانے میں جاتے وقت کہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ [1]

اور جب پائخانے سے نکلے۔ تو اسواسطے کہ ایک جسمانی دُکھ سے نجات پائی۔ اور جسم سے جسمانی نجاست دور ہو گئی۔ رُوحانی نجاستوں کے دُور ہونے کی دُعا مانگے اور کہے غُفْرَانَكَ یعنی ہر ایک بُرائی پر تیری مغفرت مانگتا ہوں۔

دُوسری بات۔ بجواب اعتراض دوم یہ ہے کہ اگر یہ رُوحانی محرکات الٰہی اذکار اور الٰہی

[1] اے اللہ مَیں تجھ سے پلیدیوں اور خبائث سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲۔

رُوحانی محرکات

عبادتیں ان اعمال کے ساتھ نہ ہوتیں۔ تو یہ اعمال متروک ہوجاتے۔ باہمی اختلافات سے یہ انجمنیں مثل اور دنیوی انجمنوں کے فنا ہوجاتیں۔ یا یہ اعمال صرف دنیوی منافع پر محدود رہ جاتے۔ اب ان اصول خمسۂ اسلام کا ثبوت قرآن سے سن لو۔ قرآن کے پہلے سیپارے پہلی سورت کی ابتدا ہیں ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ[۱]۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ[۲] وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ ابتدائی قرآن۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[۳] كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۲۔

وَلِلّٰهِ[۴] عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ سورۂ آل عمران سیپارہ ۴

لطیفہ۔ حج کے بیان میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کے منافع کا بیان ان آیات سے نکلتا ہے۔ اول رکوع اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ میں لکھا ہے۔

فَمِنَ[۵] النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۲۔

دیکھو خالص دنیوی منافع اسلام میں پائے جاتے ہیں۔

۱؎ اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو جو یقین کرتے ہیں بن دیکھے (اللہ) اور درست کرتے ہیں نماز اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں۔

۲؎ الغیب ہو اللہ تعالےٰ ۱۲ ابن عباس ۱۲

۳؎ اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزے کا جیسے حکم ہوا تھا تم سے اگلوں پر شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ ۱۲

۴؎ اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پاوے اس تک راہ ۱۲

۵؎ پھر کوئی آدمی کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اس کو آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور کوئی ان میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی ۱۲

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ لِّیَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ۔ سورۂ حج۔ سیپارہ ۱۷۔[1]

فائدہ۔ حج میں فوائد کی تحصیل کا خیال رہے۔ غور کرو لفظ لِیَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ پر۔

انسان پیدا ہوا لڑکی یا لڑکا۔ تمام بلاد میں علی العموم اور عرب میں بالخصوص رواج تھا۔ لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے۔ اور لڑکوں کی نسبت کثرت اولاد کو ناپسند کرتے تھے۔ ایک یونانی حکیم کا قول ہے لنگڑے لڑکے قانوناً مارے جاویں۔ کثرت اولاد پر اسقاط جنین اور مانع حمل ادویہ پوچھنے والے بہت سے لوگ میرے پاس آئے۔ انسانی قربانی کا جسے ہند میں نربلی کہتے ہیں یہود میں عام رواج تھا۔ عرب کے بت پرست بھی اس بلائے بد میں گرفتار تھے۔ مگر حضور نے ان امراض کا علاج ایسا کیا۔ جس کی نظیر نہیں۔ اور یہی بات خرق عادت ہے کہ ان امراض کا نام و نشان ملک عرب میں نہ رہا۔ دیکھو قرآن ان قبیح رسوم پر کیا فرماتا ہے۔

اِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ۔ سورۂ تکویر۔ سیپارہ ۳۰۔[2]

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَةَ اِمۡلَاقٍ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِیَّاکُمۡ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵۔[3]

وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ لِکَثِیۡرٍ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ قَتۡلَ اَوۡلَادِهِمۡ شُرَکَآؤُهُمۡ لِیُرۡدُوۡهُمۡ وَلِیَلۡبِسُوۡا عَلَیۡهِمۡ دِیۡنَهُمۡ۔ سورۂ انعام۔ سیپارہ ۸۔[4]

یتامٰی کی تربیت اور پرورش۔ اور یتیموں کے حفظ اموال و اسباب کی تاکید فرمائی۔

---

[1] اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آویں تیرے پاس پیدل اور سوار دبلے دبلے اونٹوں پر چلے آتے راہوں دور سے۔ کہ پہنچیں اپنے بھلے کی جگہوں پر ۱۲

[2] جب بیٹی جیتی گاڑدی کو پوچھے کس گناہ پر وہ ماری گئی ۱۲

[3] اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو ڈر سے مفلسی کے ہم روزی دیتے ہیں انکو اور تم کو بیشک انکا مارنا بڑی چوک ہے ۱۲

[4] اسی طرح بھلی دکھائی ہے بہت مشرکوں کو اولاد مارنی انکے شریکوں نے کہ انکو ہلاک کریں اور انکا دین غلط کریں ۱۲

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ۔[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۔ سورۂ نساء ۔ سیپارہ ۴ ۔[2]

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَھُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ۔ سورۂ نساء ۔ سیپارہ ۴ ۔[3]

پھر بچوں کے پیدا ہونے پر کسی فضول رسم کا نام ونشان نہیں۔ بچے کے پیدا ہونے کے بعد کلمات اذان کا بچے کے کان میں کہدینا۔ اور ساتویں روز ایسے نام رکھنے کا حکم ہے جس میں الٰہی عظمت اور بزرگی ہو۔ اور باری تعالٰے کے جامع صفات کاملہ کا بیان ہو۔ یا اوس کی رحمت عامہ کا تذکرہ۔

اَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ۔[4]

اور بشرط وسعت محتاجوں کے لئے عمدہ غذا گوشت مہیا کر دینا قرآن نے سچ کہا ہے۔ جو آپ کے حق میں کہا۔

وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْہِمْ ۔ سورہ اعراف ۔ سیپارہ ۹ ۔[5]

توریت اور انجیل میں اوّل درجے کے دو ہی حکم ہیں۔ ایک باریتعالیٰ سے پیار ۔ دوسرا پڑوسی سے سلوک۔ قرآن پڑوسی کے سلوک سے آگے بڑھتا ہی۔ اور عیسوی تعلیم

---

[1] اور کھڑے ہو جاؤ یتیموں کے لئے انصاف کے ساتھ۔ ۱۲

[2] جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ناحق وہ بھی کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اور اب بیٹھیں گے آگ میں ۱۲۔

[3] اور دے ڈالو یتیموں کو اُنکے مال اور بدل نہ لو گندا ستھرے سے اور نہ کھاؤ اُنکے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بڑا وبال۔ ۱۲

[4] ناموں میں بہت ہی پیارا نام اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ ۱۲

[5] اور اُتارتا ہے اُن سے بوجھ اُن کے اور پھانسیاں جو اُنپر تھیں۔ ۱۲

کی تکمیل کرتا ہے اور کہتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى[1]
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

ناظرین! ذرا سوچو۔ جن لوگوں کو قرآن نے پڑوسی سے مقدم کیا ہے۔ وہ تقدیم کے قابل ہیں یا نہیں۔ قانون ازدواج میں اوّل تبتّل کو منع فرمایا۔ پھر کثرت ازدواج کو جو تمام ایشیا کے مقدسوں اور شرفا اور عوام میں مروّج تھا۔ اس کو اخلاقی خوبی پر رکھکر محدود کیا۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا[2]
فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ سورۂ نور۔ سیپارہ ۱۸۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا[3]
تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

غرض عدالت کی اخلاقی شرط لگاکر بیجا کثرت ازدواج کو روک دیا۔ گو کثرت ازدواج بلحاظ قانون قدرت حرام نہیں۔ اور میں دلیری سے کہتا ہوں۔ توریت اور انجیل اور وید میں کثرت ازدواج کی نسبت صریح ممانعت کیا اتنی تحدید بھی نہیں۔

بلکہ ابراہیم جو کامل و راستباز اور تمام یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام کا مورث اعلیٰ گذرا۔ جو کچھ کثرت ازدواج کا نمونہ دکھا گیا۔ کتب مقدسہ کے دیکھنے والوں سے مخفی نہیں۔

---

[1] اور بندگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اُسکے ساتھ کسی کو۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو اور قرابت والے سے اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور ہمسائے قریب سے اور ہمسائے اجنبی سے۔ اور برابر کے رفیق سے اور راہ کے مسافر سے اور ہاتھ کے مال سے ۱۲

[2] اور بیاہ دو رانڈوں کو اپنے اندر۔ اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں۔ اگر وہ ہونگے محتاج اللہ انکو غنی کر دیگا ۱۲

[3] پس نکاح کرو جو تم کو خوش آویں عورتیں دو دو تین تین چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک سے ہے ۱۲

موسیٰ نے خود بہت سی بیبیاں کیں اور تحدید کا کوئی قاعدہ نہ فرمایا۔ داؤد جو ہمیشہ خدا کی مرضی پر چلا۔ اُس نے سَو کی تعداد کو جس طرح پُورا کیا۔ وہ حاجت بیان نہیں رکھتا۔ مسیحؑ کو ابتدا ہی عروج میں دُنیا سے چلنا پڑا۔ اور جسقدر رہے۔ حضور کو سر رکھنے کی جگہ نہ ملی شادی کہاں کرتے۔

رگوید۔ انو کا ۱۷۔ سکت ۱۰۔ (۱۱۶) میں بہت سی کنواریوں کی اجازت صاف صاف ہوتی ہے۔

(عَورتوں سے سلوک)

یورپ میں۔ ہاں انگلستان میں کوئی عورت کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی۔ جائداد کی مالک نہیں۔ نفقے کا دعویٰ کرے تو وہ دعویٰ مسموع نہیں۔ شوہر کے ایام مفارقت میں جو کچھ کمائے۔ وہ سب کچھ شوہر کا۔ زنا کی مجرم نہیں۔ خیانت مجرمانہ میں مجرم نہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے۔

لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا[۱]۔ سُورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ[۲]۔ سورۂ بقر۔ سیپارۂ ۲۔

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ[۳]۔ سورۂ نساء سیپارۂ ۵۔

دیکھو قرآن کیسی مساوات کرتا ہے۔ اور پھر اس قدرتی فوقیت کو جو مَردوں کو عورتوں پر ہے کس لطافت سے بیان فرماتا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ[۴]۔ سُورۂ نساء۔ سیپارۂ ۵۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَةٌ[۵]۔ سُورۂ بقر۔ سیپارۂ ۲۔

---

[۱] حلال نہیں تم کو میراث میں لے عورتیں زور سے ۱۲ [۲] اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا ان پر حق ہے۔ ۱۲

[۳] مَردوں کو حصّہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصّہ ہے اپنی کمائی سے ۱۲

[۴] مرد حاکم ہیں عورتوں پر ۱۲

[۵] اور مَردوں کو اُن پر درجہ ہے۔ ۱۲

موسیٰ و یعقوب نے جو کامل کہلاتے ہیں۔ خسر کی خدمت کر کے اپنے اپنے نکاح کی حق الخدمت کا نفع عورت کے سوا دوسرے کو پہنچایا۔ پیدائش ۲۹ باب ۲ و خروج ۲ باب ۲ سموئیل ۱۸ و ۲۵ باب یوشع ۳ باب ۲۔ مگر قرآن کہتا ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً [۱] ۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً [۲] ۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

عورت رکھنے کے فائدے اور معاشرت پر فرمایا۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ [۳] ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۲۔

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً [۴] ۔ سورۂ روم۔ سیپارہ ۲۱۔

ان آیات میں عورت اور مرد کی معاشرت کی نسبت باری تعالیٰ اپنا عندیہ ظاہر فرماتا ہے۔ اور یہ فرما کر زن و مرد کے باہمی تعلق کو دائمی کر دیا۔

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ [۵] ۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

میرے خاص معترض! پادری صاحب۔ محصنین غیر مسافحین کا کلمہ حلالہ اور متعہ کو بھی حرام کرتا ہے۔ مگر آپ نے ان دنوں خاص خط میں حلالہ اور متعہ کے بارے میں مجھے الزام فرمایا ہے۔ سو گذارش ہے۔ حسب قرآن اور احادیث صحیحہ یہ دونوں فعل اور دونوں میعاد معینہ کے نکاح حرام ہیں۔ نکاح میں تعیین مدت کا حکم کسی صریح آیت اور صحیح حدیث میں نکال دینا آپ سے

---

[۱] اور دے دو عورتوں کے مہر اُن کے خوشی سے۔ ۱۲

[۲] اُن کو دو اُن کے حق جو مقرر ہوئے۔ ۱۲

[۳] وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو اُن کی۔ ۱۲

[۴] بنا دی تم کو تمہاری قسم سے جوڑی کہ چین پکڑو اُن کے پاس اور کیا تمہارے بیچ پیار اور مہر۔ ۱۲

[۵] قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو۔ ۱۲

قیامت تک ناممکن ہی سُنیئے ہادیٔ اسلام نے فرمایا ہے۔(حلالے کی نسبت)

عن[۱] علیؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہٗ۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہی۔ ترمذی اور ابن قطان اور ابن دقیق العید اور ابن السکن نے اسکی تصحیح کی ہی۔ اور یہ حدیث علیؓ مرتضیٰ سے امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہی۔ اور حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ میں وہ نکاح مراد ہی جسکو شرع اسلام نے جائز رکھا۔ اور شرعی نکاح پر لعنت کا حکم نہیں لگ سکتا۔ معلوم ہُوا حلالہ شرعی نکاح نہیں۔ اور متعۃ النساء کی نسبت۔

عن[۲] علی بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہٰی عن متعہ النساء

ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ اور حرمت متعۃ النساء پر آنحضرت صلعم کے اصحاب کا یقین تھا۔ ابن عباس قدیم ملکی روایات اور عادت کے باعث چند روز مجوز رہے۔ جب اُنکو شرعی حکم کی اطلاع ہوئی تجویز متعہ سے رجوع کردی۔ متعہ کی حرمت تمام حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنابلہ اور اہلحدیث اور صوفیہ میں متفق ہے۔ متعہ کی ابدی تحریم اگر دیکھنی ہو۔ تو دیکھو مسلم اور بخاری اور ترمذی یہ بات قانون قدرت میں صاف صاف مشاہدہ کیجاتی ہی۔ مختلف اسباب سے میاں بی بی میں جُدائی کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور باہمی نہایت تنفر پیدا ہوجاتا ہے۔ گو اسلام نے جُدائی کی روکیں رکھدی تھیں اور فرمایا۔

فَانْكِحُوا[۳] مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔

اس آیت میں حکم دیا بی بی کو قبل نکاح پسند کرلو۔ پھر نکاح کرو۔ اور فرمایا۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ[۴] بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا

۱؎ روایت ہے علی مرتضیٰؓ سے لعنت کی رسول اللہؐ نے حلالہ نکالنے والے اور نکلوانے والے پر۔ ۱۲

۲؎ علی مرتضیٰ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عورتوں سے متعہ کرنا۔ ۱۲

۳؎ تو نکاح کرو جو تم کو خوش آویں عورتیں۔ ۱۲

۴؎ اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ معقول (جو لوگوں میں پسند ہو) پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں۔ تو تم کو نہ بھاوے ایک چیز اور اللہ رکھے اس میں بہت خوبی۔ ۱۲

وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

ناظرین! منصفانہ طور پر اس آیت کے معنی میں غور کرو۔ تاکید معاشرت کے واسطے قرآن مذہبی طور پر کیسے سخت اور لطیف طرز اختیار کرتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا۔ اگر کسی باعث سے بی بی ناپسند اور ناگوار ہو تب بھی سلوک ہی کرو۔ اس سلوک کے بدلے ہم تم کو بہت سی بھلائی دینگے۔!!!

اس عجیب و غریب انعام کے سُننے پر بھی اگر کوئی کار بند نہ ہو تو اور تدابیر فرمائیں دیکھو۔

وَالّٰتِيْ[ا] تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

وَاِنْ[۲] خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

اَمْسِكْ[۳] عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔ سورۂ احزاب۔ سیپارہ ۲۲۔

وَالصُّلْحُ[۴] خَيْرٌ۔ سورۂ نساء۔ سیپارۂ ۵۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ[۵] اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا۔ سورۂ بقر سیپارۂ ۲

ہاں زنا کا بدفعل اگر عورت سے سرزد ہو۔ اور یہ فعل منشائے نکاح کے بالکل خلاف تھا۔ اس ظہور کے وقت فرمایا۔

[ا] اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو اُن کو سمجھاؤ۔ اور جُدا کرو سونے میں اور مارو ۱۲

[۲] اور اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں۔ تو کھڑا کرو ایک منصف مردوں میں سے اور ایک منصف عورتوں میں سے۔ اگر یہ دونوں چاہیں گے صلح تو اللہ ملاپ کر دیگا اُن میں ۱۲

[۳] رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے ۱۲

[۴] اور صلح اچھی بات ہے ۱۲

[۵] اور اُن کے خاوندوں کو پہنچتا ہے پھیر لینا اُن کا۔ اگر چاہیں صلح کر لیں ۱۲

وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ[۱]
بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ - سورۂ نساء - پارہ ۴ -
وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ[۲]
مُبَيِّنَةٍ - سورۃ طلاق - سیپارہ ۲۸ -

جب ان تدابیر سے باہمی معاشرت میں فتور ہوا - اور دلی روابط زن وشوئے ٹوٹ گئے - تو صرف جسمانی تعلق کو جو ایک جسم بلا رُوح تھا - رُوحانی شارع نے پسند نہ فرمایا - اور طلاق کی اجازت بخشی - لاکن ایک ہی طلاق کی اور تین مہینے تک باہمی مصالحے کی مہلت دی اور فرمایا -

إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ[۳]
اتَّقُوا اللّٰهَ - سورۂ طلاق - سیپارہ ۲۸ -
أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ[۴]
لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ - سورۂ طلاق - سیپارہ ۲۸ -
فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ[۵]
سورۂ طلاق - سیپارہ ۲۸
وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ[۶]
نَفْسَهُ - (سورۂ بقر - سیپارہ ۲ -

[۱] اور نہ اُن کو بند کرو - کہ لے لو اُن سے کچھ اپنا دیا - مگر جب وہ کریں بیحیائی - ۱۲

[۲] اور مت نکالو اُن کے گھروں سے اُن کو - اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بیحیائی - ۱۲

[۳] اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو اُنکو طلاق دو اُنکی عدّت پر اور گنتے رہو عدّت اور ڈرو اللہ سے - ۱۲

[۴] گھر دو اُنکو رہنے کو جہاں سے آپ رہو - اپنے مقدور سے اور ایذا نہ چاہو اُنکی یا تنگ پکڑو اُنکو - ۱۲

[۵] پھر جب پہنچیں اپنے وعدے کو تو رکھ لو اُن کو دستور سے یا چھوڑ دو اُن کو دستور سے - ۱۲

[۶] اور مت بند کرو اُنکے ستانے کو تا زیادتی کرو - اور جو کوئی یہ کام کرے اُس نے بُرا کیا اپنا - ۱۲

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ - سورۂ بقر - سیپارہ ۲ -[1]

سوچو تو صحیح نکاح میں طرفین کی رضامندی اور باہمی پسندیدگی جیسے آیت فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ - اور حدیث عقبہ بن عامر سے ثابت ہے -

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ اَتَرْضٰى اَنْ اُزَوِّجَكَ فُلَانَةً قَالَ نَعَمْ وَقَالَ لِلْمَرْاَةِ اَتَرْضَيْنَ اَنْ اُزَوِّجَكِ فُلَانًا قَالَتْ نَعَمْ - فَزَوَّجَ اَحَدَهُمَا صَاحِبَهٗ[2] اور طرفین کے اولیا اور اقارب کی رضامندی جو حدیث

لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْ عَدْلٍ[3] - احمد دار قطنی بیہقی نے روایت کی ثابت ہے۔ اور پھر اگر خاوند کوئی بدسلوکی کرے - یا کہیں بیخبر ہو کر چلا جاوے - یا ایسے امراض اور اسباب میں گرفتار ہو جاوے جس سے عورت کو ضرر ہو - تو اُسپر فرمایا -

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا[4] - وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ[5] - سورۂ طلاق سیپارہ ۲۸

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[6] - سورۂ حج - سیپارہ ۱۷ -

جو کوئی خدا سے ڈرے شرعی احکام پر پابند ہو - اور آیات مذکرہ بالا پر عمل کرے - اُسے کوئی تکلیف نہیں -

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا[7] - سورۂ طلاق سیپارہ ۲۸ -

(بے موقع نہ ہو) پادری صاحب کا ایک اور اعتراض اسوقت سامنے آگیا - فرماتے ہیں -

---

[1] تو اب نہ روکو اُنکو کہ نکاح کرلیں اپنے خاوندوں سے ۱۲

[2] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ آیا تو راضی ہو اسپر کہ تیرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کرا دوں - اُس نے کہا ہاں - پھر آپنے ایک عورت سے فرمایا کہ آیا تو راضی ہی اسپر کہ تیرا نکاح فلاں مرد کے ساتھ کرا دوں - اُس نے عرض کیا ہاں - پس آپنے ان دونوں کا نکاح کر دیا ۱۲

[3] یعنی بغیر دو گواہ عادل اور ولایت ولی کے نکاح صحیح کامل نہیں ہوتا ۱۲ [4] اور مت بند کرو اُنکے ستانے کو ۱۲

[5] اور ایذا نہ پہنچاؤ اُنکو ۱۲ [6] نہیں رکھی تمپر دین میں کچھ مشکل ۱۲ [7] اور جو کوئی ڈرتا ہو اللہ سے وہ کر دیتا ہی اُسکا گذارا ۱۲

اسلام نے (خدا کی پناہ) عورت سے خلاف وضع فطرت جائز رکھا ہے۔ پادری صاحب! اللہ تعالے نے قرآن میں عورت کو کھیتی کہا ہے۔ اور خلاف وضع فطرت میں عورت کھیتی نہیں رہتی۔ دیکھو۔
نِسَاۤؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ[1]۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۳ ۔

باہمی معاملات میں راستی اور سچائی

(۱) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ۔ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ[2] ٥ سورۂ تطفیف سیپارہ ۳۰۔

(۲) اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ[3]۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵۔

(۱) اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا[4]۔ سورہ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵۔

(۲) وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا[5]۔ سورۂ نحل پارہ ۱۴

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ[6]۔ سورۂ انفال پارہ ۹۔
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا[7]۔ سورۂ نساء سیپارہ ۵۔

(۲) وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ[8]۔
سورۂ انعام۔ سیپارہ ۸

---

[1] عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی میں۔ ۱۲

[2] خرابی ہے گھٹانیوالوں کی وہ کہ جب ناپ لیں لوگوں سے پورا بھر لیں اور جب ناپ دیں اُن کو یا تول دیں تو گھٹا کر دیں۔ ۱۲

[3] پورا بھر دو ناپ جب ماپ دینے لگو اور تولو سیدھی ترازو سے۔ ۱۲

[4] اور پورا کرو قرار کو بیشک قرار کی پوچھ ہے۔ ۱۲

[5] اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکّی کیے پیچھے۔ ۱۲

[6] اے ایمان والو چوری نہ کرو اللہ سے اور رسول سے یا چوری کرو آپس کی امانتوں میں۔ ۱۲

[7] اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں امانت والوں کو۔ ۱۲

[8] اور جب بات کہو تو حق کی کہو۔ اگرچہ وہ ہو اپنے ناتے والا۔ اور اللہ کا قول پورا کرو۔ یہ تم کو کہہ دیا ہے۔ ۱۲

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ - سورہ نساء - سیپارہ ۵ -

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى - سورۂ مائدہ - پارہ ۶ -

۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ - سورۂ مائدہ - سیپارہ - ۶ -

۴ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ - سورۂ مائدہ - سیپارہ ۷ -

باہمی محبت

۵ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ - سورۂ حجرات - سیپارہ ۲۶ -

۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ - وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ - وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ - سورۂ حجرات سیپارہ ۲۶ -

---

۱ اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ نقصان ہو اپنا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا ۱۲

۲ اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو - عدل کرو - یہی بات لگتی ہے تقوے سے ۱۲ ۳ اے ایمان والو پورا کرو اقرار ۱۲ -

۴ اور نگاہ رکھو قسمیں اپنی ۱۲ -

۵ مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں - سو ملا دو اپنے دو بھائیوں کو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم پر رحم ہو ۱۲

۶ اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے - اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے - اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو اور نہ نام ڈالو چڑھ ایک دوسرے کی - بُرا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ کرے تو وُہی ہیں بے انصاف ۱۲ -

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۔ سورۂ حجرات سیپارہ ۲۶ - رکوع ۱۴ -

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۔ سورۂ حجرات - پارہ ۲۶ -

اور حدیث میں آیا ہے - لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

اور قرآن کریم نے مخالف قوموں سے سلوک کی بابت فرمایا -

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۔ سورۂ سجدہ - سیپارہ ۲۴ - رکوع ۱۹ -

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۔ سورۂ رعد - پارہ ۔ ع

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ۔

سورۂ قصص - سیپارہ ۲۰ -

۱؎ اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور نہ بھید ٹٹولو کسی کا اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو - بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مُردہ ہو - سو گھن آتی ہے تم کو اُس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان ۱۲

۲؎ اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا نر اور مادہ اور کردیں تم میں ذاتیں اور قبیلے تاکہ پہچان لو بیشک بزرگ تم میں سے اللہ کے نزدیک بڑے ادب والا ہے - بیشک اللہ جاننے والا ہے خبردار ۱۲

۳؎ اور برابر نہیں ہوتی نیکی اور نہ بدی جواب میں تو کہہ اُس سے بہتر پھر جو تو دیکھے تو جسمیں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوستدار ہے ناتے والا اور یہ بات ملتی ہو انھیں کو جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہو اُسکو جسکی بڑی قسمت ہے ۱۲

۴؎ اور کرتے ہیں بُرائی کے مقابل بھلائی اُن لوگوں کو ہی پچھلا گھر ۱۲

۵؎ وہ لوگ پاوینگے اپنا حق دوہرا اسپر کہ ٹھیرے رہے اور بھلائی دیتے ہیں بُرائی کے جواب میں ۱۲

جو لوگ اسلام کے سخت مخالف ہیں اور اسلام کے مسائل سے اُنکو انکار ہے۔ اگر وہ حملہ آور ہوں اور اسلام کے استیصال پر کمر باندھیں تو اسلام جو خالق فطرت کا کلام ہے علی العموم لوگوں کو کمزور مسیح کی تعلیم پر عملدرآمد کرنے کی اور طاقت سے باہر تکلیف نہیں دیتا۔ ہر ایک منصف اپنے دل میں سوچ لے۔ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسرا گال کو سامنے رکھنا۔ جو ایک میل بیگار پر لیجاوے۔ اُسکے ساتھ دو میل چلے جانا عام لوگوں سے دلی محبت کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اگر نہیں ہوسکتا۔ تو عالمگیر مذہب میں ایسا کلام بے فائدہ ہوگا۔ اسی واسطے اسلام فطری قوی میں انتقامی طاقتیں کو مدنظر رکھکر غور کرو۔ کس لطافت کے ساتھ اخلاقی شریعت کی تکمیل کرتا ہے۔

لے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

سُورۃ شُوریٰ۔ سیپارہ ۲۵۔ رکوع ۴۔

لے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ۔ سُورۃ نحل۔ پارہ ۱۴۔ رکوع ۲۲۔

لے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ سُورۃ بقر۔ سیپارہ ۲۔ رکوع ۸۔

لے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ سُورۃ فتح پارہ ۲۶

علے العموم منکرین اسلام سے جنگ جائز نہیں۔ غور کرو آیات سابقہ پر۔

لے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ویسی ہی۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوارے سو اُس کا ثواب ہے اللہ کے ذمے ۱۲

لے اور اگر بدلہ لو تم پس بدلہ لو برابر اُس چیز کے کہ ایذا دیئے گئے ہو تم ساتھ اُسکے اور البتہ اگر صبر کرو تم البتہ وہ بہتر ہے واسطے صبر کرنے والوں کے ۱۲

لے اور لڑو خدا کی راہ میں اُن سے جو لڑیں تم سے اور ہرگز زیادتی مت کرو۔ بیشک اللہ پسند نہیں کرتا زیادتی کرنیوالوں کو ۱۲

لے محمد اللہ کا رسول اور اسکے ساتھ والے منکروں پر سخت اور آپس میں نرم دل اور رحیم ہیں ۱۲

لاَ یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ
اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ
الَّذِیۡنَ قَاتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَاَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ
وَمَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۔ سورۂ ممتحنہ ۔ پارہ ۲۸ ۔ رکوع ۷ ۔

۲ فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ ۔ سورۂ زخرف ۔ سیپارہ ۲۵ ۔

۳ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۔ سورۂ مائدہ ۔ سپارہ ۶ ۔

۴ وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ ۔ سورۂ نور ۔ سیپارہ ۱۸ ۔

غلامی کی نسبت فرمایا

۵ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَهَا ۔ سورۂ محمد سیپارہ ۲۶ ۔ رکوع ۴

اسلام میں مخالف قیدی جب جنگ سے آتے اور اُس وقت انکا واپس کرنا مصلحت نہ ہوتا ۔ تو پرورش اور تربیت کے واسطے مجاہدین کے سپرد ہوتے ۔ اور حکم ہوتا جو کھانا تم کھاؤ ۔ ان کو دو جو تم پہنو انکو پہناؤ ۔ طاقت سے زیادہ کام مت بتاؤ ۔ ہاں جیلخانوں اور دریائے شور کے دُکھ نہ دیئے جاتے تھے ۔

---

۱ نہیں منع کرتا تم کو اللہ اُن لوگوں سے کہ نہیں لڑے تم سے بیچ دین کے اور نہیں نکالدیا تم کو گھروں تمہارے سے یہ کہ احسان کرو تم اُن سے اور انصاف کرو طرف اُن کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو سوائے اِسکے نہیں کہ منع کرتا ہے تم کو اللہ ان لوگوں سے کہ لڑے تم سے بیچ دین کے ۔ اور نکالدیا تم کو گھروں تمہارے سے اور مددگاری کی اُوپر نکالدینے تمہارے کے ۔ یہ کہ دوستی کرو تم اُن سے ۔ اور جو کوئی دوستی کرے اُن سے پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم ۔۱۲ ۲ پھر عفو کر اُن سے اور کہہ سلام ۔۱۲

۳ پس اُن سے عفو کر اور درگذر ۔ بیشک احسان والے خدا کو پیارے ہیں ۔۱۲

۴ اور ضرور عفو کریں اور درگذر کیا تم نہیں چاہتے تمہاری مغفرت ہو ۔۱۲

۵ پس یا احسان کیجیو پیچھے اسکے اور یا بدلہ لیجیو یہاں تک کہ رکھدیوے لڑائی بوجھ اپنے ۔۱۲

محرّمات کی نسبت فرمایا

ا؎ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

نکاح میں قریب کے رشتے کو حرام فرمایا۔ ماں بہنوں وغیرہ کے ساتھ نکاح کرنا منع کیا۔ اکل وشرب میں شراب اور مُردار اور ایسے چرند و پرند کا کھانا حرام کیا جن کا کھانا جسم یا اخلاق کے لئے مضر ہو۔ مثلاً سور گندگی کا عاشق۔ بے حیا۔ حملے میں نا عاقبت اندیش۔ جانوروں میں ایک ہی ایسا ہے۔ جو نر سے جماع کرے اور لواطت کا مرتکب ہو۔ اور جسکے گوشت میں کدو دانے کا مادہ ہے۔ اور کُتّا جو پچاس من کے مُردار کے پاس اپنے ہم قوم کو آنے نہ دے۔ باوجودیکہ اُسکی ضرورت سے زیادہ موجود ہے۔ اُسکو بھوک کی طاقت نہیں اور حد سے زیادہ خوشامدی اور بیحیا۔ اور درندے حرام کئے۔

اِسلام کا احسان عام

اوّل۔ توحید الٰہی کو سکھایا اور بتایا۔ خدا ہی مُتصف بصفات کاملہ اور ہر بُرائی سے پاک ہے۔ خدا ہی عبادت کے لائق ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ وہ کسی کا باپ۔ نہ ممکن کہ وہ یہود سے مار کھائے۔ نہ ممکن پتھروں میں حلول کرے۔ جورو نہیں رکھتا۔ جو بہکا لیجانے والے سے لڑائی کی اُسے حاجت ہو۔ کلّ شیء کا خالق ہے۔ ارواح اور ذرات عالم اور اُنکے خواص اور زمانہ وغیرہ سب اُسی کا بنایا ہُوا ہے۔ وہ پیدا کرنے میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔

دوم۔ تمام مقدسوں کی بے ادبی سے منع کیا۔ اور فرمایا۔

۲؎ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

سورۂ انعام۔ سیپارہ ۷۔

ا؎ تو کہہ ضرور حرام کیں میرے ربّ نے کھلی اور چھپی بے حیائیاں اور گناہ اور بغاوت ناحق۔ اور شرک جسپر کوئی دلیل نہیں۔ اور خدا پر لگانا بے علمی سے ۱۲

۲؎ اور تم لوگ بُرا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا۔ کہ وہ بُرا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھ ۱۲

سوم۔ کل دنیا میں منذرین کا آنا تسلیم فرمایا۔ اور انصاف سے مذاہب پر کلی انکار نہیں کیا بلکہ تمام انبیا اور رسل پر یقین کرنا۔ اور اُنپر ایمان لانا بنایا۔ اور فرمایا۔

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ[۱] ۔ سورہ فاطر۔ سیپارہ ۲۲۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ[۲] اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ سورۂ بقر سیپارہ ۱۔ رکوع ۱۔

چہارم۔ کسی نبی کی نسبت طعن نہیں کیا۔ انبیا کی تعلیم پر کہیں بھی نکتہ چینی نہیں کی بلکہ نصائح کو بدون طعن و تشنیع بیان کیا ہے۔ مطاعن بیان کرنے میں بالکل سکوت فرمایا۔ یہود اور عیسائیوں کو فرما سکتے تھے۔ تم کن لوگوں کے تابع ہو۔ لوط اور یعقوب۔ داؤد اور سلیمان۔ حسب کتب عہد عتیق کیسے تھے۔ بلکہ تمام بزرگان یہود۔ اور مسیح کی عظمت بیان کی۔ برائے نام بھی اُن کے مطاعن کا تذکرہ نہ فرمایا۔ بڑی مدح سرائیاں کیں۔ عیسائیوں آریوں یہودیوں کی عادت ہے۔ کسی کی مذہبی خوبیوں سے چشم پوشی کرکے اُسکے مطاعن بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

عیسائیوں کی مقدسہ کتب میں ایسے ایسے خطرناک حالات انبیا کے مندرج ہیں۔ جن کے پڑھنے سے اُن بزرگوں کے چال چلن پر حرف آتا ہے۔ اور پھر جب قائل کی حقارت ثابت ہوتی ہے تو اسکے کلمات کی عظمت خاک بھی نہیں رہتی۔ مقدس کتابوں میں اگر لکھا ہو۔ کہ فلاں شخص حسب عام رائے ہمعصروں کے شرابی اور کھاؤ اور بدکاروں کا دوست تھا۔ تو ایسے شخص کی تعلیم پر کیا توجہ ہوگی۔

پنجم۔ علم کی ترقی پر بڑی ترغیب دی۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا[۳] ۔ سورۂ فاطر۔ سیپارہ ۲۲ رکوع ۱۵

۱؎ کوئی بھی گروہ نہیں مگر اُن میں نذیر گذرے۔ (امۃ۔ معلّم خیر) ۱۲

۲؎ اور جو یقین کرتے ہیں۔ جو کچھ اُترا تجھ پر اور جو اُترا تجھ سے پہلے۔ اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں۔ اُنہوں نے پائی راہ اپنے رب کی۔ اور وُہی مراد کو پہنچے۔ ۱۲

۳؎ اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔ ۱۲

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ سورۂ مجادلہ سیپارہ ۲۸ [1]

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ سورۂ زمر ۔ سیپارہ ۲۳ [2]

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۔ سورۂ بنی اسرائیل ۔ سیپارہ ۱۵ ۔ [3]

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ سورۂ بقر ۔ سیپارہ ۱ ۔ رکوع ۸ [4]

تعلم علم اور تعلیم کی نسبت فرمایا

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا [5]
قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۔ سورۂ توبۃ ۔ سیپارہ ۱۱ ۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ سورۂ نحل سیپارہ ۱۴ ۔ [6]

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا [7]
تَكْتُمُوْنَهٗ ۔ سورۂ اٰل عمران ۔ سیپارہ ۴ ۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا ۔ سورۂ سجدہ فصلت سیپارہ ۲۴ [8]

---

[1] اللہ تم سے ایمان والوں اور علم والوں کے ہی درجات بڑھاتا ہے۔ ۱۲

[2] تو کہہ علم والے اور بے علم کیا برابر ہونگے ۔ نہیں ۱۲

[3] تو کہہ اے میرے رب مجھے علم میں ترقی دے ۱۲

[4] میں پناہ مانگتا ہوں اِس سے کہ ہو جاؤں جاہل ۱۲

[5] سو کیوں نہ نکلے ہر فرقے میں سے اُن کے ایک حصہ تا سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا خبر پہنچا دیں
جب پھر آویں اُن کی طرف شاید وہ بچتے رہیں ۱۲

[6] ذکر والوں سے پوچھ لو ۔ اگر تم نہیں جانتے ۱۲

[7] اور جب لیا اللہ نے پختہ اقرار کتاب والوں سے کہ اسکو بیان کروگے لوگوں کے پاس اور نہ چھپاؤگے ۱۲

[8] اُس سے اچھا کون ہے بولنے میں جس نے خدا کی طرف بُلایا ۔ اور اچھے عمل کیئے ۱۲

ششم۔ جمہوری سلطنت قائم کی رعایا کی آزادی کو دیکھو۔

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ[1]۔ سورۂ شوریٰ سیپارہ ۲۵

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[2]۔ سورۂ آل عمران۔ سیپارہ ۴ ۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ[3]۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۶ ۔

امن اور بغاوت کی بیخکنی کی ۔

إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ[4]۔ سورۂ اعراف۔ سیپارہ ۸ ۔

تمام نیکیوں کا مدار قیامت پر ایمان لانا تھا۔ قیامت کو کیسے کیسے دلائل سے ثابت کیا۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ توریت میں قیامت کا صاف صاف تذکرہ بھی نہیں اسیواسطے یہود کا ایک فرقہ بالکل منکر تھا۔ مسیح کو بدقت ثابت کرنا پڑا۔ الا قانون قدرت کے دلائل سے ثابت نہ کیا۔ بخلاف قرآن کے کہ اُس نے قیامت کا مسئلہ مبرہن کر دیا۔

موت۔ جو ایک ضروری اور ہر ایک فقیر و امیر کے لئے قدرتی اور لابدی ہے اسکے وقوع پر بایں خیال کہ مردے کے اجزا ہوا میں نہ پھیلیں۔ گہری زمین میں گاڑنا تجویز کیا۔ غسل دیکر سادے ایک یا تین کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کیا۔ اور مردے کیلئے کھڑے ہو کر دعا مانگنے کا حکم دیا وِدّیا پرکاش میں لکھا ہے گلے کا گوشت پکانے سے ہوا میں ردّی اجزا پیدا ہو کر پھیلتے ہیں۔ اور ایک پرچے میں لکھا ہے۔ ہیضے والے کے کپڑے جلانا بُری بات ہے۔ اس سے ہوا میں ردّی اجزا پھیلتے ہیں۔ پھر مُردے کے جلانے کے فوائد جب بیان کرنے لگا۔ وہ پہلا مضمون

---

[1] اور ایمان والے وہ جنہوں نے حکم مانا اپنے رب کا۔ اور درست رکھی نماز اور انکی حکومت ہے مشورے سے آپس میں ۱۲

[2] اور مشورہ کر لیا کر اُن سے حکم میں ۱۲

[3] تمہارا ولی اللہ اور اُس کا رسول ہے ۱۲

[4] بیشک حرام کیا میرے رب نے بے حیا باتیں کھلی اور چھپی اور گناہ اور بغاوت ۱۲

بھول گیا۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔

مرنے کے بعد بھی نا امید نہیں کیا۔ دیکھو مقالات ابوالحسن الاشعری اور مسند احمد میں اسود ابن سریع اور ابوہریرہؓ کے احادیث جن میں برزخ اور میدان محشر میں شرعی احکام اور ان کی تکالیف کا حکم ہے۔ اور دیکھو شرح منازل ابن قیم میں ہے۔

وَمَنْ[1] طَعَنَ فِی هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ بِاَنَّ الْاٰخِرَةَ دَارُ جَزَآءٍ لَا دَارُ تَکْلِیْفٍ فَهٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ مُخَالِفَةٌ لِلْعَقْلِ فَهُوَ جَاهِلٌ فَاِنَّمَا التَّکْلِیْفُ اَنْ یَّنْقَطِعَ بِدُخُوْلِ دَارِ الْقَرَارِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔

پھر الٰہی رحمت کی نسبت اسلام میں آیا۔

کَتَبَ[2] رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ وَرَحْمَتُهٗ سَبَقَتْ غَضَبَهٗ۔

غرض اسلام نے توحید۔ صبر اور شکر۔ خوف اور باری تعالیٰ سے امید اور رضا اور زہد اور عبادت۔ تقویٰ۔ قناعت۔ سخاوت۔ احسان۔ حسن ظن۔ حسن خلق۔ حسن معاشرت۔ صدق۔ اخلاص۔ عفت۔ شجاعت۔ علم و عمل اور تمام بھلائیوں کے کرنے کی تاکید فرمائی۔

شرک اور غل اور کینہ اور حسد۔ تکبر۔ حب الثنا۔ ریا۔ غضب۔ عداوت۔ بغض۔ طمع۔ بخل فخر۔ لایعنی میں خوض۔ عیاشی اور سستی۔ حرامخوری۔ بیحیائی۔ قلت رحمت۔ مکر۔ دغا۔ خیانت چغلی۔ جہل۔ جبن اور ہر ایک برائی سے ممانعت کر دی۔

طعن کیا گیا ہے مسلمانوں میں کسل اور سستی۔ حرامخوری۔ عیاشی۔ فضولخرچی۔ غرور پر۔ یہ صرف اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ پر سنو۔ یہ آیات کن لوگوں کی مقدس کتاب میں ہیں۔

---

[1] اور جس نے ان احادیث میں طعنہ کیا کہ آخرت دار جزا ہے نہ دار تکلیف۔ پس یہ احادیث عقل کے خلاف ہیں وہ جاہل ہے۔ کیونکہ تکلیف جنت اور نار میں پہنچنے پر موقوف ہوگی۔ ۱۲

[2] یعنی لازم کر لیا تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو اور رحمت اسکی غالب ہے اسکے غضب پر۔ ۱۲

۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۳ ۔

۲ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۲ ۔

۳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ سورۂ بقر سیپارہ ۲ ۔

۴ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۔ سورہ مائدہ پارہ ۔

۵ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵ ۔

۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ سورۂ مائدہ ۔ سیپارہ ۷ ۔

عیاشی سو یہانتک نفرت دلائی کہ بدکار عورتوں اور کسبیوں سے نکاح کے بارے میں کہا۔

۷ اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ سورۂ نور سیپارہ ۱۸ ۔

---

۱ اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی سے اور اُسے جو ہم نے نکالیں تمہارے لئے زمین سے ۱۲

۲ اے ایمان والو کھاؤ ہمارے رزق سے ستھرے اور اللہ کا شکر کرو۔ اگر تم اُس کی عبادت کرتے ہو۔ ۱۲

۳ اے ایمان والو مت کھاؤ آپس میں مال ناحق اور نہ پہنچاؤ اُن کو حاکموں تک کہ کھاجاؤ کاٹ کر لوگوں کے مال سے مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہے۔ ۱۲

۴ اور کھاؤ اُس میں سے جو دیا تم کو خدا نے حلال اور ستھرا اور خدا سے ڈرو جس پر تمہارا یقین ہے۔ ۱۲

۵ زنا کے نزدیک بھی مت جاؤ بے شک یہ بے حیائی ہے اور بُری راہ ۔ ۱۲

۶ اے ایمان والو شراب اور جوا اور بُت اور فالیں۔ گندی باتیں شیطانی کام ہیں پس بچو۔ تاکہ نجات پاؤ۔

۷ بدکار مرد نہیں بیاہتا مگر عورت بدکار یا شرک والی۔ اور بدکار عورت کو بیاہ نہیں لیتا مگر بدکار مرد یا شرک والا۔ اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پہ ۱۲

اسراف اور حق تلفی اور غرور کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا - اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵۔ رکوع ۴

مسائل ذات وصفات باریتعالیٰ اور توبہ اور اذکار اور حشر ونشر کہانتک لکھوں۔ تعلیم قرآنی کو چند آیات کی تحریر پر ختم کرتا ہوں۔ دیکھو آخر سورۂ فرقان۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

---

۵۱ اور دے رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو اور اسراف مت کر اسراف والے شیطان کے بھائی ہیں ۱۲

۵۲ اور مت چل زمین پر اتراتا۔ تو پھاڑ نہ ڈالیگا زمین کو اور نہ پہنچیگا پہاڑوں تک لمبا ہو کر۔ یہ جتنی باتیں ہیں۔ ان میں سب سے بری چیز ہے تیرے رب کی بیزاری ۱۲

۵۳ اور بندے رحمٰن کے وہ جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کریں ان سے بے سمجھ لوگ کہیں صاحب سلامت ۱۲

۵۴ اور جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے میں کھڑے اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے دوزخ کا عذاب بیشک اس کا عذاب بڑی چٹی ہے وہ بری جگہ ہے ٹھہراؤ کی اور بری جگہ ہے رہنے کی ۱۲

۵۵ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اڑاویں اور نہ تنگی کریں اور ہو اسکے بیچ ایک سیدھی گذران ۱۲

۵۶ اور وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ اور معبود اور نہیں خون کرتے جان کا جو منع کی اللہ نے مگر جہاں چاہیئے۔ اور بدکاری نہیں اور جو کوئی کرے یہ کام بڑے گناہ سے دونا ہو اسکو عذاب دن قیامت کے اور پڑا رہے اسمیں ذلیل ۱۲

اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا۔

اسلامی دعائیں تو ایسی ہیں کہ اُن کا عشر عشیر بھی اور مذاہب میں نظر نہیں آتا۔ عجیب و غریب دُعا الحمد ہے۔ جسکی تفسیر براہین احمدیہ میں قابلِ دید ہے۔ میں اس بیان کو ایک مسنون دُعا پر ختم کرتا ہوں۔ ذرا اس میں تامل کیجئے۔ اور مسیح کی دُعا۔ متی ۶ باب ۹ کو دیکھئے۔

اَللّٰهُمَّ[1] اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔

رَبَّنَآ[2] اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ہادیٔ اسلام کے معجزات پر انکار کے لئے پادریوں اسلام کے مخالفوں نے ان چند باتوں سے استدلال کیا ہے۔

اوّل۔ خرقِ عادت یا فعل مافوق العادت کا لفظ جو معجزے کا مترادف ہے بلکہ خود معجزے کا لفظ بھی قرآن میں محمدؐ صاحب کے حق میں نہیں آیا۔

جواب۔ قرآن میں تو یہ الفاظ کسی نبی کے نشانات نبوت میں نہیں بولے گئے محمدؐ صاحب

---

[1] اے اللہ دے ہم کو اپنا ڈر جو روک ہو ہمارے اور گناہوں میں اور عبادت میں لگا جس سے ہم تیری جنت میں پہنچیں۔ اتنا یقین دے کہ دُنیا کے مصائب آسان ہوں۔ اے اللہ ہم کو کانوں اور آنکھوں اور قوت سے زندگی بھر نفع دے اور کر ہمارا غلبہ ظالموں پر اور ہماری حمایت کر حد سے نکلنے والے پر۔ ہم کو دین میں مصیبت نہ رہے۔ دُنیا کا زیادہ خیال نہ رہے۔ صرف دُنیا ہی علم کا پُورا نتیجہ نہ ہو۔ اور نہ کر غالب ہم پر وہ جو رحم نہ کرے ۱۲

[2] اے ہمارے رب دے ہم کو دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا آگ کے عذاب سے ۱۲

کیلئے کیسے بولے جاتے۔ مگر یاد رہے ان الفاظ کا نہ بولا جانا بھی ایک معجزہ اور خرق عادت بلکہ نشان نبوّت ہے۔ جسے آیت نبوّت بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ نہایت کمزور اور ناقص ہیں ان الفاظ کا استعمال اُن نشاناتِ نبوّت پر جو واقعی نشان تھے۔ عمدہ نہ تھا۔ اِس لئے ترک کیا۔ (سُبحان اللہ علمی ترقی میں جو الفاظ نکلے وہ ناقص اور قرآنی الفاظ کامل) کیونکہ خرق عادت کے معنی ہیں عادت کا خلاف۔ اور پھر حسب تسلیم یہود و نصاریٰ وغیرہ انبیاء اور رسولوں کیساتھ جب ہمیشہ ایسے امور کا ظہور ہوتا ہے۔ تو یہ امور عادت میں داخل ہوگئے۔ یہ عجائبات سنّت اللہ میں شامل ہوگئے۔ تبدیلِ سُنّت اللہ یا خلاف عادۃ اللہ نہ ہوئے۔ پس ایسے عجیبہ اُمور یا نشانات کو خرق عادت کہنا کیسا غلط ہوا۔ اگر معجزے کے بھی یہی معنی ہیں تو اسکا اطلاق بھی غلط ٹھہرا۔ اور اگر حسب لغت اسکے معنی عاجز کر دینے والے کے لئے جاویں تو بھی یہ لفظ کمزور رہی۔ دیکھو یہودانِ یروشلم اور پلاطس سے بقول اناجیل اربعہ ایسا فعل سرزد ہوُا۔ جس نے مسیح اور انکے تلامذہ کو عاجز کر دیا۔ پس کیا یہود دشمنان مسیح اور پلاطس اصحاب معجزات کہلاکر نبی بن جائیں گے۔

علاوہ بریں توریت استثنا ۱۳ باب ۱-۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف معجزہ مثبتِ نبوّت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جھُوٹے انبیا بھی معجزات دکھاسکتے ہیں۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک مومن عیسائی معجزات دِکھا سکتا ہے۔ پھر معجزہ نشانِ نبوت کیسے ہوگا۔ اسلئے معجزہ اور خرق عادت کا لفظ قرآن کیا حدیث صحیح اور اسلامی اعلیٰ طبقے کی کتابوں میں نہیں آیا۔ بلکہ بجائے اس کے آیت اور علامت کا لفظ آیا ہے۔ غور کرو (اگر تعلیم یافتہ نوجوانوں کے کہنے پر مان لیں) ترقّی کے زمانے میں جو لفظ نکلا وہ ناقص ہے۔ اور رسالت مآبؐ کا لفظ پُورا اور کامل ہے

پادری صاحبان! آنحضرت صلعم کی نسبت قرآن بلکہ صحیح حدیث اور صحابہ کے زبان پر بھی صدور معجزہ یا خرق عادت کا لفظ نہیں آیا۔ تو آپ یاد رکھیں کوئی نقص نہیں

ہؤا۔ علیٰ ثبوت کمال ہے۔

دوم۔ دلیل انکار معجزات پر قرآن میں آیا ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔

مَیں پوچھتا ہوں الآیات عربی لفظ ہے۔ دو کلموں سے بنا ہے ایک اَل اور دُوسرا آیات ہے جو آیت کی جمع ہے۔ اَل کے معنے عربی میں کبھی خاص کے آتے ہیں اور کبھی کُل کے معنی دیتا ہے۔ اگر لفظ اَل کے خاص معنے لیئے جاویں تو آیت کا مطلب اور معنے یہ ہونگے۔

ہمیں ان خاص نشانیوں کے بھیجنے سے (جنہیں مُنکر لوگ طلب کرتے ہیں) کوئی امر مانع نہیں ہؤا۔ مگر یہ کہ ان نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا۔

اس کے بعد کی آیت بھی ان معنوں کی تاکید کرتی ہے۔ جس کا مطلب ہے ثمود کی قوم نے ایک نشان مانگا پھر اُنہوں نے تکذیب کی۔ اور اس نشان پر ظلم کیا۔

اس قسم کے نشانات کی نفی صرف آنحضرت صلعم ہی کے وقت نہیں ہوئی۔ بلکہ غور کرو۔ مرقس ۸ باب ۱۱-۱۲۔ فریسیوں نے مسیح کے نشانات طلب کیئے۔ اُس نے آہ کھینچ کے کہا۔ اِس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اِس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جاوے گا۔

اور جس نشان دکھلانے کا وعدہ ہوتا ہے وہ بھی اب تک ظلمت میں ہے۔ اور لوقا ۲۳ باب ۸ میں ہے۔ ہیرودیس کو بڑی خواہش تھی۔ کچھ مسیحی معجزے دیکھے۔ باوجود اصرار مسیحؑ اسکے سامنے بولے بھی نہیں۔ آخر اُس نے ناچیز ٹھہرایا۔

غور کیجئے ذرا انصاف سے سُنیئے۔ انجیل میں لکھا ہے۔ اگر کسی میں رائی برابر بھی ایمان ہو تو پہاڑوں کو کہے یہاں سے وہاں چلے جاؤ۔ تو وہ چلے جاوینگے۔ بیماروں کو ہاتھ رکھ کر چنگا کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷-۱۸۔ عیسائی انصاف سے کہیں تمام دُنیا میں کوئی عیسائی مومن ہے۔ یا سب کے سب کافر ہیں۔ اگر کوئی ہے تو اپنے ایمان کو

مرقس ۱۶ باب ۱۷-۱۸ پر رکھ کر دیکھے۔ اگر کہے کہ اسوقت معجزات کی ضرورت نہیں تو ہم کہتے ہیں۔ ایسی ہی محمدؐ صاحب کے وقت بھی ضرورت نہ تھی۔

دوم۔ اگر اَلْ کے معنے جو الآیات میں ہے۔ کُل کے لئے جاویں تو یہ معنے ہونگے۔ ہمیں کُل معجزات بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہُوا۔ مگر اگلوں کا اُن معجزات کو جُھٹلانا یعنی جسقدر معجزات ہماری قدرت میں ہیں وہ سب کے سب ظاہر نہیں کیئے گئے۔

پادری صاحبان! اِس سے بالکلیہ معجزے کی نفی نہیں نکلی۔ اسکی مثال ایسی سمجھو۔ کوئی کہے میں نے کل مطالب بیان نہیں کیئے۔ اس کلام سے کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ قائل نے کوئی مطلب بھی بیان نہیں کیا۔

سوم۔ دلیل انکار معجزات یا آیات نبوّت پر۔

آیات نبوّت یا معجزات صرف احادیث میں ہیں اور احادیث دُوسری صدی کے بعد لکھے گئے۔ قابل اعتبار نہیں ہوسکتے۔

جواب۔ آیات صرف حدیث میں نہیں بلکہ وہ آجتک قانُون قدرت میں موجود ہیں قرآن میں اُنکا بیان مفصل آچکا۔ اور اگر حدیث میں ہی ہوتیں تو حدیثیں جناب رسالتمآبؐ کے وقت لکھی جاتی تھیں۔ اِس جواب میں مَیں نے تین دعوے کیئے ہیں۔

اوّل تیسرے دعوے کا ثبوت سنو۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ میں ہے۔ اور صفحہ ۱۶۵ میں۔ ایک شخص نے جناب علیؓ مرتضیٰ رسالتمآبؐ کے خلیفہ سے پُوچھا۔ آپکے پاس قرآن کے سوا کچھ اور وحی کی باتیں بھی ہیں۔ تو آپنے فرمایا۔ ہاں میرے پاس اس کاغذ میں چند احکام رسول کریمؐ کے لکھوائے ہوئے جن میں جرمانوں کے حکم اور قیدی کے چھوڑانے کے متعلّق چند حکم وغیرہ ہیں۔

۲۔ کتاب الزکوٰۃ بخاری میں دیکھو جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ و ۱۹۰۔ ابوبکرؓ رسالتمآبؐ کے جانشین نے جو زکوٰۃ کے احکام لکھدیئے وہ سب رسولِ خدا کے لکھوائے ہوئے یا بتائے ہوئے تھے۔

۳۔ بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱ میں ہے۔ عبداللہؓ (صحابی) بن عمرؓ (خلیفہ) ہمیشہ حدیثوں کو لکھ

رکھتے تھے۔

آپؐ نے حج میں خطبہ (لکچر) پڑھا۔ یہ آپؐ کے آخری حج میں واقع ہوُا۔
پھر اس بڑے لمبے چوڑے خطبے کو جب رسالتمآب تمام کرچکے تو ابوشاہ نام صحابی نے عرض کیا۔ یارسُول اللہ یہ خطبہ مجھے لکھوا دیجئے۔ آپؐ نے حکم دیا۔ ابوشاہ کو لکھدو۔

غرض اس طرح کی کئی ایک شہادتیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ حدیثیں مختلف طور پر لکھی جاتی تھیں۔ علاوہ بریں قومی روایات جو باوجود اختلاف شدید مشترک ہوں اور ایک دوسرے کی تصدیق قوی ثابت کرتی ہوں۔ اناجیل کے ثبوتوں سے صحیح احادیث کا ثبوت کچھ کم نہیں۔ یاد رہے بخاریؔ اور مسلمؔ کی بڑائی صرف بخاریؔ اور مسلمؔ کہنے سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی کتابیں کتب سابقہ اور کتب زمانۂ بخاریؔ اور مسلمؔ اور کتب محققین بعد زمانۂ بخاری اور مسلم کے ساتھ موازنہ کی گئیں۔ اور بعد موازنہ ان کو ترجیح حاصل ہوئی۔ کسی حدیث کا اعتبار صرف ایک راوی کے کہنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ مختلف رُوات کی روایت سے کہ کوئی ان میں سے عراق کا رہنے والا اور کوئی شام کا اور کوئی حجاز کا۔ کوئی مصر کا اور باوجود اسقدر دُوری کے اُن کے الفاظ متقارب اور انکی حدیثیں متحد المعنیٰ ہوں۔ تعجب آتا ہے۔ دو صحیح حدیثیں ایک درجہ کی باہم متخالف اور متعارض نہیں ہوتیں۔ اور یہ کیسا بڑا ثبوت علم حدیث کی سچائی کا ہے۔

پادری اِس بات پر ہمیشہ زور دیتے ہیں۔ حدیث دیکھنے والوں کی تحریر نہیں۔ صاحبو۔ تاریخی امور کا ثبوت اسپر موقوف نہیں کہ دیکھنے والا کسی تحریر میں اپنا معائنہ بیان کرے۔ بلکہ معتبر کے رُوبرو بیان کرنا کافی ہے۔ اگر کسی تحریر میں اس کا اقرار پایا گیا۔ تو تحریر بھی جب ہی قابل اعتبار ہوسکتی ہے کہ کسی کے رُوبرو اُسکا زبانی اقرار موجود ہو کہ یہ میری تحریر ہے۔ پھر وہ تحریر بھی ہر طرح سے محفوظ رہے۔ بہرحال زبانی اقرار پر مدار رہا۔ فقط تحریر سے کام نہ چلا۔ اور حدیثوں میں دونوں طرح کا ثبوت موجود ہے۔ تحریری بھی اور زبانی بھی۔ اسی واسطے محدثین صرف کتابوں کو دیکھکر روایت کرنے والے کا اعتبار نہ کرتے تھے۔

آپؐ کے دلائلِ نبوت اور علاماتِ رسالت جنکو قرآن کریم نے آیات اور برہان کر کے تعبیر فرمایا ہے۔ قانونِ قدرت میں مشہود اور قرآن میں موجود ہیں۔ اگر ان دلائل کو معجزہ کہیں جس کے معنی ہیں غیر کو عاجز کر دینے والا یا خرق عادت کہیں تو بالکل بجا ہے۔

پہلا معجزہ

اوّل آنحضرت صلعم کے وقت دُنیا کی تاریخ پر نظر کرو۔ جس ملک میں آپ پیدا ہوئے وہ کیسا تھا۔ عامہ عرب کسی مذہب کے پابند نہیں۔ کوئی کتاب نہیں رکھتے۔ کوئی پتھروں کی پوجا کرتا ہے۔ کوئی درختوں کی۔ کوئی سیّاروں کی۔ کوئی بھوت اور پریت کی۔ جزا اور سزا کے مُنکر ہیں۔ سیاست و تمدّن کو نہیں جانتے۔ چوری، قمار بازی، باہمی جنگ اور بُغض اور عناد۔ جہالت۔ فخر اور کبر اُنکے صفات ہیں۔ اور شاعریت پر کمال کا مدار ہے۔ عرب کی مشرق میں ایک طرف ہندوستان ہے۔ جس میں توہمات کی گھٹا ایسی چھائی ہے کہ مرد کی شرمگاہ جسے لنگ کہتے ہیں اور عورت کی شرمگاہ جسے بھگ کہتے ہیں۔ بے طعن پوجی جاتی ہے۔ منتر، فال وغیرہ توہمات کا سمندر موج مار رہا ہے۔ دوسری طرف ایران ہے۔ جس میں آگ کی پرستش۔ سیّاروں کی معبودیّت۔ نور و ظلمت دو۲ خداؤں کی سلطنت پر اعتقاد ہے۔ شمال و مغرب اور عین وسط میں کچھ عیسائی پوپ کے بندے رومن کیتھولک وغیرہ پروٹسٹنٹ مذہب کے علاوہ (اس مذہب کا بانی لوتھر ہے) مریم اور مسیح کے پوجاری۔ اور اُن میں پوپ صاحب بہشت بانٹنے والے اور تمام عیسائی خاکسار بندے ابن مریم کو خدا ماننے والے جن کے حق میں قرآن فرماتا ہے۔ لَا يَتَّخِذُ[۱] بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ۔ اور کچھ یہود بعل اور مولک اور عستارات کے پوجاری۔ اور ایسے سخت بے ایمان جو عرب کے سخت بُت پرستوں کو کہتے ہیں۔

أَلَمْ[۲] تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا۔ سیپارہ ۵۔ رکوع ۵۔

[۱] نہ پکڑیں بعض ہمارے بعض کو ربّ سوائے اللہ کے ۱۲

[۲] تو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں بتوں اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کو یہ زیادہ پائے ہیں مسلمانوں سے راہ ۱۲

دُنیا کی ایسی حالت میں ایک بے ساز و سامان بے فوج و ملک توحید کا واعظ کھڑا ہو گیا۔
اور دعویٰ کیا کہ مُجھے خُدا نے بھیجا اور حکم دیا ہے۔ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۔[1] اُس نے تمام
رسُومات باطلہ پر یک قلم خطِ نسخ کھینچنا چاہا۔ تمام رئیس اور امیر غریب اور فقیر اس واعظ کے
جانی دشمن ہو گئے۔ سُبحان اللہ کیسا مخالف اُٹھا۔ اپنی قوم کو جاہل اور انکے زمانے کو جاہلیت کا
زمانہ کہتا ہے۔ قوم کا ایسا مخالف نہیں۔ جیسے ایک شخص مُصلح قوم کہتا ہے۔ یہ مت سمجھو میں نبیوں کی
کتابیں منسُوخ کرنے آیا۔ اور ایک کہتا ہے وید ایسے ہیں کہ تمام علوم اور فنون کا مخزن ہیں۔ پھر اپنی
اُمیدیں خاک میں لے گیا۔ تمام ملک اور تمام اہلِ شہر مارنے کے درپے ہیں اور یہ کہتا جاتا ہے۔
[2] یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ
ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ
وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ سُورۂ صف۔ سیپارہ ۲۸۔ رکوع ۹۔
[3] سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ سورہ قمر۔ سیپارہ ۲۷۔ رکوع ۱۰۔
اور پھر ایسا کامیاب ہوا۔ ایسا کامیاب ہوا کہ اپنے سامنے اُسکو یہ سُورۃ پہنچ گئی۔
[4] اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔
جس قوم میں اُٹھا اُس قوم میں ایک بھی نہ رہا جو اُسکے آخری ایام میں مخالف ہوتا۔ اپنے
ارادوں میں پُورا کامیاب ہو گیا۔ اور کامیابی دیکھ اپنی ڈیوٹی کو پُورا کرکے رفیق اعلیٰ سے جاملا۔

---

[1] کھڑا ہو کر ڈر سنا۔ اور اپنے رب کی بڑائی کر ۱۲

[2] چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے مُنہ سے اور اللہ کو پُوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں مُنکر۔ وُہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سُوجھ لیکر اور سچا دین کہ اُس کو غالب کرے اُوپر تمام دینوں کے اور پڑے بُرا مانیں مُشرک ۱۲

[3] اب شکست کھاوے گا میں اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر ۱۲

[4] جب پہنچ چکی اللہ کی مدد اور فیصلہ اور تُو نے دیکھے لوگ پیٹھتے اللہ کے دین میں فوج فوج ۱۲

بتائیے۔ یہ معجزہ ابتک نظر میں آتا ہے یا نہیں۔ اگر یہ خرق عادت نہیں تو اُس کی نظیر دکھائیے۔ اور معجزہ بمعنی عاجز کنندہ نہیں تو اُسکے ہم شہر اور ہم قوم دشمنوں کا نام ونشان ڈھونڈیئے عیسائی مذہب کا رب اور انکا خدا کیا نظیر ہو سکتا ہے۔ جو بقول عیسائیوں کے قوم سے پٹا مارا گیا۔ اُس کی مخالف اُس کی قوم اب تک موجود ہے۔ موسیٰ کب نظیر ہو سکتا ہے جس نے خود بھی وہ ملک نہ دیکھا جس کی اُمید پہ مصر سے قوم کو لے چلا۔

وید کے متبع کیا دکھائیں گے۔ جن کے مقدس مکان دُوسروں کے قبضوں میں نظر آتے ہیں۔ جن کی الہامی دُعائیں خدا کی بنائیں رہیں ہمیشہ اُلٹی پڑیں۔

زرتشتی کیا نظیر دکھائینگے۔ جن کو اپنے ملک میں سر رکھنے کی جگہ نہیں ملی۔

دوسرا معجزہ

دوسری آیتِ نبوت یا دُوسرا معجزہ اور خرق عادت جو محسوس اور مشہود ہے۔ آپکی حیات میں آپؐ کا اپنے ملک پر پُورا تسلط اور اپنی قوم پر پُوری حکومت۔ جو نہ آپکے پہلے کبھی ایسی کامیابی کسی مُدعی نبوّت کو ہوئی اور نہ آپؐ کے بعد۔ حضور علیہ السّلام کیسے آزادی بخش اپنی قوم کے ہوئے کہ آپؐ کا شہر آجتک غیروں کی غلامی سے آزاد ہو گیا۔ سلطان ٹرکی جو برائے نام وہاں کے بادشہ ہیں۔ خادم الحرمین کا لقب رکھتے ہیں۔

اس موقع پہ وید کی الہامی دُعائیں اور انکی کوششیں جو وید کے مومن ہیں۔ اور عیسائیوں کے مخلص منجی کی جانفشانی۔ اور موسیٰ کے بڑے معجزات اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کے ساتھ خدائی وعدے کنعان کی ابدی وراثت کی بابت۔ اور پارسیوں کے الہامی ہادیوں کی دعائیں فراموش کرنے کے قابل نہیں۔ قومی آزادی کے قدردان قوم کے مصلحین کے قربان انصاف کریں۔ ہادئی عرب کمزوری کی حالت میں کیا کر گئے۔ جَآءَ الْحَقُّ[1] وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ سُورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲۔ رکوع ۱۲۔

---

[1] آیا دین سچا۔ اور جھوٹ کو نہ پہلا۔ اور نہ دوسرا ۱۲

[۱]اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا۔ سورۂ مزمّل۔ پارہ ۲۹۔

اور آرام کا وعدہ۔

[۲]وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ۔ سورۂ نور۔ سیپارہ ۱۸۔ رکوع ۱۲۔

پھر اپنے وعدے کو سچ کر دکھاتا ہے۔

مدعی نبوت سے ایسی کامیابی بے نظیر اور خرق عادت نہیں تو اور کیا ہے۔

تیسرا معجزہ یا خرق عادت۔ بلکہ آیت نبوّت۔

[۳]اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ سورۂ حجر۔ سیپارہ ۱۴۔ رکوع ۱۔

کس طرح قرآن کی حفاظت ہوئی۔ دُنیا میں کوئی مذہب دکھاؤ۔ جس کی کتاب اپنے ہادی کی زبان میں بعینہٖ اس طرح شہرت پذیر ہو۔ تراجم کا اعتبار نہیں۔ تراجم مترجمین کے خیالات ہیں۔ انجیل کی تو ایسی حفاظت ہوئی۔ کہ الامان۔ انجیل کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ آجتک پتہ نہیں لگتا مسیح کی اصل کتاب عبری تھی یا یونانی۔ پھر اُنکا کلام بالکل حواریوں کے کلام سے مخلوط ہے ممتاز نہیں۔ وید کی حالت شب و روز آنکھ کے سامنے ہے۔ حاجتِ بیان نہیں۔ پھر علی العموم تلاوت سے محروم ہیں۔ اگر دُنیا بنصرتِ الٰہی کسی مذہبی کتاب کی حافظ و ناصر ہے تو قرآن کریم

---

[۱] ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا۔ جیسے بھیجا فرعون پاس رسول۔ پس کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا۔ پھر پکڑی ہم نے اُس کو پکڑ وبال کی ۱۲

[۲] وعدہ دیا اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں نیک کام البتہ پیچھے اُن کو حاکم کرے گا۔ ۱۲
پادری ٹھاکر داس کو اِس آیت میں مِنْکُمْ کا لفظ یاد نہیں رہا۔ اور نہ وہ سمجھے کہ الارض معرفہ معرف باللام ہے۔ یعنی ارض موعود اور مقدس مکے و عرب و کنعان کی زمین۔ دیکھو اس کا رسالہ بے کرامت ۱۲

[۳] ہم نے آپ اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ۱۲

اوّل نمبر پر ہے۔

قرآنی معجزے یا خرق عادت۔ بلکہ آیات نبوت۔ یعنی وہ آیات جن کا ذکر قرآن میں ہی۔

اوّل[1]۔ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا۔ فَاتَّقُوا النَّارَ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۱۔ رکوع ۳۔

قُلْ[2] لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵

ایک اُمّی (بلکہ فرض کرو اہل کتاب کا بقول نصاریٰ شاگرد) یہ دعویٰ کرے اور کوئی مخالف تکذیب نہ کرسکے۔ معجزہ نہیں تو کیا ہے۔

ہم نے مانا کہ ہومر۔ ملٹن۔ شکسپیر۔ بالمیک۔ حافظ وغیرہ بے نظیر کلام کہہ گئے۔ مگر کیا انھوں نے ایسا دعویٰ کیا۔ اگر دعویٰ کے بعد اور ایسے زبردست دعویٰ کے بعد امتحان میں کامیاب نکلتے۔ تو اُن کا کلام بے ریب ممتنع النظیر اور معجز سمجھا جاتا۔

عام لوگ عربی دان تو اس بے نظیری پر علماً یقین کرسکتے ہیں۔ اور جاہل اسطرح کہ وہ جانتے ہیں۔ تیرہ سو برس گذر چکے یہ دعویٰ اپنی راستی پر بدستور محکم ہی۔ حضرت رسالتمآب نے قرآن کریم کے بے نظیر ہونے کا بارہا ذکر فرمایا۔ مکّے میں سورۂ یونس اور سورۂ ہود اور سورۂ طور میں پھر مدینے میں اس دعوے کا اعادہ کیا۔ سورۂ بقر میں۔ منصفو! ذرا احدیث کی عربی اور قرآن کی عربی غور کرو۔ صاف معلوم ہوتا ہی کہ محمد صاحب بھی اسکے مثل سے عاجز ہیں۔ آپ کے کامل درجے کے عقیل ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ بھلا منصفو۔ غور کرو۔ ایک دانا جسکو دنیا میں اپنی

---

[1] اگر تم شک میں ہو اُس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر پس لے آؤ ایک سورت اُس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا اگر سچے ہو۔ پس اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرسکوگے تو بچو آگ سے ۱۲

[2] کہہ اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اسپر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاوینگے ایسا قرآن اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک ۱۲۔

تصدیق مقصود ہے۔ اپنی ابتدائی حالت میں بدوں یقین کامل ایسے دعوے کی جرأت ہو سکتی ہے۔ جو آیت مذکورہ یعنی لئن اجتمعت الخ میں کیا گیا ہے۔

دوسرا معجزہ یا خرق عادت بلکہ آیت نبوت بدر کی لڑائی ہے۔

دوسرا معجزہ

یاد رہے اس جنگ میں چھوٹے سے گروہ کا بڑے گروہ پر فتحیاب ہونا معجزہ اور خرق عادت یا بُرہان نبوت نہیں۔ بلکہ یہ جنگ اسلئے آیت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کفّار کی شکست اور اُن پر آپ کی مخالفت سے وبال آنے کی خبر دی تھی اور کہہ دیا تھا۔ مخالفو! تمہاری فنا کا ابتدائی زمانہ سال بھر کے بعد شروع ہونے والا ہے۔ جب مَیں مکّے سے چلا جاؤنگا۔ اسکے ایک سال بعد تمپر ہلاکت آویگی۔ اور یہی خبر سابقہ کتب مقدسہ میں درج تھی۔ پس یہ جنگ سابقہ کتب کی تصدیق تھی۔ اور اس جنگ میں فتحیابی کے باعث آنحضرت صلعم مصدّقِ کتب مقدسہ ہوئے۔ اِسی واسطے قرآن جنگ بدر کو آیت کہتا ہے۔ جہاں لکھتا ہے۔

[1] قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا۔

[2] وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلَافَكَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ سورہ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵ - رکوع ۸ -

جب کفّار نے پُوچھا۔ اچھا کب ہم پہ ہلاکت شروع ہوگی۔ تو آپنے بلکہ آپکے خدانے فرمایا۔

[3] قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ۔ سورہ سبا پارہ ۲۲

یوم کا لفظ اگر بدوں صبح اور مسا کے ہو تو نبوت میں ایک برس کا بھی ہوتا ہے -

اندرونہ بیبل صفحہ ۵۹ و ۱۳۳ -

---

[1] بیشک تمہارے لئے نشان تھا۔ دو گروہوں کی بھیڑیں (بدر کی لڑائی)۔

[2] یقیناً یہ لوگ (اہلِ مکّہ) تجھے (محمد صلعم) اِس زمین مکّے سے نکال ڈالنے والے ہیں۔ مگر تیرے بعد یہ لوگ بھی تھوڑی ہی دیر بعد رہیں گے ۱۲

[3] تو کہہ تمہارے واسطے ایک سال کی میعاد ہے۔ اِس سے ایک ساعت اِدھر اُدھر نہ کر سکوگے ۱۲

کتب سابقہ میں اس کا ذکر۔ یسعیانبی۔ رسالتمآب کی ہجرت اور دشمنوں کے تعاقب
کا ذکر کرکے عرب کی بابت الہامی کلام میں کہتا ہے۔
خداوند نے مجھکو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار
کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے
یسعیا ۲۱ باب ۱۶-۱۷ میں نے زیادہ تفصیل پیشین گوئیوں میں کی ہے۔ غور کرو جنگ بدر کیسی
آیت اور کیسا معجزہ ہے۔ قیدار عرب میں کون ہیں۔ کیا قریش ہی نہیں۔ کیا بدر میں ان کے
بہادر لوگ گھٹ نہ گئے۔

تیسرا معجزہ

تیسرا معجزہ جو قرآن سے ثابت ہے۔ اس معجزے کے بیان سے پہلے یہ چند باتیں
نامناسب نہ ہونگی۔ گو تبعًا ان کا ذکر بارہا ہو چکا ہے۔

یادداشت

یادداشت۔ کتاب اللہ (قرآن) اور سنت رسول اللہ (حدیث) میں بجائے لفظ معجزہ
اور خرق عادت کے جو نہایت کمزور اور ناقص تھے۔ آیت اور برہان کا لفظ مستعمل ہوا ہے
جو دلائل اثبات نبوت اور علامت رسالت کے واسطے جامع اور محیط ہونے کے علاوہ ہر زمانے
کے موافق اور ہر ایک عقل صحیح کے مناسب ہے۔ فطرت اور قانون کے نزدیک صحیح ہے۔ دیکھو
آیت کا استعمال معجزات میں اگر لیا جاوے۔

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى[1]
سیپارہ ۱۹ - رکوع ۱۶ -
اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ[2]
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ سیپارہ ۳ - رکوع ۱۳ -

[1] ادخل اپنا ہاتھ اپنی جیب میں نکلیگا سفید نہ برا یہ نشان اور ہے۔۱۲
[2] بیشک میں لایا تمہارے پاس تمہارے رب سے نشانی بیشک میں بناتا تمہارے لئے مٹی سے
جانور کی شکل پس پھونکتا اس میں پس وہ ہو جاتا جانور اللہ کے حکم سے۔۱۲

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَنْ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ۔ سیپارہ ۳ رکوع ۱۲ [1]
اور برہان کا لفظ معجزات یا آیات کے معنے میں۔ دیکھو قرآن موسیٰ کے عصا اور ید بیضا کو
جو عیسائیوں اور یہودیوں میں مسلّم معجزہ ہے برہان کہتا ہے۔
فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ۔ سیپارہ ۲۰۔ رکوع ۷۔ [2]
اور آنحضرت صلعم کی گرامی ذات کو بھی بُرہان (معجزہ یا خرق عادت) فرمایا جہاں کہا۔
يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ [3]
یہود اور نصاریٰ نے کہا۔ ہم لوگ بھی بہشت میں جائینگے۔ تو اُنکو قرآن کہتا ہے۔
قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ پارہ ۱۔ رکوع ۱۳۔ [4]
معجزہ کے معنی غیر کو عاجز کر دینے والے کا محاورہ قرآن میں۔
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ پارہ ۸ رکوع ۳۔ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ سیپارہ ۲۴ رکوع ۲۔ [5]
مطلق عاجز کر دینا چونکہ نشان نبوت نہ تھا جیسے بارہا ذکر کیا۔ رسالتمآبؐ کے اثباتِ نبوت
میں قرآن نے یہ ناقص لفظ ترک کر کے آیت اور آیات اور برہان کا لفظ استعمال فرمایا۔ اور
خرق عادت کا لفظ چونکہ بالکل غیر صحیح تھا اسلئے اُسے صاف ترک کر دیا۔
انصاف سے دیکھو ایسے لفظوں سے بچ رہنا ہی اعجاز ہے یا نہیں۔ اَن پڑھ وہ لفظ
بولے جو شبہات سے پاک ہوں اور پڑھے ناقص لفظ سُبحان اللہ عیسائی اور تمام تاریخی مذاہب کے
پابند علی العموم مانتے ہیں کہ معجزات ہمیشہ ہوتے رہے۔ بھلا جو چیز ہمیشہ ہوتی رہے وہ خرق
عادت ہو سکتی ہے۔ یا وہ تبدیل سنّت اور تحویل عادۃ اللہ ہوگی۔

---

[1] اُس نے (زکریا) کہا میرے رب بنا میرے لئے نشانی کہا تیرے لئے نشانی ہو کہ تو بات نہ کریگا لوگوں سے ۱۲
[2] پس یہ دونوں (عصا اور ید بیضا) دو برہان ہیں تیرے رب سے ۱۲
[3] اے لوگو بے ریب آئی تمہارے پاس بُرہان تمہارے رب سے اور اُتارا تمہاری طرف نور ظاہر ۱۲
[4] کہہ لاؤ دلیل اپنی اگر تم سچے ہو ۱۲
[5] یعنی نہ تم عاجز ہو اور نہ وہ عاجز ہیں ۱۲

بعد اس تمہید کے سورۂ شعرا کی چند آیتوں پر غور کرو۔ یہ تیسرا معجزہ نہ ہوگا بلکہ کئی معجزات ہونگے۔ یہ سورۂ شعرا مکے میں اتری۔ جب کہ آپ بالکل اکیلے تھے۔ کچھ لوگ جو ایمان لائے تھے۔ وہ بھی حبشے کو ہجرت کر گئے تھے۔

منکروں کو آپ فرماتے ہیں۔ تم میری تکذیب کرتے ہو۔ اسکا وبال دیکھوگے۔ تمہاری حالت زمین کے پودوں کی طرح ہوگی۔ جو آج ہے۔ اور کچھ مدت کے بعد فنا ہوگا۔

لے فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ۔ پارہ ۱۹ - رکوع ۵ -

پھر موسیٰ کا قصہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ فرعون مخالفت کے سبب سزایاب ہوا۔ اور موسیٰ بچ رہا۔

لے وَأَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ۔ سیپارہ ۱۹ - رکوع ۸ -

پھر ابراہیمؑ اور انکی کامیابی اور انکے دشمنوں کی تباہی کا ذکر کیا۔ اور کہا۔

سے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ۔ پارہ ۱۹۔ رکوع ۹۔

پھر نوحؑ اور انکے ہمراہیوں کی نجات اور انکی مخالف قوم کی ہلاکت کا ذکر کرکے فرمایا۔

سے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ۔ پارہ ۱۹۔ رکوع ۵ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴

لے سو جھٹلا چکے۔ اب پہنچیگی ان پر حقیقت اس بات کی جس پر ٹھٹھے کرتے تھے۔ کیا نہیں دیکھتے زمین کو کتنی اگائیں اس میں ہم نے ہر بھانت بھانت چیزیں اس میں البتہ نشان ہے اور وہ بہت لوگ نہیں ماننے۔ ۱۲

لے اور بچا دیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اسکے ساتھ سارے پھر ڈبا دیا ان دوسروں کو البتہ اس میں ایک نشانی ہے اور نہیں وہ بہت لوگ ماننے والے۔ ۱۲

سے البتہ اس میں ایک نشانی ہے اور وہ بہت لوگ نہیں ماننے والے۔ ۱۲

پھر عاد اور اُن کے دشمنوں کی ہلاکت کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد یہ کہا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً[1] - پارہ ۱۹ - رکوع ۱۱ -

پھر ثمود کی نجات اور اُن کے دشمنوں کی ہلاکت کا ذکر کر کے کہا -

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً[2] - سیپارہ ۱۹ - رکوع ۱۲ -

پھر لوط کا ذکر اور اُنکے مخالفوں کی تباہی کا حال بیان کر کے کہا - اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً -

پھر شعیبؑ کی کامیابی کا بیان ہے اور آخر کہا کہ شعیبؑ کے مخالف ہلاک ہوں گے - اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً - یعنی البتہ اس میں ایک نشانی ہے -

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ[3] - سیپارہ ۱۹ رکوع ۱۳ -

ایسا ہی کفّار نے جناب رسالتمآبؐ کو بھی کہا - اور سزا پائی -

یہ باتیں رُوح الحق اور رُوح القدس سے کہیں - قرآن نے آیات اور معجزات کے بعد کہا -

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ[4] - پارہ ۱۹ - رکوع ۱۵

یوسفؑ کا تذکرہ بھی سورۂ یوسفؑ میں ہے - اور کئی ایک آیات اور معجزات کا اشارہ ہے - جیسے فرمایا -

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ[5] - پارہ ۱۲ - رکوع ۱۲ -

یوسفؑ کے بھائیوں نے جس طرح کا سلوک کیا - اُسی طرح اہلِ مکّہ نے آپؐ کو نکالا - آخر شدید قحط میں آپکے پاس دعا کے لئے آئے -

---

[1] پھر اُس کو جھٹلانے لگے تو ہم نے اُن کو کھپا دیا - اِس بات میں البتہ نشانی ہے - ۱۲

[2] پس لے لیا اُن کو عذاب نے - اِس بات میں البتہ نشانی ہے - ۱۲

[3] بولے اگر نہ چھوڑے گا تو اے لوطؑ تو تو نکالا جاوے گا - ۱۲

[4] لے اُترا ہے اُس کو فرشتہ معتبر تیرے دِل پر کہ تو ہو ڈر سُنانے والا - ۱۲

[5] البتہ ہیں یوسفؑ اور اُس کے بھائیوں کے مذکور میں نشانیاں پوچھنے والوں کو - ۱۲

يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ[1]۔ سورۂ دخان پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۴۔

اس آیت کے شانِ نزول میں لکھا ہے۔ مکے میں جب قحط نہایت سخت پڑا۔ ابوسفیان آپ کے پاس آئے اور کہا۔ تو صلۂ رحمی کا حکم کرتا ہے اور دیکھ تیرے باعث ہم کیسے وبال میں ہیں۔ تو دُعا کر۔ آپؐ نے دُعا کی۔ جناب یوسفؑ نے تو فرعونی خزانے سے غلّہ دیا تھا۔ آپؐ نے الٰہی خزانے سے دیا۔ بخاری سورۂ دخان۔

اسی واسطے سورۂ یوسف کی ابتدا میں فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ۔ اس سورۂ شعرا اور سورۂ یوسف میں گویا رسول خدا بتاتے ہیں۔ تم مجھے کیسے ہی تکالیف دو۔ آخر تم مانند مخالفین انبیائے سلف کے اپنی جھوٹی دُنیا کی حمایت میں ہرگز کامیاب نہ ہوگے۔ کفّار کی تباہی میرے سامنے ہو جائے گی۔ اور چونکہ آپؐ موسیٰؑ کے مثیل تھے۔ اسی واسطے یہ کہا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا[2]۔ سیپارہ ۲۹۔ سورۂ مزمل۔ رکوع ۱۳

موسیٰؑ کی پیشین گوئی سنو۔ شاید یہ پیشینگوئی بشارات میں نہیں لکھی یا اس طرح نہ ہوگی۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُسکے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کے لیئے تھی۔ استثنا ۳۳ باب ۲۔

تعجب ہے ماجوج کی عقل پر کیا پتھر پڑے۔ اس بشارت میں دس ہزار قدوسیوں کا ذکر ہے۔ اور بخاری مطبوعہ مصر و ہند میں لکھا ہی۔ جب محمدؐ رسول اللہ مکۂ معظمہ میں تشریف لائے فاران کے پہاڑ سے ٹھیک دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ دیکھو یہ بشارت

---

[1] جس دن لاوے آسمان دھواں صریح ۱۲

[2] ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا۔ پس پکڑی ہم نے اُس کو پکڑ وبال کی ۱۲

کیسی صادق آئی۔ دیکھو بخاری مطبوعۂ مصر نصف ثانی صفحہ ۵۰ و مطبوعۂ ہند صفحہ ۶۱۳

میں اپنے ایمان اور وجدان سے حلفاً کہتا ہوں۔ مجھے یہ بشارت دہریوں کیواسطے بھی کافی نظر آتی ہو۔ اگر انصاف کریں۔ اِس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اکثر اُن انبیا کا ذکر کیا۔ جنکو اہلِ مکّہ جانتے تھے۔ یہ اشارہ تھا۔ کہ گویا آپ مختلف شرائع انبیا کے جامع ہیں۔ آپکی ذات گرامی کل اُن عمدہ صفات کی جامع ہو۔ جو فرداً فرداً اور انبیا میں پائی گئی ہیں۔

آپ کا حلم ایسا تھا کہ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے بدلہ نہ لیا۔

شجاعت ایسی کہ توحید الٰہی کے واسطے اپنے ملک اور قوم میں شرک کا نام نہ چھوڑا اور تمام دُنیا کو ہوشیار اور خبردار کر دیا۔ عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ نکلے۔ پوپ سے انکار ہوا۔ آریہ بھی کہہ اُٹھے۔ وید شرک سے پاک اور شرک کا مخالف ہے۔

آپ کا کرم ایسا کہ کسی سائل کو بشرطیکہ اُس کا سوال خلاف تعظیم الٰہی نہ ہو کبھی محروم نہ کیا۔ آپ کی دُنیا سے بے رغبتی ایسی کہ مرنے کے دن تک باوجود اعلیٰ درجے کی حکومت کے آپ کی زرہ چند دانہ جَو پر رہن تھی۔

آپ کی شیرین کلامی ایسی کہ کسی دشمن کے حق میں ثقیل لفظ نہ بولے۔ کسی ہادی اور مصلح پر نکتہ چینی نہ کی۔

آپ صاحب تدابیر ایسے کہ آپ کی تدابیر صائب کے سامنے تمام دُنیا کے اعداء کی تدبیریں بیکار ہوگئیں۔

آپ کا دلربا چال چلن ایسا جس میں بلحاظ احادیث صحیحہ اور تاریخ کے حرف گیری کا موقع نہیں۔ آپکا توکّل ایسا کہ تمام اہلِ مکّہ مخالف ہیں اور پھر ذرا حزن و ملال نہیں۔ کسی صحیح حدیث میں نہیں اور یقیناً نہیں کہ اتنی بڑی عداوتِ عرب اور حالتِ غربت میں آپ اکثر محزون رہتے ہوں۔ ابوبکرؓ یارِ غار آپکے ہجرت فرمانے سے گھبرائے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔

لَا تَحْزَنْ[1] اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ سورۂ ہود۔ سیپارہ ۱۰۔ رکوع ۱۲۔

[1] ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ۱۲

آپؐ کی صداقت وہ کہ صدیقؓ مرید ہوگئے۔ آپ کے صحابہ میں ایک بھی نہیں گذرا جسنے کبھی کسی حدیث کے بیان میں جھوٹ کہا ہے۔ اور بڑی صداقت بڑی صداقت نہایت بڑی صداقت میرے وجدان کے مطابق علم حدیث کی صداقت اور محمدؐ صاحب کی صداقت پر یہ دلیل ہے کہ دو حدیثیں صحیح ایک مرتبے کی اور دو آیتیں اور احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ باہم متعارض نہیں۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ اگر آپ جھوٹ بولتے یا آپکے صحابہ کو جھوٹ کی عادت ہوتی۔ ضرور انکی اس بات میں جو رسالتمآبؐ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ سخت تعارض ہوتا۔

یاد رہے باہم متعارض اور موضوع احادیث کی برائی اور غلطی اور انکا کذب اس جہت سے ہوتا ہے کہ صحابہ سے نیچے کے راوی کذب بولتے ہیں۔ متعارض اور موضوع احادیث ان نیچے کے راویوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر مرفوع حدیث کا سلسلہ عمدہ وسائط سے صحابہ تک پہنچ جاوے تو پھر تعارض نہیں رہتا۔ اگر کہیں کوئی تعارض دکھلائے تو ہم ذمہ وار ہیں۔

متحد المعنی احادیث صحیحہ کے الفاظ دیکھو تو متقارب ہیں۔ روایات دیکھو تو ایکدوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔

لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ سیپارہ ۵ رکوع ۸۔

یعنی اگر قرآن یا یہ دین خدا سے نہ ہوتا۔ تو البتہ اُس میں اختلاف ہوتا اور بہت اختلاف ہوتا۔ حالانکہ اس میں ذرا بھی اختلاف نہیں۔ تیس برس دُکھ اور سُکھ کی مختلف اوقات میں باتیں کیں۔ مختلف احکام دئے۔ سُبحان اللہ پھر سب کے سب باہم موافق۔ قرآن آیات کو اِسی واسطے متشابہات اور متشابہ کہتا ہو کہ ایک آیت دوسرے کی مصدّق اور مثل ہے۔ مَیں دعویٰ کرتا ہوں۔ کوئی شخص دو حدیث صحیح ایک مرتبے کی میرے سامنے لاوے میں اُسے تطبیق کرکے دکھائے دیتا ہوں۔

آپ کو اپنی صداقت پر ایسا یقین تھا کہ کبھی جنبش ظہور میں نہ آئی۔

انبیا اور صلحا کے نیک ارادوں میں ہمیشہ شیطان اور شریر القا کرتے ہیں۔ مگر الٰہی نصرت شیطانی القا کو ہمیشہ باطل کر دکھاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے آیات کو استحکام بخشتا ہے۔ حضور کا استقلال تمام دنیا سے مخفی نہیں۔ جس کام کو اٹھایا اور جس امر کا ارادہ کیا۔ اسکی تکمیل سامنے دیکھ لی۔ تب دنیا سے چلے۔ جب سن لیا۔

اَلْیَوْمَ[۱] اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ اور ندائے الٰہی آگئی۔ اب تم اپنا کام کر چکے آؤ۔

اِذَا[۲] جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ ۔ سورۂ نصر ۔ سیپارہ ۳۰ ۔

میرا قلم صفات کے بیان سے رکنا نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں۔ معذور ہوں۔ اب مختصراً میں ایک اور نظر آپکی تعلیم پر کرتا ہوں۔ جیسے آپ تمام انبیاء کے عمدہ صفات کے جامع ہیں۔ ویسی ہی آپ کی حکیمانہ پاک تعلیم تمام دنیا کی عمدہ تعلیموں اور مشترک ضرورتوں کی حاوی ہے۔ اسی واسطے قرآن کی صفت ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ[۳] اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ ۔ سورۂ مائدہ ۔ سیپارہ ۶ ۔ رکوع ۱۱ ۔

اسلام نے کوئی عمدہ تعلیم اور پسندیدہ بات نہیں جس کا حکم نہ دیا ہو اور کوئی بری اور ناپسند بات نہیں جس کی ممانعت نہ کی ہو۔ بارہا سوال ہوا۔ اسلام کو ہماری معاشرت اور دنیوی امور میں دخل ہے یا نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ اسلام ہمارے ان امور میں جنکا تعلق ہماری عام حالت

---

۱ آج میں پورا دے چکا تمکو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام ۱۲

۲ جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو نے دیکھے لوگ پیٹھتے اللہ کے دین میں فوج فوج اب تسبیح کر اور بول اپنے رب کی خوبیاں ۱۲ ۳ اور تجھ پر ہم نے اتاری کتاب تحقیق سچا کرتی اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل ۱۲

صحت اور مرض سے ہے راحت بخش مقنن ہے۔ یہ صحت یا مرض رُوحانی ہو یا جسمانی۔ ہاں ایسے اُمور میں جو خاص مُلک یا خاص آب و ہوا یا اور خاص اسباب مختص الزمان یا مختص المکان کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ اسلام آزادی بخش مذہب ہے۔

توحید کا وہ بیان کہ ہادی اپنی عبودیت کا اقرار ایمان کا لازمی جزو قرار دے۔ کوئی انکار کرسکتا ہے کہ کتب سابقہ کے ان الفاظ نے۔ اسرائیل میرا پلوٹھا ہے۔ میرا اکلوتا بیٹا۔ موسیٰ خدا سا وغیرہ وغیرہ۔ اور سجدے کی عام رسم نے توحید الوہیت میں نقصان نہیں پہنچایا۔

ویدوں میں اگر صاف صاف حکم ہوتا کہ سورج اور چاند اور عنصری آگ اور دیوں کو سجدہ اور عبادت نہ کرو۔ تو یہ جھگڑا جواز یا عدم جواز بُت پرستی کا آریہ ورت میں کیوں پڑتا۔

اخلاق وہ کہ کسی نبی پر کوئی اعتراض نہیں۔ سب کا ماننا سب کا ادب اسلام میں ضرور ہوا۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا[1] وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[2] (سورۂ انعام پارہ ۷۔ رکوع ۱۹) سے بڑھ کر کون حکم ہے۔ جو اخلاق کا مصدر بن سکے۔ تعجب آتا ہے الزامی طور پر بھی قرآن عیوب کا اشارہ نہیں کرتا۔

آپ نے کوئی حکم ایسا نہیں فرمایا جس میں آج ہم کو کہنا پڑے کہ کاش اسلام میں یہ حکم نہ ہوتا۔ کسی ایسی چیز سے منع نہیں فرمایا۔ جس میں آج ہمیں یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ کاش اسلامیوں کو منع نہ فرماتے۔

تمام عمدہ اور سُتھری چیزوں کی اجازت ہے۔ کُل بُری اور خبیث اشیاء سے ممانعت ہے۔ نہایت پسندیدہ صفات میں عدل تھا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ[3]۔ فرماکر تاکید کی۔ اور ظلم سے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ[4]۔ کہکر سخت ممانعت کی (شرک بڑا ظلم

---

[1] کہو لوگوں کو اچھا ۱۲ [2] اور تم لوگ بُرا نہ کہو اُن لوگوں کو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا۔ ۱۲

[3] تحقیق اللہ حکم دیتا ہے عدل کا ۱۲ [4] آگاہ ہو لعنت اللہ کی ظالموں پر ہے ۱۲

اور عدل کی ضد ہے) صدق میں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ[1] کہا۔ اور کذب کے حق میں لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ[2] فرمایا منشاء صفات کاملہ علم ہے اُس کیلئے قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا[3] آیا۔ منشاء شرور جہل ہے۔ اُسے اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ[4] کہکر ہٹایا۔ احسان کی ترغیب اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ[5] سے ظاہر ہے۔ اور مد مقابل کی برائی۔ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الۡاَرۡضِ لِیُفۡسِدَ فِیۡہَا وَیُہۡلِکَ الۡحَرۡثَ وَ النَّسۡلَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡفَسَادَ[6]۔ سے عیاں۔ معاد اور قیامت کا اعتقاد جو ہر خوبی اور نیکی اور دلی محبت و سلوک کا سرچشمہ اور تمام خوشیوں اور اُمیدوں کی غایت ہے ایسے دلائل قویہ قانون قدرت سے مستحکم کئے ہیں کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔

ہاں علوم میں جادو ٹونے۔ نجوم کا عملی حصہ وغیرہ مرویات سے وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا الشَّیٰطِیۡنُ عَلٰی مُلۡکِ سُلَیۡمٰنَ[7]۔ فرما کر منع کیا۔

تمام اُمت کو کس امر کی تاکید کی۔ اُمت کو کیا کام سپرد کیا۔

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ[8]۔ سورۂ اٰل عمران۔ پارہ ۴۔ رکوع ۴۔

[1] اے مومنو ڈرو اللہ سے اور ہو تم ساتھ سچوں کے ۱۲ [2] لعنت اللہ کی اوپر جھوٹوں کے ۱۲

[3] کہہ تو اے رب زیادہ کر مجھکو علم ۱۲ [4] میں نصیحت کرتا ہوں تجھکو یہ کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں سے ۱۲

[5] تحقیق رحمت اللہ کی قریب ہے نیکی کرنے والوں سے ۱۲

[6] اور جب پیٹھ پھیرے دوڑتا پھرے ملک میں کہ اُس میں ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ خوش نہیں رکھتا فساد کرنا ۱۲

[7] اور پیچھے لگے ہیں اُس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلطنت میں سلیمان کی ۱۲

[8] تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو پیدا ہوئی ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے ہو ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر ۱۲

[illegible] ۔ بخاری ۱۲ منہ

اسلام کی خوبی کیا بتائی۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ[۱]۔ دیکھیے!
ایمان کا مدار اسپر رکھا۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ[۲]۔
ایسے ملک میں جو سراسر جہالت ہو۔ اور کوئی کتاب اُس ملک میں نہ ہو۔ ایسی سیرت اور تعلیم کا آدمی جس کی تمام تعلیم قوائے فطری اور قانون قدرت کے موافق ہو۔ جس میں تمام رُوحانی ضرورتیں موجود ہوں۔ اگر معجزہ اور خرق عادت نہیں تو نظیر دو۔
مجھسے ایکبار گنیش داس نام سکھ نے کہا۔ سکھوں کا مذہب تمام مذاہب سے بے عیب ہے۔ کیونکہ اُس میں بجز توحید اور حمد باریتعالےٰ کے کسی امر سے سروکار نہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ بتائیے ماں بہن کے نکاح میں سکھی مذہب والا آزاد ہی۔ یا اس قسم کے مسائل میں آریوں۔ ہندوؤں۔ مسلمانوں کا محتاج۔ بتقدیر اوّل آپ نمونہ دکھائیے۔ بتقدیر ثانی سکھوں کا مذہب کامل نہیں۔ اور عام اور مشترکہ ضرورتوں میں کافی نہیں۔
احادیث میں جسقدر معجزات اور آیات نبوت اور علامات رسالت اور دلائل کمالات نبویہ کا ذکر ہے۔ پادری اور مخالف گروہ اُن پر اتنا ہی اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث معتبر نہیں۔ مگر قومی روایات کے طور پر اُنکو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں رکھتے۔ اسلامی مختلف مذاہب میں بطور اشتراک وجود معجزات تواتر سے ثابت ہے۔ اور اگر تواتر حُجت نہیں تو عیسےٰ بن مریمؑ اور موسٰی نبی بنی اسرائیل کے نفس وجود سے انکار ممکن ہوگا۔ جو ایک سفسطہ ہے۔
قحط میں آپنے دُعا فرمائی اور معًا مینہہ برسا۔ بارہا تھوڑا پانی آپکی دُعا سے بہتوں کو کافی ہوُا۔ قیصر اور کسریٰ کی نسبت خبر دی کہ پھر قیصر و کسریٰ نہ ہوں گے۔ تیرہ ۱۳۰۰ سو برس ہوئے اُس کی تصدیق ہوتی ہی۔ قیصر ہند نہ تو مطلق قیصر ہے نہ قیصر ہند ہے۔ بلکہ قیصرۂ ہند ہی۔ حدیث صحیح میں آیا ہی۔ ہمیشہ میری اُمت میں ایک گروہ رہیگا جو حق پر غالب رہیگا۔ کوئی مخالف اُنکو

[۱] یعنی مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ اور غیر مقصود چیز کو چھوڑ دے ۱۲

[۲] یعنی کوئی تم میں مومن کامل نہیں ہوتا ہی یہانتک کہ دوست رکھے اپنے بھائی مسلمان کیواسطے وہ چیز جو اپنے نفس کیلئے دوست رکھے ۱۲

ضرور نہ دے سکیگا۔ اوّل تو ایسی پیشینگوئی کوئی صاحب مذہب اپنی مقدس کتاب میں بتائے۔ پھر اُس کی تصدیق کر دکھائے۔ مُردوں کو زندہ کرنا آپ کا عام کام تھا۔ سُنو قرآن کہتا ہے۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔

سُورۂ انفال۔ پارہ ۹ - رکوع ۱۹

مسیحی طرز کے کرشمے آپ کے اسقدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ اور پھر انجیلی ثبوت سے کہیں زیادہ ثبوت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہزاروں اولیائے کرام اور مشائخ عظام گذرے۔ جن کے کرامات اور خوارق عادات اُنکے مُریدوں نے اپنے چشم دید واقعات کر کے اُن بزرگوں کی زندگی میں لکھے ہیں۔ اگر پادری لوگ دو تین مچھوں باجگروں کی تحریر پر بایں خیال کہ اُنہوں نے چشم دیدہ واقعات کو مسیحؑ کے زمانے میں قلمبند کر لیا تھا۔ یقین کرتے ہیں۔ اور حدیث پر اس لئے اعتماد نہیں کرتے کہ وہ صحابہ کے زمانے میں قلمبند نہیں ہوئی۔ تو اسلامی اولیأ اور صلحاء کے کرامات اُن کے مُریدوں کے ہاتھ سے مشائخ اصحاب کرامت کے وقت کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ پھر انپر تو انکار کی کوئی وجہ پادری بیان نہیں کر سکینگے۔ اِن کرامات کو تسلیم کریں۔ اور چونکہ یہ سب کرامات محمدؐ رسُول اللہ کے اتباع سے حاصل ہُوئے ہیں۔ ان میں ان کا وجود بوجہ اتم ماننا پڑیگا۔ (اگر انصاف اور خدا کا ڈر ہو)

ایک پادری نے اِن دنوں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور معجزے کو مرادف کرامت خیال کر کے رسالت مآبؐ کو بے کرامت کہا ہے۔ صاحب کرامت کے معنی عزّت والے کے ہیں۔ اور محمدؐ صاحب ایسے معزز ہوئے جن کی عزّت کی نظیر تمام دُنیا میں نہ پاؤ گے۔ کیا کانٹوں کا تاج اُن کو پہنایا گیا۔ کیا اُنہوں نے طمانچے کھائے۔ کیا اُن کو سرکہ پلایا گیا کہ بے کرامت ہوئے۔ خیر ہم اُن کے بے کرامت رسالے کو انشاءاللہ تعالیٰ اچھی طرح ذلیل کرینگے۔

وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔

لے ایمان والو مانو حکم اللہ کا اور رسول کا جسوقت بُلاوے تم کو ایک کام پر جس میں تمہاری زندگی ہے ۱۲

تحقیق اجبار و اکراہ۔ عیسائیوں کا اعتراض

اکراہ اور جبر کے ذریعے سے غیر مذہب والوں کو محمدی بنانا اسلام کا خاصہ ہے۔

جواب۔ مخالف صاحبان یہ آپ کا محض افترا ہے۔ اسلیئے کہ محمدیوں میں مومن اور محمدی مسلمان بننے کے لئے یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ دل کے کمال خلوص سے باریتعالٰے کی توحید اور محمدؐ صاحب کی نبوت اور قیامت وغیرہ باتوں پر پورا پورا الیقین ہو اور ظاہر ہے کہ جبر سے اور زور سے دلی اعتقاد پیدا نہیں ہوتا۔ پس جبر سے محمدی مسلمان بنانا ممکن ہی نہیں۔ قرآن کی آیات ذیل پر غور کرو۔ صاف ظاہر کرتی ہیں کہ جبر و اکراہ سی محمدی مسلمان بنانا جائز نہیں۔

پہلی آیت سورۂ بقر میں موجود ہے اور یہ سورت مدینے میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں یہ عذر بھی آپ نہیں کر سکتے کہ یہ آیت مکے میں اُتری۔ جبکہ اہل اسلام کمزور تھے۔ اور جہاد کی آیتیں اُترنے کا آنحضرت صلعم نے دعویٰ نہیں کیا اور یہ وہ سورت ہے جس میں

قَاتِلُوا[1] فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ سورۂ بقرہ۔ سیپارہ ۲۔ رکوع ۲۴۔ کا حکم ہو چکا تھا۔ وہ آیت جس کا ذکر مجھے مطلوب ہے اور جس میں واضح ہی کہ جبر اور اکراہ اسلام میں جائز نہیں یہ ہے۔

لَا[2] إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ سورۂ بقر سیپارہ ۲۔ رکوع ۲۴

پادری صاحبان کیسے صاف طور سے قرآن نے اکراہ اور جبر کی نفی کی ہے۔

اب مَیں چاہتا ہوں کہ آپکو قرآن کی بہت سی ایسی آیتیں سُنادوں جو مکے اور مدینے میں اُتری ہیں اور اُن میں جبر و اکراہ سے دین میں لانے کا ابطال موجود ہے۔ جہاد کے مسئلے پر

---

[1] اللہ کے رستے میں انھیں لوگوں سی لڑو جو تم سی لڑتے ہیں اور حد سی بڑھ نہ جاؤ۔ کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔۱۲ [2] اسلام میں جبر نہیں ہے ہدایت اور گمراہی میں کھلا فرق ہوگیا ہے۔۱۲

آپکو ایک لمبا چوڑا مضمون علیحدہ سُنائیں گے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ سُورۂ حجرات۔ سیپارہ ۲۶۔ رکوع ۲۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ سُورۂ یونس سیپارہ ۱۱ رکوع ۱۵۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ سُورۂ نساء سیپارہ ۵۔ رکوع ۱۱۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ سُورۂ توبہ۔ پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۔

جن لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ اسلام تمام مذاہب میں ایسا سخت مذہب ہے کہ اپنے سوا دُنیا کے ہر ایک مذہب کا تلوار سے استیصال کرتا ہے۔ اور لڑائی اور زور سے دُوسرے مذاہب کو باطل کرنا چاہتا ہے۔

اِن لوگوں کی غلط فہمی آیات مذکورۃ الصدر سے بالکل ظاہر ہے اور اسلام اور صاحبِ اسلام اور اُسکے جانشینوں خلفائے راشدین کے اس چال و چلن سے صاف آشکارا ہے کہ اسلام میں صلح یا فتح کے بعد رعایا اور صلح سازوں کو خواہ مخواہ مسلمان نہیں کیا جاتا۔ کیا رسولِ خدا محمد مصطفٰے ؐ کے وقت خیبر کے باشندوں کو جو قسیُّ القلب یہود تھے۔ اپنے مذہب پر نہیں رکھا گیا۔ اور یہودانِ خیبر کے لئے صلح کے بعد یہودیت پر عملدرآمد کرنے میں کوئی روک

---

[1] اعراب نے کہا ہم ایمان لائے تُو کہہ کہ تم مومن نہیں ہوئے۔ لیکن بولو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دِلوں میں داخل نہیں ہوا۔ ۱۲ [2] کیا تُو (اے محمدؐ) لوگوں کو مومن بننے پر مجبور کرتا ہے (نہیں) ۱۲

[3] جو شخص رسول کی اطاعت کرے یقیناً اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جو پیٹھ پھیر دے (اُسکی خوشی) ہم نے تجھ کو اُن پر نگہبان نہیں بھیجا ہے۔ ۱۲ [4] اور اگر کوئی مُشرکین سے تیرے پاس پناہ چاہے اُسے پناہ دے کہ وہ خدا کا کلام سُن لے پھر اُس کو اُس کی امن کی جگہ پہنچا دے اِس لئے کہ وہ لوگ جانتے نہیں۔ ۱۲

ٹوک تھی۔ کیا بحرین والے عیسائیوں پر تشدد کیا گیا ہے۔ کہ تم عیسائی مذہب کو ترک کرو۔
کیا بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے یروشلم کے یہودیوں اور عیسائیوں کو
وہاں آباد ہونے نہیں دیا۔

ہاں ایک قسم کا ٹیکس ایسی رعایا سے لیا جاتا تھا۔ جسکو عربی زبان میں جزیہ کہتے ہیں اور
وہ ٹیکس بھی نہایت خفیف درجے کا ہوتا تھا۔ جس کا لگانا اُنھیں لوگوں کے امن اور چین کے
لئے ضروری تھا۔ مسلمانوں کی جانیں اور مال جس امن کے قائم رکھنے کیلئے خرچ ہوتے تھے۔
اُسی امن کے واسطے اسلام کے سوا دوسرے مذہب والوں سے چند پیسے لئے جاتے تھے۔

یادداشت۔ جزیہ قتل کا بچاؤ نہیں تھا۔ کیونکہ قتل کا بچاؤ امن صلح معاہدہ خالی عن الجزیہ
سے ہو سکتا تھا۔ جزیہ تو ماتحت رعایا سے لیا جاتا تھا۔ جنکی حفاظت کے ذمہ وار مسلمان ہوں۔
مسلمانوں سے سخت ٹیکس۔ سالانہ زکوٰۃ اور لڑائی کے وقت سامان جنگ لینے کا حکم۔ اور
مسلمانوں کے سوا اور مذاہب والے ان محاصل سے بری صرف ۲ر دو آنے دیکر آزاد ہو جاتے
تھے۔ لاکھ روپے کا مالدار مسلمان کم سے کم ڈھائی ہزار روپیہ زکوٰۃ دے اور کافر تین روپے کئی
آنے اتنی ہی ملکیت پر۔ پس جزیہ مسلمان بنانے پر رغبت نہیں دیتا۔ بلکہ دُنیا کی محبت والے کو
اسلام سے مانع ہے۔ (خلاصۂ تقریر سیّد)

ضروریات سلطنت اور امن کیلئے ہمیں ہندوستان کے ٹیکس اور محاصل جس وقت
دکھائی دیتے ہیں، اُس وقت پادری صاحبان کے اعتراض پر تعجب آتا ہے۔

اس زمانے میں برہما کی فتح کا خرچ غریب ہندوستان پر۔ اور اسکے خزائن اور دفائن
اور منافع تجارت اور معزز ترین نوکریوں کے فوائد اہل انگلستان کو حاصل ہیں۔

رہا بادشاہانِ اسلام کا چال چلن جو اُنھوں نے ملک گیری اور فتوحات میں دکھلایا۔ اُنمیں
بعض کے حد سے بڑھ جانے کا اسلام ذمہ وار نہیں ہو سکتا۔ اور اُن لوگوں کی رفتار اور کردار سے
اصولِ اسلام پر حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ انگلستان اور فرانس بلکہ یورپ کے بعض وحشی مزاج

سنگدل بادشاہوں کی بداطواری خاکسار عیسویت کو قابل ملامت ٹھہرا نہیں سکتی۔

بیشک اسلام اور اہل اسلام۔ بانیٔ اسلام اور اسکے جانشینان برحق یعنی خلفائے راشدین کے غزوات اور جہادات کے ذمہ وار ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مضمون جہاد میں ثابت کردیا جائیگا کہ وہ سب دفاعی تھے۔ یعنی خود حفاظتی پر اُن سب کی بنا تھی۔

آخر میں سر ولیم میور کا یہ فقرہ لکھنا نامناسب نہ ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں "گو شہر مکہ نے بطوع ورغبت آنحضرتؐ کی عظمت کو تسلیم کرلیا۔ مگر تو بھی تمام باشندوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکا شاید یہ منشا ہوگا کہ اہل مکہ کو مدینے کے طور پر چھوڑ دیا جاوے کہ رفتہ رفتہ خود بخود بلا اکراہ و اجبار اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے۔" (لائف آف محمدؐ از سر ولیم میور جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)

ہمیں کتب مغازی میں (خواہ کیسی ہی ناقابل وثوق کیوں نہ ہوں) کوئی ایک بھی ایسی مثال نظر نہیں آتی۔ کہ آنحضرتؐ نے کسی شخص کسی خاندان کسی قبیلے کو بزورِ شمشیر و اجبار مسلمان کیا ہو۔ سر ولیم میور صاحب کا فقرہ کیسا صاف صاف بتاتا ہے کہ شہر مدینے کے ہزاروں مسلمانوں میں سے کوئی ایک شخص بھی بزور و اکراہ اسلام میں داخل نہیں کیا گیا۔ اور مکے میں بھی آنحضرتؐ کا یہی رویہ اور سلوک رہا۔ بلکہ اُن سلاطین عظام (محمود غزنوی۔ سلطان صلاح الدین۔ اورنگ زیبؒ) کی محققانہ اور صحیح تواریخ میں کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ کسی شخص کو اُنہوں نے بالجبر مسلمان کیا ہو۔ ہاں ہم اُنکے وقت میں غیر قوموں کو بڑے بڑے عہدوں اور مناصب پر ممتاز و سرفراز پاتے ہیں۔ پس کیسا بڑا ثبوت ہے کہ اہلِ اسلام نے قطعِ نظر مقاصد ملکی کے اشاعتِ اسلام کیلئے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔

جہاد

آنحضرت صلعم کے دشمنوں اسلام کے مخالفوں نے اکثر یہ طعن کیا ہے کہ آپکا دین بزورِ شمشیر شائع ہوا ہے۔ اور تلوار ہی کے زور سے قائم رہا۔ جن مؤرخین عیسائیوں نے آنحضرت صلعم کا تذکرہ

ف۔ عالمگیری لڑائی اگر کسی ہندو راجہ سے ہوئی ہے تو اُسکی لڑائی تاناشاہ سے بھی ہوئی ہے جو سید تھا۔

یعنی لاالف لکھی ہو۔ آپ پر طعن کرنا انہوں نے اپنا شعار کرلیا ہو۔ اور اُنکے طعن کی وجہ فقط یہ معلوم ہوتی ہو کہ آپنے اپنے تئیں اور اپنے رفقا کو دشمنوں کے حملوں سے بچایا۔ یہ سچ ہے کہ بعض برگزیدگان خدا دُنیا میں وقتاً فوقتاً پیدا ہُوئے ہیں۔ اور سوءِ اتفاق اور گردش تقدیر سے خدا کی راہ میں اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش میں شہید ہوئے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہیں۔ جنہوں نے خلل دماغ کی وجہ سے اُس امر کا دعوےٰ کیا جس کی تکمیل اُن سے نہ ہوسکی۔ الغرض مخبوط بھی گذرے ہیں اور مجذوب بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی مجنونانہ حرکات کی سزا پائی۔ مگر اُس سے یہ کہاں لازم آتا ہو کہ مثلاً اگر حضرت مسیح مصلوب ہوئے یا مسیلمۂ کذاب اپنی کذابیت اور مجذوبیت کی سزا کو پہنچا تو معاذاللہ آنحضرت صلعم کو بھی اُن کی تقلید کرنا فرض تھا۔ اور بغیر اپنی رسالت کے اتمام و تکمیل کے شہید ہوجانا لازم تھا۔

قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی آزادی مذہبی اور مذہب والوں کو بخشی گئی جو سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ (سُورۂ بقرہ سیپارہ ۳) دین میں کوئی اجبار نہیں۔ یہ آیت کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ اسلام میں اور اہلِ مذاہب کو آزادی بخشنے اور اُن کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔

اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ[1]۔ سُورہ ممتحنہ پارہ ۲۸

یہ آیت کسی بے قابو مجذوب کا قول نہیں ہے۔ نہ کسی فلسفی کا خیال خام ہو۔ بلکہ یہ اُس شخص کا فرمودہ ہے۔ جو ایسی سلطنت کا بادشاہ تھا جو آتنی قدرت رکھتی تھی۔ اور جس کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے اُصول کو چاہتی نافذ کرسکتی تھی۔ اور فرقوں اور اشخاص نے دین میں بھی اور سیاستِ مدن میں بھی مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر اسکے عملدرآمد کی تاکید صرف اُس وقت تک کی ہے۔ جب تک وہ خود بے قابو اور کمزور رہے ہیں۔ لیکن شارع اسلام نے مذہبی آزادی کی ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اُس کو احکامِ شریعت میں داخل کردیا ہو۔ رسول اللہ صلعم

---

[1] احسان کرو تم اُن سے اور انصاف کرو طرف اُن کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنیوالوں کو ۱۲

نے بنی حارث اور بنی نجران کے بڑے اسقف اور اساقفہ کو اور اُنکے مُریدوں اور راہبوں کو بایں مضمون نامہ لکھا۔

کہ ہر چیز قلیل و کثیر جس حیثیت سے اب تمہارے کنائس اور خانقاہوں میں ہے۔ اُسی حیثیت سے وہ تمہارے پاس رہیگی۔ اور تم اُسے اُسی طرح کام میں لاؤ۔ جس طرح اب لاتے ہو۔ خود خداوندِ عالم اور اس کا رسول عہد کرتا ہے۔ کہ کوئی اسقف اعظم اپنی عملداری سے اور کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور کوئی اسقف اپنے عہدے سے برخاست نہ کیا جاویگا۔ اور انکی حکومت اور حقوق میں کچھ تغیر و تبدل نہ کیا جائیگا۔ اور نہ اُس بات میں کچھ تغیر کیا جاویگا جو اُن میں مرسوم و مروج ہو۔ اور جب تک وہ صلح و تدین کو اپنا شعار رکھیں گے۔ اُن پر کسی قسم کا جور نہیں کیا جاویگا۔ نہ وہ کسی پر جور و ظلم کرنے پائیں گے۔

جس زمانے میں آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اُس زمانے میں مختلف قوموں کے باہمی فرائض کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ جب مختلف قومیں یا قبیلے باہم لڑتے بھڑتے تھے، تو نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ضعیف آدمی تہہ تیغ بے دریغ کئے جاتے اور بے گناہ لونڈی غلام بنائے جاتے۔ اور قوم فاتح قوم مفتوح کے معبودوں یعنے بتوں کو لوٹ لیجاتی تھی۔ تیرہ سَو برس کے عرصے میں رومیوں نے ایک ایسا سلسلۂ قوانین اختراع کیا تھا۔ جو وسیع بھی تھا اور مضامین عالیہ سے مملو بھی تھا۔ مگر اُس اخلاق اور اُس انسانیت و مروت کو جو ایک قوم کو دوسری قوم سے کرنی چاہیئے۔ رُومی خاک بھی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فقط اِس غرض سے لڑائیاں لڑتے تھے۔ کہ گردونواح کی قوموں کو مغلوب و مقہور کریں۔ اُنکے نزدیک عہد و پیمان کا نقض کر دینا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ بلکہ مصالح وقت پر مبنی تھی۔

دین مسیحی کے جاری ہونے سے بھی اُن خیالات میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا۔ عیسائیوں کے زمانے میں بھی لڑائی میں وہی بے رحمیاں اور وہی قتل اور لوٹ مار ہوتی تھی۔ جو رومیوں کے عہد میں ہوتی تھی۔ اور فاتحین مفتوحین کو بلا تکلف لونڈی غلام بنا ڈالتے تھے۔ اور عہد و پیمان

کرکے پھر توڑ ڈالنا بے ایمان سرداران فوج کی رائے پر موقوف تھا۔

الغرض دینِ مسیحیؑ نے قومی اخلاق کا کچھ تصفیہ نہ کیا۔ اُس زمانے کے محققین مسیحی نے اس قومی اخلاق کے فقدان کو اپنے دین میں ایک نقص عظیم نہیں قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ نقص اس وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ کہ اُن کا دین ناقص اور ناتمام چھوڑ دیا گیا تھا۔

مذہب پروٹسٹنٹ نے جب فروغ پایا۔ تب بھی علمائے مسیحی کی مذہبی تعدی میں کچھ فرق نہ آیا۔ ہالم صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ" اس مہذب دین (پروٹسٹنٹ) کے مختلف شعبوں اور فرقوں سے اعظم معاصی یہ معصیت سرزد ہوئی۔ کہ بندگان خدا پر دین میں جبر و اکراہ کرتے ہیں۔ اور یہ گناہ ایسا ہے کہ ہر ایک ایماندار آدمی جتنی زیادہ کتب کی سیر کرتا ہے۔ اتنی ہی اُسکو اُن سے کدورت اور نفرت ہوتی جاتی ہے۔" الغرض عیسائیوں کے جدید فرقوں میں باہم یا کلیسائے روم سے اعتقادات مذہبی میں کیسا ہی اختلاف عظیم ہو۔ مگر اس باب خاص میں وہ سب متفق الرائے ہیں۔ کہ جو قومیں دین مسیحی کے دائرے سے باہر ہیں۔ اُن سے کوئی سلسلہ مواجب وحقوق مشترکہ کا قائم رکھنا یا کسی قسم کا فرض اُن کی نسبت بجالانا حرام مطلق ہے۔ برخلاف دین مسیحی کے یہ بات اسلام کی طینت میں داخل نہیں کہ اور اہلِ مذاہب سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ اور اس زمانہ جاہلیت میں جبکہ نصف دُنیا پر اخلاقی اور تمدنی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ نے وہ اصول تمام بنی آدم کی مساوات کے تعلیم فرمائے جنکی قدر اور مذہبوں میں بہت کم کیجاتی تھی۔ چنانچہ وہ لائق مؤرخ (ہالم صاحب) جس کا قول ہم نے پہلے نقل کیا ہے لکھتا ہے کہ" دین اسلام بندگانِ خدا پر عرض کیا گیا۔ مگر کبھی اُن سے جبرًا نہیں قبول کرایا گیا۔ اور جس شخص نے اس دین کو بطیبِ خاطر قبول کیا۔ اُس کو وہی حقوق بخشے گئے جو فاتح قوم کے تھے۔ اور اس دین نے مغلوب قوموں کو اُن شرائط سے بری کردیا جو ابتدائے خلقت عالم سے پیغمبر اسلام کے زمانے تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کیے تھے۔"

ہم اِس امر کا قطعی انکار کرتے ہیں کہ اسلام نے کبھی لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنا چاہا ہو۔ بلکہ اسلام نے فقط اپنی ذات کی حفاظت کے لئے تلوار پکڑی اور اسی غرض سے شمشیر بکف رہا۔ عیسائیوں کے نزدیک اختلاف مذہب ایک وجہ وجیہ جنگ وجدل کی تھی۔ جیسے قوم سیکشن و فرسین کو اور دیگر اقوام جرمنی کو شارلمین شاہ جرمنی نے قتل و قمع کیا۔

جس وقت سے صوبہ سیگز کو[1] اور صوبہ پرو میں لاکھاں بندگان خدا تہ تیغ کئے گئے جس زمانے سے فرقۂ الجنسنر فرانس میں مقتول و مذبوح ہوا۔ اور جس وقت سے اُن خونریز لڑائیوں میں جو تاریخ یورپ میں جنگہائے سی[30] سالہ کے نام سے مشہور ہیں، بڑی بڑی خونریزیاں ہوئیں۔ اُس وقت سے اُس زمانے تک جبکہ سکاٹ لینڈ میں پیروان مسلک کالون نے اور انگلینڈ میں تابعانِ دین لوتھر نے شدید ظلم و تعدی کی۔ ایک غیر منقطع سلسلۂ جبر و اکراہ اور تعصب و نفسانیت اور غلو بیجا کا امور دینی میں چلا آیا ہے۔ جو دین مسیحی کے لئے مخصوص ہے اور جس سے اسلام بحمد اللہ ہمیشہ بری رہا ہے۔

غزوات صلیبی میں ملاحظہ کیجئے مجاہدین عیسائی کا کردار مسلمانوں کے مقابل میں کیا رہا ایک معتبر مؤرخ لکھتا ہے کہ "جب خلیفہ ثانی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ۶۳۷ء میں بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ تو گھوڑے پر سوار سفرونیوس اسقف اعظم کے ساتھ بیت المقدس کی عمارات قدیم وغیرہ کی باتیں کرتے ہوئے شہر کے اندر چلے گئے۔ اور جب نماز ظہر کا وقت آیا۔ تو آپنے اُس کلیسائے بزرگ میں نماز پڑھنا پسند نہ کیا جہاں اُس وقت کھڑے تھے۔ بلکہ ایک اور کلیسا کے زینے پر فریضۂ نماز ظہر ادا کیا۔ اور اسقف اعظم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگر میں اس کلیسائے بزرگ کے اندر نماز پڑھتا۔ تو آیندہ مسلمان اُس معاہدے کے خلاف کرتے۔ جو ہم سے اور تم سے ہو گیا ہے اور یہ حیلہ کرتے کہ جب خلیفہ نے اس گرجا میں نماز پڑھی ہے تو پھر ہم کو کون مانع ہے۔ مگر جب مجاہدین عیسائی نے

[1] یہ دونوں صوبے جنوبی امریکہ کے ہیں۔ یہاں اہل ہسپانیہ نے لاکھہا آدمیوں کو صرف بوجہ اختلاف مذہب قتل کیا۔ ۱۲

بیت المقدس پر قبضہ پایا تو مسلمین کے اطفال خورد سال کو دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر اُنکے بھیجے پھاڑ ڈالے۔ اور جوانوں کو زندہ بھون بھون کر مارا اور بعضوں کے پیٹ چاک کر ڈالے کہ دیکھیں سونا تو نہیں نگل گئے ہیں۔

اور یہود کو اُنکے معابد میں بند کر کے زندہ جلا دیا۔ اور تقریباً ستر ہزار بندگانِ خدا کو تہ تیغ بے دریغ کیا۔ الغرض اسلام نے اپنے نفس کی حفاظت کیلئے تلوار پکڑی تھی مگر دینِ مسیحی نے اس غرض سے شمشیر زنی کی کہ آزادیٔ خیال اور آزادی اعتقاد کو صفحۂ روزگار سے مٹا دے۔ قسطنطین اعظم نے جب دینِ مسیحی قبول کر لیا تو یہ دین تمام ملک مغربی میں پھیل گیا۔ اور اُسوقت سے اِس دین کو کسی دشمن کا خوف باقی نہ رہا۔ مگر جس ساعت سے اس مذہب کو فروغ ہوا۔ اُسی ساعت سے اُسکی یہی خاصیت ظاہر ہونے لگی۔ یعنے اور ادیان سے نفرت و بیزاری کرنے لگا۔ اور جہاں جہاں دینِ مسیحی شائع ہوا۔ وہاں وہاں لوگوں کو اور کسی مذہب پر چلنا بے ایذا اُٹھائے غیر ممکن ہو گیا۔ برخلاف عیسائیوں کے اہل اسلام صرف صلح و عافیت کی ضمانت طلب کرتے تھے اور حفظ جان و مال اور مساوات کامل کے عوض میں کچھ برائے نام جزیہ مانگتے تھے"[1]

عیسائیوں نے اس مضمون کے (جہاد) خصوص میں نہایت نفرت انگیز تحریرات دُنیا میں پھیلائے ہیں۔ اور ناواقفانِ تاریخ اور سادہ دلوں کو دامِ تزویر میں پھنسانا چاہا ہے۔

اُنہوں نے انجیل کے ایک دو فقیرانہ فقروں کو قرآن کریم کی ملکی۔ تمدنی۔ اخلاقی اور عادت اللہ کے موافق تعلیمات سے مقابلہ کرنے میں نہایت بے رحمی سے بیش بہا وقت ضائع کیا ہے۔

اِس لیئے ضرور ہوا۔ کہ ہم غزوات محمدیہ لکھنے سے پہلے توریت شریف کے موافق ٹٹولیں کہ عادت الٰہی اس بارے میں کس طرح پر جاری ہی۔ اور باوجود رحیم و کریم ہونے کے ذرا سی اپنے قانون کی خلاف ورزی پر کیسی کیسی سزائیں مثلاً لعنت۔ وبا۔ بیماری قتل۔ حرق۔ غرق انسان پر نافذ

---

[1] اول سے یہانتک تنقید الکلام سے اقتباس کیا گیا ہے۔ مفصل دیکھنا ہو تو اصل کتاب ملاحظہ کرو ۱۲

کرتا ہے۔ یا بلفظِ دیگر قانون قدرت (لار آو نیچر) پر حملہ کرنے والوں اور احکام اللہ کے عاصیوں کے دفاع میں کیسے کیسے سخت جہاد کرتا ہے اور کرتا جائے گا۔

پھر توریت کے نبیوں کے جہادات پر سرسری نظر کر جائیں۔ اور پھر ذرا سی نگاہ اُس بے بس انجیلی معلّم کے مخفی انتقام آمیز فقرات پر کریں تاکہ مغرور نصاریٰ پر اُس مجبور خاکساری مگر خفیہ غضبناکی کی قلعی کھلجاوے۔

الٰہی انتقام

گناہ۔ عصیان۔ عدول حکمی۔ نقض قانون قدرت۔ حکام دنیوی کی بغاوت۔ یہ ایسے عوارض ہیں۔ جن کے باعث انسان قابلِ سزا ہو جاتا ہے۔

پیدائش ۳ باب۔ خدا نے آدم کو ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا۔ سانپ نے حوّا کو پھر حوّا نے آدم کو بہکایا۔ اسپر خدا نے سانپ کو ملعون کیا۔ عورت کو دردِ زہ میں مبتلا کیا۔ زمین کو بے قصور ملعون کیا۔ آدم کو آرام کی جگہ سے نکالدیا۔

جب نوحؑ کے وقت انسان کی بدی بڑھ گئی۔ تو خدا انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہُوا۔ پیدائس ۶ باب ۶۔

اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹا ڈالونگا۔ انسان کو اور حیوان کو بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندوں تک کیونکہ میں ان کے بنانے سے پچتاتا ہوں۔ پیدائش ۶ باب ۷۔

باب ۷ میں لکھا ہو کہ اُس نے غضب میں سب کو غرق کر دیا۔ پیدائش ۱۲ باب ۲۔ ابراہیم سے فرمایا جو تجھے برکت دیتے ہیں اُنھیں برکت دُونگا۔ اور جو تجھپر لعنت کرتے ہیں۔ اُن پر لعنت کروں گا۔

خروج باب ۷ تا ۱۰۔ یعقوب اور ابراہیم کے خدا نے فرعون کا دِل خود ہی سخت کیا۔ پھر مینڈکوں۔ جوؤں۔ لہو۔ پسوؤں۔ وبا۔ ژالہ باری۔ آگ۔ ٹڈی۔ اور اقسام اقسام کے عذابوں

میں مبتلا کرتے کرتے آخر غرق ہی کر کے چھوڑا۔

غرض تمام کتب مقدسہ ایسے مضامین سے بھری پڑی ہیں کہ فلاں قوم پر خداوند کا غضب نازل ہوا۔ فلاں ملک تباہ و برباد ہوا۔ نبیوں کی واویلا کی آوازیں ابھی توریت کی لپیٹوں میں گونج رہی ہیں۔ عموماً قانون قدرت کی خلاف درزی سے جو سزا اقوام دنیا نے پائی اور پا رہی ہیں اسپر ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ عیاں بات ہے۔ اور بچے اور پاگل اور کم عقل کوئی بھی اس سزا یابی سے مستثنےٰ نہیں۔

بنی اسرائیل خاندان مسیح کا قتل

پیدائش ۳۴ باب ۲۵۔ کس فریب اور دھوکے سے سکم اور حمور اور انکے شہر والے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ دیکھو اعداد ۳۱ باب ۷۔ اُنہوں نے مدیانوں سے لڑائی کی۔ جیسا خداوند نے موسیٰ سے فرمایا تھا۔ اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ آیت ۸ آدمی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو جو مدیانوں کے پانچ بادشاہ تھے۔ جان سے مارا۔ مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا۔ مواشی اور مال و اسباب کو لوٹا۔ شہروں اور قلعوں کو پھونک دیا۔ آیت ۱۵۔ موسیٰ اُنپر اسلئے غصے ہوا کہ عورتوں کو کیوں جیتا رکھا۔ یہ تو گناہ کا باعث ہیں۔ کل باب ملاحظہ ہو۔ اور ضرور۔

اعداد ۳۳۔ ۵۵ پر اگر تم زمین کے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کرو گے۔ تو یوں ہوگا۔ کہ جنہیں تم رہنے دو گے۔ تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے اور کانٹوں کے مانند تمہارے پہلوؤں میں چُبھیں گے۔ الخ

اعداد ۳۵ باب ۶ سے ۱۵ تک۔ ۴۸ شہر لاویوں کے لئے۔

استثنا ۳ باب ۴۔ اور ہمنے اُسی وقت اُسکے سب شہر لے لیے۔ وہاں ایک شہر بھی نہ رہا۔ جو ہمنے اُن سے نہ لے لیا۔ ساٹھ شہر۔ ارجوب کا سارا ملک۔ سارا باب دیکھ جاؤ۔

ایضاً ۲ باب ۲۴ - مردوں اور عورتوں اور بچوں کو حرم کیا۔
ایضاً ۱۲ باب ۲ سے ۴ تک - اُن کے بتوں کو توڑ ڈالیو۔ گھنے باغوں میں آگ لگائیو۔ اُن کے معبودوں کی گھڑی ہوئی مورتوں کو چکنا چور کیجیو۔
ایضاً ۲۰ باب ۱۰ و ۱۴ - جزیہ لینا۔ لوٹ مارنا اور خوبصورت عورتوں کا پسند کرنا۔
ایضاً، باب ۷ سے ۶ تک - جب خداوند تیرا خدا سات قوموں کو تیرے حوالے کرے انہیں ماریو۔ حرم کیجیو۔ اُن سے عہد نہ کریو۔ اُنپر رحم نہ کریو۔ وغیرہ وغیرہ۔
اعداد ۲۱ - ۱۶ و ۳۱ باب ملاحظہ کرو۔
یشوع ۵ باب ۱۴ - الٰہی فرشتہ یشوع کا لشکر ہو کر آیا۔ تب اُس یشوع نے تمام لوگوں کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا۔ کیا بیل کیا بھیڑ اور گدھا۔ سب کو ایک لخت ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔ یشوع ۶ باب ۲۱۔
ایضاً ۶ باب ۲۴ - سب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا اور روپا۔
ایضاً، باب ۵ - انبیائے بنی اسرائیل کا مارشل لا (جنگی قانون) دیکھو مجرم آدمیوں کا جلانا۔
ایضاً، باب ۲۵ و ۸ باب ۲۴ و ۸ باب ۲۹ و ۱۰ باب ۴ - سنگسار کر کے جلانا اور پھر اُسپر پتھروں کا تودہ لگانا۔ قتل عام کرنا۔ بادشاہوں کو پھانسی دیکر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ حسب الحکم خداوندی کوئی ذی رُوح باقی نہ رکھا۔ ایک بادشاہ بھاگ کر یاعیل کے خیمے میں آیا۔ اُس نے فریب سے اُس کے سر میں میخ گاڑ دی۔ قاضی ۴ باب ۲۱۔
پھر قاضی ۵ باب ۲۴ - اِس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھہرے۔
قاضی ۵ باب ۳۰ - دو دو کنواریوں کو سپاہیوں کے لئے رکھا۔
قاضی ۹ باب ۴۹ - سکم کے بُرج میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا۔
قاضی ۸ باب ۱۶ - سپاہ کو روٹی نہ دینے سے کسقدر لوگ قتل کیے گئے۔
۲ سموئیل ۱۲ باب ۳۰ - داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اوتار اپنے سر پر رکھا۔

لوگوں کو آروں اور کُلہاڑوں اور لوہے کی داؤنی گاڑیوں کے نیچے کیا اور اینٹوں کے جلتے پزاوے میں جلا دیا۔

ا۔تاریخ ۲۰ باب ۲ دیکھو۔

۲۔سلاطین ۱۰ باب ۱۱۔یاہو نے اخی اب کے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔

۲۔سلاطین ۱۵ باب ۱۶۔مناحم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔

۲۔سلاطین ۲۳ باب ۱۶۔قبروں سے ہڈیاں نکلوا کے الٰہی حکم سے جلوائیں۔

ہم نے عہد عتیق سے مختصراً انبیائے بنی اسرائیل کے آتش افشاں جہاد نقل کر کے رکھدیئے ہیں۔ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ غضب یہ ستم یہ قہر مکانوں کو ڈھانا۔شہروں کو آگ لگادینا۔باغوں اور ہرے درختوں کو جلانا۔قتل عام کرنا۔سروں میں میخ گاڑنا۔ آروں، کلہاڑوں سے چروانا۔پزاووں میں جلوانا۔حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑنا اسپر بھی قوت غضبی کا فرو نہ ہونا۔تو قبر سے ہڈیاں نکلوا کر جلوا کر جی ٹھنڈا کرنا۔ ہائے ستم یہ افعال ہرگز ہرگز اسلام اور رحیم بانیٔ اسلام سے سرزد نہیں ہوئے کون شخص اس حکم کو سُنکر کانپ نہیں اُٹھا" تو اُن سے عہد مت باندھیو" "اُن پر رحم نہ کریو"۔ بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے جانشینان برحق جب کسی طرف کو لشکر روانہ کرنے لگتے اول نصیحت سردار لشکر کو یہ ہوتی۔ملک مفتوح کی عورتوں۔بچوں۔بوڑھوں۔خانقاہوں۔عبادتگاہوں۔خانقاہ نشینوں سے تعرض مت کرنا۔کھیتوں کو مت جلانا۔پھلدار درختوں کو مت کاٹنا۔انصاف سے سوچنا چاہیئے۔اس سے بڑھ کر کیا رحم ہو سکتا ہے۔

انبیائے بنی اسرائیل جیسے حضرت داؤد۔یشوع وموسیٰ وغیرہ کے سخت جہادوں کی نسبت جب کوئی معترض اعتراض کرتا ہے۔عیسائی لوگ بیباکی سے فوراً پکار اُٹھتے ہیں کہ اُنہوں نے خطا کی وہ معصوم انسان نہ تھے۔اور یہ کہ اُنہوں نے دین کے واسطے جنگ نہیں کی۔

یاد رہے یہ اس قوم کا سخت دھوکا ہے۔ توریت اعلان کر رہی ہے کہ موسیٰ میرا برگزیدہ رسول۔ میرا اکلوتا۔ میری مرضی پر چلنے والا ہے۔ ابتک بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں اُٹھا۔ جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا۔ استثنا ۳۴ باب ۱۰۔

حضرت داؤد کی نسبت جس سے بڑھکر سفا کی شاید اور کسی سے کمتر ہوئی ہوگی لکھا ہے داؤد نے میرے سارے حکموں کو حفظ کیا۔ اور اپنے سارے دل سے میری پیروی کی۔ تاکہ فقط وہی کرے جو میری نگاہ میں اچھا تھا۔ (۱ اسلاطین ۱۴ باب ۸)

داؤد نے خداوند کی نگاہ میں نیکو کاری کی۔ (۱ اسلاطین ۱۵ باب ۵)

اور میری شریعتوں اور حکموں پر اپنے باپ داؤد کیطرح چلتا۔ (۱ اسلاطین ۱۱ باب ۳۳)

یشوع بن نون روح قدس دانائی کی روح سے معمور تھا۔ (استثنا ۳۴ باب ۹)

یہ تمام مدح و ثنا جو توریت اِن نبیوں کی نسبت کرتی ہے۔ کیا رائیگان ہے۔ نہیں نہیں وہ بالکل خداوند خدا کی مرضی پر چلے اور اُسی کے حکم سے سب کام کیئے۔

پس اِن سب برگزیدوں کا فعل اصل نفس جہاد کی اباحت اور استحسان کی کافی دلیل ہے۔ رہی یہ بات کہ اُنہوں نے دین کی خاطر نہیں کیا۔ تو پھر کیا دُنیا کی خاطر کیا۔ یا بیہودہ اور لغو کام کیا۔ اور اگر اُن قوموں کے معاصی کی سزا ہے۔ تو صاف معلوم ہوا دین کی خاطر جنگ کی۔ اگر وہ خدائی قوم بنی اسرائیل کی طرح ٹھیک موسیٰ یا توریت کے مطیع ہوتے۔ تو کاہے کو ایسی خطرناک سزائیں پاتے۔

ہم بڑے زور اور صداقت سے دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی عربی صلعم نے کبھی کسی کو اکراہاً مسلمان کرنے کیلئے تلوار نہیں اُٹھائی۔ اور جب اُٹھائی تو صرف خود حفاظتی اور دفاع میں اُٹھائی۔ اور پھر اُس میں بھی بکمال رحم و رافت کو مرعی رکھا۔ سخت سے سخت دشمن سے بھی کبھی توریت والا معاملہ نہیں کیا۔ اور یہی بات ہم انشاءاللہ غزوات محمدیہ میں دکھادینگے +

غزواتِ مسیحیّہ

متی ۲۴ باب ۳۰- حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں جب میں آؤنگا دنیا کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔

متی ۱۶ باب ۲۷- کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کیساتھ آویگا۔ تب ہر ایک کو اُسکے کام کے موافق سزا دیگا۔ بعضے ابھی موت کا مزہ نہ چکھینگے۔

سُبحان اللہ خاکسار حلیم برّہ کیسے تزک و احتشام سے تشریف لاتا ہی۔ اور کیسے جنگ جو مزاج سے۔ اگر انجیل اور پیروانِ انجیل کے عقائد پر نظر کی جاوے تو مسئلہ جہاد کا اور مخالفوں سے جنگ کرنے کا عجیب طور پر مل سکتا ہے۔ عیسائی علما آیت مذکور الصدر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مسیحؑ کا آنا وہی طیطس رومی کا آنا ہے۔ جس نے خطرناک خونریزی یروشلم میں کی۔ اور جس یروشلم میں مسیحؑ نے کسی زمانے میں کبوتر بیچنے کی شدید ممانعت کی تھی۔ اسمیں اُسنے سؤر کی قربانی کرائی۔ شاید رومی بُت پرست مسیحؑ کے فرشتے تھے۔ اِس آیت سے یہ بات آشکار ہے کہ اجسام انسانی میں جناب پھر پھر حلول کرکر آتے ہیں۔ سُبحان اللہ بھیس بدل بدل خفیہ خفیہ کارسازیاں کرتے ہیں۔ دکھانے کے . . . اور۔ کھانے کے اور۔

جس حالت میں مسیحؑ کا اجسام میں حلول کر آنا اور دُوسرے اِنسانوں کے جِسم میں آکر عاصیوں اور باغیوں سے انتقام لینا انجیلی مذاق پر مسلم ہی۔ تو کہنے والا اس عقیدے کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ عرب میں اُسی منتقم نے جو پہلے زمانوں میں لوگوں کو وباؤں قحطوں اور جنگوں سے ہلاک کرتا رہا۔ اور خاکساری بے بسی کی حالت میں یہودیوں کی منّتیں کرتا رہا۔ کہ مجھے مانو۔ اور کبھی دھمکاتا کہ دیکھو مجھے مانو ورنہ فرشتوں کے لشکروں کے ساتھ آکر تمہیں تباہ کرُدونگا۔ ہاں اُسی منتقم نے عبداللہ اور آمنہ کے گھر میں جنم لیا۔ اور بُت پرستوں اور الٰہی باغیوں سے واجبی انتقام لیا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ عقلمند پادری صاحبان اس بات کو کیونکر رد کر سکتے ہیں ۔

اور سُنیئے۔ متی ۸ باب ۳۲۔ سؤروں کے غول کو مسیحؑ نے ہلاک کیا۔ پادری کلارک اور پادری لاہنر صاحب کہتے ہیں کہ وہ سؤر تعداد میں دو ہزار تھے۔ اور وہ اسلئے ہلاک ہوئے کہ آدمی کی جان کا نقصان کرتے تھے۔ اور اسلئے بھی کہ ملک والوں کو معلوم ہو۔ کہ مسیح کون ہیں۔ اور اسلئے بھی کہ ایک کی نجات دو ہزار سؤر کی ہلاکت سے بہتر ہے اور اسلئے کہ مخالف شریعت یہودیوں کا مال تھا۔ یا ایسی غیر قوم کا مال تھا۔ جو شریعت کی بے عزّتی کرنے والی تھی۔ اور دونوں صورتوں میں ان سؤروں کی ہلاکت جائز تھی۔ اب اس تفسیر پر اور اُنپر گہری نگاہ کر کے دیکھو۔ اور سوچو کہ سؤروں کا ہلاک کرنا جائز ہے۔

متی ۷ باب ۶ جو پاک ہے کتوں کو مت دو۔ اور اپنے موتی سؤروں کے آگے مت پھینکو۔ اِس سے معلوم ہُوا کہ بعض آدمی بھی سؤر ہیں۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ سؤروں کا ہلاک کرنا مسیحؑ سے ثابت ہے، اور بعض آدمیوں کا سُوؤر اور کُتّا ہونا مسیحؑ کے کلام سے ثابت۔ پس آدمیوں سے جو سُوؤر اور کُتّے ہوں۔ اجتناب کرنا اور اُنہیں قتل کرنا کیسے ممنوع ہوگا۔

پادری صاحبان! اگرچہ ہم اتنا قبول کرنا گوارا کرلیں کہ بیٹا باپ سے جو طوفانوں اور وباؤں سے لوگوں کو ہلاک کرتا ہے۔ کسی قدر زیادہ رحیم ہے۔ مگر کیا کریں خود انجیل سے اُس کا آدمیوں کو سُوؤر اور کُتّے کہنا اور اُنکو ہلاک کرنا ثابت ہُوا جاتا ہے۔ ہاں انجیل نویس لفظ سوؤر کے استعارے کے تعبیے میں قتل ابن آدم کو چھپایا چاہتے ہیں۔ بیشک بیٹے میں اتنی بات ضرور ہے کہ ایک زمانے تک وہ اپنے ضعف و ناتوانی اور قلت انصار و اعوان کے سبب سے پٹتا رہا اور طمانچے کھاتا رہا۔ اِلّا جب فرشتوں کے لشکر کے ساتھ آیا تب اُس کا رحم و فضل اور نمود کی مسکینی سب غائب ہوگئی۔ اور لگا دھڑا دھڑ منکروں اور تھوکنے والوں سے بدلے لینے۔ سچ ہے کمزوری کھُلے جہاد کا فتویٰ کاہیکو دینے دیتی کہ مُنکرانِ کلامِ حق سے علانیہ موسیٰ کی طرح انتقام لیتے۔ موہومی دھمکیوں (جب میں آؤنگا) اور گھاس کے مٹھوں سے ڈرانے میں تو کچھ کوتاہی نہیں کی۔ مگر حضور کی ان سرسوں بھری توپوں سے

کاہیکو کوئی ڈرنے لگا تھا۔

عیسائیوں کو آجاکے بڑا فخر اِس بات پر ہوتا ہی کہ مسیح کمال بُردباری اور تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ کہ "جو کوئی تجھے ایک گال پر تپانچہ مارے دُوسرا گال بھی پھیردے۔ اور اگر ایک کوس بیگار میں پکڑ کر لیجاوے۔ تو دو کوس چلا جا۔ اگر کوئی تیرا کپڑا پکڑے تو اُسے دیدے"۔

مَیں کہتا ہوں۔ نہیں بلکہ عقل سلیم اور فطرت مستقیم کہتی ہے کہ کبھی ایک لمحہ بھر کے لئے یہ خیالی احکام تعمیل ہوئے۔ یا کبھی کسی نے کوشش کی۔ ایسی گوش خوشکن باتوں پر نازاں ہونا دانشمندی نہیں۔

بودھ اور آرین اور چینیوں کے اصُول اِس سے بھی زیادہ لفظی اور خیالی رحم پر مبنی ہیں کہ کسی ایک ذی رُوح کو ستانا مذہباً وہ جائز نہیں سمجھتے۔ مگر ایسی گھڑتوں سے کیا فائدہ۔ اور اِن بے معنوں متوں پر فخر کے کیا معنے۔ کوئی نہیں جواب دے سکتا کہ ان احکام پر کبھی عمل ہُوا۔ یا عادۃ اللہ انپر عمل کرنیکی مختلف القویٰ اور متبائین الاوضاع انسان کو اجازت دے سکتی ہے۔ متقدمین نصاریٰ کا ذکر جانے دو۔ جنپر اول اول رُوح القدس نے جلوہ کیا۔ اور جنکی رفتار بنی نوع کے ساتھ ہم مقدمے میں ذکر کر آئے ہیں۔ آجکل کی مہذب ترقی یافتہ یورپ کی سلطنتوں کو دیکھ لو۔ کیا اُنکے قوانین ملکی کا مدار اِسی پر ہی۔ اِس ادعائے ترقی کے زمانے میں شب و روز جان کش آلاتِ جنگ کے ایجاد و اختراع میں لگا رہنا ہر وقت لڑائی کے داؤ پیچ بچارتے رہنا اور پھر ہم مذہب۔ کمیشن پر کمیشن بھیجکر بڑے بڑے خداع اور خیالی سی ممالک غیر میں ریشہ دوانی کرنا۔ ایک کو دغا۔ ایک کو لالچ۔ ایک سی قطع۔ ایک سے وصل۔

صاحبو! یہ احکام مسیحی کی تعمیل ہے۔

پادری صاحبان! صاف دِل لوگوں کو بہت جلد دھوکا دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ کہ "فلاں افریقہ کے بادشاہ نے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند سے پُوچھا کہ آپکی ترقی سلطنت کی کیا وجہ ہے۔ ملکۂ ممدوحہ نے اُسکے جواب میں انجیل بھیجدی"۔ اللہ اللہ۔ سوچو عقل کو کام فرماؤ۔ دھوکے بازیوں

سے کیا فائدہ۔ اصلیت کہاں چھپی رہتی ہے۔ گریبان میں منہ ڈالو۔ ذری ہسٹری آف انڈیا ہی اُٹھا کر دیکھ لو۔ کہانتک یہ امر پایہ صداقت کو پہنچا ہوا ہے۔ مصلحت ملکی مانع ہے کہ ہر ایک پہلو کو بالوضوح ہم ثابت کردیں۔

بعض جلد باز کرسچین جھٹ بول اُٹھیں گے کہ معاملات پولیٹیکل کو ان سے کیا نسبت۔ بیشک ہم بھی بڑے خوش ہونگے۔ پس اسلام کے دفاع اور آیات جہادیہ قرآنی کو پولیٹیکل مشکلات کا حل مانتے ہوئے اُنھیں کونسی بات مانع ہے۔

صاحبو! یہ تعلیم مسیحی اُسوقت ہوئی۔ یا یُوں کہہ سکتے ہو کہ ایسے وقت کے لئے مناسب تھی جبکہ اُس تعلیم کا معلم ایسا کمزور تھا کہ اپنے شاگردوں تک تو اُس کو اعتماد نہ تھا۔ کوئی تیس ۳۰ روپے پر گرفتار کروانے کو موجود۔ کوئی بزدلی سے اصلاً ہی انکار کو حاضر۔ ملعون کہنے کو آمادہ۔ اُدھر یہود کی وہ سرکشی وہ قساوت کہ ایسی خاکساری پر بھی بقول آپکے جیتا نہ چھوڑا۔ بھلا فرمائیے ڈرتے کیا نہ کرتے۔

دوستو۔ تعلیم کی خوبی تو یہ ہے کہ قوائے فطرت انسانی سے مناسب اور موزون کام لینے کو کہے۔ غضب اور انتقام سے اپنے موقع پر۔ رحم اور حلم سے اپنی جگہ پر۔ غرض جو جو افعال وخواص قوائے موجودہ میں ودیعت کیئے گئے ہیں وُہی صادر ہوں۔ یہی تعلیم قرآن واسلام کی ہے۔ اور اسی پر مصالح دنیوی واخروی کے قیام کا مدار ہے۔ اور جو قوم تہذیب و شائستگی کا میلان رکھتی ہے۔ انھیں قوانین پر عملدرآمد کرنے کی سعی کرتی ہے۔

ہمیں حیرت پر حیرت آتی ہے کہ اس روشنی کے زمانے میں ان پرانی لکیر کے فقیر پادریوں کی آنکھ نہیں کھلتی۔ وُہی ابلہ فریب ڈھکوسلے ہانکے چلے جاتے ہیں۔ دُنیادار ملکی آدمیوں کو جانے دو (جو کہتے ہیں کہ اتوار کے روز انجیل کے موافق اگر ریل چلانا۔ تار کا محکمہ ڈاک کا محکمہ اور بعضے اور کارخانوں کو قطعاً بند کردیا جاوے۔ تو ابھی مصالح دُنیوی درہم برہم ہوجاتے ہیں۔ گویا انجیل کی تعلیم کے نقص کے قایل ہیں اور ایک تھیوری

سے زیادہ اُسے نہیں سمجھتے) ان دیندار پادریوں ہی سے پوچھو نہیں۔ دیکھو یہی جنہوں نے انجیل کے خلاف فطرت تعلیم کے اثبات کا خواہ مخواہ ٹھیکہ لیا ہے۔ (نہیں حضرت معقول تنخواہ پر) کہ کبھی خود بھی ان احکام پر چلے ہیں۔ افسوس صد افسوس اسلام اور قرآن پر اعتراض۔

غزواتِ محمدیہ

آنحضرت صلعم ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جو ضلالت مجسم اور جہل مرکب تھی۔ جسکے رسوم و عادات خبیث و وحشیانہ تھے۔ جو جدال و قتال کو حاصل زندگانی سمجھتی تھی۔ پہلے تو آنحضرت کی زجر و توبیخ پر اُس جاہل قوم نے سخریہ کیا۔ بعد اسکے اُس قوم کو غیظ آیا اور خواہش انتقام پیدا ہوئی۔ مگر تاہم آپ کے اصحاب کی کثرت ہوتی گئی۔ قریش کا غیظ و غضب عادۃً اس طرف متوجہ ہوا۔ کہ دین جدید کے پیروؤں کو سخت تکلیف پہنچانی شروع کی۔ بہت سے لوگ رحیم رسول کے اشارے سے جو اُنکے مصائب کو دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ایک اجنبی ملک افریقہ کو نقل کر گئے[ل]۔ مگر آپ اکیلے الٰہی امداد و توفیق کے سہارے پر اُسی وحشت انگیز خوفناک مقام میں ٹھہرے رہے۔ کیونکہ اپنی قوم کی وحشیانہ اور الٰہی غضب کی مستوجب حالت آپ کے رحیم و کریم قلب سے وہیں قیام کیلئے زبانِ حال سے فرمایش کرتی تھی۔ آپ قلباً آرزومند تھے کہ گویا جان مخاطرے میں کیوں نہ پڑے۔ پر اس نالائق قوم کو خدا کے رحم و فضل میں شامل کیا جاوے۔ حُبّ قوم نے ذاتی تکالیف و شدائد قطعاً آپ کے دل سے بھلا دیئے تھے کہ آپ اپنی پیاری مگر ناقدر شناس قوم کے گھر گھر تشریف لیجاتے اور بڑی شفقت و محبت سے اُنہیں فرماتے[۲]۔

ل ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۰ - ۲ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ -

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْہُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا۔ اللہ تمہیں حکم کرتا ہے کہ اسکی عبادت کرو۔ اور کسی کو اُسکے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔

یہ صاف اور سیدھی تعلیم بہت جلد گھر گھر اثر کرنے لگی[1]۔ اور خداوند خدا کی جدید برگزیدہ جماعت کے افراد دن بدن بڑھنے لگے۔ اب اس ترقی کو دیکھکر سرکش بت پرست اور بھی آگ بگولا ہو گئے۔ قریش کا اشتعال طبع عادۃً کچھ تعجب انگیز بات نہیں۔ کیونکہ ابتک الٰہی الہامی آواز سے اُنکے کان آشنا نہیں ہوئے تھے۔ اسرار علم و نبوّت کے ادراک کے عادی نہ تھے۔ مسیح جیسے خاکسار حلیم پر بنی اسرائیل جیسے اہل کتاب تعلیم یافتہ قوم کیسے جھنجھلائے کہ کوئی دقیقہ ایذا کا فروگذاشت نہیں کیا۔

ناچار بقیہ مسلمان پھر حبش کو بھاگ گئے اور وہاں کے بادشاہ کے پاس جاکر پناہ گزین ہوئے۔ اسکو اسلام میں ہجرت ثانیہ کہتے ہیں۔ اس قلیل مدّت میں صرف ایک شہر مکے سے تراسی (۸۳) آدمی حبشے کو ہجرت کر گئے[2]۔

یہ امر نہایت قابل غور ہے کہ آتشیں بُت پرستوں کی غضبی حرارت اسپر بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ اُنھوں نے اپنے سفیر حبشی بادشاہ کے پاس بھیجے اور بڑے بڑے لطائف الحیل مہجور الوطن مسلمانوں کی گرفتاری کیلئے عمل میں لائے۔ مگر جعفر بن ابی طالب کی پُراثر تقریر سے بادشاہ حبش نے متأثر ہوکر ظالم قریش کو ناکامیاب واپس پھیر دیا۔ اب سفیروں کا اس طرح اپنا سا مُنہ لے کے لوٹنا قریش کی غضبناک طبیعت پر اور بھی تازیانے کا کام کر گیا۔ اب تو اُن کی ایذا رسانی کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شمّہ اُن تکالیف کا ذکر کیا جاوے جو اُسوقت قریش سے آپکو اور آپکے اصحاب کو پہنچی ہیں۔

اگرچہ آنحضرت صلعم کی ذاتی وجاہت اور بنی مطلب کی قومی عصبیت آپ کیلئے ذاتی اور جانی ضرر پہنچنے کے مقابل سپر عظیم تھی۔ مگر اور خارجی مصائب پر آپکی بشری

[1] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۴۵ - [2] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۱۴ -

حالت ضرور مضطرب ہوتی تھی۔

آپ ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدے میں گئے۔ ایک رئیس بدکردار کے اشارے سے آپکے دوش مبارک پر خون اور گوبر کا لتھڑا ہوا اونٹنی کا بچہ دان ڈالا گیا۔ قریش کے اس بے رحم مقابلے نے آخر آپکو طائف کی طرف متوجہ کیا کہ شاید وہیں کوئی متنفس راہِ حق کی طرف آجاوے آخر وہاں تشریف لے گئے۔ صرف زید آپکا خادم ساتھ تھا۔ عبدیالیل اور دیگر رؤسائے طائف کو دعوتِ حق کی۔ اُن لوگوں نے اُس شفقت کا یہ عوض کیا کہ غلاموں اور قلاشوں اور لڑکوں کو آپکے عقب میں لگا دیا۔ اور وہ تین کوس تک آپ کو پتھر مارتے ٹھٹھا کرتے اور گالی گلوچ دیتے چلے گئے۔ اس معرکے میں زید آپکا خادم سخت زخمی ہوا۔ اور خود ذات مبارک بھی لہولہان مکے کو واپس تشریف لائے۔ اثنائے راہ میں ایک فرشتے نے طائف والوں پر بد دعا کیلئے کہا۔ مگر رحیم رسول ؐ نے جواب میں فرمایا کہ گو اہلِ طائف نے مجھسے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اِلّا میں امید کرتا ہوں کہ انہیں لوگوں سے خُدا ایسی اولاد پیدا کریگا۔ جو اُسی واحد لاشریک لہٗ کی عبادت کرینگے۔

پھر آپ نے مواسم حج میں یعنے جب اطراف کے لوگ حسب قاعدۂ قدیم بیت اللہ کی زیارت کو آتے۔ وعظ کہنا شروع کیا۔ اور منٰی میں جب لوگ جمع ہوتے وہیں اُنکو اسلام کی طرف بُلاتے۔ اس سے اکثر اہلِ مدینہ زائرانِ بیت اللہ مسلمان ہوگئے۔ کیونکہ مدینے کے اہلِ کتاب سے جو حسب وعدۂ کتب الہامیّہ ایک نبی کے منتظر تھے۔ بشارات سُن سُن اُن کی قوت انفعالی جلد اثر قبول کرنے کے قابل ہوچکی تھی۔

اب بعضے مظلوم مسلمانوں کو ایک نئی جائے پناہ سُوجھی جسے اُنکے نئے ایمانی بھائیوں نے بخوشی خاطر بہم پہنچانے کا وعدہ کیا۔ مکّے میں جو جو مصائب اُن لوگوں پر گذرے انہیں پڑھکر جگر شق ہوا جاتا ہے۔ ابوجہل سفاک نے عمّار کی ماں سمیہ کو ایسا ستایا کہ اُس بیچاری کے اندامِ نہانی میں برچھے مارے۔ اُس نے اُس تازہ فضل کے شکریے میں ہیبتناک

قتل کو گوارا کر لیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۔

اور مسکین مسلمانوں پر یہ گذرتی کہ سنگدل قریش پتھروں کو دھوپ میں گرم کرتے اور وہ صحابہ کے سینوں پر رکھتے۔ اور جب دھوپ سے پتھر گرم ہوتے۔ تو اون پر لٹاتے۔ ابن ہشام۔ صفحہ ۱۰۹۔

پس اسکے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان اُس مبارک بستی (مدینہ) کو اپنے نئے خیر خواہوں کے یہاں چلے جاویں۔ ملک افریقہ میں پناہ لینے والوں کا حال سُن ہی چکے ہو اب ان مدینے جانے والوں کی سُنیئے۔ کہ دشمن وہاں تک بھر مار کرتے ہیں۔

عیّاش ابن ربیعہ مسلمان ہو کر مدینے چلے گئے۔ ابوجہل اور حرث دونوں عجیب داؤں سے اُسکو مکّے میں لائے۔ کہ تیری ماں تیری جدائی میں سخت بدحال ہو اور اُسنے قسم کھائی ہے کہ جب تک تجھے نہ دیکھے کنگھی نہ کریگی۔ یہاں پہنچکر اُسے ایسی اذیتیں پہنچائیں کہ سُن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۶۷۔

صہیب نے چاہا کہ مکّے سے چلا جاوے۔ کفّار نے اُس کا مال و اسباب کچھ بھی اُس کو ساتھ لے جانے نہ دیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۔

سبحان اللہ آپکے اتباع کا تو یہ عالم ہو رہا تھا۔ اور ادھر اسپر بھی اسلام گھر گھر پھیلتا جاتا تھا۔ اب اہل مکہ نے تمام اپنی تدابیر کو اسلام کی روک میں کمزور دیکھکر چاہا۔ کہ نبیٔ عرب کو قتل ہی کر ڈالیں۔ مگر بعضے قومی اور رسمی بندشوں کی وجہ سے بنی مطلب سے ڈر گئے۔ اسلئے دار الندوہ[۱] میں ایک انجمن منعقد کی۔ وہاں یہ تجویز ٹھہری کہ مختلف قبیلوں کے چند نوجوان ہوشیار ملکر ایک ہی دفعہ محمد رسول اللہ صلعم پر ٹوٹ پڑیں اور تلوار سے اُس کا کام تمام کر ڈالیں۔ جو مطلب کس کس سے لڑینگے۔ آپ الہام الٰہی کے مخبر سے اطلاع پا کر مع ابوبکر رضؓ صدیق اپنے خالص رفیق کے مدینے کو چلے گئے۔ اس کمیٹی کی مختلف رائوں اور

---

[۱] یہ قریش کے پارلیمنٹ کی جگہ تھی اسمیں قریش کے سوا اور قوم کا آدمی چالیس برس سے کم عمر کا داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ۱۲

فیصلے کی بابت قرآن میں یوں آیا ہے۔

اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ سورۂ انفال۔ سیپارہ ۹۔ رکوع ۴۔

آپ کے پکڑ لانے پر سو اونٹ کا انعامی اشتہار دیا گیا۔ عرب مفلس جنگجو اور سو اونٹ کا انعام خوب قابلِ لحاظ ہے۔

خدا کے فضل سے آپ تو مدینے میں پہنچ گئے۔ اور بڑے اعزاز و اکرام سے وہاں قبول کئے گئے۔ اُسوقت سے قریش اور اُنکے شرکا یعنے یہودوں کے بغض و عناد سے مسلمانوں کو اپنی حراست اور حفاظت نہایت بیدار مغزی کے ساتھ کرنی پڑی۔ سبحان اللہ ایک چھوٹے سے شہر پر ہزارہا قبائل عرب کے متفق و متواتر حملوں کو روکنا پڑا۔ پس ایسے ہنگام میں سخت تدارک کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تاکہ مسلمانوں کے گروہ کا وجود باقی رہے۔

ادھر مکے میں جو غریب مسلمان رہ گئے تھے۔ اُنکی چشمدید تکالیف یاد آ آ کر آپکو رنج دیتی تھیں۔ اسپر باریتعالےٰ کو رحم آیا۔ اور انسانی دفاع وحمایت کرنیوالے نے یوں بیدار فرمایا۔

وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا۔ سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۱۰

اور قتال کی پہلی اجازت دینے والی آیت اُتری :۔

لہ جب کافر تیری بابت تجویزیں خفیہ لڑا رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا نکالدیں یا مار ڈالیں۔ اور اللہ بھی تجویز کر رہا تھا۔ اور اللہ تدابیر میں سب پر غالب ہے ۱۲

کہ اور تم کو کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور واسطے اُن کے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور لڑکے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں اُس کے لوگ اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ نِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط سورہ حج پارہ ۱۷ - رکوع ۱۳

مکّے میں مسلمان دُکھ دیئے جاتے کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ اُنکے لئے حکم ہؤا:۔

۲ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ ۳ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ۔

یعنی اسلئے لڑو کہ لوگ آزمایشوں اور دین میں پھسلائے جانے سے بچ جاویں اور ظاہر و باطن میں مسلمان ہو کر بسر کریں۔ ایسا نہیں کہ ڈر کے مارے اندر سے مسلمان اور باہر سے کافر۔

اب ان تمام مقدمات کا لازمی نتیجہ وہ دفاعی غزوات ہیں۔ جو مظلوم مسلمانوں اور بانیٔ اسلام کو قریش سے کرنے پڑے ہیں۔

اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہو کہ اوّل آیات قتال کو لکھدیا جاوے۔ تاکہ ہر منصف دُور اندیش کو اس بات کے سوچنے کا موقع ملے کہ قرآن کریم نے قتال و جہاد کے کیا علل اور حدود بیان فرمائے ہیں۔ اس امر کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا معرکوں اور میدانہائے جنگ میں مبارزین کی تقویت اور ترغیب کیلئے دانشمند سپہ سالار ہر طرح کی تجاویز عمل میں لاتے ہیں۔ مثلاً باجوں دل افزا تقریروں اور دیگر اسباب سے اُنکے حوصلوں کو بڑھاتے ہیں اور انکی ہمّت کو اُبھارتے ہیں۔ ویسا ہی موقع پڑنے پر اور مشکلات کے پیش آنے پر قرآن کریم بھی ایسی تدابیر کو کام میں لایا ہے۔ اور ٹھیک اہل عرب کے دستور کے موافق جیسے وہ معرکہائے قتال میں رجز پڑھتے اور اُن رزمیہ اشعار سے تیر و تفنگ سے بڑھ کر کام نکالتے۔

۱؎ حکم ہؤا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اسواسطے کہ اُن پر ظلم ہؤا۔ اور اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے وہ جنکو نکالا اُنکے گھروں سے۔ اور کچھ دعوٰے نہیں سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ ۱۲

۲؎ اور لڑنیوالوں سے لڑو تاکہ دین سے بچلانا نہ رہے اور پورا دین ہو جاوے ۱۲ (ظاہر و باطن میں مسلمان رہو)

۳؎ ای حَتّٰی لَا یُفْتَنَ مُؤْمِنٌ عَنْ دِیْنِهٖ وَیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ۔ ای حَتّٰی یُعْبَدَ اللّٰهُ لَا یُعْبَدُ مَعَهٗ غَیْرُهٗ۔ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۶۴۔

قرآن نے بھی شکستہ دل مسلمانوں کے استظہار اور قوّتِ قلبی کو قوی کرنے کے لئے رجزیہ اشعار کے بجائے پُر تاثیر آیات بیان فرمائی ہیں۔ جنہوں نے قوی اور کثیر مخالفین کے مقابلے میں سیف و سنان کا کام دیا۔ اور ان تمام آیات کے ضمائر کے مرجع اور اسمائے اشارات کے مشار الیہم اور عہد ذہنی الف لام ونکے معہود فی الذہن مخصوصًا وہی ظالم و جابر حملہ آور مقاتلین ہیں۔ جن سے اہل اسلام کو پالا پڑتا تھا۔ مخالفین اُن کو استغراقی الف لام گمان کر کے اور مختص المقام آیات نہ سمجھ کے سخت غلطیوں اور دھوکوں میں پڑے ہیں۔ اور اکثر سادہ مفسرین بھی اس غلطی میں پڑنے سے محفوظ نہیں رہے ہیں۔

ایک اور امر بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ جسقدر لڑائیاں قریش سے ہوئی ہیں۔ اُن کے وجوہ و اسباب کے تلاش کرنے کیلئے ہم کو زحمت اُٹھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ اُن کا وُہی عذر و ستم جو مذکور ہو چکا ہے اہل اسلام کی جنگ کے لئے کافی عذر خواہ خیال کیا جا سکتا ہے اور ایسا ہی حال یہودانِ مدینہ کے ساتھ قتال کرنے کا ہے۔ جنہوں نے اقسام اقسام کے خفیہ نفاقوں۔ عذروں اور حیلوں سے دین جدید کے استیصال میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی۔ مگر ہم اللہ کی مدد سے ہر غزوے کے وجوہ و اسباب قلمبند کرنے سے کوتاہی نہ کریں گے۔ قرآنِ کریم کی آیاتِ ذیل پر غور کرو۔

آیاتِ قتال

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا

[1] اور لڑو اللہ کی راہ میں اُن سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو اور مارو انکو جس جگہ پاؤ۔ اور نکال دو اُنکو جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا اور دین بچلانا مارنے سے زیادہ ہے اور نہ لڑو

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ - سورہ بقرہ - سیپارہ ۲ رکوع ۲۴-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا - سُورہ بقرہ - سیپارہ ۲ - رکوع ۲۷ -

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ - سورہ بقرہ سیپارہ ۲ رکوع ۳۳ -

---

بقیہ حاشیہ اُن سے مسجد الحرام کے پاس جب تک وہ نہ لڑیں تم سے اُس جگہ پھر اگر وہ لڑیں تو اُن کو مارو یہی سزا ہے منکروں کی۔ پھر اگر وہ باز آویں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور لڑو اُن سے جبتک نہ باقی رہے فساد اور اور حکم رہے اللہ کا۔ پھر اگر وہ باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر ۱۲

لہ تجھ سے پوچھتے ہیں مہینے حرام کو اور اس میں لڑائی کرنی تو کہہ لڑائی اسمیں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے ۱۲

ﷺ ماہ رجب مطابق نومبر ۶۲۳ء میں مدینے میں خبر آئی کہ اہل مکہ سامان جنگ کر رہے ہیں۔ عبداللہ بن جحش کو آٹھ آدمیوں کے ساتھ دشمن کی سراغ رسانی پر بھیجا گیا۔ عبداللہ نے مقام نخلہ میں پوشیدہ ہو کر دشمن کے حرکات کو دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کارواں چلا آتا ہے وہ اپنے تھوڑے ہمراہیوں کی شرارت کو روک نہ سکا انہوں نے اُس قافلے پر حملہ کر کے ایک کو قتل اور دو کو گرفتار کر مع مال غنیمت مدینے کی راہ لی۔ آپ نے عبداللہ بن جحش کو اس قتل پر سخت ملامت کی کہ مَیں نے تجھے لڑنے کو نہیں کہا تھا۔ یہود و مشرکین کو آنحضرتؐ کی بدگوئی کرنے کا ایک حیلہ ہاتھ آگیا۔ جو مسلمان ابتک قریش کے قبضے میں تھے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ سے پوچھوایا کہ اس بدگوئی کا کیا جواب دیا جاوے۔ آپ نے اُس کے جواب میں یہ آیت پڑھی ۱۲

ﷺ اور اُس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اُسکے لوگوں کو وہاں سے اُس سے زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک۔ اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ اور وہ تو لگے ہی رہتے ہیں تم سے لڑنے کو یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر مقدور پاویں ۱۲

ﷺ اور اگر دفع نہ کرواوے اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو خراب ہو جاوے ملک ۱۲

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ الَّذِيْنَ
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا
اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ سورہ حج۔ سیپارہ ۱۷ رکوع ۶۔

غزوات نبویہ

غزوات نبویہ محمدیہ

آپ کے مغازی میں پہلا غزوہ ودان کا غزوہ ہے (یہ جگہ کا نام ہے اور اس مقام کے پاس چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ ابوا نام ہے اسلیے اس غزوے کو غزوہ ابوا بھی کہتے ہیں) یہ لڑائی قریش مکہ سے ٹھنی مگر جنگ نہونے پائی۔ اور بنو ضمرہ نام قوم سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ بنو ضمرہ صاحب اسلام سے نہ لڑائی کریں اور نہ اُس سے لڑنے والوں کے شریک و معاون ہوں۔

۲ غزوہ غزوۂ بواط (بواط ایک پہاڑ کا نام ہے مدینے سے چار منزل پر) یہ جنگ بھی صرف قریش سے ہوئی۔ نہیں بلکہ ہوتے ہوتے رہ گئی۔[۳]

۳ غزوہ غزوۃ العشیرہ (عشیرہ ایک گاؤں کا نام ہے ینبع کے پاس) یہ حملہ بھی صرف قریش پر تھا۔ مگر لڑائی نہ ہوئی۔ اور بنو مدلج سے جو کنانہ میں سے تھے صلح کی ٹھہری۔ اور مضمون صلح کا یہ تھا کہ بنو مدلج کے جان و مال کو امن ہوگا اور مصائب کے ہنگام پر انکی امداد کیجاویگی۔ بشرطیکہ اہل اسلام سے نہ لڑیں اور مسلمانوں سے متفق رہیں۔ بخاری نے

[۱] حکم ہوا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں۔ اسواسطے کہ اُنپر ظلم ہوا۔ اور اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے وہ جن کو نکالا اُنکے گھروں سے اور کچھ دعوی نہیں سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو ڈھائے جاتے تکئے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت ۱۲

[۲] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲ [۳] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ [۴] ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۶

کہاکہ یہ غزوہ پہلے ہوا ہے۔

غزوہ بدر اولیٰ۔ غزوہ عشیرہ کے دس روز بعد ہوا۔ کرز بن جابر الفہری نے (یہ شخص مشرکین مکہ کے رؤسا میں سے تھا) مدینے پہنچکر مسلمانوں کے مویشی لوٹ لیے۔ آنحضرتؐ نے اُس کا تعاقب سفوان تک جو بدر کے پاس ہے کیا۔ مگر سلامت نکل گیا۔ ۴ غزوہ

جنگ بدر۔ یہ لڑائی بھی صرف قریش سے ہوئی۔ اس لڑائی تک بھی مسلمان کمزور اور قلیل التعداد تھے۔ چنانچہ اُن کے حالات قرآن یُوں بیان فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ اور اللہ نے تم کو بدر میں نصرت دی اور تم قلیل التعداد تھے۔ مسلمان کُل تین سَو اور قریش ہزار کے قریب تھے۔ ۵ غزوہ

حاصل الامر اس لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہوئے اور ستّر کے قریب اسیرانِ قریش گرفتار ہوئے۔ جن میں سے دو فقط مصلحتاً قتل کئے گئے اور باقی چھوڑ دیئے گئے۔

ان غزوات کے وجوہ و اسباب میں اسقدر کہنا دلیل قطعی کا پایہ رکھتا ہے کہ اس فساد کے بانی قریش ہیں۔ وہی معاندین جنکے اوصاف وسلوک کا شمّہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اسلئے ان دفاعی جنگوں کے لئے اور زیادہ معذرت گستری ضرور نہیں ہے۔ ایک اور عجیب دلیل اس امر کے ثبوت میں کہ قریش سے یہ جنگ دفاعی تھی ہم نقل کرتے ہیں۔ اور یقیناً ایسے دلائل فطرت انسانی کے سچّے صحیح فلسفے کا نتیجہ ہوتے ہیں نہ فضول اختراعی منطق کی بے معنی بک بک جھک جھک اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب بدر میں کفار کی لاشیں ایک کنوئیں میں دفن کی گئیں اُسوقت آنحضرتؐ نے عبرت انگیز الفاظ میں اُن مقتول کفار کی حیات حال سے خطاب کر کے فرمایا۔ وجوہ جنگ

بِئْسَ[1] عَشِيْرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ وَصَدَّقَنِيَ النَّاسُ وَ اَخْرَجْتُمُوْنِيْ وَاٰوَانِيَ النَّاسُ وَقَاتَلْتُمُوْنِيْ وَنَصَرَنِيَ النَّاسُ (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۲)

---

[1] اے نبی کے تم بڑے رشتے دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی۔ اور لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا۔ لوگوں نے مجھے جگہ دی۔ تم نے مجھ سے لڑائی کی۔ اور لوگوں نے مدد دی ۱۲

غزوہ ۶ غزوۃ الکُدر (ایک چشمے کا نام ہے اور اُسے ذو قرقرہ بھی کہتے ہیں) یہ حملہ سُلیم اور غطفان قبیلوں پر کیا گیا مگر لڑائی نہ ہوئی۔ یہ حملہ شوال کی پہلی تاریخ بدر کی لڑائی کے سات روز بعد ہوُا۔

غزوہ ۷ غزوۃ الانمار۔ یہ غزوہ بھی غطفان سے ہوُا۔ اس غزوے کو غزوہُ انمار اور غزوہُ ذی امر بھی کہتے ہیں۔ یہ حملہ نجد کیطرف ہوُا۔ اس میں بھی لڑائی نہ ہوئی۔

غزوہ ۸ غزوۂ نجران۔ اور اسے غزوہُ بنی سلیم بھی کہتے ہیں۔ اسمیں بھی لڑائی نہوئی۔

بنو سلیم اور غطفان اسلام کے سخت دشمن تھے۔ اُنکی عداوت کا تھوڑا سا حال سُن لو۔ بنو ثعلبہ بن سعد بن قیس بن غطفان مدینے پر شبخون مارنے کو جمع ہوئے۔ دُعثور[۱] نام ایک شخص اُن کا سرغنہ بنا۔ اس دُعثور کو مؤرخوں نے غورث اور آورک بھی لکھا ہے۔ ایسے ہی بنی سلیم بھی اکٹھا ہوئے۔ آنحضرتؐ اس اجتماع کی خبر سُنکر ازراہِ خود حفاظتی و احتیاط و عاقبت اندیشی وہاں پہنچے۔ مگر وہ لوگ متفرق ہوگئے۔ اس لئے آپؐ نے تعاقب نہ فرمایا۔

(حاشیہ: دعثور محرم ۱۱ ربیع الاول ۳ھ)

غطفانیوں کے حملے میں ایک عجیب قصّہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ اس غزوے میں مینہہ برسا۔ آنحضرت صلعم کے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ آپنے اوتار کر ایک درخت پر سُکھلانے کو لٹکا دیئے۔ اور آپ اُس درخت کے سائے میں لیٹ گئے۔ دُعثور نے دیکھا۔ آپ تنہا ہیں۔ نادان بہادری کے گھمنڈ میں تلوار کھینچے ہوئے سر پر آ پہنچا اور پکار کر کہا۔ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي الْيَوْمَ۔ آج کون تجھے مجھ سے بچا سکتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ اَللّٰہُ۔ اسپر الٰہی قدرت نے ایسا دھکا دیا۔ کہ رعب زدہ ہوکر گر پڑا۔ اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے ویسے ہی اُسکی تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر للکارا۔ کہ اب تو بتا۔ تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اُس نے کہا کوئی نہیں۔ آپ نے اُسے

---

[۱] جلد ۲ صفحہ ۱۷۔۸۰ مواہب و زرقانی ۱۲

چھوڑ دیا اور فرمایا میں رحم کرنے کے لئے آیا ہوں قتل کرنیکے لئے نہیں۔ اس فوق العادۃ رحم کو دیکھ اور اپنی عداوت کو سوچکر وہ مسلمان ہوگیا۔ اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام کر کے راہِ حق پر لے آیا۔ اسی غطفانی حملے میں بقول واقدی وابن سعید یہ آیت اُتری۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ۔ سورۂ مائدہ سیپارہ ۶ رکوع ۲۔

بے شک آنحضرت صلعم کی ذات مبارک کی سلامتی ایسے موقعہ میں محض اُسکے فضل وکرم سے ہوئی۔

۹ غزوہ غزوۃ السویق۔ جب بدر میں اسلام کی فتح اور کفّار کی شکست ہوئی اور مکّے کے بڑے بڑے اسلام کے دشمن مارے گئے۔ ابو سفیان نے قسم کھائی اور نذر مانی کہ جبتک محمدؐ سے نہ لڑوں جنابت کا غسل نہ کرونگا۔ پھر دو۲سو سوار لیکر مدینے کو چلا اور راہ میں مدینے سے ایک منزل پر خیمہ زن ہُوا۔ اور رات کو چلکر سلیم بن مشکم یہودی کے یہاں دعوت اُڑائی۔ اُس غدار یہودی نے مسلمانوں کے حال کی مخبری اُسکے پاس کی۔ ابوسفیان نے اپنے ڈیرے پر آکر چند سپاہی بھیجے۔ اُنھوں نے مدینے کی کھجوروں کو آگ لگادی اور دو آمیوں کو مار ڈالا اور مکّے کی راہ لی مسلمانوں نے قرقرۃ الکدر مقام تک تعاقب کیا۔ ابوسفیانی لشکر اپنے کھانے کے سَتّو چھوڑ مکّے کو چلتے ہُوئے۔ اِسلئے اس غزوے کو غزوۃ السویق یعنے سَتّوؤں والی جنگ بولتے ہیں۔

تنبیہ۔ اِس حملے کو یاد رکھو کیسا بے وجہ ہُوا۔ اور یہودیوں نے کیسی دغا کی۔

۱۰ غزوہ غزوۂ اُحد (اُحد ایک پہاڑ ہے مدینے سے ڈھائی میل کے فاصلے پر) دشمن مکّے سے چلکر مدینے پہنچے۔ وہ لڑائی کا سامان جو ابوسفیان شام سے لایا تھا۔ اور جس کی

لہ اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو۔ جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی۔ پھر اُن کے ہاتھوں کو تم سے ہٹا رکھا ۱۲

پیشبندی اور دفع دخل کیلئے آنحضرتؐ کو بدر تک سفر کرنا پڑا تھا۔ اور جس میں کفر کی شوکت ٹوٹ گئی تھی۔ اب وُہی سامان مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جمع کیا گیا۔ قرآن آیت ذیل میں اُسے اور اسکے خرچ کرنے والے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً۔[1]

اس جنگ میں قریش کے ساتھ قبیلۂ بنی تہامہ اور بنی کنانہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ کفار کی فوج کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی اور سب فوج مسلح۔ سات سَو اُن میں زرہ پوش سوار تھے۔ اور سب کے سب تُلے ہوئے تھے کہ جلد مسلمانوں سے انتقام لیں۔ اس چھوٹے چھوٹے قبائل کی مکمل پُرغیظ فوج نے بسرداری ابوسفیان مدینے کے شمال مشرق میں ایک مختص مقام میں اپنا مورچہ خوب مضبوط کر لیا۔ اور اس میں اور شہر مدینے میں حدّ فاصل صرف کوہ احد کی گھاٹی رہگئی۔ اس مقام پر مورچہ باندھ کر کفّار نے اہل مدینہ کے کھیتوں اور باغوں کو تباہ کرنا شروع کیا۔ اسپر صحابہ کو نہایت غصّہ آیا اور حمیت اسلام محرک انتقام ہوئی۔ آنحضرتؐ سے بکمال اصرار دفاع کی درخواست کی۔ آپ ہزار آدمیوں کو ساتھ لیکر مقابلے کو مدینے سے باہر نکلے۔ عبداللہ بن اُبّی ایک سردار جو مدینے میں رہتا تھا اور جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ اب عین معرکۂ جنگ اور اس آڑے وقت میں اپنے تین سو آدمیوں سمیت مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔ جس سے مسلمانوں کی جمعیت ہزار سے اب سات سو رہگئی۔ اس قلیل جمعیّت میں کُل دو گھوڑے تھے۔ مگر مجاہدین قدم ہمت برابر آگے بڑھائے چلے جاتے تھے۔ اور نخلہائے خرما میں سے گذر کر کوہ اُحد پر پہنچ گئے۔ لشکر اسلام رات بھر اس پہاڑ کی کھو میں پڑا رہا۔ صبح نماز فجر پڑھ کر میدان میں آجما۔ آنحضرتؐ نے کوہ اُحد کے نیچے نیچے فوج کی صف کو آراستہ کیا۔ اور عبداللہ بن جبیر کو چند آدمیوں سمیت عقب لشکر ایک ٹیلے پر متعیّن کرکے قطعی حکم دیا کہ جو ہو سو ہو۔ خبردار وہاں سے

[1] یقیناً جو لوگ کافر ہیں۔ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اسواسطے کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکیں۔ سو ابھی اور خرچ کریں گے۔ پھر وہی مال اُن پر حسرت بنجائے گا۔ ۱۲

نہ ہلنا۔ مشرکین کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اپنے بتوں کو قلب لشکر میں رکھکر وہ فوراً میدان میں چلے آئے۔ اور اُن کے سرداروں کی بیبیاں لڑائی کے گیت گاتی اور ڈھول بجاتی تھیں۔ قریش نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ مگر مسلمانوں نے بڑی بہادری سے اُنکو پسپا کردیا۔ حضرت حمزہ رضؓ لشکرِ کفّار کو پریشان دیکھکر قلب لشکر میں گھس گئے۔ گویا مسلمانوں کی فتح ہو چکی تھی۔ کہ عبداللہ بن جبیر کے ساتھی آنحضرتؐ کے حکم کو فراموش کر بامید مالِ غنیمت مورچہ چھوڑ نیچے اُتر آئے۔ دشمن مورچہ خالی دیکھ سواروں کو سمیٹ فوج اسلام کے عقب پر آ گرے۔ جنگ عظیم ہوئی۔ حضرت امیر حمزہ رضؓ اور عبداللہ بن جبیر شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمر رضؓ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہم بھی مجروح ہوئے۔ ہندہ بنت عتبہ زوجۂ ابوسفیان نے امیر حمزہؓ کا جگر چیر کر چبایا[۱]۔ اور مسلمان مقتولوں کے گوش و بینی کاٹ کر اور اُنکے ہار بنا کر گلے میں پہنے۔ یہ بے ادبیاں شہیدوں کی لاشوں سے دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ یہانتک کہ خود آنحضرتؐ پر ایسی رِقّت طاری ہوئی۔ اور ایسا غیظ آیا کہ آپنے بھی حکم دیا کہ اب جو تمہاری فتح ہو تو تم بھی کُفّار کی لاشوں سے ویسا ہی سلوک کرنا۔ چنانچہ اپنے عزیز جان نثار چچا امیر حمزہؓ کو دیکھ کر فرمایا۔ لا مثلن بسبعین منهم مكانك۔ یعنی تیرے عوض میں اُنکے ستّر کو مثلہ کرونگا۔ مگر فطری رحم جبلی لینت نے بشری عارضی غضب پر غالب آ کر آیت ذیل کے نزول کی تحریک کی۔ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ[۲]۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ نحل۔ رکوع ۱۶۔

ایسے موقع اور ایسی حالت میں یہ صبر سُبحان اللہ۔ سچ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[۳]۔ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء۔ رکوع ۷

۱؎ زرقانی بر مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۶۰ و ۶۱ — ۲؎ اگر تم سزا دینی چاہو تو بس اُتنی ہی جتنی تمہیں تکلیف دی گئی۔ اور اگر تم برداشت کر جاؤ یہ امر صابرین کے لئے بہت اچھا ہے۔ ۱۲

۳؎ اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو (اے محمدؐ) مگر رحمت واسطے تمام جہان کے ۱۲

پس اُس روز سے لاشوں کی پامالی کرنے اور اُنکے مثلہ کرنے کی رسم قبیح جو اگلے زمانے کی سب قوموں میں جاری تھی مسلمانوں میں قطعاً حرام ہوگئی[۱]۔ اور صرف اسلام ہی کو یہ فخر عطا ہوا۔

اِس لڑائی میں گو بڑا صدمہ مسلمانوں کو پہنچا اور عبداللہ بن جبیر کی سپاہ کی خطا سے یہ بلا آئی۔ مگر ایک فائدہ عظیم بھی حاصل ہوا کہ منافقوں کا نفاق اور یہودیوں کا بغض وعناد صاف صاف عیاں ہوگیا۔ اور خالص مسلمان ممتاز ہو گئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا۔

غزوہ ۱۱ غزوۂ حمراء الاسد (مدینے سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے) اُحد کے واقعے پر مسلمانوں نے اہلِ مکہ کا تعاقب نہیں کیا۔ مگر جب اہلِ مکہ قریب آٹھ دس میل کے چلے گئے۔ تو پھر اُن کو یہ خیال آیا کہ جو ہو سو ہو آؤ ایکدفعہ مسلمانوں کا استیصال کر ڈالیں۔ اِس خبر پر آنحضرت صلعم مع اُن احباب کے جو اُحد میں شریک ہوئے تھے۔ مقابلے کو روانہ ہوئے۔ مشرکین حمراء الاسد میں قریش کو کہہ رہے تھے۔

لَا مُحَمَّدًا قَتَلْتُمْ وَلَا الْكَوَاعِبَ اَرْدَفْتُمْ بِئْسَ مَاصَنَعْتُمْ اِرْجِعُوْا[۲]۔

آپ نے پیشتر دو جاسوسوں کو بھیجا۔ مشرکین نے اُن کو قتل کر ڈالا۔ حمراء الاسد میں لڑائی نہ ہوئی۔ کیونکہ قریش سیدھے مکّے کی طرف آئے۔ پھر مدینے کو نہ لوٹے۔

تنبیہ تنبیہ۔ مَیں نے یہودیوں کے غزوات کو اہلِ عرب کے غزوات سے علیحدہ بیان کرنا مناسب سمجھا ہے۔ اِسلئے غزوۂ بنی قینقاع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کو یہاں چھوڑ دیا آگے بیان ہوگا۔

غزوہ ۱۲ غزوۂ ذات الرقاع (یہ ایک جگہ کا نام ہے) زمین وہاں کی کچھ سفید کچھ سیاہ ہے۔

---

[۱] یہود اپنے قیدیوں کو زندہ جلا دیتے اور مقتولین کی لاشوں کو بڑی بے رحمی سے پامال کرتے۔ رومیوں، فارسیوں اور یونانیوں میں بھی یہ قبیح رسم جاری تھی دینِ مسیحی نے بھی اِس ہولناک رسم میں کوئی اصلاح نہ کی اور سولھویں صدی عیسوی تک زندہ آدمیوں کے اعضا کاٹ کاٹ اُن کو مار ڈالتے تھے ۱۲ تنقید الکلام ۱۲

[۲] نہ تم نے محمدؐ کو مارا اور نہ مسلمانوں کی جوان عورتیں اپنے پیچھے چڑھالائے (لوٹ کر) تم نے بُرا کیا لوٹ جاؤ ۱۲

اسلئے اُسے ذات الرقاع کہتے ہیں۔ اِس غزوے کو غزوۂ محارب غزوۂ بنی انمار اور غزوہ بنی ثعلبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی بنی ثعلبہ ہیں جن سے سابق غزوہ بنی غطفان میں مقابلہ ہُوا چاہتا تھا۔ اب کی دفعہ یہ لوگ پھر جمع ہوئے اور مدینے پر لوٹ مار کرنے کا قصد کیا۔ آنحضرتؐ اُنپر چڑھے اور نخل مقام میں خیمہ لگایا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ یہیں آپنے نماز خوف ادا فرمائی۔

غزوہ ۱۳ **بدر الموعد**۔ اُحد کی جنگ میں ابوسفیان آئندہ سال کی جنگ کی دھمکی دے گیا تھا کہ پھر ہمارے تمہارے بدر پہ لڑائی ہوگی۔ اسلئے غزوۂ ذات الرقاع سے واپس آکر آپ نے اس خوفناک وعید کیلئے طیاری کا حکم دیا۔ مگر ابوسفیان راستے ہی سے لوٹ گیا لڑائی نہ ہوئی۔

غزوہ ۱۴ **غزوۂ دومۃ الجندل**[ا] (یہ ایک مقام ہے مدینے سے پندرہ[۱۵] سولہ[۱۶] منزل پر دوماہ ابن اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا بنایا ہُوا) یہاں دشمنانِ اسلام جمع ہوئے اور مسافرین کو غارت کرنا شروع کیا۔ اور اُن کا قصد یہ تھا کہ مدینے پر جا پڑیں۔ اِسلئے بنظرِ پیش بندی حضور علیہ السلام نے وہاں کا عزم کیا۔ مگر وہاں پہنچنے پر دشمنوں کی جمعیت پراگندہ ہوگئی۔

غزوہ ۱۵ **غزوۃ المریسیع**۔ اس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں۔ الحرث[ا] نام ایک شخص اپنی تمام قوم اور اُن تمام عربوں میں پھرا۔ جن پر اُسکی تقریر کا اثر ممکن تھا۔ اور اُنہیں اہل اسلام کی مخالفت میں برانگیختہ کیا۔ آنحضرتؐ اِس خبر کی تحقیق کرکے مریسیع تک جا پہنچے۔ مخالفین کی طرف سے پہلے تیر چلا[۲]۔ تب مسلمانوں کی طرف سے بھی حملہ کیا گیا۔

غزوہ ۱۶ **غزوہ خندق**۔ جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں (وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ آپ نے سلمان کے کہنے پر اپنی فوج کے گرداگرد خندق کھودوالی تھی۔ جیسا اُس زمانے میں اہل فارس کا دستور تھا) اس موقعہ پر عرب کے بہت سے قبائل اہلِ اسلام کے استیصال کو اکٹھے ہوئے۔ یہود کی ایک جماعت سلام بن حقیق نضری وحیی بن اخطب نضری وکنانہ بن ربیع بن ابی حقیق نضری و ہوذہ بن قیس وائلی وابوعمار وائلی بنی نضیر اور بنی وائل قبیلے بہت سے لوگوں کو ساتھ لیکر

[ا] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ - ۱۲ [۲] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ - ۱۲

خیبر سے چلکر قریش مکّہ کے پاس آئے اور اُنہیں اپنی کمک و رفاقت کے قوی وعدے دیکر آنحضرت[۱] سے لڑنے کو کہا۔ اور سخت ترغیب دی کہ ایکدفعہ ملکر مسلمانوں کا استیصال کر ہی ڈالیں۔ قریش نے اُنہیں کہا۔ اے گروہ یہود تم لوگ پہلے اہلِ کتاب ہو۔ اور تم ہمارے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے درمیان اختلاف کی وجہ کو جانتے ہو۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمارا دین اچھا ہے یا دین محمدؐ۔ اُنہوں نے (یہود بنی اسرائیل۔ اہلِ کتاب۔ موحد۔ بُت پرستی کے دشمن) کہا تمہارا دین اِس سے کہیں بہتر ہے اور اِس سے زیادہ حق پر ہو۔ اُنہیں کے حق میں یہ آیت اُتری۔ اَلَمْ تَرَ[۲] اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۔ پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۸۔

اَمْ[۳] يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۔ سیپارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۸۔

قریش اِس بات سے نہایت خوش ہوئے اور اجتماع عظیم کیا۔ پھر وہ یہود غطفان قیس کے پاس آئے۔ اور وہی مضمون پیش کیا اور کہا کہ قریش سب اس امر میں ہم سے متفق ہیں وہ بھی جمع ہوئے۔ قریش اور غطفان نکل کھڑے ہوئے۔ قریش کا سپہ سالار ابوسفیان تھا اور غطفان کا عُیَینہ بن حصین فزاری[۴]۔ غرض دس ہزار فوج جرّار بڑے بڑے منصوبے باندھ کر خدائی لشکر کے مقابلے کو روانہ

---

[۱] نوٹ۔ سبحان اللہ عداوت اور بغض دیکھئے۔ اہل کتاب قریش مکّہ کی بُت پرستی کو عمدہ اسلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ یقیناً یہی ایک بات کافی ثبوت عداوت کا ہے۔ جو یہود اہلِ مدینہ نے اسلام کی نسبت ظاہر کی۔ اور اس عداوت نے اُنہیں بڑے بڑے غدروں اور مکروں پر آمادہ کیا جن کا لازمی نتیجہ وہ تمام غزوات ہُوئے جو یہود سے ٹھیرے۔ ۱۲

[۲] تُونے نہ دیکھے وہ لوگ جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا۔ مانتے ہیں بُتوں کو اور شیطانوں کو اور کہتے ہیں کافروں کو یہ زیادہ پاتے ہیں مسلمانوں سے راہ۔ ۱۲

[۳] یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر جو دیا اُنکو اللہ نے اپنے فضل سے سو ہمنے تو دی ابراہیم کے گھر میں کتاب اور علم اور اُنکو دی ہمنے بڑی سلطنت ۱۲

[۴] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ -

ہوئی۔ قریش تو مدینے کے اُس طرف اُترے جہاں بارش کی ندیاں بہتی تھیں۔ بنی کنانہ۔ اہلِ تہامہ بنی قریظہ۔ بنو نضیر۔ غطفان۔ اہلِ نجد وغیرہ اُحد کی طرف اُترے۔ اور مسلمان وہاں اُترے جہاں سلع نام پہاڑ اُن کے عقب میں تھا۔ اور تعداد میں فقط تین ہزار تھے۔

حیی بن اخطب خیبر کا ایک یہودی کعب بن اسد قرظی رئیس بنی قریظہ کے پاس آیا۔ اور کعب قبل اسکے اپنی قوم کیجانب سے آنحضرتؐ کے ساتھ مسالمت کا معاہدہ کر چکا تھا۔ کعب قرظی نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا۔ کہ مَیں نے آنحضرتؐ سے معاہدہ کر لیا ہی۔ اور مَیں نے اُس شخص کو سوائے وفا و صدق کے نہیں دیکھا۔ اسلئے مَیں نقضِ عہد نہیں کرنیکا۔ ابن اخطب نے بڑے زور سے اُس سے کہا کہ او کمبخت۔ مَیں تو لشکرِ کرّار اور فوجِ جرّار تیرے پاس لایا ہوں۔ دیکھ وہ مجتمع الاسیال (ندیاں بہنے کی جگہ) میں اُترے پڑے ہیں۔ اور غطفان اُن کے مقدمۃ الجیش ہیں۔ وہ اُحد کے پاس ٹھیرے ہیں۔ اور مجھ سے ان سب جماعتوں نے مضبوط عہد باندھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے استیصال کئے بغیر یہاں سے ٹلیں گے نہیں۔ غرض بڑے الحاح و اصرار سے کعب راضی ہو گیا۔ اور نقض عہد کی شامت سے نہ ڈرا۔

جب یہ خبر آنحضرتؐ کو ہوئی۔ آپنے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور ابن رواحہ اور خوات کو اسلئے بھیجا کہ یہود کی خبر لاویں کہیں کفارِ مکّہ سے مل تو نہیں گئے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے دیکھا۔ یہود سخت بگڑے ہوئے ہیں اور مخالف ہو گئے۔ یہ لوگ واپس چلے آئے۔ اور اس واقعے کو نبیؐ عرب پر ظاہر کیا۔ عضل اور قارہ نے جیسے اصحاب الرجیع کے ساتھ غدر اور مکاری کی ہی۔ ایسی ہی اس تکلیف کے وقت یہود نے عہد شکنی کی۔ اِسی واسطے اِس غزوہ احزاب اور خندق کے واقعے میں قرآن فرماتا ہی۔ اِذْ جَآءُوكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ[1]

---

[1] جب آئے تم پر اُوپر کیطرف سے اور نیچے سے اور جب ڈگنے لگیں آنکھیں اور پہنچے دل گلوں تک اور اٹکل کرنے لگے تم اللہ پر کئی کئی اٹکلیں وہاں جانچے گئے ایمان والے اور ہلائے گئے سخت ہلانا ۱۲

ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔
وَاِذْ[1] يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ
رَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا۔ سیپارہ ۲۱۔ سورہ احزاب رکوع ۲۔

اس لڑائی میں نوفل بن عبداللہ کفار کی طرف سے حملہ آور ہوا۔ اور خندق میں گر کر مر گیا دشمنوں نے خوں بہا دیکر اُس کی لاش لینی چاہی۔ مگر نبی اللہ نے مفت دیدی۔

اس شدت کی حالت میں مختلف اقوام عرب اور نواحی مدینہ کے یہود کی حملہ آوری اور اسلام کی کمزوری کو منافق اور کمزور لوگ دیکھ کر چل نکلے۔ اور کُل تین سو آدمی آپکے پاس رہ گیا۔ اس قلیل جمعیت میں خدائی لشکر اسلام کی امداد کو آیا۔ ہوا کی تیزی اور سردی۔ نے دشمن کے ڈیرے خیمے اُکھیڑ دشمن کو راتوں رات بھگا دیا۔ اور کَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ کی تصدیق ظاہر ہوئی۔

اس لڑائی میں غطفان اور بنو قریظہ اور بنو نضیر اور اہلِ خیبر کا سلوک ہرگز ہرگز فراموش کرنے کے قابل نہیں۔ ان بدعہد۔ عہد شکن قوموں کی لڑائی کی جڑ یہی واقعات ہیں۔ اس لڑائی میں پانچ نمازیں ایک وقت میں پڑھی گئیں۔ اور اس مکی آیت کی جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ اسی لڑائی میں تصدیق ہوئی۔

غزوہ ۱۷ ستر ہواں غزوہ بنو لحیان کی لڑائی۔ یہ لڑائی خندق اور قریظہ کے بعد ہوئی۔ اس لڑائی کا باعث یہ تھا۔

عضل اور قارہ عرب کے دو قبیلے تھے۔ ان لوگوں کے سفیر جنگ اُحد کے بعد آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا ہم لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ آپ چند آدمی دین کی سمجھ والے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں ہمارے ساتھ روانہ کیجئے۔ پیغمبر خدا کی راستی پسند

---

[1] اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے جو وعدہ دیا تھا۔ ہم کو اللہ نے اور اُسکے رسول صلعم نے سب فریب تھا ۱۲

طبیعت نے ان دھوکے باز سفیروں کے ساتھ عاصم اور خبیب مرثد اور زید عبداللہ بن طارق خالد حزام اور معتب کو روانہ فرمایا۔ یہ بے ایمان سفیر جب ان فقہائے اسلام کو رجیع نام مقام پر لے پہنچے۔ ہذیل قوم کو اپنی امداد میں بلاکر محمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریوں کو خبیب اور زید کے ماسوا سب کو قتل کر ڈالا۔ اور ان دو بچے ہوؤں کو مکے میں لاکر بیچ ڈالا۔ ہذیل کا بیٹا لحیان تھا۔ اس لئے ان معاونین قتل کو بنو لحیان کہتے ہیں۔

اس مکار قوم کو کیفر اعمال پر پہنچانا نہایت ضروری تھا۔ اگر ایسی خطرناک برائیوں سے چشم پوشی کیجاتی۔ تو وہ وحشی قومیں تمام دُنیا کی تہذیب وادیان وقوانین سے آزاد و بیباک استیصال کے درپے ہوجاتیں۔ اوران کی بداطواری بنی آدم کو کبھی آرام اور چین نہ لینے دیتی۔ مصلح بنی آدم نے بخیال کمال اصلاح اس غدار قوم پر حملہ کیا۔ مگر وہ لوگ پہاڑ میں بھاگ گئے۔ اور رسول خدا بدوں لڑائی اور تعاقب کے واپس تشریف لائے۔ ابتدائی تعلیم میں اتنی سرزنش بھی اُن کی دلیری توڑنے کے واسطے کم نہ تھی۔

اٹھارواں غزوہ ذوقرد۔ اس لڑائی کو غابہ کی لڑائی بھی کہتے ہیں۔ اس کا باعث یہ تھا کہ آپ کی بیس ۲۰ اُونٹنیاں دُودھ دیتی ہوئی تھیں۔ جنکی حفاظت پر ابوذر مع اپنے بیٹے کے معیّن تھے۔ اور ابوذر کی بیبی بھی وہاں رہتی تھی۔ اُن پر عیینہ بن حصن فزاری کے بیٹے نے چھاپا مارا۔ اُس لٹیرے کی لُوٹ میں ابوذر کا بیٹا مارا گیا۔ اور ابوذر کی بیبی اور اُونٹنیوں کو عیینہ لے گیا۔ کئی روز کے بعد ابوذر کی بیبی عضباء نام رسول خدا کی خاص سواری کی اُونٹنی پر جو لُوٹ میں چلی گئی تھی۔ سوار ہوکر عیینہ کی قید سے بھاگ آئی۔ ایسی لُوٹوں کے آئندہ انسداد کے لئے فزاریوں پر حملہ کیا اور اونٹنیاں واپس لے لیں۔ اور باوجودیکہ موقع اور طاقت تھی آپ نے اُس قوم کا تعاقب نہ کیا۔ ۱۸ غزوہ

اُنیسواں غزوہ فتح مکّہ ہے۔ اس عظیم الشان فتح کا حال سُنیئے۔ جس کے حاصل ہونے سے دین الٰہی میں فوجوں کی فوجیں بھرتی ہوئیں۔ رسولِ خدا نے اس لڑائی سے پہلے ایک دفعہ ۱۹ غزوہ

مکّہ معظمہ کی زیارت کا قصد فرمایا۔ جب حدیبیہ نام مقام میں پہنچے۔ اہلِ مکّہ نے شہر مکّہ میں
جانے سے روک دیا۔ آپنے فرمایا میں لڑائی کے لیئے یہاں نہیں آیا۔ غرض وہاں صلح ہوگئی اور
صلح کے شرائط یہ ٹھہرے۔ اب کی دفعہ مسلمان مدینے کو واپس جائیں اور مکّے میں داخل نہوں۔
اگر مسلمانوں کو سال آئیندہ میں بطور زیارت مکّے کا آنا مطلوب ہو تو کھلے ہتھیاروں نہ آویں۔
اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں۔ اگر کوئی مسلمان اسلام کا منکر ہو کر اہلِ مکّہ سے ملجانا چاہے
تو اُسے آزادی ہے۔ دین اسلام کو چھوڑ کر شرک اور کفر اختیار کرے۔ اگر کوئی آدمی کفّار مکّہ
سے مسلمان ہو کر مسلمانوں سے ملنا چاہے۔ تو مسلمانوں پر ضرور ہوگا کہ اُسے واپس کر دیں۔
جس قوم کی مرضی ہو۔ اسی وقت مسلمانوں کی طرف ہو جاوے۔ اور جس کی مرضی ہو۔ اہلِ مکّہ
کے ساتھ رہے۔

اِس شرط کے بعد پیغمبر خدا بدوں ادائے رسم عمرہ مدینے کو واپس چلے آئے۔ بنو بکر نام قبیلہ
قریش کے عقد و عہد میں ہوا۔ اور خزاعہ اسلامیوں کے طرفدار بن گئے۔ بنو بکر اور خزاعہ میں
باہم مُدّت سے جنگ و جدال چلا آتا تھا۔ اسلام کے پھیلنے اور اسلام کے نئے شغل نے
ان دونوں قوموں کو لڑائی سے روک رکھا تھا۔ جب اہل مکّہ اور اہل اسلام میں صلح ہوگئی۔ تو اس
جنگجو قوم کو نچلا بیٹھنا محال ہوگیا۔

نوفل بن معاویہ بن نفاثۃ الدیلی بنو بکر میں سے ایک نامور سپاہی تھا اُس نے خزاعہ
پر شبخون مارا۔ خزاعہ کے لوگ اُسوقت بیخوف و خطر وتیر نام چشمے پر غافل پڑے تھے۔ نوفل
کے حملے سے چونک اُٹھے۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ بنو بکر ہٹتے ہٹتے حرم مکہ میں پہنچ گئے۔ وہاں
کفّار مکّہ نے پہلے اُن کی امداد ہتھیاروں سے کی۔ جب اندھیرا ہوگیا۔ بنو بکر کے ساتھ شریک
ہوگئے۔ جب بنو بکر کو اہل مکّہ کی مدد ہوگئی۔ تو خزاعہ قوم کمزور ہوگئی۔ اور بدیل بن ورقا خزاعی
اور رافع کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔ مگر خزاعہ بیچارے صبح تک بہت مارے گئے۔
صبح کے ہوتے ہی اپنی تباہ حالت کو دیکھکر بھاگے۔ اور آپنے مامن کو پہنچکر عمرو بن سالم

خزاعی کو چالیس آدمی کے ساتھ مدینے کو حضور علیہ السّلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمرو بن سالم نے آکر عرض کیا۔

[1] یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا ‏ [2] حِلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْهِ الْاَتْلَدَا
[3] اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا ‏ [4] وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا
[5] وَزَعَمُوْا اَنْ لَّسْتَ تَدْعُوْا اَحَدًا ‏ [6] فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَبَدًا
[7] وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاْتُوْا مَدَدًا ‏ [8] فِیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا
[9] اِنْ سِیْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا ‏ [10] هُمْ بَیَّتُوْنَا بِالْوَتِیْرِ هُجَّدًا
[11] وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّ سُجَّدًا ‏ [12] وَزَعَمُوْا اَنْ لَّسْتُ اَدْعُوْا اَحَدًا

اِن واقعات اور سچے اقوال کو سُنکر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ نُصِرْتَ یَا عَمْرَو بْنَ سَالِمٍ۔
اُدھر کفّار مکہ کو اپنے کرتوت کا جیسے ہر ایک گناہ کا نتیجہ افسوس ہوتا ہے۔ افسوس ہُوا اور پشیمان ہوئے۔ ابوسفیان اپنے رئیس کو اس بد افعالی کے ثمرات سے بچ رہنے کیلئے مدینے کو روانہ کیا ابوسفیان کو یقین تھا۔ رسول خدا کو اب تک اس عہد شکنی کی خبر نہیں۔ اسی خیال پر آنحضرتؐ سے کہا۔ میں حدیبیہ کی صلح میں موجود نہ تھا۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ آپ عہد سابقہ کی تجدید کریں اور صلح کی مدت کو بڑھا دیں۔ آنحضرتؐ اُنکی بد عہدیوں کو بارہا دیکھ چکے تھے اور خزاعہ کے مقابلے میں بنو بکر کی امداد خلاف عہد حدیبیہ کی خبر عمرو بن سالم کے ذریعے پہنچ چکی تھی۔ آپ نے ابوسفیان کو

---

[1] اے میرے خدا میں محمدؐ کو قسم دیتا ہوں [2] قسم اپنے اجداد اور اُس کے آبائے قدیم کی ؛ [3] ہر آئینہ قریش نے تجھ سے وعدہ خلافی کی [4] اور توڑ دیا اُن لوگوں نے تیرے وعدے مضبوط کو ؛ [5] اور اُن لوگوں نے یقین کر لیا کہ تو کسی کو نہیں پکارتا ہے ؛ [6] تو مدد کر اللہ تجھ کو ہمیشہ کی نصرت کی راہ دکھائے ؛ [7] خلق خدا کو پکار وہ لوگ برابر بڑھتے آئیں گے۔ [8] ان لوگوں میں اللہ کا رسول تنہا ہو گیا ہے ؛ [9] اگر زمین کے دھس جانے سے وہ لوگ مغلوب ہوئے تو اُن کا چہرہ متغیر ہُوا۔ [10] اُنہوں نے ہم لوگوں پر سوتے میں وتیر پر شبخون مارا ؛ [11] اور اُن لوگوں نے ہم سبھوں کو رکوع اور سجدے میں ہلاک کیا۔ [12] اور اُنہوں نے جانا کہ ہم کسی کو نہیں مانتے ؛

جواب دیا کہ تم نے کوئی عہد شکنی کی ہے جو تم عہد کی تجدید چاہتے ہو۔ ابو سفیان نے کہا معاذ اللہ ایسا نہ ہو۔ تب آپنے فرمایا۔ الحال سابقہ عہد و پیمان کو رہنے دو۔ آخر ابو سفیان واپس مکّے کو چلا گیا۔ ابو سفیان کے جانے کے بعد آنحضرتؐ نے ایک سفیر مکّے کو بھیجا۔ اور حسب دستور ملک کہلا بھیجا۔ نہیں نہیں بلکہ حسب قانون اخلاق کہلا بھیجا۔ یا تو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیدو یا بنو بکر کی جانبداری اور حمایت سے الگ ہو جاؤ۔ یا حدیبیہ کی صلح کا عہد جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے اُسے پھیر دو۔ اہلِ مکّہ نے دیکھا۔ اہلِ اسلام ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اور اس نصرتِ الٰہی اور امدادِ خداوندی کو بھول گئے۔ جو اسلام ہاں سچے اسلام کی ہمیشہ حامی و مددگار ہے۔ صلح کا عہد پھیر دیا۔ کیا معنے کہدیا حدیبیہ والی صلح جو ہمارے تمہارے درمیان تھی نہ رہی۔ قطع عہد اور اُنکی بے ایمانی اور خزاعہ کے بدلہ لینے کے لئے آپنے مکّے پر چڑھائی کی اور اس حملے میں وہ نرمی اور اخلاقی شریعت کی پابندی کی جسکی نظیر دُنیا میں مفقود ہے۔

فرمایا۔ جو کوئی ابو سفیان کے گھر میں گھس جاوے اُسے امان۔ جو کوئی اپنا پھاٹک بند کرلے اُسے امان۔ جو کوئی مسجد میں چلا جاوے اُسے امان۔ غرض فتح مکّہ ہوا۔ اور کچھ بڑی خونریزی وہاں نہ ہوئی۔ اور کوئی حتماً بجبر مسلمان نہ کیا گیا۔ جب مکّہ فتح ہو گیا۔ خبر آئی ہوازن قوم اہلِ اسلام سے لڑنے کو اکٹھی ہوئی ہے اور اُن کا سپہ سالار مالک بن عوف نضری تھا۔ جب انپر اسلامیوں کی چڑھائی ہوئی۔ مسلمانوں کی بڑی بھاری جمعیت کو اپنی کثرت کا گھمنڈ ہو گیا۔ اور اُس خداداد طاقت کو جس کا نام حزم اور احتیاط ہے کمزور کر بیٹھے۔ ہوازن قوم کے تیراندازوں نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اور کثرت کے گھمنڈیوں کا مُنہ پھیر دیا۔ مگر الٰہی نُصرت اسلام کے شاملِ حال تھی۔ بہت جلد تتّر بتّر ہوئے اکٹھے ہو گئے۔ اور یہ بیسواں (۲۰) غزوہ ھوازن کا فتح و نصرت کے ساتھ ختم ہوا۔ دشمن وہاں سے بھاگ اوطاس نام وادی میں پہنچے۔ اِس لئے اکیسواں (۲۱) غزوہ اوطاس وقوع میں آیا۔ اور ثقیف قوم کے لوگ اوطاس سے بھاگ قلعۂ طائف میں جمع ہوئے۔ اِسلیئے بائیسواں غزوہ طائف قرار پایا۔ اور قلعۂ طائف کا

اہلِ اسلام نے محاصرہ کیا۔جب پناہ گزین گھبرائے۔آپنے فرمایا۔جو کوئی قلعے سے اُتر آئے۔وہ آزاد اِس عہد کے سُنتے ہی بہت غلام اُتر آئے۔جب ثقیف مسلمان ہو گئے۔تب اُنہوں نے اپنے یہ غلام طلب کئے۔اِلاّ رسولِ خدانے فرمایا اب وہ آزاد ہو چکے ہیں۔غرض بعد چند ایام آپ نے دُعا کی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَّأْتِہِمْ مُسْلِمِیْنَ۔ الغرض نصف آخر رمضان میں وہ سب مسلمان ہو کر مدینے میں پہنچے۔اور اسی لڑائی پر مکّے میں بلکہ عرب میں کفر کا خاتمہ ہُوا اور اسکے ساتھ کفّار قریش کی لڑائی کا بھی خاتمہ ہُوا۔ ان لڑائیوں میں کوئی آدمی بجبر و اکراہ مسلمان نہیں کیا گیا۔ اگر کوئی شخص صحیح روایت سے ثابت کر دے کہ زور سے کوئی متنفس مسلمان کیا گیا۔ تو اُسے ہم دسہزار روپیہ انعام دینے کو طیار ہیں۔

غزوات نبویّہ جو یہود سے ہوئے۔ دیکھو ابن ہشام جلد اصفحہ ۲۰۱ و ۲۰۴ و ۶۹۔ و زرقانی جلد اصفحہ ۵۵۱ و ۵۵۳۔جلد ۲ صفحہ ۱۰ و ۲۶۳ و ۱۲۵۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مکّہ کے بغض و عداوت سے مکّے سے ہجرت کر کے حسب استدعائے اہل مدینہ مدینے میں تشریف لائے۔آپ اُسوقت صرف واعظ ہی نہ تھے اور نہ ممکن تھا کہ اِس جنگجو ملک اور جاہل عصبیّت والی قوم میں صرف واعظ بنکر اُنکے بد رسومات پر نکتہ چینی کر سکتے۔حال کی آزادی ممکن نہ تھی۔اور نیز آپکا گروہ با شکوہ مچھوں اور ٹوریوں کا مجمع نہ تھا۔ایک وحشی ملک میں نیا دین اختیار کر کے بدوں اِسکے کہ خود حفاظتی سامان کرتے کیا ممکن تھا کہ اپنے آپکو یا اپنے ہادی کو بچا سکتے۔حضرت مسیح کی خاکساری، بردباری کو دیکھ چکے تھے۔ اس بیچارے نے صرف اخلاقی تعلیم شروع کی۔اور ابتدائے پرائمری میں ناکامیاب دُنیا سے چل بسا۔

نیز اسلامیوں کے باہمی تعلقات اور غیر قوموں سے معاملات۔اور اس ملک عرب میں نہ کوئی شخصی سلطنت اور نہ جمہوری انتظام کا نام۔پس آنحضرت ؐ کو واعظ ہونے کے سوا قاضی اور حاکم بننا پڑا۔اور انسانی فطرت کے لحاظ سے یہ امر نہایت ضروری تھا۔

مدینے کی رونق افروزی کے وقت عرب تین قسم کے لوگ تھے۔ کھلے دشمن جیسے قریش اور اُنکے حلیف۔ دوسرے معاہدین جیسے یہود کے مختلف قبائل۔ تیسرے منافق بظاہر اسلام کے ساتھ اور بباطن کفار کے دوست۔ عامۂ عرب میں بعض قومیں اسلام کی ترقی خواہ تھیں۔ جیسے خزاعہ۔ اور بعض دشمن کی فتح کے طالب جیسے بنو بکر۔ اور بعض قومیں بالکل خاموش اور حیران تھیں۔

آنحضرتؐ نے مدینے میں پہنچتے ہی یہود سے ایک عہد کیا جس کا خلاصہ یہ ہے:

یہ فرمان محمدؐ رسول اللہ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ قریش ہوں۔ خواہ اہلِ یثرب (مدینے کا پُرانا نام ہے) اور سب لوگوں کو چاہے کسی مذہب اور قوم کے ہوں جنھوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے۔ صلح اور جنگ کی حالت میں سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی۔ اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے برادرانِ اسلام کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کریں۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائینگے اور ہماری اُمّت کے ساتھ متساوی حقوق اُنکو ہماری نصرت اور حمایت اور حُسن سلوک کے حاصل رہینگے۔ یہودان بنی عوف بنی نجار بنی حارث بن خثیم بنی غالب بنی اوس اور سب ساکنانِ یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھے جائینگے۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجالائینگے۔ جیسے مسلمان اپنے رسومات دینی کو ادا کرتے ہیں۔

یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں۔ اُنکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہیگی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا اور اُنکو سزا دیجائے گی۔ یہود مسلمانوں کی شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے۔ اور تمام وہ لوگ جو فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہینگے مسلمانوں اور یہود کے دوست آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جاویگا۔ جیسا خود اُن کا کیا جاویگا۔

سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ظلم نااتفاقی یا بغاوت کا

مرتکب ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ کیسا ہی عزیز و قریب ہووے۔

آئندہ جو تنازعات اِن لوگوں میں ہونگے۔ جو اس فرمان کو قبول کرینگے اُن کا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے۔

تھوڑے دنوں بعد یہود آنِ بنی نضیر اور بنی قریظہ اور بنی قینقاع اس معاہدے میں شامل ہو گئے۔ اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگئی۔ جو عرب میں رائج تھی کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوی یا اپنے اعزہ کی طاقت پر بھروسا کرتا تھا۔ دادرسی اور عدل گستری جنگ و جدل پر موقوف تھی۔ ابن ہشام صفحہ ۳۴۱ و لائف آف محمدؐ صفحہ ۷۲۔

یہود بڑے قسی القلب تھے۔ چونکہ وہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ بھی تھے اور عقیل بھی۔ اور فرقۂ منافقین سے اُنکو اتفاق تھا۔ اور باہمی بھی یہود میں اتفاق تھا (برخلاف عرب جن میں باہمی سخت نااتفاقی تھی) لہذا وہ نہایت خطرناک دشمن اس جمہوری سلطنت کے تھے۔ جو شارع اسلام کے زیر حکومت قائم ہوئی تھی۔

ناتربیت یافتہ قوموں میں شاعروں کا وہی مرتبہ ہوتا ہے اور شاعر وہی اقتدار رکھتے ہیں جو اہل اخبار مہذب قوم میں۔ شعرائے یہود چونکہ نہایت ذی علم اور ذی شعور تھے۔ لہذا اہل مدینہ پر بڑے حاوی تھے۔

اس قوت کو انھوں نے اِس میں صرف کیا کہ مسلمانوں میں نفاق ڈالنے لگے اور اُن میں اور فریق مخالف میں بغض و عداوت کو ترقی دینے لگے۔ بلکہ میں کہتا ہوں باہم اسلام میں اختلاف و عناد کا بیج بوتے تھے۔ شاس بن قیس یہودی نے ایک بار دیکھا کہ انصار مسلمان (مدینے کے اصل باشندے) باہم کمال محبت و اتفاق سے بیٹھے ہیں۔ اور خیال کیا یہ وہی گروہ اوس اور خزرج کا ہے جو ہمیشہ جنگ و جدل میں بسر کرتے تھے۔ اب بالکل شیر و شکر ہیں۔ اور اسلام کی پاک تعلیم کی بدولت کمال اتحاد اور اخوت کے ساتھ ملے جُلے ہیں۔ اس اتفاق کو دیکھ شاس کا دِل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اور ایک جوان یہودی سے کہا۔ تو ان میں بیٹھ جا۔

اور باتوں باتوں میں بعاث[۱] کی لڑائی کا قصہ چھیڑ دے اور وہ اشعار پڑھ سنا جو اُسوقت پڑھے گئے تھے۔ غرض اُس بدذات نے وہی کرتوت شروع کی۔ آخر وہ نئے نئے اپنی قدیمی چال پر آ گئے۔ اور باہم کہنے لگے۔ آؤ اِس معاملے کو نیا کر دکھلائیں۔ خلاصہ کلام حرہ نام جگہ مقام جنگ تجویز ہوا۔ اور ہتھیار لینے کو وہاں سے چلدیئے۔ مصلح عالم خیر خواہ بنی آدم کو خبر ہو گئی۔ آپ جھٹ پہنچ گئے۔ اور فرمایا اے مسلمانو۔

[۲] اَللّٰهَ اَللّٰهَ اَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ بَعْدَ اَنْ هَدٰىكُمُ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ وَاَكْرَمَكُمْ بِهٖ وَقَطَعَ بِهٖ عَنْكُمْ اَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ وَاسْتَنْقَذَكُمْ بِهٖ مِنَ الْكُفْرِ وَاَلَّفَ بِهٖ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔

غرض یہ آرام بخش اور حیات افزا بات سُنکر رو پڑے اور باہم گلے ملے اور آپ کے ساتھ شہر میں چلے آئے۔ اُس وقت یہ آیت اُتری۔

[۳] يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

اور انصار اہلِ اسلام کو قرآن نے بتایا۔

[۴] يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔ سیپارہ ۴۔ سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۔

بدر کی لڑائی میں چونکہ مسلمانوں کی فتح پر ایک طرف قریش مکہ آگ بگولا ہو گئے تھے۔ اور ایک طرف اُن یہود کو غضب آیا اور ابو عفک نام یہودی نے آپ کے مار ڈالنے پر کوشش کی

۱؎ باہم اوس اور خزرج کی ایک سخت جنگ ہوئی تھی اور اسمیں سیکڑوں آدمی اور امرا مارے گئے تھے اور کھیت اوس کے ہاتھ رہا تھا ۱۲

۲؎ اللہ اللہ یہ جہالت کے دعوے اور میں تمہارے درمیان ہوں اسکے پیچھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کیطرف ہدایت کی اور اسلام کیساتھ تم کو عزت بخشی اور جہالت کی باتیں تم سے کاٹ دیں اور اسلام کے باعث تم کو کفر سے نکالا اور تم کو باہم الفت دی ۱۲

۳؎ اے کتاب والو! کیوں روکتے ہو خدا کی راہ سے ایمان والے کو۔ چاہتے ہو اس میں ٹیڑھا پن ۱۲

۴؎ اے ایمان والو اگر تم اطاعت کرو گے ایک گروہ کی اہلِ کتاب کے پھیرینگے وہ لوگ تم کو بعد تمہارے ایمان کے کافر۔ ۱۲

اور بہت اشعار میں لوگوں کو نبیؐ عرب کے مار ڈالنے کی ترغیب دی۔ اسواسطے وہ مارا گیا۔ کچھ عداوت سابقہ اور کچھ اس ابو عفک کا مارا جانا یہود کی خطرناک کارروائیوں کا باعث ہوا۔

یہودان بنی قینقاع صنعت اور حرفت والی قوم تھے۔ مگر اسکندریہ کے یہودیوں کیطرح شریر و غدار۔ فاسق و فاجر تھے۔ ایک روز ایک نوجوان مسلمان لڑکی اُنکے بازار میں گئی اور بضرورت اپنے کاروبار کے ایک یہودی لوہار کی دُکان پر پہنچی۔ نوجوانان یہود نے حرمت نسوان اور مہمان نوازی کے اصول کو بالائے طاق رکھ اُس نوجوان عورت کی ہتک حرمت اور آبروریزی چاہی۔ وہاں ایک مسلمان راہگیر اُس عورت کا شریک ہوگیا اور خوب مار پیٹ ہوئی۔ جو یہودی شرارت کا بانی تھا مارا گیا۔ تب یہودیوں نے جمع ہوکر اُس مسلمان کو قتل کر ڈالا اور فتنہ عظیم برپا ہوا۔ ادھر مسلمان جوش میں آگئے اور ہتھیار لے یہودیوں پر جا پڑے۔ اور طرفین میں لوگ مارے گئے۔ جونہی مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے فساد کو فرو کیا۔ اور مسلمانوں کا طیش کم ہوا۔ اس عاقبت اندیش اور دُور بین مصلح نے دیکھا۔ غور کیا کہ اگر یہی حالت مدینے کی رہی تو انجام اچھا نہ ہوگا۔ مدینہ باہمی فسادوں کا جنگ گاہ ہی نہ رہیگا۔ بلکہ مخالف فرقوں کے لئے بے تردد حملہ آوری کا باعث ہوگا۔ یہود خلاف عہد کر ہی چکے تھے۔ آنحضرت صلعم فوراً یہود کے محلے میں جا پہنچے اور یہ حکم قرآنی اُترا۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ[۱]۔ سورۂ انفال۔ سیپارہ ۱۰۔ رکوع ۳۔

اور اسی واسطے آپنے خود تشریف لیجاکر یہود سے فرمایا۔ یا تو مسلمان ہوجاؤ۔ یا یہاں سے چلدو۔ یہود نے بڑی سختی سے جواب دیا[۲]۔ کہ قریش کو شکست دیکر (بدر میں) نازاں نہ ہو وہ فنونِ جنگ سے ناواقف ہیں۔ اگر ہم سے لڑا۔ تو دیکھے گا۔ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ یہ

---

[۱] اور اگر تجھ کو ڈر ہو ایک قوم کی دغا کا تو جواب دے اُن کو برابر کے برابر اللہ کو خوش نہیں آتے دغاباز ۱۲ -

[۲] ابن ہشام ۱۲ -

کہکر قلعہ بند ہو گئے اور آنحضرت صلعم کی حکومت سے باہمہ عہد سرکش بن گئے۔ اس شریر قوم کا فتنہ فرو کرنا نہایت ضروری تھا۔ بنابراں اُنکا محاصرہ کیا گیا۔ پندرہ روز کے بعد قلعہ بند لوگ گھبرا گئے۔ اور یہ کہکر اُتر آئے۔ محمد صلعم جو ہماری نسبت فیصلہ فرمائیں وہ فیصلہ ہمیں منظور ہے۔ آپ نے پہلے سخت سزا تجویز فرمائی۔ مگر آپ کا جبلی رحم طبعی خلق اُن کے سزا دینے پر غالب آگیا۔ اور عبداللہ بن اُبی نے بھی سفارش کی۔ اسلئے بنو قینقاع صرف جلاوطن کئے گئے۔

یہود کے ساتھ دوسری لڑائی کا نام غزوۂ بنو نضیر ہے۔

کعب بن اشرف یہود میں ہاں بنو نضیر میں کا سردار تھا اور بڑا شاعر۔ برخلاف عہد نامہ بدر کی لڑائی کے بعد قریش مکہ کے پاس پہنچا اور اُنکو بڑا طیش دلایا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم تم کو مدینے میں امداد دینگے تم اسلام پر حملہ کرو۔ اور اپنی جادو انگیز تقریر سے قریش کو انتقام پر آمادہ کیا۔ آخر قریش کعب بن اشرف کی اثر بھری تقریروں سے مدینے پر حملہ آور ہوئے۔ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر جبل احد کے پاس لڑائی ہوئی اور نیز کعب بن اشرف نے رسول خدا کے قتل پر منصوبہ باندھا۔ مگر قدرت الٰہی سے وہ راز کھل گیا۔ اور یہ کعب بن اشرف اپنی ایسی ایسی حرکتوں سے مارا گیا۔ بنو نضیر کے دلوں میں اُسکے قتل کا رنج پیدا ہوا۔ اور اُسپر یہ طرہ ہوا کہ ابو براء نام عامری آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دم دلاسا دیکر اپنے ہمراہ رسول خدا صلعم کے ستر حواری جو قرآن کے قاری تھے۔ اس عہد پر ساتھ لے گیا کہ انکو ہر طرح امداد دیجائے گی۔ جب اپنے ملک میں پہنچا اور صحابۂ کرام نے آنحضرت صلعم کا خط عامر عامری اہل نجد کے رئیس کے پاس پہنچایا۔ تو عامر نے ایلچی کو مار ڈالا۔ اور عصیہ اور رعل قبیلوں کے لوگوں کو اپنا ممد بنا کر ان ستر قاریوں محمد رسول اللہ صلعم کے اصحابوں پر آپڑا۔ اور ان مسلمانوں کو مار ڈالا۔ صرف دو آدمی بچ گئے۔ ایک تو زخمی تھا اور دوسرا قید کیا گیا۔ اس مقید کا نام عمرو ابن امیہ تھا۔ اور اسلئے کہ مضری قوم کا تھا۔ اسکو عامر ابن طفیل نے اپنی ماں کے کسی کفارے میں آزاد کر دیا۔ یہ قیدی عمرو بن اُمیہ آزاد ہو کر

مدینے کو آتا تھا۔ راستے میں اُسے دو عامری مل گئے۔ یہ دونوں عامری اگرچہ اُس قوم کے تھے جنہوں نے غدّاری سے ستّر آدمیوں کو مع ایلچی مارا تھا۔ مگر یہ دو عامری بخلاف اپنی قوم کے رسول اللہ صلعم کے ہم عہد تھے اور عمرو اس عہد سے ناواقف تھا۔ عمرو نے موقعہ پاکر ان دونوں عامریوں کو مار ڈالا۔ جب رسول اللہ کو خبر ہوئی۔ کہ عمرو بن اُمیّہ نے اُن دو عامریوں کو مار ڈالا ہے جو ہمارے ہم عہد تھے۔ تو آپ نے تجویز کی۔ ان دو مقتولوں کا خون بہا (بدل قتل) دیا جاوے۔ حسب عہد نامۂ مذکورۂ سابق یہودیوں کو بھی اس خون بہا کے چندے میں شریک ہونا ضرور تھا۔ آپ یہود کے پاس تشریف لے گئے۔ دونوں مقتولین کے وارث بنو نضیر کے دوست تھے اور اُنہیں کو یہ چندہ دیا جاتا تھا۔ اسلئے آنحضرتؐ کو بنو نضیر کی شرکت کا اِس چندے میں بڑا یقین تھا۔ اور خیال کیا۔ اوّل تو حسب معاہدہ یہود کو اِس چندے میں شریک ہونا ضروری ہے۔ دوم جن کو روپیہ دیا جاتا ہے وہ اُن کے دوست ہیں۔

جب آنحضرت صلعم یہودان بنو نضیر کے محلّے میں تشریف لے گئے تو اُنھوں نے چندہ دینے سے انکار کیا۔ اور اُسوقت ایک دلیر بہادر عمرو بن حجاش نام یہودی سے کہدیا کہ ایک بڑا بھاری پتھر کوٹھے کی چھت پر سے آنحضرت صلعم پر لُڑھکا دے اور اُنکا کام تمام کر۔ سلام بن مشکم نے یہود کو بہت روکا اور منع کیا۔ مگر وہ اس غدر سے باز نہ آئے۔ آخر اُس سچے حافظ حقیقی نے جس نے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[ا] کہا تھا خبر دے دی۔

زرقانی نے لکھا ہے ایک یہودیّہ عورت نے اپنے مسلمان بھائی کے ذریعے سے جناب کو یہود کی غدّاری کی اطلاع دیدی۔ اِسلئے یہودانِ بنو نضیر کا محاصرہ کیا گیا۔ آخر چھ

[ا] پہنچادے جو تجھ کو اُترا تیرے رب سے اور اگر یہ نہ کیا تو تُو نے کچھ نہ پہنچایا اُس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے ۱۲

دن کے بعد اُنہوں نے صلح چاہی۔ مگر عبداللہ بن ابی منافق نے کچھ اپنی امداد کا ایسا چکما دیا کہ پھر باغی بن بیٹھے۔ اِسلئے پھر محاصرہ کیا گیا۔ بہت دنوں بعد لاچار ہو کر جلا وطنی پر راضی ہو گئے رسولِ خدا کو جبر و اکراہ سے مسلمان بنانا منظور ہی نہ تھا، اُنکو اجازت دیدی۔ مدینے سے چلے جاویں اور مدینے کو امن و امان کا محل بنایا اور وہ خیبر کو چلے گئے۔

غزوہ قریظہ۔ خندق اور احزاب کی لڑائی میں تم دیکھ چکے ہو مشرکوں کے مختلف گروہ اور یہودی اور غطفانی خاص مدینے میں اسلامیوں پر چڑھ آئے۔ حیی ابن اخطب یہودی، بنو نضیر کی جلا وطنی کے بعد قریش کو تحریص دیتا۔ اور کنانہ ابو الحقیق کا پوتا غطفانیوں کو اُکسالایا اور اُن سے وعدہ کیا۔ خیبر کی آمدنی سے نصف آمدنی مَیں دُونگا اگر مُسلمانوں پر حملہ آوری کرو۔ سلام بن مشکم اور ابن ابو الحقیق اور حیی اور کنانہ یہ سب بنو نضیر مکے میں پہنچے اور کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تم اسلام پر حملہ آوری کرو۔[۱]

اِن یہودیوں کی کارستانی اور جادو بیانی قریش کے غیظ و غضب سے ملکر تمام عرب کو مدینے پر چڑھا لائی۔ جب یہ مختلفہ اقوام بغرض استیصال اسلام مدینے میں پہنچے۔ حیی ابن اخطب یہودی خیبری نضری کعب بن اسد قرظی (یہ شخص بنو قریظہ کا ہم عہد تھا) کے پاس پہنچا۔ پہلے تو کعب نے حیی کو گھر میں گھُسنے نہ دیا۔ اور کہا ہمارا اور اسلامیوں کا باہم معاہدہ اور اتحاد ہے۔ اور بنو قینقاع اور بنو نضیر پر جو کچھ بد عہدی کا وبال آیا اُسے یاد کیا۔ مگر حیی نے کہا۔ مَیں تمام قریش اور عرب کے مختلف قبائل کو مدینے پر چڑھا لایا ہوں۔ اور اُن تمام اقوام عرب نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک اسلام کا استیصال نہ کر لینگے مدینے سے واپس نہ جائیں گے۔ کعب نے پہلے پہل بہت ٹالم ٹالا کیا اور کہا۔ محمدؐ بڑا راستگو راستی پسند انسان ہے اور عہد کا بڑا پکّا ہے ہم کو مناسب نہیں اُسکے ساتھ بد عہد بنیں۔ مگر آخر دُشمنوں کی کثرت اور اُنکے استقلال کو دیکھ اور حیی کے پھُسلانے اور عداوت اسلام کی قدیم بد عہدی میں آکر باغی بن گیا اور تمام عہدوں

---

[۱] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - ۱۳۵ - ۱۴۱ -

کو بالائے طاق رکھکر اُس عبرت بخش عاقبت اندیش عقل کو کھو بیٹھا جو معاملات بنو قینقاع اور بنو نضیر میں تجربہ کار ہو چکی تھی اور عین جنگ کے وقت آنحضرتؐ کو اِن یہودیوں کی بدعہدی کی خبر پہنچی۔ آپ نے بہت سے آدمی تحقیق خبر کے لئے روانہ فرمائے اور کہا ان لوگوں کو فہمایش کرو عہد پر قائم رہیں۔ مگر یہود نے درشت جواب دیا۔ اور کہا رسول اللہ کیا ہیں جو ہم اُن کی اطاعت کریں۔ ہمارا اُن کا کوئی عہد نہیں۔ اِن تمام آدمیوں نے جو یہود کے مقابلے کی خبر لینے گئے تھے۔ آکر عرض کیا یہود دُشمن کے ساتھ ہو گئے۔ قرآن بھی اسکی خبر دیتا ہے اور احزاب کے قصے میں کہتا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ سیپارہ ۲۱۔ رکوع ۱۸۔ سورۂ احزاب۔

جہاں یہود کی سزا کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے۔ وہاں صاف وجہ سزا کو بیان فرمایا ہے۔ اور اسی صورت میں کہا ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا۔ سیپارہ ۲۱ رکوع ۱۹۔ سورۂ احزاب۔

آپکے ساتھی گھبرا گئے۔ اِدھر تھوڑے سے معدود گروہ پر سارے عرب کی چڑھائی اُدھر گھر میں یہود کی بدعہدی۔ پھر یہود مدینے کی طرق اور راستوں کی کیفیت سے واقف

جب آئے وہ لوگ اوپر تمہارے اور نیچے تمہارے سے اور جب کج ہوئیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک اور تم گمان کرتے تھے اللہ کے ساتھ طرح طرح کے اُسجگہ ایمان والے آزمائے گئے اور ہلائے گئے ہلانا سخت ۱۲

اور اُتار اللہ نے اُن لوگوں کو جنہوں نے اہل کتاب سے اُنکی مدد کی اُنکے قلعوں سے اور ڈالا اُنکے دلوں میں خوف کو۔ ایک گروہ کو تم ہلاک کرتے ہو۔ اور ایک گروہ کو تم قید کرتے ہو ۱۲

محاصرین کفار کو غیر محفوظ مقام بتا سکتے تھے۔ اسلئے بڑا خوف ہؤا۔ علاوہ براں منافقوں کا نکل بھاگنا اور کمزور دِلوں کا عُذر بلاؤں پر بلائیں لایا۔ قربان جائیے الٰہی عاجز نوازی کے اُسی کے جنود نے اِن سب اعدا کو بھگوڑا بنایا۔ اور تخمیناً ایک مہینے کے محاصرے پر کفار عرب الٰہی اسبابوں سے بھاگ گئے۔ کیونکہ دس ہزار کی بھیڑ کے ساتھ تین ہزار اسلامیوں میں سے صرف تین سو باقی رہ گئے تھے۔ (وُہی جو سچے مسلمان تھے) جب دشمن خود بخود بھاگ گئے اور آپکو انکی طرف سے امن ہؤا۔ اور یہ اندیشہ مٹ گیا۔ تو اہلِ اسلام کو ایک نیا کھٹکا ہؤا کہ بنو قریظہ عہد شکنی کر چکے ہیں۔ اگر انہوں نے مدینے پر شبخون مارا۔ تو ہر ایک اسلام والا قتل ہو جائیگا۔ لہذا مقتضی عاقبت اندیشی نے بتایا تو آپ مقام جنگ سے جہاں خود حفاظتی کے لئے آپ نے کھائی کھود لی تھی۔ مدینے تشریف لائے اور قلعہ جات بنو قریظہ کا محاصرہ کیا۔ دس پندرہ روز محاصرے میں لگ گئے۔ اب قلعہ بند لوگ گھبرائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنکے دِلوں میں رُعب ڈالا۔ (وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ[1]) تب یہودانِ بنو قریظہ کا رئیس کعب بن اسد قوم میں کھڑا ہؤا۔ اور وہ اسپیچ دی جس میں کہا۔ اے قوم تمکو مناسب ہے۔ تین باتوں میں سے ایک بات مان لو۔ یا تو اس شخص (محمدؐ) پر ایمان لاؤ۔ تم کو صاف عیاں ہو چکا ہے۔ یہ شخص بیشک نبیؐ ہے اور یہ وہی ہے جس کی بابت توریت میں پیشینگوئی اور بشارت ہو چکی ہے۔ تم اور تمہارا مال و اسباب اور تمہاری جانیں بچ رہیں گی۔ قوم نے اسپر انکار کیا۔ تب اُس نے کہا۔ آؤ عورتوں اور بچّوں کو قتل کر ڈالیں (اسکی سزا پائی) اور تلواریں لے مسلمانوں پر گر پڑیں یہانتک کہ شہید ہو جاویں۔ قوم نے کہا۔ اگر ہم جیت گئے تو بال بچّوں اور عورتوں کے بغیر ہماری زندگی کیونکر ہوگی۔ تب کعب نے کہا آج سبت کی رات ہے۔ محمدی جانتے ہیں۔ آج ہم غافل ہیں اور سُست ہیں۔ آؤ غفلت میں مسلمانوں پر حملہ آوری کریں۔ تب قوم نے کہا۔ تجھ کو خبر نہیں۔ سبت کی بیحرمتی سے ہمارے بڑوں پر کیسے وبال آئے۔ وہ سُور اور بندر بن گئے۔

[1] اور ڈالا اُنکے دلوں میں خوف کو۔ یہ آیت سیپارہ ۲۱ رکوع ۱۹ سورہ احزاب میں ہے۔

آخر قوم کے اتفاقات سے یہود نے ایک سفیر جناب رسالتمآبؐ کے حضور روانہ کیا۔ اور کہا ابولبابہ بن منذر کو ہمارے پاس بھیجئے ہم اُس سے صلاح لینگے۔ جب ابولبابہ اُنکی درخواست سے وہاں آئے۔ عورتیں اور بچے چلّائے اور یہود نے کہا۔ کیا تیری صلاح ہے۔ ہم لوگ محمدؐ کے فیصلے پر دروازہ کھولدیں۔ اُس نے کہا بیشک۔ مگر اشارہ کیا وہ تمکو ذبح کا فتویٰ دینگے۔ پھر ابولبابہ پچھتایا اور اپنے آپکو مسجد میں جا باندھا۔ جب محاصرے پر مدّت گذری اور وہ یہود تنگ ہوئے۔ تو ان کمبخت لوگوں نے کہلا بھیجا۔ ہماری نسبت جو سعد بن معاذ فیصلہ کرے وہ فیصلہ ہمکو منظور ہے۔ بدقسمتوں نے۔ رحمۃ للعالمین کو حاکم نہ بنایا بلکہ سعد کے فتوے پر راضی ہوگئے اور قلعے سے نکل آئے۔ رسولِ خداؐ نے سعد بن معاذ کو بُلایا اور کہا یہ لوگ تیرے فیصلے پر ہمارے پاس آئے ہیں۔ اس سپاہی کو اس قوم کی بدچلنی اور بدعہدی اور ناعاقبت اندیشی اور بنو قینقاع اور بنو نضیر سے عبرت نہ پکڑنے پر یہی سوجھی کہ اس بدذات قوم کا قصہ تمام کرو۔ اُس نے کہا۔ ان کے قابلِ جنگ لوگ مارے جاویں۔ اور باقی قید کیئے جاویں۔ غرض کئی سو آدمی قریظی مدینے میں لاکر قتل کیا گیا۔

مانا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ چاہے کوئی کیسے جرائم اور معاصی کا مرتکب ہو جب اُس سے کوئی ایسا سلوک کیا جاوے جو ہمارے نزدیک سختی اور بے رحمی ہو۔ تو اُسوقت ہمیں نخواہ مخواہ ایک نفرت اور کراہت معلوم ہوتی ہو۔ اور ہمارے دل میں رحم عدل کی جگہ کو چھین لیتا ہے۔ مگر رحم کے باعث عدل چھوڑنا۔ اور جرائم کی سزا سے درگذر نہ چاہیئے۔ یہود نے دغا دی۔ بدعہدی کی۔ عین شہر کا امن کھو دیا مسلمانوں کی توحید اور موسیٰ و توریت کی تعظیم کو بُت پرست قوم کے مقابلے میں بھُلا دیا۔ بہرحال مسلمانوں کا حکم قریظہ کی نسبت گرآمول کے حکم سے بہت کم تھا جس کے بموجب آئرلینڈ میں شہر ورڈ ہیڈا کے سب باشندے بلا فرق نہ تیغ بے دریغ کیئے گئے۔ کارلائل لکھتا ہو۔ سچ ہے شریر کا سو مرتبہ قتل ہونا بہتر ہے کہ وہ بے گناہوں کو اغوا کرے۔ یہ اسلام کا فعل اسوقت کے مارشل لا سے

بہت نرم تھا۔ اور حضرت داؤد کی سزا سے جس میں اُنہوں نے جیتے آدمی جلتے پژاووں میں جلائے۔ اور پھر ہمیشہ خدا کے مطیع کہلائے۔ نہایت نرم ہے۔

غزوۂ خیبر۔ غزوۂ احزاب کے بیان میں گذر چکا سلام بن مشکم اور ابن ابی الحقیق اور حیی اور کنانہ اور ہوذہ اور ابو عمار خیبر سے قریش پاس پہنچے اور انکو اور عرب کے مختلف اقوام غطفان اور فزارہ کو مدینے پر چڑھا لائے۔

پھر ابو رافع سلام بن مشکم جو یہودیوں کا راس رئیس تھا اپنی ایسی حرکتوں سے مارا گیا۔ اور یہود نے اُسکے جا پر اُسیر بن رزام یہودی کو اپنا امیر بنایا۔ اور اُس لئے امیر نے اپنی بڑائی کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ غطفان قبیلے میں پھروں۔ اور اُنکو ہمراہ لے کے اسلامیوں پر چڑھائی کروں۔ اسی فکر میں تھا مصلح عالم کو خبر ہو گئی۔ آپنے اپنا سفیر بھیجا۔ اُس نے جاکر اس نئے امیر کو فہمائش کی اور ہمراہ لایا۔ الا نئے امیر کو پھر ایک خبط سوجھا۔ اور چاہا۔ ان سفیروں کو مار ڈالے۔ اس امر کی اطلاع پر عبد اللہ انیس نے اُسیر کو مار ڈالا۔ غرض اہل خیبر سے یہ معاملات صادر ہوتے رہے۔ علاوہ بریں خیبر والوں سے بنو نضیر و بنو قینقاع جا ملے تھے اُن کے شور فساد کرنے کے خیال سے آپ نے خیبر کا عزم کیا۔ اور وہاں کی رجز صاف اسباب اور وجہ جنگ کو ظاہر کرتی ہے۔

اِنَّ الاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا ۞ اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا[۱]

خیبری اور سب قومیں اسی سازش میں رہتی تھیں کہ مسلمانوں کی بیخ کنی کریں۔[۲] اسلام نے اس بات کا تدارک یہ کیا کہ چودہ[۱۴] سو سپاہیوں کے ساتھ خیبر چل دیئے۔ اوّل اسلام نے صلح کا پیغام بھیجا۔ جب خیبریوں نے نہ مانا تب اُن پر حملہ کیا۔ خیبر میں یہود کے بہت قلعے تھے

---

[۱] تحقیق پہلی جماعت نے بغاوت کی ہمپر جبکہ ارادہ کیا فتنہ کا پوں ہمارے کا ۱۲[۱]

[۲] وہ صحرائی قومیں اُن کے ساتھ متفق تھیں اور ہمیشہ اُن لوگوں کی یہ حالت تھی۔ لوٹ مار کی۔ جب اُدھر سے حملہ ہوا۔ جنگلوں میں بھاگ گئے۔ ۱۲

[۱] میرے نزدیک یہ لفظ اَبینا ہے ہم نے انکار کیا۔ شمس

اور آہستہ آہستہ وہ سب فتح ہوگئے۔ آخر بڑا قلعہ القموص نام تھا۔ اُسپر لڑائی ہوئی۔ جب وہ فتح ہوا یہود کو شکست کا یقین ہوگیا۔ تب انہوں نے معافی مانگی۔ اور انکی درخواست پر معافی دی گئی۔ مگر اُن کی نیک کرداری کی ضمانت (کاسن دی پرسول جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴) جائداد غیر منقولہ سے کی گئی۔ اور رسومات مذہبی کی نسبت یہود کو آزادی دی گئی۔ چونکہ کوئی باضابطہ ٹیکس اُن پر نہ تھا۔ اور سلطنت کے خرچ میں شرکت اُن پر فرض نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے اُن کی حفاظت کے معاوضے میں جو اَب اُن کو حاصل ہوئی۔ ایک محصول بقدر نصف پیداوار اُنکی اراضی کے اُن پر مقرر کیا۔ اور منقولہ جائداد جو لڑائی اور محاصرے کے بعد قلعوں سے نکلی اور ضبط ہوئی۔ وہ لشکر اسلام میں سپاہیوں کو تقسیم کیگئی۔ پادریوں اور انکے ہمدلوگوں کی یہ روایت غلط ہے کہ کنانہ کو خزائن و دفائن بتانے کیلئے عذاب دیا گیا۔

یہاں آنحضرت صلعم کو زہر دینے کا منصوبہ ہوا۔ اور اس دغاباز قوم نے گوشت میں زہر ملاکر آپکو کھلانا چاہا۔ اس دعوت میں ایک اصحابی اسی زہر سے مر گئے اور آنحضرت صلعم کو زہر کی بڑی تکلیف رہی۔ مگر آپنے اُس عورت کا جُرم معاف کیا جسنے زہر دیا تھا۔

غزوۂ تبوک۔ آنحضرت صلعم نے حارث بن عمیر الازدی کو امیر بصری کے پاس ایک خط دے کے روانہ کیا۔ جب یہ قاصد موتہ نام مقام پر پہنچا۔ تو وہاں کے حاکم شرجیل غسانی عیسائی نے اس قاصد کو مارڈالا (یہ عیسائی صاحبوں کی تہذیب اور خاکساری ہے)۔ اس واقعے کی جب مدینے میں اطلاع ہوئی۔ تو آپنے زید بن حارث کو تین ہزار سپاہ کا افسر بناکر موتہ کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا جہاں حارث مارا گیا وہاں جاؤ۔ اور یہ ارشاد فرمایا۔

اُوْصِیْکُمْ[۱] بِتَقْوَی اللّٰہِ وَبِمَنْ مَّعَکُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ لَا تَغْدُرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا وَلَا

---

[۱] میں وصیت کرتا ہوں تم کو اللہ کے ساتھ پرہیزگاری کی اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے کی راہ خدا میں اللہ کے نام سے اُس شخص کے ساتھ لڑو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے اور بیوفائی اور سرکشی نہ کرو۔

اِمْرَأَۃً وَّلَا کَبِیْرًا فَانِیًا وَّلَا مُنْعَزِلًا بِصَوْمَعَۃٍ وَّلَا تَقْرَبُوْا نَخْلًا وَّلَا تَقْطَعُوْا شَجَرًا وَّلَا تَھْدِمُوْا بِنَآءً۔

غرض یہ فوج ظفر موج وہاں پہنچی اور موتہ کے لوگ مقابلے کو کھڑے ہوئے۔ زید سپہ سالار مارا گیا۔ اور اسکی جگہ عبداللہ بن رواحہؓ مقرر ہوا۔ پھر جعفرؓ بن ابی طالب علیؓ بن ابی طالب کے بھائی سپہ سالار ہوئے۔ اُنکے نصف بدن میں اَسّی سے زیادہ زخم تھے اور وہ سب آگے کی جانب۔ پھر خالد بن ولید سپہ سالار ہوئے۔ اور یہ تدبیر کی کہ میمنہ اور میسرہ اور سائق اور قدام کو بدل دیا۔ دشمن نے سمجھا کہ ان کی مدد آگئی ہے۔ غرض وہاں مخالف کو شکست ہوئی۔ لڑائی میں مخالف ہرقل شاہ روم کے ماتحت تھے۔ اِسلئے عرب کی طرف روم کا خیال بڑھ گیا۔ پہلے بھی وہ فتح عرب کے خواہاں تھے۔ اب وہ خواہش دو بالا ہوگئی۔ ہجرت کے نویں سال شام کے تجار سے خبر ملی۔ ہرقل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ حملہ آوری کی طیاری کر رہا ہے۔ جب یہ خبر مدینے میں پہنچی۔ اُن دنوں بڑی گرمی پڑتی تھی۔ آپنے جب کوچ کیا راستے میں اُونٹوں کے اوجھ سے پانی میسّر ہوتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں ایک ہزار اُونٹ مع سازو سامان اور ستّر گھوڑے اور دو سو اوقیے چاندی کے بلکہ ہزار اشرفی کا چندہ دیا جسپر آپنے فرمایا۔ لایضر عثمانَ مَا عَمِلَ بعدھا۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال و اسباب چار ہزار درم کا اور عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال دیا۔ غرض اس جنگ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد تہائی لشکر کو کافی تھی منافقوں نے لوگوں کو بہت بہکایا۔ اِلّا خالص مسلمان جسقدر تھے وہ سب ساتھ ہو لئے۔ تیس ہزار سپاہ آپکے ساتھ تھی۔ اور اسمیں دس ہزار گھوڑے تھے۔ غرض آپ تبوک پہنچے۔ ایلیہ کے رئیس نے ٹیکس منظور کر کے صلح کر لی۔ پھر آپنے خالد بن ولید کو دومۃ الجندل

بقیہ حاشیہ اور بچے اور عورت اور بڈھے اور عبادتخانے گوشہ نشینوں کو نہ مارو۔ اور باغ کے نزدیک نہ جاؤ۔ اور درخت نہ کاٹو۔ اور مکانات کو نہ ڈھاؤ ۱۲

بھیجا۔ وہاں یہود سے لڑائی ہوئی اور اکیدر یہود کا رئیس اعظم قید ہوگیا۔ اکیدر جب آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا۔ اُس نے جزیہ منظور کیا۔ اِسواسطے رہا کیا گیا۔ اور بدستور رئیس بنایا گیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ہرقل کو خط لکھا۔ اور چونکہ بڑا بھاری سفر فوج کو طے کرنا پڑا۔ اور تبوک میں کھانا چارہ پانی زیادہ تھا۔ اور نیز ہرقل کی خبر کو جاسوس بھیجے گئے تھے۔ اسلئے آپ بیس روز وہاں ٹھہرے۔ تبوک نصف راہ شام سے تھا۔ وہاں معلوم ہوا۔ ہرقل کو اندرونی مشکلات ایسے آپڑے ہیں کہ وہ مدینے کو فوج نہیں پہنچا سکتا۔ اسلیئے وہاں سے واپس تشریف لائے۔

ازواج مطہرات محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پادریوں کی بیہودہ سرائی

اعتراض۔ عائشہؓ کو دُعاگویوں نے متّہم کر دکھلایا۔

جواب۔ پادری صاحبان الزام مت لگاؤ۔ اگر الزام لگاؤ گے۔ تو تم پر بھی الزام لگایا جائے گا۔ پادریو تم تہذیب کے مدّعی اور مسیح کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہو۔ سنو عیب نہ لگاؤ۔ کہ تم پر بھی عیب لگایا جاوے۔ ۷ باب ا متی۔

عائشہؓ کا اتہام صرف اتہام ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اپنے گھر میں دیکھئے ایک کنواری کے رحم میں سے لڑکا پیدا ہوا اور بقول تمہارے وہ تمہاری نجات کا متکفل ہوا۔ ایک متّہم ہوئی۔ اور اتہام لگانیوالے وجوہ اتہام کے بیان سے عاجز آئے۔ اور دوسری متّہم ہوئی۔ اور کنوارے پن میں (بقول عیسائیوں کے) لڑکا جن چکی۔ پھر بدنامی سے بچگئی اور رُوح القدس سے حاملہ کہلائی۔

راحاب (فاحشہ) یسوع ۲ باب ا۔ یہود کی بہو تمر کسبی بنی۔ پیدائش ۳۸ باب ۱۴ و ۱۵۔ اور یہ دونوں تمہارے مخلص رب کی پردادیاں ہیں۔ متی باب ا باب ۳ و ۵۔

یاد رکھو۔ جس طرح تم عیب لگاتے ہو۔ اُسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جاویگا۔ متی ۷ باب ۲۔
ناظرین اس لمبے چوڑے سوال اور اس سوال کی تہذیب کو دیکھئے۔

پادری کا سوال

سُورۂ تحریم کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ہے۔ محمدؐ صاحب اپنی زوجہ حفصہؓ کے گھر گئے اور اسکی لونڈی ماریہ قبطیہ سے اپنی زوجہ کی غیر حاضری میں ہم بستر ہوئے۔ حفصۂ مذکور یہ معلوم کرکے ناراض ہوگئی۔ تب محمدؐ صاحب نے اس شہرتِ بد کو بند کرنے کے لئے اور اپنی زوجہ حفصہ کو راضی کرنے کیلئے قسم کھائی اور کہا کہ میں پھر اس لونڈی سے ہم بستر نہ ہونگا۔ اور اپنی زوجہ حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات تیرے پاس امانت ہے سو یہ ماجرا تُو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ جب محمدؐ صاحب اُسکے گھر سے چلے گئے تو حفصہ نے یہ تمام احوال عائشہؓ پر ظاہر کر دیا۔ اور پھر عائشہؓ سے جب محمدؐ صاحب کو معلوم ہوگیا کہ یہ ماجرا چھُپ نہ سکا۔ تو قرآن میں بمقام مذکورۃ الصدر ایک آیت نازل کرلی کہ بیشک قسم کو توڑ کر لونڈی سے ہم بستر ہوتے رہے۔ اپنی عورتوں کی خوشنودی نہ چاہیئے۔ پس اس ماجرے سے تین گناہ محمدؐ صاحب پر ثابت ہیں۔

اوّل۔ گناہ زنا کا جسکے سبب محمدؐ صاحب نے اپنی زوجہ حفصہ سے ملامت اُٹھائی۔ اور بدنام ہو کر اس گناہ کے چھپانے کی کوشش کی اور آخر کار قسم اُٹھا کر جان چھوڑانی پڑی۔

دوم۔ گناہ قسم پر قائم نہ رہنے کا۔ کہ وہ پھر اسی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور اسی سبب محمدؐ یوں پر بھی قسم کا توڑنا جائز کر دیا۔

سوم۔ ایسے ناشائستہ فعل میں یعنی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے۔ اور قسم کے توڑنے میں خدا کو بھی شریک کرکے اجازت دینے والا قرار دیا۔

جواب۔ غور فرمانے والے ناظرین سنو۔ عیب گیر پادری صاحب اوّل تو قرآن سے نکال کر یہ اعتراض نہیں دکھا سکتے بلکہ کسی تفسیر سے۔ سچ ہے قرآن کریم ایسے اعتراضات کا اناجیل کی طرح منشاء نہیں ہوسکتا۔

رہیں تفاسیر سیل صاحب اور رنڈویل نے تفاسیر قرآن لکھی ہیں۔ پھر کیا ان تفاسیر کے باعث اسلام یا قرآن یا صاحب قرآن محل اعتراض ہو سکتا ہے۔

دوم۔ پادری کہتے ہیں حفصہ کی لونڈی ماریہ قبطیہ۔ حال آنکہ ماریہ قبطیہ ہمارے سچے اور پاک۔ ہاں نہایت سچے اور نہایت پاک خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد اور سریہ بی بی تھیں۔ ماریہ۔ حفصہ کی لونڈی ہرگز نہیں۔ ہاں ہرگز نہیں۔

یہ ماریہ قبطیہ وہ ہے۔ جسکے ام ولد بننے سے مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے۔ افسوس آپکو گھر کی خبر بھی نہیں۔ یہ مقوقس عیسائی تھا۔ زرقانی شرح مواہب۔

یہ ماریہ وہی ہے جس کی حقیقی بہن حسان کے گھر میں تھی۔ اور عبد الرحمن بن حسان اُس کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ مواہب لدنیہ۔

یہ ماریہ وہ ہے جسکے ساتھ شہباء خچری آئی۔ جسے مسلمان دلدل کہتے ہیں۔

پادریو آپکے تمام اعتراض کا زور اسی پر تھا کہ ماریہ قبطیہ حفصہ کی لونڈی تھی جب حفصہ کی لونڈی ہونا ماریہ کا ثابت نہ ہوا تو آپکی ساری یاوہ سرائی بیہودہ گوئی اڑ گئی۔

سوم۔ پادری کہتے ہیں۔ محمدؐ صاحب نے ایک آیت سورۂ تحریم کی ابتدا میں نازل کر لی۔ پادری لوگ آیت تو نہیں لکھتے۔ صرف اُسکے بدلے یہ اُردو عبارت لکھدیتے ہیں۔

بیشک قسم توڑ کر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے۔ اپنی عورتوں کی خوشنودی نچاہیئے۔ اعتراض میں یہی عبارت مرقوم ہے۔

اَب تمام ناظرین کی خدمت میں التماس ہے۔ قرآن کریم تمام عمرانات میں موجود ہے ایسی کوئی آیت تمام قرآن میں نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو۔

اِس مُحرّف قوم کے تعصبات کی حد نہیں۔ جان بوجھ بے ایمانی پر کمر بستہ ہے

اور کیوں نہ ہوں۔ کفارے کے بیہودہ خیالی پلاؤ نے انکو گناہ سے بے ڈر کر رکھا ہے۔

پادریوں نے آخر تین اعتراض اس قصے پر جمائے۔ جب قصہ ہی سرے سے غلط ٹھیرا تو یہ نتیجہ کیونکر قابلِ التفات ہوگا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھیریں تو زنا کیسا۔ ہوش کی لو۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھیریں تو قسم کیا اور قسم توڑنا کیا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھیریں۔ تو ناشائستہ فعل کیا۔

معترض کہتا ہے قسم توڑنے کی آیت نازل کرلی۔ قسم توڑنے کی کوئی آیت سورہ تحریم میں نہیں اور نہ اسکے بعد کوئی قسم توڑنے کی آیت اُتری۔ ہاں قسم کے توڑنے پر کفارہ دینے کا قرآن میں سورہ مائدہ میں ذکر آیا ہے۔ مگر یاد رہے سورہ مائدہ سورہ تحریم سے پہلے اُتری ہے۔

ہاں مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سورہ تحریم کی پہلی چند آیت کی تفسیر لکھدوں۔

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ[1] وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ۔ سیپارہ ۲۸ سورہ تحریم رکوع ۱

آنحضرت صلعم نے اپنی بی بی زینبؓ کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہؓ اور حفصہؓ نے زینبؓ پر غیرت کی اور رسولؐ خدا سے عرض کیا۔ آپکے مُنہ سے مغافیر کی بُو آتی ہی۔ آپنے فرمایا کہ مَیں نے زینبؓ کے گھر میں شہد پیا ہے۔ اب پھر شہد نہ پیونگا۔ یہ بات اسلئے کہی کہ جب عورتوں کو شہد کی بُو سے نفرت ہے تو اُسکا پینا کیا ضرور۔ معاشرت میں نقص آتا ہی۔ باری تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ حلال اشیاء کا ترک کرنا اور اسپر حلف کرنا کیوں۔ ایسے امور میں عورتوں کی رضامندی ضرور نہیں۔ قسم سے بچ رہنے کیلئے سورہ مائدہ میں کفارے کا حکم ہی اسپر عمل کرو

[1] اے نبی تو کیوں چھوڑے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔ چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ٹھہرا دیا ہے اللہ نے تم کو کھول ڈالنا اپنی قسموں کا ۱۲

قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم۔ میں فرض ماضی کا صیغہ ہے حال یا استقبال نہیں۔ یہ زینبؓ کا قصہ اور اُس پر آیت کا نازل ہونا۔ بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی اعلیٰ کتابوں میں موجود ہے۔ اور قرآن کی تفسیر یا خود قرآن سے یا لغت عرب سے یا قرآن کی تفسیر صحیح احادیث سے تفسیر کا اعلیٰ درجہ ہے۔

بعض مفسر لوگوں نے زینبؓ کے بدلے میں ماریہ قبطیہ کا نام لیا۔ الّا ماریہ بھی رسول خدا کی بیبی ہیں۔ اور ایک بیٹے کی ماں ہیں اس بیٹے کی ماں ہیں جس نے لڑکپن میں انتقال کیا۔ تب بھی کوئی حرج نہیں۔ الّا یہ مفسروں کا قول حدیث کے مقابلے میں التفات کے قابل نہیں۔ بلکہ محققین نے ماریہ کے وجود پر بھی انکار کیا ہے۔

اعتراض ۔ سورہ احزاب ۱۵ رکوع۔ محمد صاحب نے اپنے لے پالک کی جورو سے عشق کیا۔ پھر لوگوں سے ڈرے تو ایک آیت اُتار لی۔

جواب معترض نے عشق کا ثبوت تو کوئی نہ دیا۔ لوگوں سے ڈرنا مقتضائے بشریت ہے۔ حضرت مسیح بقول آپ کے باوجود الوہیت کے لوگوں (یہود) سے ڈرتے رہے اور حاکم کے سامنے حضرت سے کچھ بن نہ پڑا۔ صم و بکم سے رہ گئے۔ بھلا صاحبان جس صبح کو پکڑے گئے۔ اُس رات مسیح کی کیا حالت تھی۔ متی ۲۶۔ باب ۳۸۔

اگر لے پالک کی جورو سے شادی منع ہے تو اُس کا ثبوت توریت یا انجیل یا شرع محمدی (قرآن) سے یا دلائل عقلیہ سے دیا ہوتا۔ بلکہ میں کہتا ہوں سارے عیسائی لے پالک بیٹے ہیں (نامہ رومیاں ۸ باب ۵) تو اب کیا وہ باہمی عقد میں بہنوں سے نکاح کرتے ہیں۔ توریت میں بھی بہن سے نکاح حرام ہے۔ اگر کہو وہاں حقیقی بہن مراد ہے تو کیا دینی بہن سے نکاح جائز ہے۔ پولوس صاحب فرماتے ہیں "کیا ہمیں اختیار ہے کہ دینی بہن سے نکاح کر لیں" (قرنتی ۹ باب ۵)

ہم کہتے ہیں اسی طرح حقیقی بیٹے کی جورو سے نکاح منع ہے نہ لے پالک کی جورو سے۔

مجھے اسوقت مولوی لطف اللہ لکھنوی یاد آگئے۔ اُن سے بھی ایک پادری صاحب نے مجمع عام میں یہی سوال کیا تھا۔ آپ نے کیا خوب جواب دیا۔

"سارے راستباز خدا کے فرزند ہیں۔ تو یوسف نجّار بھی فرزند تھا۔ پھر اُسکی جورو سے خدا نے فرزند لیا۔ پس اگر اُسکے رسول نے لیپا لک کی بی بی مطلقہ سے نکاح کیا۔ تو کیا عیب کیا۔ اگر جماع عیب ہے۔ تو ایک عضو کی نسبت سارے سموچے خدا کا رحم میں ازراہ.... چلا جانا اور پھر مجسم بنکر نکل کر کھڑا ہونا تو شاید اور بھی معیوب ہوگا۔ زید نے تو طلاق بھی دے ڈالی تھی۔ یوسف سے تو کسی نے براءت نامہ بھی نہ لیا۔ ہاں شاید الوہیت اور رسالت میں بھی فرق ہوگا۔ کہ اُس ہیں طلاق کی ضرورت نہیں رہتی۔"

کتب مُقدسہ کے محاورات تمہیں تعجب انگیز معلوم نہیں ہوتے اے میری زوجہ اے میری بہن تیرا عشق کیا خوب ہے۔ تیری محبت مَے سے کتنی زیادہ لذیذ ہے۔ (غزل الغزلات ۴ باب ۱۰ و ۵ باب ۱)

حقیقی جواب - اصل قصہ یوں ہے کہ زینبؓ ایک بڑے خاندان کی عورت تھی۔ آنحضرتؐ نے اپنے خادم زید کے لئے اُس کے وارثوں کو ناتے کا پیغام دیا۔ وہ اپنی عظمت اور شرافت شان کے خیال سے اوّل تو ناراض ہوئے پھر آخر کار راضی ہوگئے۔ کچھ مدّت نوجوں توں کر کے بسر ہوئی۔ آخر زید نے اُسکی تعلّی اور طنز و تعریض سے تنگ آکر اُسکے چھوڑ دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چونکہ آپ بذاتِ مبارک اس شادی کے انصرام کے متکفّل ہوئے تھے۔ اس لئے اس طلاق کے انجام اور اُسکے مفاسد پر قومی دستوروں اور حالات معاشرت ملکی کے لحاظ سے آپ کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا۔ اسمیں شک نہیں کہ رخنہ جو کفار اور حیلہ طلب معاندین کو رسماً و عرفاً ایسے موقع پر بہت ملامت و طنز کا قابو مل سکتا تھا۔ اور آپ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ اس مفارقت اور معاشرتی ناچاقی کا حال مخالفین منکرین پر کھلنے پائے جو اُنکی زبان درازی اور تعریض کا باعث ہو۔ اور نیز زینب کے وارثوں کا خیال ایک رسمی اور قومی خیال تھا جو آنحضرت صلعم کے دل کو

اور بھی مضطرب کرنے کا موجب ہو سکتا تھا۔ بنا براں آپ نے زید کو بہت روکا اور تلخی معاشرت پر صبر کرنے کی بہت نصیحت و ہدایت کی اور سخت الحاح و اصرار کیا کہ وہ اس ارادے سے باز آجاوے۔ مگر خدا کو ایک عظیم الشان کام پورا کرنا اور ایک خلافِ قدرت مضر معاشرت رسم کا توڑنا منظور تھا۔ اس موقع پر قرآن کے الفاظ جن میں آنحضرت صلعم کی دلی حالت کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ الہامی حقیقت پہچاننے والے منصف کے نزدیک قابلِ غور ہیں۔

إِذْ[1] تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا[2] قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا۔ سیپارہ ۲۲ سورۂ احزاب رکوع ۵

خصوصاً آیت أَمْسِكْ الخ۔ "اپنی بی بی کو نگاہ رکھ اور اللہ سے ڈر"۔ بہت غور کے قابل ہے۔ "خدا سے ڈر" یہ ایسے الفاظ ہیں کہ باز داشت اور زجر کیلئے اس سے زیادہ اور نہیں کہا جا سکتا۔ عیسائیوں کی شوخی اور جرأت سخت قابلِ افسوس ہے کہ "آنحضرت صلعم نے اوپرے دل سے زید کو منع کیا"۔ (لائف آف محمد از سر ولیم میور صفحہ ۲۲۸) معلوم نہیں صادق کے دل کے اظہار ما فی الضمیر کا اور کیا طریق ہو سکتا ہے۔

کسی سوسائٹی کے رسوم و آئین کی اصلاح میں اگر کسی مصلح کو تکالیف و زحمات اٹھانی پڑتی ہیں تو آنحضرت صلعم کو چند در چند صعوبات اٹھانی پڑیں اور پڑنے والی تھیں۔

---

[1] اور جب تو کہنے لگا اُس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز کو جو اللہ اُسکو کھولا چاہتا ہے اور تو ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیے ڈرنا تجھ کو ۱۲

[2] پھر جب زید تمام کر چکا اُس عورت سے اپنی غرض ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی۔ تا نہ رہے سب مسلمانوں پر گناہ نکاح کر لینا اپنے لیپالکوں کی جوروئیں جب وہ تمام کریں اُن سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم کیا گیا ۱۲

جن کے درپیش عرب جیسی غیر مہذب اکھڑ سوسائٹی کے خلاف قدرت اور مضر معاشرت رسوم کا اصلاح کرنا تھا۔ عرب میں (ہندوؤں کی طرح) متبنی (منہ بولا بیٹا) صلبی بیٹے کے مانند سمجھا جاتا تھا۔ اس رسم قبیح سے جو نتائج فاسدہ دُنیا میں ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں عیاں ہیں۔ اور حقیقۃً قدرت کہاں اجازت دیتی ہے کہ پسر حقیقی اور متبنی دونوں مساوات کا درجہ رکھیں۔ قرآن نے اس مضر اصل کی بیخکنی کردی کہ "مُنہ بولے بیٹے تمہارے بیٹے نہیں ہیں۔ تمہارے بیٹے وہی ہیں جو تمہارے نطفے سے ہیں"۔ اب یہاں قوم و ملک کے رسوم کے مخالف دو عظیم مشکلوں کا سامنا آپ کو کرنا پڑا۔

ایک تو خدا کے قول و فعل کے مطابق رسم تبنیت کا (کہ وہ حقیقی بیٹے کے مانند ہے) توڑنا۔ اور دوسرا ایک مطلقہ عورت سے (جس سے شادی کرنا عرب جاہلیت میں سخت قابل ملامت و نفرت اور ذلت تصور کرتے تھے) نکاح کرنا۔ مگر چونکہ عقلاً و رسماً و شرعاً یہ افعال معیوب نہ تھے۔ اور ضرور تھا کہ مصلح و ہادی خود نظیر بنے تاکہ تابعین کو تحریک و ترغیب ہو۔ آپ پہلے بیشک مُقتضائے بشریت گھبرائے۔ اور بالآخر ان مشکلات پر غالب آکر ایک عجیب نظیر قائم کر دکھلائی۔

پادری صاحب کی عقل پر تعجب آتا ہے۔ جو کہتے ہیں "محمدؐ نے لوگوں سے ڈر کے آیت اوتار لی"۔ کونسی آیت اوتار لی اور ڈر ہی کیا تھا۔ آنحضرتؐ کو اس بات کا ڈر تھا اور لوگوں کی طرف سے خوف تھا کہ دشمن اس بات کا طعنہ دینگے کہ انکا اپنے ہاتھ سے کیا ہوا کام انجام کو نہ پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم خود اس مزاوجت کے متکفل اور منصرم ہوئے تھے اور بڑے اصرار سے زینب کے وارثوں سے اُسکو زید کے لئے مانگا تھا۔ اور اب اس مفارقت پہ دشمن طعنہ دے سکتے تھے۔ بیشک اس بات کا آپ کو خوف تھا اور اُن کی اس ناچاقی کو وہ اخفا کرنا چاہتے تھے جو بالآخر پھوٹ نکلی۔ اسی خوف و اخفا کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے کہ تو لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ ڈرنا تو مُجھ سے چاہیئے۔ یہ ایک عجیب محاورہ قرآنی

ہے۔ مطلب ایسے جملے کا یہ ہوتا ہی کہ جو امر حسب مقتضائے قانون الہٰی ہو اُسکے اجراد تعمیل میں انسان سے ڈرنا یعنی اُس کا عمل میں نہ لانا عبث ہے۔

ناقص العقل پادری اتنا بھی خیال نہیں کر سکتے کہ اگر اس عقد میں کوئی امر معیوب اور قادح نبوت ہوتا تو یقیناً اوّل منکر زید ہوتا۔ حال آنکہ بعدازاں بہت دنوں تک اسلام اور سچے ہادی کی خاطر بڑے بڑے معرکوں اور مہلکوں میں جان نثاری کرتا رہا[ا]۔ اور بڑے بڑے غیور جری صحابہ (جو یقیناً مچھوؤں اور باج گیروں سے بہت بڑھ کر وقعت و غیرت میں تھے) جو اسلام کے رکن رکین تھے بہت جلد ہاں اُسی دم آپکے پاس سے ٹوٹ پھوٹ جاتے اور یہ تانا بانا درہم برہم ہو جاتا۔ مَیں سچے دل سے کہتا ہوں کہ اس قصے کا ہونا قرآن کے کلام اللہ ہونے کا بڑا بھاری ثبوت ہے۔ اور یہ نبی عرب کی ترکیب و آورد کا (جیسے منکرین سمجھتے ہیں) کلام نہیں۔ کیا امانت کا حق ادا کیا ہے۔ کیا صادق امین ہے کہ تمام الہٰی واردات اور ربانی الہامات و واقعات بلاکم و کاست دُنیا کے آگے رکھدیئے۔ بابی انت و امی صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپکی پاک اور اصلی تعلیم قرآن کریم پر جو پادریوں نے اعتراض کئے ہیں انکے جواب

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ[۲]۔ سیپارہ ۳۰۔ سورۂ طارق۔ رکوع ۱۔

[ا] قردہ کے لشکر کا افسر۔ لشکر بنی سلیم کے منتشر کرنے میں اور بنی ثعلبہ اور وادی القریٰ اور عبس وغیرہ جنگی کاموں پر افسر رہا ۱۲۔ [۲] پس دیکھ لے کس چیز سے آدمی بنایا گیا ہے۔ بنایا گیا ہے اُچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے صلب اور ترائب[ا] کے درمیان کی جگہ سے ۱۲۔

[ا] الترائب جمع تریبۃ وھی عظم الصدر من رجل او امرأۃ۔ صحاح۔ ترائب جمع ہے تریبہ کی اور تریبہ سینے کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ مرد کی ہو یا عورت کی ۱۲۔

اس آیت قرآنی پر جس میں انسان کی فطرت کا بیان مشاہدے کے طور پر بتایا گیا ہے پادری صاحب اعتراض کرتے ہیں۔ افسوس ہےکہ یہ لوگ کبھی قرآن کے اصلی لٹریچر سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ عوام کی سُنی سُنائی باتوں کو دل میں رکھ کر اعتراض جمانے لگتے ہیں۔ کسی کتاب پر اعتراض کرنے سے پہلے اُسکے اصلی ادب سے بلا واسطہ واقف ہونا فرض ہے۔

اعتراض۔ نیچرل فلاسفی کے ڈاکٹر صاف صاف دکھلا سکتے ہیں کہ منی خُصیے میں پیدا ہوتی ہے یہ بات غلط ہے کہ منی باپ کی پیٹھ اور ماں کے سینے میں ہو جیسے قرآن میں ہے۔

جواب۔ ہم کو نہایت تعجب آتا ہے جب ہم پادریوں کو نیچرل فلاسفی وغیرہ سائنٹیفک مصطلحات بولتے سُنتے ہیں۔ انجیل اور فلاسفی انجیلی تعلیم سخت ہچکچاتی ہے کہ میدان میں نکل کر سائنس سے مقابلہ کرے۔ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس (تشریح التثلیث صفحہ ۲۲) معمائے تثلیث کے حل سے عاجز آکر کیسے بے اختیار کہہ اُٹھے ہیں۔ "خلقت (نیچر۔ قانونِ الٰہی) کے احوال سے استدلال اور عقلی دلائل اس میں چل نہیں سکتے۔ اس کا ثبوت بہمہ کلام الٰہی موقوف ہے"۔

نیچرل فلاسفی! بڑا لفظ بولا۔ دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے کیلئے تو بے اختیار یہ لفظ زبان سے نکلیگا۔ اندرون خانہ تو امید ہے کم ہی استعمال کرنیکا موقع آتا ہوگا۔

پادری صاحب! نیچرل فلاسفی کے ڈاکٹر یوشع بن نون کی خاطر سورج کا کھڑا ہونا۔ مُردوں کا زندہ کرنا۔ مجسّم شخص کا آسمان پر چڑھ جانا۔ بے باپ کے لڑکا پیدا ہونا کب تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے اُنہیں ہی نیچرل فلاسفی کی کسوٹی پر کس لیا ہوتا۔

اب حقیقی جواب دینے سے پہلے ایک دو باتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ قرآن مجید کی عظمت بخوبی واضح ہو جاوے۔

شیخ سعدیؒ ملک ایران میں پیدا ہوئے۔ جس ملک کی نسبت مؤرخوں نے

لکھا ہی کہ یونان اور عرب کے علوم مصر سے۔ اور مصر کے علوم ہند یا ایران سے۔ اور بہتوں کا خیال ہی کہ ہند کے علوم بھی ایران سی لائے گئے۔ پھر اسلام کے ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جبکہ مسلمانوں کے علوم اپنے اوج پر پہنچے ہوئے تھے۔ مزید برآں حضرت شیخ نے اپنے علوم کو سیاحت اور تجربہ زمانہ سے اور بھی جلا دی تھی۔ با ایں ہمہ شیخ کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے۔ "ز صلب آورد نطفہ در شکم"۔ جسپر آجکل کی علمی دنیا ہنسی اڑاتی ہی۔

ملک عرب میں بھی بالخصوص صلب و اصلاب ہی کا محاورہ دائر و سائر تھا۔ اور یہیں تک انکے محدود ذہن کی رسائی تھی۔ مگر قرآن کریم پر قربان جائیے۔ جو ہمیشہ ہر زمانے میں اپنی راستی اور صداقت دکھانے کو طیار ہی۔ اور ابد تک رہیگا۔

یہیں سی انسانی کلام اور الٰہی کلام کا تفرقہ معلوم ہوتا ہی لیجئے اب قرآن کا مطلب سنیئے۔

حقیقی جواب

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ[۱]۔ سیپارہ ۳۰۔ سورۃ والسماء والطارق۔ رکوع ۱۔

کیا معنی کہ نطفہ صلب اور ترائب کے بیچوں بیچ سے آتا ہی۔ صلب پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ ترائب جمع ہے تریبہ کی۔ سینے کی ہڈی۔

اب غور کرو نطفہ اور منی شریانی خون سے بنتی ہی اور وہ شریان دل سے نکلتا ہی۔ اور دل صلب و ترائب کے بیچوں بیچ ہے۔

اور طرح پر مطلب اس آیت کا یہ ہی کہ باری تعالیٰ متکبر انسان کی گردن عجب توڑنے کو اسے اس کی خلقت جسمانی منبع کیطرف توجہ دلاتا ہی۔ اور چونکہ قرآن کلام الٰہی ہے اور ہر مجلس میں جوانوں، بوڑھوں، عورتوں میں پڑھا جاتا ہی اسلئے ضرور ہی کہ انسانی

---

[۱] انسان کو چاہیئے۔ دھیان کرے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہی۔ پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے جو پشت اور سینے کی ہڈیوں کے بیچوں بیچ سے ہو کر نکلتا ہے ۱۲

اصلاح کے ہر قسم کے مطالب اشارات اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور تہذیب سے ادا کرے۔

یہاں دانا سمجھ گئے ہونگے اور حق شناس تو سمجھتے ہی ہیں کہ گردن کش انسان کو نصیحت کرنا قرآن کریم کو منظور ہے اور کس جگہ کی طرف اشارہ اُسے مقصود ہے۔

مگر اللہ اللہ کس خوبی اور لطافت سے اس مضمون کو نبھایا ہے۔ یہی اس کتاب کریم کا اصلی اور سچا معجزہ ہے۔

معترضو! خواہ مخواہ کی طعنہ زنی کے عاشقو! ترائب سے نیچے نگاہ کرتے جاؤ۔ اور صلب کی طرف چلے جاؤ۔ عین بَین یعنی بیچوں بیچ میں تم کو وہ **پمپ** یا **فوّارہ** نظر آوے گا۔ جس میں سے وہ اُچھلتا پانی نکلتا ہے۔ جو انسان کی پیدائش کا منبع یا مبدأ ہے۔ غور کرو۔ سوچو۔ ایمان اور انصاف سے کام لو۔ کیا مقصود تھا۔ کیا مطلب تھا کس طرز پر ادا کیا۔ اس سے بڑھ کر فصیح اور پاک کلام کوئی دنیا میں ہے۔

علم ادب اور عربی سے آگاہی حاصل کرو۔ فصحائے عرب عضو تناسل کا نام جب بتقاضائے وقت لازم ہو۔ ایسی ہی نہج سے لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ افصح العرب والعجم ایک حدیث میں فرماتے ہیں۔

مَنْ یَضْمِنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ فَاَضْمِنَ لَهُ الْجَنَّةَ۔

یعنی جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کو فواحش اور منکرات سے روکے میں اُسے جنت دلواؤنگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ اِنْ هُوَ اِلَّا مَآ اَلْهَمَنِیْ بِهٖ رَبِّیْ۔

اعتراض۔ سورۂ صافات ۲ رکوع۔ گناہگار اور اُنکی جوروان اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پُوجتے ہیں مع اُنکے دوزخ میں جائینگے۔ سب پر روشن ہے بہت لوگ انبیاء و اولیاء کی پرستش کرتے ہیں اور عیسائی عیسےٰ مسیح کی۔ تو کیا یہ سب اور مسیحؑ دوزخی ہیں۔

اے جو شخص مجھے ضمانت دے اُس چیز کی جو اُسکے دو جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور اُس چیز کی جو اُس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی عضو تناسل) میں اُسکے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں ۱۲

جواب۔ معترض کی آیت محوّلہ یہ معلوم ہوتی ہے۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۂ الصّٰفّٰت۔ رکوع ۲۔[۱]

ازواج جمع زوج کی۔ اور زوج کے معنی ہیں ساتھی (الازواج القرناء) یعنی ازواج بمعنی ساتھی کے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۂ یٰسٓ۔ رکوع ۳۔[۲]

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ۔ سیپارہ ۸۔ سورۂ انعام۔ رکوع ۱۷۔[۳]

وَاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۂ صٓ۔ رکوع ۴۔[۴]

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ حجر رکوع ۶۔[۵]

فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى۔ سیپارہ ۱۶۔ سورۂ طٰہٰ۔ رکوع ۲۔[۶]

دیکھو ان تمام محاورات میں جوروان معنی کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ یہاں ہر جگہ ازواج کے معنے ساتھ والے لے ہیں۔ مطلب آیت کا نہایت صاف ہے کہ بڑے بڑے ظالم بدکار اور اُن کی جنس کے سنگی ساتھی سب کو دوزخ میں لے جاؤ۔

ا۔ جمع کرو اُنکو جنھوں نے ظلم کیا اور اُنکے ساتھی اور جنہیں وہ اللہ کے سوا پُوجتے ہیں پس اُنہیں دوزخ کی راہ کیطرف لیجاؤ۔ ۱۲

۲۔ پاک ذات ہے وہ جس نے بنائے جوڑے سب چیز کے اُس قسم سے جو اُگتا ہے زمین میں اور اُن کے نفسوں سے۔ ۱۲

۳۔ پیدا کیے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکریوں میں سے دو۔ ۱۲

۴۔ اور کچھ اور اسی شکل کا طرح طرح کی چیزیں۔ ۱۲

۵۔ مت پسار اپنی آنکھیں اُن چیزوں پر جو برتنے کو دیں ہم نے اُن کو کئی طرح کے لوگوں پر۔ ۱۲

۶۔ پھر نکالا ہم نے اُس سے بھانت بھانت سبزہ۔ ۱۲

وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی تشریح خود قرآن نے فرمادی ہے کہ مشرک کس کو پُوجتے تھے۔ سُنو۔

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا۔ نہیں پکارتے اُسکے سوامگر شیطان سرکش کو۔ یعنی اصل اور حقیقت میں یہ مشرک لوگ شیطان کی پُوجا کرتے ہیں۔ جسکے اغوا اور فرمان کے مطابق ماسوی اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ دیکھو۔

قرنتیئوں کو خط ۱۰ باب ۲۰۔ غیر قومیں قربانی شیطان کے لئے کرتی ہیں نہ خدا کے لئے۔ اور مَیں نہیں چاہتا کہ تم شیاطین کے شریک ہوجاؤ۔ تم خداوند کا پیالہ اور شیاطین کا پیالہ پی نہیں سکتے۔

معترض صاحب خوب سمجھ رکھیئے کہ جو لوگ مسیحؑ اور دیگر انبیاء اولیاء کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں شیطان لعین کی پرستش کرتے ہیں اور بخلاف مرضی اور فرمان انبیائے کرام کے شیاطین کو اپنا معبود ٹھہرا رکھا ہے اور چونکہ شیاطین کی پرستش کرتے اور اُن کے اغوا و اضلال سے گمراہ ہوئے ہیں اور خدائے حقیقی کی عبادت چھوڑکر مخلوق کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور اُس کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں اسلئے اس شرک کے بدلے وہ مشرک مخلوق پرست مع اپنے مغوی شیاطین کے دوزخ میں جائیں گے۔

قرآن اور اہل اسلام کب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیحؑ نے یا دیگر انبیاء اولیاء نے لوگوں کو خدا کے سوا اپنی عبادت کرنے کو کہا ہے۔ بلکہ وہ سب کے سب خدائے تعالےٰ کی توحید اور اُسی کی عبادت کی وعظ دُنیا میں کرتے رہے۔ پس اگر کوئی عقل کا اندھا مشرک (عیسائی ہو یا بُت پرست) اُن مقدسوں کی عبادت کرتا ہے۔ تو یہ اُسکی کج فہمی ہے۔ حقیقت میں وہ شیطان کی پُوجا کرتا ہے۔ اس میں مسیح اور دیگر انبیاء اولیاء کا کوئی قصور اور کوئی شرکت نہیں ہے۔ یاد رکھو مسیح کی پُوجا مسیح کے فرمانے سے نہیں ہوتی بلکہ شیطان کے کہنے پر خود شیطان ہی کی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اس شرکت سے بالکل بری ہیں۔

اِس لئے اُن پر کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ دیکھو قرآن کریم مسیحؑ کی بریّت عیسائیوں کے اِس شرک سے بیان فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ سیپارہ ۷۔ سورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۶۔

پادری صاحب سُن لیا آپنے۔ قرآن تو اس طرح حضرت مسیحؑ کو اس شرک و کفر سے بری کرتا ہے پس وہ اعتراض آپکا قرآن پر کس قدر بے معنی ہو۔ اب آؤ خدائے واحد خالق مسیح و ربِ مسیحؑ کی عبادت مقدس اہلِ اسلام کے ساتھ مل کر کرو۔ اور شرک و مخلوق پرستی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ تاکہ ابدی سزا سے بچو۔

اعتراض۔ سورہ مومن ۳ رکوع ۲۶۔ آیت۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو اِسلئے مار ڈالا کہ وہ موسیٰ پر ایمان لائے۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ فرعون نے موسیٰؑ سے پہلے یہودی لڑکے اسلئے مارے کہ وہ بڑھ نہ جاویں۔ خروج ۱ باب ۷۔

---

[1] اور جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں کو کہا کہ مجھکو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود ٹھہرالو۔ وہ بولا تو پاک ہے مجھکو سزاوار نہیں ہے کہ کہوں وہ بات جو مجھے پہنچتی نہیں۔ اگر مَیں نے یہ کہا ہوگا تو تجھے معلوم ہوگا۔ تُو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور مَیں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بیشک تُو ہی چھپی باتیں جاننے والا ہے۔ مَیں نے تو انہیں وُہی کہا جس کا تُو نے مجھے حکم کیا تھا یہ کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے اور مَیں اُن پر خبردار رہا جب تک مَیں اُن میں رہا۔ پھر جب تُو نے مجھے وفات دی تو تُو اُن پر خبردار تھا۔ اور تُو ہر چیز پر خبردار ہے۔[1]

جواب - اصل آیت جس پر اعتراض ہے یہ ہے -
قَالُوا اقْتُلُوٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ - سیپارہ ۲۴ - سورۂ مؤمن - رکوع ۳ -
میں انصافاً اور حقاً کہتا ہوں کہ یہ اعتراض محض نادانی اور قرآن کے طرز اور زبان کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے - خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ صیغۂ امر ہمیشہ کسی فعل کے وقوع کو مستلزم نہیں ہوا کرتا -

قرآن کی اس آیت سے یہ کہاں پایا جاتا ہے کہ فرعون نے اُنہیں قتل کر ڈالا انصاری کی عادت میں داخل ہی کہ دھوکا دہی کے طور پر ایک ترجمہ فرضی اور ذہنی لکھدیتے ہیں - جو اصل کلام منقول عنہ سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتا - اس سے بجائے اس کے کہ اُن کا مقصود اغوا و اضلال بر آوے اہلِ انصاف کے نزدیک اُن کی اصلیت باطن اور غرض ظاہر ہو جاتی ہے -

اگر زبانِ عرب سے ذرا بھی مس ہو - اور قرآنی طرز سے کچھ بھی واقفیت ہو تو بادنے تامل آشکار ہو سکتا ہے کہ آیت کا پچھلا حصّہ معترض کے اعتراض کو باطل کیئے دیتا ہی کہ "کافروں کا کیدؔ یعنی دھوکے اور فریب کی تدبیریں اکارت ہو جانیوالی ہیں" قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ جب منکروں اور کافروں نے خدا کے کسی برگزیدہ شخص کی نسبت ایذا رسانی یا قتل وغیرہ کا منصوبہ باندھا اور خفیہ تدبیریں کیں - مگر بوجہِ من الوجوہ اُن کی تدبیریں کارگر نہ ہوئیں - اور وہ برگزیدہ شخص اُن کے ابتلا کے دام سے محفوظ رہا - اُس وقت قرآن اُس شخص یا اشخاص کے سلامت رہنے اور دشمنوں کی تدابیر کے کارگر نہ ہونے کو اسی طرح پر لفظ کیدؔ کے اطلاق سے ذکر کرتا ہے کہ اُنہوں نے تدبیر تو کی اور منصوبہ تو باندھا مگر اُن کا

لے بولے مارو بیٹے اُن کے جو یقین لائے ہیں اُس کے ساتھ اور جیتی رکھو اُن کی عورتیں اور جو داؤں ہے منکروں کا سو غلطی ہیں ۱۲

کید یعنی داؤں نہ چلایا ہمنے چلنے نہ دیا۔

نظیراً دیکھو حضرت ابراہیم کے واقعے میں جب دشمنوں نے اُن کو آگ میں ڈالا اور پھُونک کر جلا دینا چاہا۔ اور نصرتِ الٰہیہ سے جو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے شاملِ حال رہتی ہے۔ حضرت ابراہیم اُن کے مکائد اور شر سے محفوظ رہی۔ قرآن اِس کو اِس طرح پہ بیان فرماتا ہے۔

وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ[ل] ۔ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء رکوع ۵۔

اور کفارِ مکہ جس وقت اُس بنی نوعِ انسانی کے سچے خیر خواہ رؤف و رحیم ہادی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی تدابیر و فکر میں لگے ہوئے تھے۔ قرآن کہتا ہے۔

اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّ اَکِیْدُ کَیْدًا[۲] ۔ سیپارہ ۳۰ سورۂ طارق رکوع ۱۔

غرض اسی طرح کسی واقعے کو بیان کرنا زبانِ عرب کا عموماً اور قرآن خصوصاً طرز ہے۔

ٹھیک ایسا ہی اس آیت میں ہے جسپر اعتراض کیا گیا ہے کہ فرعون نے کہا یا اپنے ہالی موالی سے مشورہ کیا کہ مومنین کے بیٹوں کو مار ڈالو۔ مگر کسی وجہ سے اُس کا ارادہ یا قول یا مشورہ صورت پذیر نہ ہوا۔ جسے قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ کفار کی تدابیر یا داؤں اکارت جانے والا ہے۔ یعنی وہ امر وقوع میں نہیں آیا۔

بھلا پادری صاحبان! اگر قتل والی بات غلط تھی تو کیوں بنی اسرائیل موسٰی اور ہارون کو کہتے ہیں۔ تم نے کیوں فرعون کے ہاتھ میں تلوار دی ہے کہ وے ہم کو قتل کریں۔ خروج ۵ باب ۲۲۔

اعتراض ۔ مصنف الجواہر القرآن نے جو ایک عیسائی ہے آیت ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "قرآن نے خدا کا نام ظاہر یا تو صرف

[ل] اُنہوں نے اُس سے داؤں کرنے کا ارادہ کیا۔ پس ہم نے اُنہیں کو ٹوٹا پانے والا کیا ۱۲

[۲] وہ خفیہ داؤں بچار ہے ہیں اور میں اُن کے داؤں کو باطل کرنے کے درپے ہوں ۱۲

قافیہ بندی کے لئے لیا ہے یا ویدانتیوں کی مت پر مخلوق کو خدا کہا ہے۔

جواب - پوری بحث اس آیت پر آریہ سماجوں کے جوابات میں دیکھنی چاہیئے۔ یہاں مختصراً اتنا ہی لکھ دینا کافی ہوگا کہ اس آیت میں پہلا نام الاوّل ہے اور دوسرا نام الآخر۔ یہ دونوں نام یسعیاہ ۴۴ باب ۶ میں موجود ہیں۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ "میں اول اور آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں"۔

تیسرا نام اس آیت میں الظاہر اور چوتھا الباطن ہے۔ ظاہر کے معنی لغت عرب میں غالب اور بڑے زور والے کے ہیں۔ اور ظاہر اونچے کو بھی کہتے ہیں اور باطن مخفی کو۔ اب دیکھو ٹھیک انہیں الفاظ کے مرادف معنی ایوب ۱۱ باب ۸ "وہ تو آسمان سا اونچا تو کیا کر سکتا ہے اور پاتال سے نیچے ہے تو کیا جان سکتا ہے"۔

اور حدیث صحیح میں اس آیت کی تفسیر خود افصح العرب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ لَيْسَ قَبْلَهٗ شَيْءٌ۔ یعنی جب مخلوق میں سے کسی موجود چیز کو دیکھو تو خدائے تعالیٰ کی ذات بابرکات اس موجود مخلوق سے پہلے موجود ہے۔ مخلوقات سے کوئی ایسی چیز نہیں جو خدا سے پہلے ہو۔

هُوَ الْاٰخِرُ لَيْسَ بَعْدَهٗ شَيْءٌ۔ یعنی ہر چیز کی فنا اور زوال کے بعد اس کی ذات پاک موجود ہے۔

هُوَ الظَّاهِرُ لَيْسَ فَوْقَهٗ شَيْءٌ۔ یعنی ہر چیز سے اوپر اور غالب وہی ہے اس سے اوپر اور غالب کوئی شے نہیں۔

هُوَ الْبَاطِنُ لَيْسَ دُوْنَهٗ شَيْءٌ۔ وہی پوشیدہ ہے سوا اسکے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ تفسیر خوب واضح کرتی ہے کہ زبان عرب میں ان الفاظ کا مفہوم اور مراد یہ ہے۔ اور وہی معتبر ہے۔

اعتراض۔ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا۔ سیپارہ [۱۳]۔ سُورۂ رعد رکوع ۶۔ کیا نہیں دیکھتے ہم آتے ہیں زمین کو اُس کے کناروں سے گھٹاتے ہیں۔ یہ فلاسفی قرآن کی عجیب ہے۔ زمین کناروں سے گھٹتی چلی آتی ہے۔

جواب۔ ہر زبان میں یہ محاورہ ہے کہ مکان سے مکان والے مراد ہوتے ہیں۔ جیسے نحو میں ظرف بمعنی مظروف سے تعبیر کرتے ہیں۔ ذری متی کی انجیل ۱۱ باب [۲۱] اُٹھاکر پڑھو۔ ”ہائے خورزین تجھ پر افسوس۔ ہائے بیت صیدا تجھپر افسوس۔ کیونکہ یہ معجزے جو تم میں دکھلائے اگر صور و صیدا میں دکھلائے جاتے تو ٹاٹ اوڑھ کے اور خاک میں بیٹھ کے کب کی توبہ کرتے“۔ پھر متی ۲۳ باب ۳۷ دیکھو ”اے یروشلم اے یروشلم جو نبیوں کو مارڈالتا اور اُنہیں جو تیرے پاس بھیجے گئے۔ سنگسار کرتا ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا تیرے لڑکوں کو جمع کروں“۔ دیکھو متی کی ان آیات میں خورزین اور بیت صیدا اور یروشلم سے اسکے مکین مراد ہیں بولنے میں تو مکان بولا گیا ہے پر مقصود مکان والے ہیں۔ ایسا ہی قرآن کریم کی اس آیت میں جو اعتراض میں مذکور ہے الارض سے جو معرف بالف لام ہی خاص زمین والے یعنی اہل مکہ مراد ہیں۔ مقصود آیت کا یہ ہے کہ باری تعالیٰ مکّے کے رؤسا اور شرفا کو نصیحت کرتا اور عبرتًا ارشاد فرماتا ہے۔ ”کیا انہوں نے (اہل مکہ) نہیں دیکھا کہ ہم مکے والوں کے پاس آتے ہیں اور اُن کی طرف کو گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ اطراف کے معنی سمجھنے کے لئے اُس فقرے پر غور کرنا واجب ہے جو ابو طالب نے وفات کیوقت اپنی آخری اسپیچ میں کہا۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

وَاَیۡمُ اللّٰہِ کَاَنِّیۡ اَنۡظُرُ اِلٰی صَعَالِیۡکِ الۡعَرَبِ وَاَہۡلِ الۡاَطۡرَافِ [ل] وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ

اور خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں عرب کے غریبوں اور اہل اطراف اور کمزور

مِنَ النَّاسِ قَدۡ اَجَابُوۡا دَعۡوَتَہٗ۔

لوگوں کو کہ محمدؐ کے کہنے کو مان لیا ہے [۱۲]۔

[ل] اہل اطراف وہ لوگ جو امیروں کے خدام اور اُن کے حواشی ہیں اور گاؤں کے لوگ [۱۲]۔

اس اسپیچ میں ابو طالب گویا تمام رؤسائے مکہ کے روبرو اس آیت کی تصدیق کرتا ہے۔ جو اعتراض میں مذکور ہے۔ اور کہتا ہے۔ اے مکے والو اہلِ اطراف نے تو اُسکی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو مان لیا ہے۔

اور تعلیم الٰہی اور کلام ربانی کا اطراف میں آنا یعنی پھیلنا گویا خدا کا اطراف میں آنا ہے۔ حاصل کلام آیت یہ ہوا کہ کفار کی تعداد کم ہوتی چلی جاتی ہے اور مسلمان دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

پادری صاحبان! ملاحظہ فرمائیے اب وُہ زمین (مکّہ) گھٹتے گھٹتے بالکل فنا ہی ہوگئی۔ اور ایک نئی زمین جس پر توحید ہی توحید ہو۔ اُس کے عوض نکل آئی۔ خُوب سوچیئے۔ یہی اطراف کا کم کرنا اور اُن کا سمیٹنا ہے اور یہی مقصود آیت قرآنی کا ہے۔ افسوس دل دانا اور چشم بینا کہاں جو ان الٰہی اسراروں کو دیکھے اور سمجھے۔ اب آئیے کتب اناجیل کو ٹٹولیئے۔ کہ اُن میں "زمین کے کناروں" کا لفظ و محاورہ پایا جاتا ہے یا نہیں۔ آئیے ہم نکالے دیتے ہیں۔

یسعیاہ ۴۱ باب ۵۔ "زمین کے کنارے ہراساں ہوتے وے نزدیک آتے اور حاضر ہوتے ہیں۔"

یسعیاہ۔ ۴۹ باب ۶۔ "تجھ سے میری نجات زمین کے کناروں تک پہنچی۔"

حزقیل ۷ باب ۲۔ "اُس سرزمین کے چاروں کونوں پر آخر آن پہنچا ہے۔"

پادری صاحبان! اگر زمین کے کناروں کا ہراساں ہونا اور نزدیک آنا اور حاضر ہونا ممکن ہے۔ تو اُن کا گھٹنا کیا ناممکن ہے۔

اصل یہ ہے کہ قرآن مجید کا مطلب تو صاف ہے اور عہد عتیق کے محاورات اُس کی صداقت کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر یہ چشم بستہ قوم جس صورت میں اپنی ہی کتابوں سے جاہل ہے۔ پھر بھلا قرآن پر غور کرنے کا موقع اُنہیں کیونکر ملے!

اعتراض۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا "تحقیق قیامت آنیوالی ہے۔ قریب ہے۔ میں اُسے چھپاؤں"۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ چھپانا اُس کا ہوتا ہی جو ظاہر ہو۔ قیامت ظاہر ہی نہیں۔ اُس کا چھپانا کیسا۔

جواب۔ معترض کا ترجمہ غلط ہے۔ اور اس آیت کا اخیر جملہ خود ہی اُس کی غلطی کو ظاہر کئے دیتا ہے۔ پُوری آیت یہ ہے۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی۔ سیپارہ ۱۶ سُورۂ طٰہٰ رکوع اوّل۔

تحقیق وہ گھڑی آنے والی ہی۔ قریب ہے مَیں اُسے ظاہر کردوں۔ تو کہ ہر جی اپنے کیئے کا بدلا پائے۔ یہ معنی بالکل صاف اور صحیح ہیں۔ ان میں کسی قسم کا خفا نہیں ہی۔ اور نہ ان معنوں پر کچھ اعتراض ہو سکتا ہی۔ اگر کوئی کہے اخفیھا کا مادہ ہے خفی اسکے معنی ظاہر کروں کیسے ہوئے۔ تو اُسے زبان عرب میں غور کرنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ خفی کا لفظ متضاد معانی رکھتا ہے۔ اب خفی بمعنی ظاہر ہوا کا محاورہ سُنو۔ خَفِیَ الْبَرْقُ خَفْواً وَخَفَوًا اَیْ لَمَعَ یعنے خفی البرق کے معنی ہیں بجلی چمکی۔ خَفِیَ الشَّیْءُ اَیْ ظَھَرَ یعنی چیز ظاہر ہوئی خَفِیَ الْمَطَرُ النَّافِقَ۔ یعنی مینہ نے چوہے کے چھپے بِل کو ظاہر کردیا۔ اگر خفی بمعنی چھپانیکے لیں تو بھی وہی ترجمہ جو مَیں نے کیا ہے صحیح ہی۔ کیونکہ اُخفی مزید علیہ مجرد مادۂ خفی کا ہے۔ اور اُخفی افعال کا باب ہے جو کبھی سَلب کے معنی دیتا ہے۔ یعنی مادۂ مجرد کے معنی کو دُور کر دینا۔ دیکھو۔ اَشْکَیْتُ مَیں نے شکوہ دُور کیا۔ اَشْکَلْتُ مَیں نے مشکل کو دُور کیا۔ طَاقَ یطیق مجرداً بمعنی برداشت کرتا ہی اور اَطَاقَ یُطِیْقُ مزیداً بمعنی برداشت نہیں کرنا۔ اسی طرح خَفِیَ کے معنی ہیں چھپا۔ اَخْفٰی ماضی کے معنی ہیں ظاہر کیا۔ اور اُخْفِیَ مضارع کے معنی ہیں ظاہر کرونگا۔

ایک اور دلیل جو نہایت صفائی سے اِس ترجمے کی صحت پر دلالت کرتی ہی یہ ہی۔ اکاد کے معنی ہیں "مَیں ارادہ کرتا ہوں"۔ قرآن میں دُوسری جگہ بھی یہ محاورہ موجود ہے

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ - سیپارہ ۱۳ - سورۂ یوسف - رکوع ۹ یعنی ایسا ہی ہم نے یوسفؑ کیلئے ارادہ کیا اور عرب کا محاورہ ہے لَا اَفْعَلُ وَلَا اَكَادُ - نہ میں کرتا ہوں اور نہ میرا ارادہ ہے - پس اَكَادُ اُخْفِيْهَا کا ترجمہ ہوا میں ارادہ کرتا ہوں اُسے ظاہر کروں۔

اعتراض - سورۂ انبیاء ۳ رکوع ۳۰ - کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے جو کافر ہوئے یہ کہ آسمان اور زمین تھے ملے ہوئے پس جُدا کیا ہم نے ان دونوں کو یہ سب پر روشن ہے کہ کافر آسمان اور زمین کی جُدائی سے پیچھے پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی پیدائش سے پہلے خدا کو یہ کام کرتے ہوئے کیسے دیکھ لیا۔

الزامی جواب - پس کیا متی ۳ باب ۱۶ جھوٹ کہتا ہے "یسوع بپتسما پا کے فوراً پانی سے نکل کے اوپر آیا" اور دیکھو اُسکے لئے آسمان کُھل گیا۔ اور کیا حواریوں کے اعمال (۷ باب ۵۶) میں کذب بولا ہے - دیکھو آسمان کُھلا اور ابن آدم کو خدا کے داہنے ہاتھ کھڑے دیکھتا ہوں"۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ متی اور اعمال میں جن لوگوں کو کہا دیکھو کیا وہ دیکھتے اور دیکھ سکتے تھے یا اب بھی ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں - ہرگز نہیں - خدا ان لوگوں کی چشم دانش کو کھولے اور انہیں راہِ حق دکھلائے۔ عجیب عجیب اعتراض کرتے ہیں جن کا منشا جہل اور نادانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ قرآن میں بیسیوں جگہ یہ لفظ موجود ہے۔

اَلَمْ تَرَ[۱] كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ - سیپارہ ۳۰ سورۂ فیل رکوع ۱ -

اَلَمْ تَرَ[۲] كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ - سیپارہ ۳۰ - سورۂ فجر - رکوع ۱ - وغیرہ وغیرہ حالانکہ اصحاب فیل اور عاد کا واقعہ ولادتِ آنحضرتؐ سے پیشتر واقع ہوچکا ہے ایسے موقعوں میں لفظ دیکھا یہ معنی نہیں رکھتا کہ موجود و حاضر ہو کر بایں چشم سر دیکھا بلکہ وہ واقعات جو مسلّم اور متداول لاریب چلے آتے ہیں اور جنکی صداقت کو اخلاف واقعہ چشم دید سے کچھ کم اعتقاد

---

۱ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے خدا نے اصحاب فیل کے ساتھ کس طرح کیا۔۱۲

۲ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد کے ساتھ تمہارے خدا نے کیسا کیا ۱۲

نہیں کرتے۔ لفظ دیکھا سے تعبیر کئے جاتے ہیں اور یہ محاورہ ہر زبان کی عام بول چال میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔ دیکھو مصر میں انگریز کیا کارروائی کر رہے ہیں۔ دیکھو آئرلینڈ کے لوگ کیسا فساد مچا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اب یہ فقرات ہندوستان میں بیٹھا ہوا ایک شخص کہہ رہا ہے۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ اُس کے اس کلام کے مخاطبین ان آنکھوں سے مصر اور آئرلینڈ میں موجود ہو کر وہ کارروائی اور فساد دیکھ رہے ہیں۔

حقیقی جواب۔ لغت میں رؤیت اور رأی کے معنی جن سے یرَیٰ کا لفظ مشتق ہوا ہے غور کے قابل ہیں۔ دیکھو قاموس اللغت۔ اَلرُّؤْیَۃُ النَّظَرُ بِالْعَیْنِ وَالْقَلْبِ وَالرَّأْیُ الْاِعْتِقَادُ۔ یعنی رویت آنکھ سے دیکھنے اور دل سے دیکھنے اور رأی اعتقاد کرنے کو کہتے ہیں۔

معترض نے زبان کی ناواقفیت کے سبب سے رؤیت کو آنکھ کے ساتھ دیکھنے ہی پر منحصر سمجھا ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے "کیا کفار نے نہیں سمجھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ پس ہم نے اُن کو جُدا کیا۔

اصلی حقیقی جواب۔ آیت یہ ہے:۔

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ سیپارہ ۱۷۔ سورۂ انبیاء۔ رکوع ۳۔

سماوات جمع ہے سما کی اور اس کے معنی ہیں اوپر کی چیز۔ اور بادل کو بھی کہتے ہیں۔ رتق کے معنی ہیں جوڑنا۔ بند کرنا۔ قحط۔ خشک سالی۔ فتق ضد ہے رتق کی اسکے معنی ہیں پھاڑنا کھولنا۔ سماں جیسے ارزانی کہتے ہیں۔ دیکھو قاموس اَلسَّمَآءُ کُلُّ مَا ارْتَفَعَ اِلٰی اَنْ قَالَ وَالسَّحَابُ۔ الفتق الشق۔ فتقہ شقہ۔ وَالخصب والرتق ضدہ۔

پس ٹھیک ترجمہ آیت کا یہ ہوا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے (نہیں سوچتے) کہ اُوپر کی سطح (بادل)

لے کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک آسمان اور زمین دونوں بند تھے تو ہمنے اُنہیں کھولا اور ہمنے زندہ کیا ہر چیز کو پانی سے ۱۲۔

اور زمین بند ہوتے ہیں (یعنے خشک سالی واقع ہوتی ہے) پھر ہم اُنہیں کھولدیتے ہیں (یعنی مینہ برستا ہے) اور ہر جاندار چیز کو پانی سے بنلتے ہیں۔ یعنی آسمان سے مینہ برستا زمین سے نباتات نکلتے ہیں۔ سماں ہوتا ہے۔ ارزانی ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص سماوات پر جو سما کی جمع ہے اعتراض کرے تو اُسے ایوب ۳۸ باب ۳۷ پڑھنا چاہیئے۔ جہاں لکھا ہے "کون اپنی دانش سے بادلوں کو گن سکتا ہے"۔ عربی اور عبری زبانیں دونوں قریب قریب ہیں۔

یہی محاورہ کتب مقدسہ میں موجود ہے۔ دیکھو پیدائش ۷ باب ۱۱-۱۲- آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ چالیس دن اور رات پانی کی جھڑی لگی رہی۔

پیدائش ۸ باب ۲- آسمان کی کھڑکیاں بند ہوئیں اور آسمان سے مینہ تھم گیا۔

اوّل سلاطین ۸ باب ۳۵- پھر جب آسمان بند ہو جائیں اور بارش نہ ہو۔

حجے ۱ باب ۱۰- آسمان بند ہے اوس نہیں گرتی۔

۲- تاریخ ۶ باب ۲۶- اگر آسمان بند ہو جاویں۔ اور نہ برسیں۔

۲- تاریخ ۷ باب ۱۳- جو میں آسمان کو بند کروں کہ بارش نہ ہو۔

لوقاہ باب ۲۵- ساڑھے تین برس آسمان بند رہا۔ زمین حاصل دینے سے باز آئی اور میں نے خشک سالی کو طلب کیا۔

اعتراض۔ (ا) سورہ ہود ۹ رکوع۔ مومن بہشت میں رہیں گے جبتک آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور کافر دوزخ میں رہیں گے جبتک آسمان و زمین قائم ہیں (ب) سورہ الحاقہ ۱۴ سے ۱۶ تک۔ جب صور پھونکا گیا آسمان پھٹ جائیگا اور زمین اُٹھائی جائیگی (ج) سورہ الرحمن ۲ رکوع۔ سب کچھ فنا ہو جاویگا۔ لاکن صرف مُنہ خدا کا باقی رہیگا۔ سورہ الحاقہ اور الرحمن سے ظاہر ہے کہ نہ آسمان و زمین رہیں گے۔ اور نہ مومن بہشت میں نہ دوزخی دوزخ میں۔ کیونکہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ تو یہ بھی سب کچھ کے احاطے سے باہر

نہیں۔ اِس لئے یہ کذب ہے۔

جواب۔ پس کیا ہی بُرا بول بولا۔ اور کیسا غلط الہام اور جھوٹی رُوح سے کہا اور یہ کہ اے خداوند تو نے ابتداء میں زمین کی نیو ڈالی۔ اور آسمان تیرے ہاتھ کی کاریگری ہیں۔ وَے نیست ہو جائینگے پر تُو باقی ہے۔ وَے سب پوشاک کے مانند پُرانے ہونگے اور چادر کی طرح تُو اُنہیں لپیٹیگا[ل] اور وَے بدل جاوینگے پر تو وُہی ہے اور تیرے برس جاتے نہ رہیں گے۔ (نامۂ عبرانیاں ا۔ باب ۱۱-۱۳)

کیا پطرس جھوٹ کہتا ہے کہ خداوند کا دن جس طرح رات کو چور آتا ہے آویگا اور اسی میں آسمان سناٹے کی طرح جاتے رہیں گے۔ اور اجرام فلکی جل کر گداز ہو جائیں گے۔ اور زمین اُن کاریگروں سمیت جو اس میں ہیں بھسم ہو جائیگی۔

ناظرین غور کرو۔ پطرس فرماتا ہے کہ اجرام فلکی اور زمین مع اپنی کاریگروں کے فنا ہو جاوے گی۔

ہم پُوچھتے ہیں کہ جب یہ سب کچھ فنا ہو جاوینگے۔ تو پھر مسیحؑ کس کی عدالت کو آوینگے اور عیسائیوں کو ابدی آرام کیسے ملیگا۔

سچ پُوچھو تو اِس یاجوجی قوم کو اعتراض کرنے اور عیب بینی کے سوا اور کچھ نہیں سُوجھتا۔ حقیقت شناسی اور صداقت طلبی سے تو کچھ سروکار نہیں۔ کاش قرآن پر اعتراض کرنے سے پہلے کتب اناجیل کو بغور ملاحظہ کر لیا کریں۔ کہ ان کتابوں کا طرز ادائے مطلب کِس قدر آپس میں ہلتا جُلتا ہے۔

چونکہ عبرانی اور عربی زبان کے محاورات نہایت ہی مشابہ ایک دوسرے سے ہیں۔ اِس لئے قرآن کے مجازات اور استعارات میں خوض کرنے سے قبل توریت کے طرق ادائے

ل يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ۔ ترجمہ۔ جس دن لپیٹیں گے آسمان کو مانند لپیٹنے کاغذ کتاب کے جیسے ہم نے پہلے پیدائش کو شروع کیا۔ ہم دوہراوینگے اُس کو ۱۲

مطالب میں بغور نگاہ کرنی اشد ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اب انصاف سے دیکھو آیاتِ قرآنی کا مقصود کس قدر صاف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشت اور دوزخ میں نیا آسمان اور نئی زمین ہوگی۔ اور یہ زمین اپنی موجودہ حالت پر نہ رہیگی۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔[1]

سیپارہ ۱۳۔ سُورۂ ابراھیم۔ رکوع ۷۔

جس آیت کا سوال میں اشارہ ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ جب تک (وہ) آسمان و زمین قائم ہیں۔

یعنے مومن بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں عربی زبان میں الف لام خصوصیت کا نشان ہے۔ اُردو فارسی میں معرفے اور نکرے میں امتیاز کرنے کے لئے کوئی نشان نہیں۔ پس السمٰوٰت اور الارض میں سموات اور ارض کے اوّل میں الف لام تخصیص کا اظہار کرتا ہے۔ اور مقصد اس تخصیص سے وُہ خاص آسمان و زمین مراد ہیں۔ جو اُس عالمِ آخرت کے مناسب اور اُس مقام کی صورت طبعی کے اقتضا کے موافق ہونگے۔ غرض بہشت اور دوزخ میں خاص آسمان اور زمینیں ہونگی اور موجودہ آسمان و زمین اپنی حالت سے بدل جائینگے۔ نافہم عیسائی اپنی کتب مسلمہ سے بیخبر اسی عدم امتیاز کے باعث ایسی فاحش غلطیوں میں پڑتے اور بیابان ضلالت میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اناجیل کا بھی یہی منشاء ہے جہاں لکھا ہے "اور کہ تم خدا کے اُس دن کے آنیکے منتظر ہو۔ جس میں آسمان جل کر گداز ہو جاوینگے۔ پر ہم نئے آسمان اور نئی زمین کی جن میں راستبازی بستی ہے اُسکے وعدے کے موافق انتظاری کرتے ہیں۔" (۲ پطرس ۳ باب)

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔[2] سیپارہ ۲۰۔ سُورۂ قصص۔ رکوع ۹۔

---

[1] جسدن بدل ڈالی جاویگی زمین سوائے (اس موجودہ) زمین کے اور آسمان اور اللہ واحد زبردست کے رُوبرو پیش ہونگے ۱۲

[2] ہر شئے اُس کی ذات کے سوا فنا ہونے والی ہے ۱۲۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ - سیپارہ ۲۷ - سورۂ الرحمٰن - رکوع ۲ -

ان آیات کا مطلب واضح ہے کہ بقا صرف ذاتِ الٰہی کے واسطے ہے - دیکھو انمطاؤس ۶ باب ۱۶ - لفظ وجہ کے معنی لغت عربی میں دیکھو - اَلْوَجْهُ مُسْتَقْبِلُ كُلِّ شَيْءٍ وَ نَفْسُ الشَّيْءِ - یعنی وَجْهُ ہر چیز کے حصّہ مقدم اور نفس شے کو کہتے ہیں اس لئے ہم نے اُردو ترجمے میں وجہ کا ترجمہ ذات کیا ہے -

اعتراض - سورۂ اعراف ۲۲ رکوع ۱۷۳ - آدم کے بیٹے اُسکی پیٹھ سے نکالے گئے اور اُن سے وعدہ کرایا گیا کہ خدا کے سوا کوئی ماننے کے قابل نہیں یہ کذب ہے - ہنود کے مقبولہ مسئلہ تناسخ کے مثل معلوم نہیں خدا نے کب اقرار لیا - سچ ہو تو بھی خدا کا مطلب نہ نکلا - یہی کذب ہے -

الزامی جواب - متی ۱۷ باب ۳ - حواریوں کے رُوبرو جب مسیحؑ مجسّم تھے - موسیٰؑ و ایلیا مسیحؑ کو ملے -

ایوب ۳۸ باب ۵ - زمین کے کونے کا پتھر رکھتے وقت صبح کے ستارے ملکے گاتے تھے - اور سارے نبی اللہ خوشی کے مارے للکارتے تھے -

انصاف سے سوچنے کا مقام ہے کہ موسیٰؑ تو مسیحؑ مجسم سے سینکڑوں برس پہلے مر چکے تھے - ایلیا بھی اُن سے قبل چل بسے تھے - پھر مسیحؑ بن مریم کو کیسے ملے - کیا پھر جنم دھارا - آدمؑ حسب بیان پیدائش زمین کے بننے کے بعد پیدا ہوئے - یہ سارے نبی اللہ کہاں سے آ گئے - اور کب پیدا ہوئے -

جو جواب اور تاویل ان آیات کی نسبت آپ بیان کرینگے وُہی قرآن کریم کی آیت کی نسبت سمجھ لیجئے -

---

لہ سب جو اِس (زمین) پر ہیں فنا ہونیوالے ہیں اور بقا تیرے ربّ کی ذات کو ہو جو جلال اور اکرام والا ہے ۱۲

یہاں ایک اور امر بھی اظہار کے قابل ہی کہ معترض نے آیت کے ترجمے میں مِن ظہورہم کا ترجمہ "اس کی پیٹھ سے" کیا ہی۔ اور یہ صحیح نہیں ہے۔ ہم پہلے اصل آیت کو لکھتے ہیں اور پھر صحیح ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا[1] سیپارہ ۹۔ سورۂ اعراف۔ رکوع ۲۲۔

یاد رہے کہ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ میں ظُهُوْر کا لفظ زبانِ عرب میں زائد آیا کرتا ہی دیکھو قاموس بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ۔ اَیْ وَسْطِهِمْ۔ بَین کا لفظ وسط کے معنی دیتا ہی۔ اور اظہر کا لفظ زائد ہی معنی اس فقرے کے اُن کے بیچ یا اُن میں ہیں۔ حدیث میں بھی یہ محاورہ آیا ہی۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الایمان صفحہ ۷۔ كُنْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا۔ آپ تھے ہم میں۔ محاورۂ عرب دیکھو۔ مَا اَفْصَحَكَ وَمَا خَرَجْتَ مِنْ اَظْهُرِنَا۔ تو کیسا فصیح ہی۔ اور تو ہم سے الگ نہیں نکلا۔ اور عرب بولتے ہیں۔ کان ینشد عن ظہر قلبہ۔ یعنے وہ دل سے یا از بر شعر پڑھتا تھا۔ ظہر کا لفظ زائد ہے۔

حقیقی جواب ۔ اصل مطلب آیت کا یہ ہی کہ عادل رحیم قدوس خدا نے تمام بنی آدم میں اُن کی بدو فطرت میں ایک قوت ایمانیہ اور نور فراست ودیعت رکھا ہے جو ہمیشہ وجود الٰہی اور اُس کی ربوبیت کا اقرار یاد دلاتا رہتا ہے یا اقلاً یوں کہو کہ اگر مثلاً کسی عارض کے باعث غافل بھی ہو جاوے۔ تو بھی چونکہ اصل فطرت میں وُہ قوت مجبول کی گئی ہے کسی بیرونی محرک کے سبب سے حرکت میں آجاتی ہے۔ ہاں اگر کسی بے ایمان کے اندر کسی باعث سے وہ قوت بالکل مر گئی ہو۔ اور وہ کم بخت اتھاہ کنوئیں میں جا پڑا ہو۔ اور شیطان کا فرزند بنکر آسمانی دفتر سے اُس نے اپنا نام کٹوا لیا ہو تو یہ اُس کا اپنا قصور ہی۔

[1] اور جب لی تیرے رب نے آدمیوں سے اُنہیں کے درمیان سے اُن کی اولاد اور اُنہیں اُن پر گواہ ٹھہرایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں اُنہوں نے کہا ہاں ہم گواہ ہوئے ۱۲۔

عادل خدا کی ذات اس سے منزّہ ہے۔

اب اُسی فطرت کے اقرار کو اُسی ربوبیتِ الٰہی کے جبلّی معترف فطرت کو الہامی زبان ربانی کلام اس طرزِ عبادت میں بیان فرماتا ہے۔ اور اس دقیق فطرت کے راز کو اس طرح پر انسان کو سمجھاتا ہے کہ انسان بدو فطرت میں میری ربوبیت کا اقرار کر چکا ہے۔ یعنی الوہیت ایزدی کا اعتراف انسان کا امر جبلّی اور فطری ہے۔ اور اُس کی ترکیب و ہیئت ہی اس امر پر شاہد عادل کافی ہے۔

قرآن کا یہ عجیب معجز طریق ہے کہ وہ ایسے باریک مسائل کو اِس نہج میں ادا کرتا ہے کہ اُس سے عالم و جاہل یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ عیسائی ظاہر بین الفاظ پرست ان اسرار کو کیا سمجھیں۔ وہ تو کتب الہامیہ کے خصوصیات اور اُن کے طرق ادا ای مطالب سے آشنا ہی نہیں ہوئے۔ خواہ مخواہ ہر ایک حقیقت پر اعتراض جما دینے کا بیڑہ اُٹھا رکھا ہے۔ گو وہ اناجیل ہی میں کیوں نہ ہو۔

اعتراض۔ سورۂ بقرہ ۸ ار کوع۔ اعراف ۲۱ رکوع ۱۶۷۔ مائدہ رکوع ۶۵ میں ہے یہود بندر بن گئے۔ کب کس ملک میں کس شہر میں یہ عظیم واقعہ ہوا۔ اُن لوگوں کے قرب و جوار والوں سے کس نے لکھا۔

الزامی جواب۔ لیجئے صاحب گھبرائیے نہیں خدا کے فضل سے ہم بتائے دیتے ہیں۔ متی ۱۵ باب ۲۶۔ ایک عورت نے مسیح سے روٹی مانگی (آپ کس لطافت اور نرمی اور حسن خلق سے اُسے جواب دیتے ہیں) "لڑکوں کی روٹی لے لینی اور کتّوں کو ڈالنی خوب نہیں"۔

متی ۷ باب ۶۔ جو پاک ہے کتّوں کو مت دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے مت پھینکو۔

متی ۲۳ باب ۳۳۔ اے سانپو۔ اے سانپوں کے بچّو تم جہنّم کے عذاب سے کیونکر بچو گے۔

پادری صاحبان! مہربانی کر کے آپ بھی ذری تکلیف اُٹھائیے اور حقیقت بینی کو مدِّ نظر رکھ کر آپ ہی بتائیے۔ یہ کتّے اور سوّر اور سانپ کون تھے۔ یہی عرفی اور مشاہدے

کے حقیر جانور تھے۔ کیا وہ یہودی تھے۔ کیا وہ مسیحؑ کے معہود فی الذہن اور قابل ملامت بنی اسرائیل نہ تھے۔ اب بتائیے وہ کب کس ملک اور کس شہر میں کتے اور سور اور سانپ بنیں اور سچ مچ مسخ ہی ہوئے ہوئے تھے یا ہو گئے۔ خوب سمجھ رکھیئے۔ جہاں یہ واقعہ عظیم واقع ہوا۔ وہاں ہی اور انہیں معنوں میں قرآن والا واقعۂ عظیم گذرا۔

حقیقی جواب (اصل قصہ قرآن مجید میں یوں ہے)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ؏ - سیپارہ ۱ - سورہ بقر - رکوع ۸ -

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ ؏٢ - سیپارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۳ -

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؏٣ - سیپارہ ۶ - سورہ مائدہ - رکوع ۱۱ -

سبت لغت میں آرام کو کہتے ہیں۔ دیکھو قاموس السبت الراحة اور ہفتے کے دن کو بھی کہتے ہیں۔ یہودی آرام کے دِنوں میں یا یوں کہو سبت کے دِن خداوند خدا کی نافرمانی کرتے اور اُن کی سرکشی اور بغاوت پر جب باریتعالیٰ کا غضب بھڑکتا تو ذلیل اور خوار ہو جاتے۔ اور اُنکی حالت اس ذلت اور ادبار کی وجہ سے گویا بندروں اور سوروں اور کتوں کی سی ہو جاتی۔ اسی مجاز کو قرآن کریم بیان کرتا اور اہل کتاب کو جو زمانۂ نبویؐ میں تھے، اُن کے اسلاف کا عبرت انگیز حال یاد دلاکر نصیحت دیتا ہے۔ مسیحؑ کی لعنت کا ذکر بنی اسرائیل پر جو قرآن کی آیت میں مذکور ہوا ہے۔ یاد رکھو۔ وہ وہی لعنت ہے جو الزامی جواب میں بیان فرمائی۔

۱؎ اور تم جان چکے ہو اُن لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے ہفتے کے دن میں زیادتی کی پس ہم نے کہا انکو کہ ذلیل بندر ہو جاؤ ۱۲
۲؎ تو کہہ میں تمہیں بتاؤں جسے خدا کے یہاں سخت سزا ملی وہ جنہیں اللہ نے ملعون کیا اور غضب کیا اسپر اور اُن میں سے بندر اور سور بنائے ۱۲ ۳؎ لعنت کیئے گئے وہ لوگ بنی اسرائیل سے کافر ہوئے داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبانی ۱۲ -

ایسے مجازوں کو جو کتب الہامیہ میں خصوصاً اور ہر زبان میں عموماً مستعمل ہوتے ہیں۔ حقیقت اور نفس الامری سمجھ لینا سخت غلطی ہے۔ اور یہ خوش فہمی انہیں حضرات نصاریٰ سے ہی مخصوص ہے۔

پادری صاحبان! ہماری مہربانی کا شکریہ ادا کیجئے۔ اور اس شکریے میں کلامِ حق پر جاہلانہ اعتراض کرنے سے باز آئیے۔ ہم آپکی جہل کا پردہ اُٹھائے دیتے ہیں اور کتبِ مقدسہ ہی سے اُس گاؤں کا پتہ لگائے دیتے ہیں۔ سُنیئے۔ وُہ گاؤں یروشلم ہے۔ دیکھو نحمیاہ ۱۳ باب ۱۶۔ اور وہاں کے صور کے لوگ بھی ٹکتے تھے۔ جو مچھلی اور ہر طرح کی چیزیں لاکر سبت کے دن یہوداہ اور یروشلم کے لوگوں کے ہاتھ بیچتے تھے۔ تب مَیں نے یہوداہ کے شریف لوگوں سے تکرار کرکے کہا کہ یہ کیا بُرا کام ہے جو تم کرتے ہو کہ سبت کے دن کو مقدس نہیں جانتے ہو۔ کیا تمہارے باپ دادوں نے ایسا کام نہیں کیا۔ اور ہمارا خدا ہم پر اور اس شہر پر یہ سب آفتیں نہیں لایا۔ تب بھی تم سبت کے دن کو پاک نہ مان کے اسرائیل پر زیادہ غضب بھڑکاتے ہو۔

دیکھو یرمیاہ باب ۲۴۔ حزقیل باب ۲۰ و ۲۲ و ۴۴۔ سبت کی عدم حفاظت پر عذاب الٰہی آتا تھا۔

زبور ۱۰۵۔ ۲۹۔ اُن کی مچھلیوں کو مار ڈالا۔ یہ گویا نشان قہر الٰہی ہے۔

حزقیل ۴۷ باب ۶۔ ۱۲۔ مچھلیوں کی کثرت ہوگئی۔ یہ گویا فضل الٰہی کا نشان ہے۔

بعض مچھلیوں کی ہلاکت اور کثرت گویا خدا کے قہر و لطف کی علامت ہوا کرتی تھی۔

قرآن مجید میں بھی اس واقعے کا ذکر ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔

اِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا۔

چونکہ یہود کو سبت کی حفاظت کی تاکید شدید تھی۔ جیسا خروج ۲۰ باب ۹۔ اور ۳۵ باب سے پایا جاتا ہے۔ مگر وہ شریر قوم بخلاف حکم ربانی بغاوت اور عصیان کرتی تھی۔ اس لئے غضب

خداوندی اُن پر نازل ہوتا۔ اور وُہ ذلیل و مردود ہو جاتے۔ اور اِس کو سؤر اور بندر کے استعارے میں مجازاً ذکر کیا ہے۔

اعتراض۔ سورۂ ہود ۴ رکوع ۲۲ و ۲۳۔ نوحؑ کا بیٹا طوفان میں ڈوب مرا مفسرین نے اُس کا نام کنعان بتایا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ کنعان بعد طوفان پیدا ہوا۔

جواب۔ الحمدللہ معترض نے بھی خود ہی اِس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن میں کنعان وغیرہ نام کچھ نہیں لکھا ہے البتہ مفسرین نے دو نام لکھے ہیں۔ ایک یام بن نوحؑ۔ دیکھو فتح البیان اور قاموس لغت یوم۔ قرآن کو بغور پڑھیئے۔ اُس میں یہ بھی نہیں لکھا کہ وہ نوحؑ کا بیٹا حقیقی تھا۔ بلکہ قرآن کریم میں تو ہے۔ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ۔ یعنی میرا بیٹا میری بیبی کی طرف سے۔ اور قرآن تو صاف کہتا ہے یہ لڑکا تیرے اہل کا بیٹا بھی نہیں۔ جہاں کہتا ہے۔

اِنَّہٗ[1] لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ۔ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ سیپارہ ۱۲ سورۂ ھود رکوع ۴۔

اعتراض۔ سورۂ انفال ۴ رکوع۔ خدا محمدیوں پر عذاب نہ کریگا۔ جب تک محمدؐ اُن میں ہے۔ یہ کذب ہے۔ مدینے میں محمدؐ صاحب کی موجودگی میں قحط پڑا۔ بدر اور اُحد میں محمد صاحب کے ہوتے محمدیوں پر دُکھ آیا۔

الزامی جواب۔ پھر لوقا کا کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ (لوقا ۲۱ باب ۱۶-۱۸) "بلکہ وے تم میں سے بعضوں کو قتل کرینگے"۔ پھر لکھتا ہے کہ "تمہارے سر کا ایک بال بھی گرایا نہ جاویگا"۔

اور یہ الہامی کلام کیسے درست اُتریگا۔ (پیدائش ۱۷ باب ۸) جسمیں ابراہیمؑ و یعقوبؑ سے وعدہ ہوا کہ "کنعان کی زمین مَیں تیری اولاد کو ابد کے لئے دُونگا"۔ ہزاروں برس ہو گئے ہم دیکھتے ہیں کہ وُہ ملک بنی اسرائیل کے قبضے سے نکلا ہوا ہے۔ یہاں ایک آیت میں تو ہے۔ کہ قتل کئے جاؤ گے۔ اور ایک آیت کہتی ہے کہ تمہارے سر کا ایک بال بھی گرایا نہ جاویگا۔ ایک آیت ابد کا وعدہ دیتی ہے اور مشاہدہ اُس کے خلاف میں شہادت دیتا ہے۔ اگر ان

[1] وہ نہیں تیرے گھر والوں میں۔ اُس کے کام ہیں ناکارہ ۱۲۔

آیات کی توفیق و تطبیق میں کوئی تاویل کی جاتی ہے۔ اور ضرور کرنی پڑتی ہے۔ تو قرآن کے حل مطلب میں اُسے کیوں بھول جانا چاہیئے۔

جواب حقیقی۔ مَیں نے سُورۂ انفال کو غور و تدبّر سے پڑھا ہے۔ جو بات اعتراض میں بیان ہوئی ہے وہ ہرگز ہرگز سورۂ انفال تو کیا تمام قرآن بھر میں کہیں نہیں ہے۔ مگر بعد غور کے معلوم ہوا کہ ایک آیت ہے جس کا مقدم و مؤخر کاٹ کر اور اصلی مطلب نہ سمجھ کر یہ اعتراض پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا ہم تمام آیات متعلقہ حل معانی کو لکھ کر اصل مطلب بتاتے ہیں۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ - وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ - وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ - سیپارہ ۹۔ سورۂ انفال۔ رکوع ۴۔

اب اس میں یہ آخری آیت زیر بحث ہے۔ جس پر محض ناسمجھی سے تیز فہم معترض نے اعتراض جمایا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ان تمام آیات کے ترجمۂ لفظی سے ناظرین کو اصل مدعا کا پتہ لگ گیا ہوگا۔ مگر مزید توضیح کے لئے مختصراً کچھ لکھے دیتا ہوں۔

اس اخیر آیت میں لِيُعَذِّبَهُمْ میں جو (ھُم) کی ضمیر ہے اُس کا مرجع وہی (الّذین کفروا) ہے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تنذیر قرآن کفار مکہ کو عذاب الٰہی سے ڈرایا کہ قرآن کی تکذیب و انکار پر ضرور ضرور غضب الٰہی اُن پر نازل ہوگا۔ اس پر

لہ اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھ کو بٹھادیں یا مار ڈالیں یا نکالدیں۔ اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا۔ اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔ اور جب کوئی پڑھے اُن پر ہماری آیتیں کہیں ہم سُن چکے ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسا یہ کچھ نہیں مگر احوال ہیں پہلوں کے۔ اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر برسا پتھر آسمان سے یا لا ہم پر دُکھ کی مار۔ اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا اُن کو جب تک تُو تھا اُن میں ۱۲۔

اُن جاہلوں نے ازراہِ کمال جرأت وہ کہا۔ جس کا مضمون آیت سوم میں مذکور ہے۔ باریتعالیٰ نے فرمایا۔ کہ جب تک تو اَے محمدؐ ان لوگوں میں ہے (یعنی سرزمین مکہ اور اُسکے اہالی کے درمیان) تب تک ان پر عذاب نہیں آنے کا۔ اور بیشک یہ وعیدِ الٰہی یہ پیشینگوئی ایک برس بعد ہجرت کے جب آپ مکے کو چھوڑ مدینے چلے گئے۔ پوری ہُوئی۔

کیسی صاف اور واضح بات تھی حضرت ز کی طبیعت معترض کہاں لے گئے۔ افسوس ان لوگوں کے قصورِ فہم یا عمداً دیدۂ انصاف کے بند کر لینے کی کیا اور کہاں تک شکایت کیجاوے گو حقیقۃً یہ بے معنی اور پوچ اعتراضات ہرگز لائق التفات نہ تھے۔ مگر ہم نے اس پر بھی محض بایں نیت کہ شاید اب بھی کوئی دِل نُورِ حق سے منوّر ہو جاوے۔ اس مخاطبے کو گوارا کیا ہے۔ اسی مضمون کو قرآن کی پیشینگوئیوں میں دیکھو۔

ایک اور بات خیال میں آئی۔ جس کا لکھنا شاید دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ سُنو ہم اسی بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بلحاظ اصل مطلب معترض کے معنی صحیح ہیں۔ گو سورۂ انفال کی آیت کا مدعا یہ نہ ہو کہ "جب تک محمد محمدیوں میں ہے۔ اُن پر عذاب نہیں آویگا"۔ بیشک یہ درست اور نہایت درست بات ہے اور واقعی امر ہے کہ جب تک محمد محمدیوں میں ہو۔ اُنپر کوئی دُکھ کوئی وبال کوئی عذاب آ نہیں سکتا۔ محمد محمدیوں میں ہو۔ اس کے یہ معنی کہ محمد رسول اللہ کی اصلی اور واقعی تعلیم پر اُنکا ٹھیک ٹھیک عمل ہو۔ اور نہ مُو اُسکے پاک احکام سے وہ تجاوز و انحراف نہ کریں۔ پس کیا ہی صحیح بات ہے کہ جب تک محمد محمدیوں میں ہو۔ اُنپر کوئی عذاب نہ آویگا۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں اور بڑی دلیری سے دعویٰ کرتے ہیں کہ اہلِ اسلام پر کوئی عذاب کبھی بھی نہیں آیا۔ جب تک محمد رسول اللہ صلعم اُن میں رہے۔ بایں معنی کہ اُن کے کلام مقدس پر اہلِ اسلام ٹھیک ٹھیک عمل رہا۔ تاریخ صاف شہادت دیتی ہے کہ جب اہلِ اسلام نے اپنے پیارے ہادی کے نصائح سے انحراف کیا۔ جب ہی اُن پر ادبار آیا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان معنوں کا ثبوت جو ہمنے اس فقرے "جب تک محمدؐ محمدیوں میں ہو" میں لفظ "میں ہو" سے اُن کے کلام مقدس پر قرار واقعی عمل کرنے کے لئے ہیں۔ انجیل سے دیں۔ سنو۔

انجیل یوحنا ۱۷ باب ۱۹۔ مسیحؑ فرماتے ہیں۔ "جس طرح تُونے مجھے دُنیا میں بھیجا۔ مَیں نے بھی اُنہیں دُنیا میں بھیجا۔ اُن کے لئے بھی جواُن (حواری) کے کلام سے مجھ پر ایمان لاوینگے۔ عرض کرتا ہوں تاکہ وَے سب ایک ہوں۔ جیساکہ تو اے باپ مجھ میں اور مَیں تجھ میں وہ بھی ہم میں ایک ہوں۔"

یوحنا کا ۱۔خط ۲ باب ۲۴۔ اسی واسطے جو تم نے شروع سے سُنا ہے۔ وُہی تم میں بسے۔

رومیوں کو ۱۲ باب ۵۔ ایسے ہی ہم جو بہت سے ہیں مسیحؑ میں ہو کے ایک بدن ہوئے ہیں۔

اخط یوحنا ۳ باب ۲۴۔ اور جو اُسکے حکموں پر عمل کرتا ہے۔ یہ اسمیں اور وہ اسمیں رہتا ہے۔

اخط یوحنا ۴ باب ۱۲۔ اگر ہم ایک دُوسرے سے محبت کریں۔ تو ہم خدا میں رہتے ہیں۔

اب دیکھو ان آیات سے صاف عیاں ہے کہ کسی کا کسی میں ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ پہلا شخص دُوسرے کا تابع فرمان ہو۔ اور اُسکے نصائح پر پُورا پُورا کاربند ہو۔ اسی کے مطابق آیت قرآنی کے معنی لے لو۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ جہاں جہاں کسی محمدی کو کوئی ایذا اور تکلیف پہنچی ہے بیشک اُسوقت محمدؐ رسول اللہ اُن میں نہ تھے۔ یعنی وہ لوگ نصیحت نبویؐ کو بھول گئے لو سنو۔ غزوہ حنین میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچی۔ اُس کا سبب خود ہی قرآن نے بتایا ہے۔

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ۔ سیپارہ ۱۰۔ سُورۂ توبہ۔ رکوع ۴۔[1]

اہل اسلام اس غزوے میں اپنی کثرت وجمعیت پر بھول گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ

[1] جب تمہاری کثرت تمہیں گھمنڈ میں لائی پس تمہارے گروہ تمہارے کسی کام نہ آئے پھر تم پیٹھ دیکر بھاگ نکلے ۱۲

علیہ وسلم کے فرمان ہدایت نشان کو طاق پر دھر دیا۔ اور اُس خداداد قوت اور عطیے سے جسے حزم کہتے ہیں کام نہ لیا۔ اسلیئے وہ چند لمحہ کی اور جلد تدارک پانے والی تکلیف اُنہیں پہنچی۔ چونکہ وہ لوگ حکم رسولؐ سے غافل ہو گئے۔ پس یقیناً رسول اللہ اُن میں اور وہ رسول اللہ میں اس وقت نہ تھے۔ گو تھوڑی دیر بعد پھر نصرتِ الٰہی نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔

ایسا ہی جو صدمہ اہل اسلام کو غزوۂ اُحد میں پہنچا۔ اُس کا سبب بھی رسول اللہ صلعم کی نافرمانی ہوا۔ کہ عبداللہ بن جُبیرؓ کے ہمراہیوں نے بخلاف حکم آنحضرت صلعم کے اُونچے ٹیلے کو جس پر ثابت رہنے کیلئے آپ کا تاکیدی حکم تھا چھوڑ دیا۔ اِسلیئے وہ صدمہ اُنہیں پہنچا۔ جس کا تدارک فضلِ ایزدی نے بہت جلد کر لیا (ان سب کی تفصیل مضمون جہاد میں دیکھو) پس یہاں بھی کیسی صاف بات ہے کہ اس مصیبت کے نزول پر محمد رسُول اللہ صلعم اُن میں نہ تھے کہ عدول حکمی سے یہ سزا اُن پر آئی۔

شاید کسی کے دِل میں یہ وسوسہ گذرے کہ خود آنحضرتؐ پر بھی تکلیف و مصیبت آئی۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ قوم کا خیرخواہ اور ان کا دِلی ہمدرد ہادی و مصلح ہر حال میں اپنی قوم کا شریکِ نیک و بد رہتا ہے۔ بعض اوقات میں اس لزوم کی وجہ سے ضرور ہے کہ اُن لوگوں کے مصائب و آلام سے اُسے بھی حسب قانون قدرت بہرہ ملے۔ تاکہ ہر حال میں اُن کا ہمدرد اور سچا رفیق و انیس ثابت ہو۔ پس یُوں ہی ہوا کہ جب اس معرکے میں بعض کوتاہ اندیش آدمیوں کی غلطی کے سبب سے مسلمانوں پر ایذا آئی۔ سچے ہمدرد رسول مقبولؐ نے اُن سے الگ ہونا گوارا نہیں فرمایا۔ بلکہ اُن کی شمولیت میں اس دُکھ سے حصہ لیا۔ اِس لیئے پاک وجود باوجود کے طفیل پھر رحمت الٰہی اُن لوگوں کی ممد و معاون ہُوئی۔ عیسائی مذاق پر ثبوت سُن لو۔

مسیحؑ کامل راستباز تھے۔ اِلّا ملعون قوم کی خاطر ملعون ہوئے۔ گناہ اٹھائے۔ سزا سہی۔ موسےٰ و ہارون پر اپنی قوم کی خاطر ملعون ہوئے۔ گناہ اُٹھائے۔ سزا سہی۔ موسیٰ و ہارون پر اپنی قوم کی شمولیّت کی وجہ سے عتاب آیا اور کنعان نہ پہنچے اور قوم کو چھوڑ خود چل نہ دیئے۔

اعتراض۔ سورۂ مومن ۳ رکوع۔ موسیٰ فرعون اور ہامان کے پاس بھیجا گیا۔ یہ غلط ہے۔ موسیٰ فرعون کے پاس ضرور بھیجا گیا۔ لیکن ہامان تو موسیٰ کی موت کے ڈیڑھ سو برس بعد اخویرس کا وزیر تھا۔ دیکھو استیر ۳ باب۔

الزامی جواب۔ کیا خوب! عجیب اعتراض ہے۔ پادری صاحب ٹھیک پورا کرنا اسے ہی کہتے ہیں۔ کلام حق پر اعتراض کرنا اور یہ تغافل شعاری۔ یہ اعتراض ٹھیک ایسا ہی ہے جیسے کوئی عیسائیوں کو کہے۔ ساول داؤد سے پہلے سموئیل کے وقت بادشاہ ہوا مسیحؑ کا رسول کیسے ہو گیا۔ یعقوب تو بنی اسرائیل کا باپ اسحاق کا بیٹا تھا۔ مسیحؑ کا بھائی کیونکر بن گیا۔ مریم تو موسیٰ اور ہارون کی بہن تھی مسیحؑ کی ماں کس طرح ہو گئی۔ افسوس صد افسوس۔ ضد اور ہٹ انسان کو کس طرح موت کے اتھاہ کنویں میں جھکاتی ہے!

مینس اور یمبرس نے موسیٰ کا مقابلہ کیا (۲ تمطاؤس ۳ باب ۸) بتاؤ توریت میں کہاں لکھا ہے کہ موسیٰ کا مقابلہ انہیں دو آدمیوں نے کیا۔ اگر ساول یعقوب اور مریم کئی آدمیوں کے نام ہو سکتے ہیں۔ تو کیا ناممکن ہے کہ ہامان فرعون کے افسر کا نام بھی ہو۔ اور خویرس کے وزیر کا بھی۔

اگر کہو مینس اور یمبرس کا نام گو توریت میں نہیں تو تمطاؤس چونکہ الہامی کلام ہے اسلئے اُس میں ہونا بھی اُن کی صداقت کی کافی دلیل ہے تو ہم بھی قرآن کو الہامی اور الٰہی کلام مانتے ہیں۔ اور بہت صفائی سے وہی جواب دے سکتے ہیں۔

حقیقی جواب۔ ہامان کے معنی عربی میں محافظ کے ہیں۔ اور یہ وہ شخص ہے جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل پر متعین تھا۔ کہ اُن سے اینٹیں پکانے کا کام لے۔ دیکھو خروج ۵ باب ۱۔ حضرت موسیٰ اُس شخص کو بھی نصیحت فرماتے تھے اور بنی اسرائیل کیساتھ حسن سلوک کو کہتے تھے۔ قرآن مجید سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ یہ شخص افسر عمارت تھا۔ جہاں فرمایا ہے اور فرعون کا قول جو اُس نے ہامان کو کہا۔ نقل کیا ہے۔

یٰہَامٰنُ ابۡنِ لِیۡ صَرۡحًا۔ سیپارہ ۲۴۔ سورۂ مؤمن۔ رکوع ۴۔

اعتراض۔ سورۂ یونس ۹ رکوع ۸۷۔ آیت۔ موسیٰ اور ہارون بھیجے گئے کہ اپنی قوم کے گھروں کے مُنہ رو بقبلہ بناویں۔ یہ باطل ہی کیونکہ کتب سماوی سی ظاہر ہی کہ موسیٰ کو خدانے اِسلیئے بھیجا کہ قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے چھوڑاکر ملک کنعان میں لا بساوے نہ یہ کہ مصر میں رہنے دے۔ دیکھو خروج ۳ باب ۷ سے ۱۰ تک۔

جواب۔ اس باایمان معترض سے کوئی اہل انصاف پُوچھے کہ قرآن کی کِس آیت کا یہ لفظی ترجمہ اُس نے کیا ہی۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر کیا دھوکے بازی ہوسکتی ہی کہ اپنے زعم میں ایک بات کو اِدھر اُدھر سے کاٹ کر اس طرح پیش کرنا اور عوام کو جتانا کہ گویا بعینہٖ مقصود مصنّف یا کلام مصنف ہے۔

قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ موسیٰ اور ہارون اِسلیئے بھیجے گئے تھے۔ الخ جیسا معترض نے اعتراض میں پیش کیا ہے۔ قرآن میں بھی بالکل وہی مطلب اور وہی مضمون ہے جو خروج میں لکھا ہے۔

فَأۡتِیَا[۲] فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَآ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ

سیپارہ ۱۹۔ سورۂ شعرا۔ رکوع ۲۔

وَلَقَدۡ[۳] فَتَنَّا قَبۡلَهُمۡ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ وَجَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ کَرِیۡمٌ اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ۔ سیپارہ ۲۵۔ سورۂ دخان۔ رکوع ۱۔

فَأۡتِیٰهُ[۴] فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّکَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ سیپارہ ۱۶ سورۂ طٰہٰ۔ رکوع ۲

[۱] اے ہامان میرے لئے ایک محل طیار کر ۱۲۔ [۲] پس جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم پیغام لائے ہیں جہاں کے صاحب کا کہ بھیجدے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ۱۲۔ [۳] اور ہم آزمایا ہم نے اُن سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا اُن لوگوں کو رسول بزرگ کہ حوالے کرو طرف میرے اللہ کے بندوں کو ہم آئینہ میں تم لوگوں کا امانتدار اور رسول ہوں ۱۲ [۴] سو جاؤ تم دونوں اُس کے پاس اور تم دونوں کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں اور تو بھیج ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور اُن کو دُکھ نہ دے ۱۲۔

جس آیت پر معترض کو دھوکا ہوا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

وَاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً[1] ۔ سیپارہ ۱۱۔ سورۂ یونس۔ رکوع ۹۔

اب اس کی تشریح سنو۔ قبلۂ یہود وہ جگہ تھی جہاں وہ قربانی کرتے تھے اور فصح کی رسم ادا کرتے اور عبادت کرتے تھے۔ دیکھو میزان الحق صفحہ ۲۲۔ پھر یروشلم یہودیوں کا قربان گاہ اور عبادتگاہ تھا اور خدائے تعالیٰ وہاں اپنے تئیں ایسا ظاہر کرتا تھا کہ گویا اس جگہ میں رہتا تھا۔

انجیل لوک ۲ باب ۱ ۴ سے ۴۲ تک۔ اُسکے (مسیح) ماں باپ ہر برس عید فصح میں یروشلم کو جاتے تھے۔ اور جب وہ بارہ برس کا ہوا وے عید فصح کے دستور پر یروشلم کو گئے۔

خروج ۴۳ باب ۲۳۔ اور استثنا ۱۶ باب اور ۱۶ میں بھی ایسی ہی باتیں لکھی ہیں اب اس سے واضح ہوگیا کہ یہ نشانات اور یہ حقیقت قبلۂ یہود کی تھی۔

اب خروج ۱۲ باب ۳ سے ۷ تک اور ۲۲ سے ۲۴ تک دیکھ ڈالو۔ اس میں لکھا ہے کہ

"اسرائیلیوں کے سارے گروہ سے یہ بات کہو کہ اس مہینے کے دسویں دن ہر ایک مرد اپنے اپنے گھر باپ دادوں کے گھرانے کے مطابق ایک برّہ گھر پیچھے اپنے لیئے لے۔ اور شام کو ذبح کرو۔ اور اُس کا چھاپا دروازے پر لگاؤ۔"

۲۳ میں ہے۔ خداوند در پر سے گزر کریگا۔ اور ہلاک کرنے والے کو نہ چھوڑیگا کہ تمہارے گھروں میں آکے تمہیں مارے اور خداوند کا یہ بھی حکم تھا کہ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اور یہ رسم گھر کے اندر ہی ادا ہو۔

یہی مطلب قرآن کا ہے کہ گھروں کو قبلہ بناؤ۔ یعنی یہ رسم گھروں ہی میں ادا کرو۔

جواب[2]۔ اہل اسلام کے نزدیک قبلہ وہ جگہ ہے جہاں قتل کا امن ضروری ہو۔ اور جس پر خاص خداوندی نظر ہو۔ چنانچہ دیکھو بیت اللہ کی نسبت جو اہل اسلام کا قبلہ ہے قرآن میں حَرَمًا اٰمِنًا وارد ہوا ہے۔ اسلیئے کہ وہاں قتل نفس حرام ہے اس طور پر بھی قبلہ کہنا صحیح ہو کہ

[1] اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ ۱۲۔

فرشتے نے بنی اسرائیل کے گھروں کو امن دیا۔ اور فرعون کے پلوٹھے مار ڈالے۔

جواب۳ - قبلۃ کے معنی متقابلۃ کے بھی ہیں۔ یعنی آمنے سامنے۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ اپنے گھر ایک دوسرے کے سامنے بناویں۔ اور مصلحت اس میں یہ تھی کہ رات کو نکل جانے کے لئے اچھا موقع ملے۔ دیکھو گنتی۔

اعتراض - سورۂ ق۔ رکوع ۳- وَيَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ ترجمہ۔ اور جسدن ہم کہینگے دوزخ کو کیا تو بھر گئی ہے تو وہ کہیگی کیا کچھ اور ہے۔ اور دیکھو ترجمہ مشارق الانوار لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعُ فِيْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ۔ ترجمہ۔ کہ ہمیشہ دوزخ کہیگی آیا کچھ ہے۔ تو کہہ رکھیگا بیچ اُسکے اللہ تعالیٰ قدم اپنا۔ پس دوزخ کہیگی۔ بس بس۔ چار باتیں جواب طلب ہیں۔

۱- کوئی معقول سبب بتاویں جسکے باعث خدا کو دوزخ میں پاؤں ڈالنا ضروری ہے۔

۲- کسی آیت کی سند سے بتاویں کہ خدا کے پاؤں کو دوزخ سے کبھی رہائی ملیگی یا ہمیشہ اُسی میں رہیگا۔

۳- کسی سند سے بتاویں کہ خدا کے پاؤں کے دوزخ میں جانے سے اُسکی جلانے والی تاثیر میں تبدیلی ہوگی یا نہیں۔ اگر تبدیلی ہوئی تو دوزخی عذاب سے چھوٹے ورنہ خدا کا پاؤں بھی جلا۔

۴- خدا جو بقولِ قرآن عرش پر بیٹھا ہے۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے دوزخ میں پاؤں لٹکا دیگا۔ یا عرش سے نیچے اُتر پڑیگا۔ اور جب پاؤں دوزخ میں گیا دوزخی بھی اُسے دیکھینگے یا نہیں۔

جواب - پادری صاحب نے اس اعتراض میں کمال قوت استنباطی کو خرچ کیا! اور شاید اُنہیں اپنے اس استخراج پر بڑا ناز ہوگا۔ صاحب اتنا ہی پوچھ لیا ہوتا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ حدیث کا مطلب صاف اور درست ہے مگر زبان اور محاورۂ عرب نہ جاننے کے سبب سے پادری صاحب اس بھول بھلیاں میں جا پڑے ہیں جو

خود اُنکے چالاک ہاتھوں کی کرتوت ہے۔

اصل منشا آپکے اعتراض کا جملہ یَضَعُ فِیْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ ہی جس کا ترجمہ ہے۔ رکھیگا اُس میں عزت والا اپنا قدم۔ اب ہم آپ کو اُن الفاظ کا صحیح مطلب اور منشاء بتاتے ہیں۔ جن سے آپ کو بوجہ عدم فہم زبان عرب دھوکا ہُوا ہے۔ گو الفاظ تو صاف تھے اور محاورۂ عرب کی طرف ذرا ہی سی رجوع کرنے سے بآسانی حل ہو سکتے تھے۔ مگر چونکہ عادۃً نصاریٰ کا خاصّہ ہے کہ کسی کلام کا اصلی مقصد عمداً یا جہلاً بدوں توضیح و تفسیر نہیں سمجھتے یا سمجھ نہیں سکتے اور یہ عادت نسلاً بعد نسلٍ حضرات حواریین سے وراثت میں اُنہیں ملی ہی کہ وہ سادہ مزاج بھی حضرات مسیحؑ کے کلام کو بدوں تفسیر و تمثیل سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اِسلیئے ضرور ہوُا کہ ہم پوُری تفسیر ان الفاظ کی کردیں۔ سُنو۔

جواب۔ پہلا لفظ جسپر پادری صاحب کو دھوکا ہوُا ہے لفظ ربّ ہی۔ سُننا چاہیئے کہ ربّ کا لفظ بڑے بڑے آدمیوں پہ بولا گیا ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کا قول اُس زندانی کو اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ۔ سیپارہ ۱۲۔ سورۂ یوسف۔ رکوع ۵۔ کہ مجھے اپنے آقا کے رُوبرو یاد کرنا۔ اور فرعون کہتا ہی۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ سیپارہ ۳۰۔ سورۂ النازعات۔ رکوع ۱۔ مَیں تمہارا بڑا ربّ ہوں۔

یہ لفظ عام بڑے بڑے رئیسوں اور امیروں پر بھی اطلاق ہوتا ہی اس لیۓ اُس کی جمع ارباب سے اُمرا اور دُنیادار مُراد لیئے جاتے ہیں۔ اور ٹھیک اسی طرح عبرانی زبان میں بھی جسے عربی کے ساتھ مشابہت تامّہ ہے۔ استعمال ہوُا ہے۔ چنانچہ ربّی بڑے بڑے کاہنوں اور عالموں پہ بولا ہی جاتا ہے۔

اور بعض جگہ جب کسی اسم کے ساتھ ترکیب میں مذکور ہوتا ہے۔ جیسے مثلاً اسی جگہ ربّ العزۃ یا ربّ البیت یا ربّ المنزل۔ اُسوقت مرادف لفظ صاحب کے ہوُا کرتا ہی۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں۔ صاحب العزۃ۔ صاحب البیت۔ صاحب المنزل۔ عزّت والا۔

گھر والا۔ منزل والا۔ یا مالک منزل۔

جوابؔ۔ اور عزت بمعنی حمیت۔ ضد جاہلیت ہے۔ دیکھو قرآن میں ایک جگہ اس کا استعمال ہوا ہے۔

اَخَذَتهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ۔ یعنی جب اُسے خدا سے ڈرنے کو کہا جاتا ہے تو اُسے عزت (ضد و حمیت جاہلانہ) گناہ پر آمادہ کرتی ہے۔ پس ایسے کیلئے جہنم بس ہے۔

اور عزیز کا لفظ جو اس سے مشتق ہوا ہے۔ قرآن میں (سورۂ دخان) شریر جہنمی پر جب جہنم میں ڈالا جائیگا۔ بولا گیا ہے۔ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔ چکھ کیونکہ تو بڑی حمیت والا اور بزرگ بنا بیٹھا تھا۔ اور عزیز اور رب العزۃ کے معنی ایک ہی ہیں۔ پس رب العزت اُس شخص سے مراد ہے جو دُنیا میں متکبر اور جبار اور بڑا ضدی کہلاتا ہے۔ اسی حدیث کی بعض روایات میں آیا ہے۔ حَتّٰى يَضَعَ فِيْهَا الْجَبَّارُ قَدَمَهٗ۔

جبار اور رب العزت کے ایک ہی معنے ہیں۔ یعنے متکبر سرکش حدود سے نکل جانیوالا پس گویا دونوں روایتیں علیٰ اختلاف الفاظ معنی واحد رکھتی ہیں۔ اب حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ دوزخ زیادہ طلبی کرتی رہیگی۔ جب تک شریر متکبر اپنے تئیں عزیز جاننے والے اُس میں اپنا پاؤں رکھیں یعنے داخل ہوں۔

یاد رہے کہ اہلِ اسلام کے اعتقاد میں دوزخ شریروں اور بدذاتوں کی جگہ ہے۔ جیسا حدیث ذیل میں مذکور ہے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۶۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دوزخ میں ایک وادی ہے اُس کا نام ہبہب ہے۔ اُسکی تسکین کا باعث ہر ایک جبار ہوگا۔ اُسکے آخری جملے کے الفاظ یہ ہیں۔ يُسْكِنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ۔

جوابؔ۔ بعض روایات میں اگر آیا ہے۔ حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ فِيْهَا قَدَمَهٗ۔ اوّل تو یہ روایت حدیث کے اعلیٰ طبقے کی روایت نہیں کیونکہ اسمیں روایت بالمعنی کا احتمال ہے۔

اگر مان بھی لیا جاوے۔ تو قدم سے مُراد اشرار ہیں۔ پاؤں نہیں۔ دیکھو قاموس اللغۃ۔ قَدَمَۃ۔ ای الذین قدمہم من الاشرار۔ فہم قدم اللّٰہِ للنار کما ان الخیار قَدَمَۃ للجنۃ۔ یعنے قدم سے مراد وہ شریر لوگ ہیں جنکو خدا نے دوزخ کے آگے دھر دیا۔ پس وہ لوگ خدا کیطرف سے آگ کیلئے آگے کئے گئے۔ جیسے اچھے لوگ خدا کی طرف سے جنّت کی جانب آگے کئے گئے۔ پس حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ دوزخ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد پکارتی رہے گی۔ جب تک خدا اشرار کو اُس میں نہ ڈالیگا۔ پھر وہ بس کریگی۔

جواب ۴ ۔ وَضَعَ القدم ۔ مَثَلٌ لِلرَّدْعِ وَالقَمْعِ۔ یعنی وضع قدم ایک محاورہ ہے جسکے معنی ہیں روکنا اور تھام دینا۔ اب حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ " یہانتک اللہ تعالیٰ اپنی روک اور تھام رکھیگا۔ اور ایسی روک کر دیگا کہ دوزخ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کہنے سے رُک جاوے گی۔"

جواب ۵ ۔ وضع القدم (پاؤں رکھ دینا) ذلیل اور خوار کرنے پر بولا جاتا ہے۔ چونکہ عبری اور عربی قریب قریب زبانیں ہیں۔ اور کتب مقدسہ میں بھی یہ محاورہ برتا گیا ہے۔ بنظر ثبوت اتنا ہی بس ہے۔

یسعیاہ ۳۷ باب ۲۵۔ خدا فرماتا ہے میں اپنے پاؤں کے تلووں سے مصر کی سب ندیاں سُکھا دُونگا۔

۲ سموئیل ۲۲ باب ۳۹۔ ہاں وہ میرے قدموں تلے پڑے ہیں۔

۱۔ سلاطین ۵ باب ۳۔ جبتک کہ خدا نے اُن کو اُسکے قدموں تلے نہ کر دیا۔

لوقا ۲۰ باب ۴۳ و مرقس ۱۲ باب ۳۶۔ جبتک تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی کروں۔

دیکھو ان سب محاورات میں لغوی معنوں میں قدم کا لفظ نہیں بولا گیا بلکہ مجازی معنوں میں۔ پس حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ " یہانتک کہ خدا جہنم کو ذلیل و خوار کر ڈالے۔ اور اُسے چُپ کرا دے۔"

ہاں یہ محاورہ اُس خطبے میں بھی آیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری

حج میں بمقام عرفات پڑھا۔ وَ دِمَاءُ الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃٌ تَحْتَ قَدَمِیْ۔

جوؔاب۔ یہ جواب گو الزامی جواب ہے مگر ہم نے اس بارے میں مسیحؑ کے اقوال کی پیروی کی ہے کہ "الزام مت لگاؤ تاکہ تم پر الزام نہ لگایا جاوے۔ اور نیز الزامی جواب اس لئے بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ معترض اپنی مسلّمہ و مالوفہ کتابوں سے اُس قسم کے اشتباہ کو رفع کرلے۔ اب جواب سُنیئے۔

مسیحی اعتقاد میں مسیحؑ ملعون ہُوا (نعوذ باللہ) اور ملعون کا ٹھکانا جہنم ہے۔ دیکھو حل الاشکال اور پولوس نامۂ گلتیان ۳ باب ۱۳۔ جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے وہ ملعون ہے۔

اور نیز مسیحی اعتقاد میں مسیحؑ خدا ہیں اور رب العزۃ بھی ہیں (صاحب عزّت) پس معنے یہ کہ جہنم کو تسکین نہ ہوگی جب تک عیسائیوں کے خدا اُس میں قدم نہ رکھیں۔ اب سارے جوابوں کی آپ ہی کوشش کریں۔

حاصل الامر چونکہ پادری صاحب نے حدیث کا مطلب غلط سمجھا۔ اور بطور بنائے فاسد علے الفاسد اُس سے غلط استنباطات کیئے۔ پس انکے اعتراض کے باقی شقوق بھی بیکار و معطّل ہو گئے۔ اس لئے ہمیں اُن شقوں پر فضول خامہ فرسائی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فاسد مقدمے کا نتیجہ لابد فاسد ہی ہُوا کرتا ہے۔

اگر قدم کے معنی پاؤں لیں۔ جیسے عام مشہور ہے۔ تب بھی اعتراض نہیں رہتا اور عیسائی مذہب کے طور پر ہر گز محل اعتراض نہیں۔ دیکھو خروج ۱۳ باب ۲۱۔ خدا آگ کے ستونوں میں۔ اور خروج ۱۹ باب ۱۸۔ اور استثنا ۱۔ باب ۳۳۔ آگ کو خدا کا قدم نہ جلانے میں بخلاف اور لوگوں کے بے ریب امتیاز ہے۔ دیکھو استثنا ۴ باب ۱۲۔ پہاڑ جلا پر خدا نہ جلا۔ اور استثنا ۴ باب ۳۶ میں۔ خدا آگ میں کلام سُناتا تھا۔ اور دیکھو دانیال ۳ باب ۲۵۔ خدا کے چند پیارے کھلے آگ میں پھرتے تھے اور آگ اُنہیں نہیں جلاتی تھی۔ اور قانونِ قدرت میں دیکھو آگ ذرّاتِ عالم کو نہیں جلا سکتی۔ آگ کا کام تو چند اشیاء کو جلانے کا ہے وُہ اشیاء جو الٰہی

مخلوق ہیں - نہ خالق کے جلانے کا -

اعتراض - سورۂ صٓ - ۳ رکوع - وَ سَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ یہ امر غلط ہے - اِس کا ثبوت نہیں ملتا - کسی معتبر یہودی مؤرخ کی گواہی سے ثابت کریں -

جواب - افسوس ہم کہانتک ہر ایک مضمون کے آغاز میں پادری صاحب کی نادانی اور لغت عرب سے جہل کی شکایت کرتے جائیں - پادری صاحب نے اسے کونسا غیر ممکن الوقوع واقعہ اپنے زعم میں سمجھا ہے کہ بڑے جوش میں آکر مؤرخانِ یہود کی گواہی کے خواستگار ہیں - صاحب یہ تو معمولی قدرتی اور مشہودہ واقعے کا ذکر ہے کہ شب و روز ہمارے تمہارے مشاہدے اور برتاؤ میں آرہا ہے - آپ صرف جہل لسان کی وجہ سے اس ورطے میں پڑے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں - مَیں تمہیں نصحًا اور اخلاصًا کہتا ہوں کہ کیوں ناحق اپنی عاقبت بگاڑتے ہو - قرآنِ کریم جو اپنی ذات اور اصلیت میں صادق و مصدق کلام ہے - ایسے واہی اور بادر ہوا اعتراضوں سے معرض نقص و قدح میں نہیں آسکتا - لیجئے اصلی کیفیت ہم سُنائے دیتے ہیں - اور نہ یہودی مؤرخ کی بلکہ خود خدا کی شہادت یعنی اُسکے کام کی شہادت سے اس کا ثبوت دیتے ہیں -

فَسَخَّرْنَا لَهُ[1] الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ[2] رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ - سیپارۂ ۲۳ - سورۂ صٓ - رکوع ۳ -
سَخَّرَهٗ تَسْخِيْرًا - ذَلَّلَهٗ وَ كَلَّفَهٗ عَمَلًا بِلَا اُجْرَةٍ - یعنی سَخَّرَهٗ تَسْخِيْرًا کے معنی ہیں اُسکو مطیع کیا اور اُسے مُفت بے مزدوری کام میں لگایا -

قرآن میں بہت جگہ یہ محاورہ آیا ہے - دیکھو -

---

[1] پس مفت کام میں لگادی سلیمان کے ہوا نرم چلتی اُسکے (اللہ کے) حکم سے جہاں پہنچا چاہتا ۱۲ -

[2] بامرہٖ کی ضمیر حسب آیات ذیل باری تعالیٰ کی طرف سے ہے - ۱۲

سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔[1] سیپارہ ۱۳۔ سورۂ ابراہیم۔ رکوع ۵۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ۔[2] سیپارہ ۱۷۔ سورۂ حج۔ رکوع ۵۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ۔[3] سیپارہ ۱۷۔ سورۂ حج۔ رکوع ۹۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔[4] سیپارہ لقمان رکوع ۳۔

ان تمام محاورات سے لفظ تسخیر کا استعمال واضح ہوگیا کہ تسخیر مفت میں بلا مزدوری کام میں لگا دینے کو کہتے ہیں۔

بیشک کشتیاں جہاز دریا سمندر سورج چاند ستارے رات دن چارپائے۔ مویشی باریتعالےٰ جلشانہ نے محض اپنے لطف و کرم سے مُفت ہمارے کام میں لگا رکھے ہیں۔ بایں معنی کہ ان کی خلقت اور فطرت ایسی بنائی ہے کہ بلا اُجرت ہمارے منافع اور مصالح دنیوی کے اتمام و انصرام میں لگے ہُوئے ہیں۔ بلکہ حقیقتہً ہماری زندگی و معاش انہیں اشیاء اور قویٰ طبعی کے وجود پر موقوف ہے۔ چونکہ ان بڑے بڑے قویٰ طبعی مثلاً سمندر ہوا سورج چاند ستارگان رات دن وغیرہ پر من حیث الخلق ہم قدرت نہیں رکھتے۔ اور نہ جبراً و قہراً اُن سے کام لے سکتے ہیں۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و امتنان و احسان جتا کر ہم سے اس مہربانی کی شکر گذاری لینے کے لئے اُن اشیاء کا اور اُن سے ہمیں منافع پہنچنے کا ذکر فرماتا ہے کہ دیکھو ایسی ایسی بڑی

[1] اور کام میں لگادی تمہارے کشتی تو کہ چلے سمندر میں اسکے حکم سے اور تمہارے کام میں لگادیں ندیاں اور کام میں لگادیا تمہارے سُورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگادیا تمہارے رات اور دن کو ۱۲

[2] اور ایسے ہی کام میں لگادیا تمہارے اُونٹ کو ۱۲

[3] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے بس میں کیا زمین والی چیز کو اور کشتیاں دریا میں اُسی کے حکم سے چلتی ہیں ۱۲

[4] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے اختیار میں کردیا جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے ۱۲

زبردست چیزیں جن پر تمہارے دستِ قدرت کو رسائی ممکن نہ تھی۔مفت میں میں نے تمہارے کام میں لگادی ہیں۔ اُس کے یعنے خدا کے ہمارے کام میں اُن اشیاء کو لگادینے یا ہمارے اُنکو کام میں لانے کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے تمام منافع اور مصالح کا مدار ان ہی اشیاء کے وجود پر ہی۔ اور یہ سب تار و پود ہستی اور ہنگامۂ باآب و تاب انہیں اشیاء کی مدد اور ذریعے سے نبھتا اور چل رہا ہی۔

جو لوگ قانونِ قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ کس طرح پر ہم بعض قوئی قدرت سے قدرتی طور پر اور بعض اشیاء کے خود استعمال صحیح سے متمتع ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اہلِ یورپ نے انہیں قوئے قدرت کی طرف توجہ کرنے اور اُنکے استعمال صحیح (تسخیر) سے مثلاً ایک سٹیم (بخار) ہی کی تسخیر اور کام میں لانے سے کیسے کیسے منافع اُٹھائے ہیں۔ کیسے بیش بہا انجن ایجاد کیئے ہیں کہ تجارت اور تموّل میں اہل عالم پر سبقت لے گئے۔

یہی عمل تسخیر ہے جسے قادرِ مطلق رحیم خدا نے فطرتاً بتفاوت ہر انسان میں ودیعت رکھا ہے۔ مالامال اور خوشحال وُہ لوگ ہوئے جنھوں نے اس قدرتی عطیہ اور فیض وہبی سے کام لیا۔ یہ وہ عمل تسخیر نہیں ہے جسے عوام کالانعام ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اور شب و روز فضول جہد و مجاہدے میں سرگردان اور منہمک رہتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کسی قسم کا کلمہ و کلام پڑھ کر سورج اور چاند کو مسخر کر سکتا ہے یا اُن کی معمولی قدرتی رفتار اور حرکات میں فرق ڈال سکتا ہی۔ نہیں نہیں یہ وہی قدرتی تسخیر ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور اُسی ہی کو باری تعالیٰ امتناناً اور احساناً یاد دلاتا ہے۔ سعدیؒ نے اس موقع پر کیا خوب کہا ہی۔ اور کیا خوب اس تسخیر و تسخّر کا مطلب حل کیا ہے۔ گویا سات سو برس قبل عقلمند پادری صاحب کے مجہول اعتراض کا جواب دیدیا ہے ؎

ابر و مہ و خورشید و فلک در کارند ۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتۂ و فرمانبردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

کیوں صاحب! اب بھی مسخر کے معنی حل ہوئے یا نہیں ؎

گر اسپر بھی نہ تم سمجھو تو بس تم سے خدا سمجھے

اجی جناب پادری صاحب! یہ وہ تسخیر نہیں جس کی اُستاد صاحب آپ کو تعلیم کرتے ہیں۔کہ" اگر تم رائی کے دانے کے برابر ایمان رکھتے تو اگر پہاڑ کو کہتے کہ اپنی جگہ سے ٹل جا تو ٹل جاتا"

اب ہم مضمون آیت متنازعہ فیہا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اصل قصہ یوں ہے کہ بنی اسرائیل میں پہلے پہل حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا سے ایک خاص کام جس کا ذکر انعام کے طور پر باری تعالیٰ اس آیت میں کرتا ہے وہ بات یہ ہی کہ حضرت سلیمانؑ نے جہازوں کے دو بیڑے بنائے تھے۔ایک خلیج فارس اور بحر ہند میں۔ دوسرا بحر روم میں چلتا تھا۔اس امر کا ثبوت معتبر یہودی تاریخ سے سُن لیجئے۔ سلاطین اوّل ۹ باب ۲۶- پھر سلیمان بادشاہ نے عصیون جبر میں جو ایلوت کے نزدیک ہے۔ دریائے قلزم کے کنارے پر جو ادوم کی سرزمین ہے۔جہازوں کے بحر بنائے اور حیرام نے اُس بحر میں اپنے چاکر ملاح جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے سلیمان کے چاکروں کے ساتھ کر کے بھجوائے اور وے اوفیر کو گئے۔ (اور دیکھو اخبار الایام ۲ باب ۲-۱۶)

اخبار الایام دوم ۲ باب ۱۶- بادشاہ کے جہاز حیرام کے نوکروں کے ساتھ طرسیس کو جاتے اور وہاں سے اُن پہ تین برس میں ایک بار سونا اور روپا اور ہاتھی دانت اور بندر اور مور اُس کے لئے بھیجتے تھے۔

چونکہ زمانہ سابق میں جہاز کا چلنا صرف ہوا کی موافقت اور سازگاری ہی پر موقوف تھا اور حضرت سلیمانؑ کے جہاز بتوفیق الٰہی ہوا کی سازگاری سے حسب المرام چلتے اور کام دیتے تھے۔بنا براں باری تعالیٰ اس جگہ امتناناً ریح یعنے ہوا کا ذکر کرتا ہی کہ ہم نے ہوا اسکے کام میں لگا دی۔اور اسلئے کہ ہوا ہی محرک اور منشائے جہاز رانی کی متمم اعظم تھی۔

ہوا ہی کے ذکر پر اکتفا کیا اور کنایۃً جہاز رانی مُراد رکھی۔ اُس آیت کے آگے فرمایا ہی۔

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۔ سیپارہ ۲۲ ۔ سُورۂ سبا ۔ رکوع ۲ ۔

اِس میں اُن جہازوں کے سفر اور طے مسافت کا بیان ہی کہ صبح و شام میں اتنی مسافت طے کر جاتے تھے۔ جو اُس زمانے میں بلحاظ سفر برّی کے ایک مہینے کی راہ ہوتی تھی۔ بیشک اُس ابتدائی زمانے میں سفر برّی کی دُشواریوں اور صعوبتوں اور راہوں کے محفوظ و مامون نہ ہونے پر اگر نظر کی جاوے تو جہاز رانی جس کے ذریعے سے خشکی کی کوسوں کی راہ چند گھنٹوں میں طے ہو جاتی تھی۔ خدا کے فضل اور قدرت کی ایک عظیم الشان آیت (نشانی) تھی۔ اور بنی اسرائیل کے لئے خصوصاً جنہیں اوّل اوّل خدا نے یہ فن عطا کیا۔ خدا کے احسانات کے تذکر کی بڑی بھاری نشانی تھی۔

قرآن مجید کا یہ عجیب اور مخصوص طرز ہے کہ اس میں باری تعالیٰ انسان کو وہ منافع اور فوائد جو انسان قویٰ قدرت کے استعمال سے یا اللہ تعالیٰ کے محض فیض سے اُن اشیاء سے حاصل کرتا ہے یاد دلا کر اور اپنا علۃ العلل ہونا اُسکے ذہن نشین کرا کر اُسکو اپنی طرف بُلاتا ہی اور یہ عجیب طریقہ انسانی قویٰ پر تاثیر کرنیکا ہی۔ جو حقیقۃً قرآنِ کریم ہی سے مخصوص ہے اور اس بیان قوانین قدرت سے تمام قرآن لبریز ہی۔ ایسا ہی اِس آیت میں بھی اُس عادتِ جاریہ کے موافق حضرت سلیمانؑ پر انعام و فضل کا ذکر کیا ہی۔ اس سے آگے والی آیت یہ ہے۔

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۔ سیپارہ ۱۷ ۔ سُورۂ انبیاء ۔ رکوع ۶ ۔

چلتے تھے وہ جہاز اُسکے (سلیمانؑ) حکم سے اُس زمین کیطرف جسمیں ہم نے برکت دی۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ وہ جہاز حضرت سلیمانؑ کے حکم سے بلادِ افریقہ یا ہند سے ہو کر ارضِ شام کو آتے تھے۔

اعتراض۔ قرآن نے مریم مسیح علیہ السلام کی ماں کو اخت ہارون ۔ ہارون کی بہن کہا۔ یہ بات صحیح نہیں۔ جواب سُننے۔

ا ۔ صبح اُس کی ایک مہینے کی اور شام اُس کی ایک مہینے کی ۱۲

(۱) معترض عیسائی لوگو! کوئی الہامی اور رُوح القدس کی لکھائی ہوئی تاریخ ایسی نہیں۔ جس میں مریم کے خاندان کا مفصل حال مرقوم ہو۔ اور ایسی بھی کوئی کتاب عیسائیوں کے گھر میں نہیں جس سے مریم کے بھائیوں اور ماں باپ وغیرہ رشتے داروں کے نام کا یقینی پتہ لگے۔ پھر قرآن کے کلمۂ اخت ہارون پر آپکا اعتراض کیا۔

(۲) پادری لوگو! تم نسب ناموں اور قصوں پر اعتراض نہ کیا کرو۔ کیونکہ پولس طمطاؤس کے پہلے خط میں لکھتا ہے "کہانیوں اور بے حد نسب ناموں پر لحاظ نہ کریں۔ یہ سب تکرار کا باعث ہوتا ہے۔ نہ تربیت الٰہی کا جو ایمان سے ہے" ۱۔ طمطاؤس باب ۴۔

(۳) سُنو۔ انجیل متی کی ابتدا میں مسیحؑ کو ابن داؤد اور داؤد کو ابن ابراہیم لکھا ہے۔ متی ۱ باب ۱۔ حالانکہ مسیحؑ اور داؤد کے درمیان اور داؤد و ابراہیمؑ کے مابین پشتہا پشت کا فرق ہے۔ بلکہ بقول تمہارے مسیحؑ ابن داؤد ہی نہیں۔

(۴) سنو! الیسبات کو ہارون کی بیٹی کہا گیا۔ لوقا ۱۔ باب ۵۔ حالانکہ الیسبات اور ذکریا کے زمانے سے جن کا ذکر لوقا نے کیا ہے بہت ہی مدت پہلے ہارون مرچکے تھے۔ اور الیسبات اور ہارون میں پُشتہا پشت کا فرق ہے (ہنسی۔ اجی حضرت یہ الیسبات انگلستان کی ملکہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت پہلے گذر چکی ہے)

بات یہ ہے ناموں میں اشتراک بھی ہوتا ہے۔ دیکھو یوسفؑ اور یعقوبؑ مسیحؑ کے بھائی بھی ہیں اور اُن سے سینکڑوں برس پہلے یوسفؑ اور یعقوبؑ اسحاقؑ نبی کے پوتے اور بیٹے بھی گذرے۔ پس کیا ممکن نہیں کہ ایک ہارون موسیٰؑ کے بھائی ہوں اور دُوسرے مریم کے۔

(۵) سُنو! عرب میں اخ اور اخت کا لفظ وسیع معنوں میں مستعمل ہوتا ہے حقیقی بھائی اور ایک ہی پشت کے بھائی پر محدود نہیں۔ دیکھو قرآن۔

اِلٰی[۱] ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا۔ سیپارہ ۱۲۔ سُورۂ ھُود۔ رکوع ۶۔

---

[۱] ثمود کی طرف اپنے بھائی صالح ۱۲۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا - سیپارہ ۱۲ - سورہ ھود - رکوع ۵ -

حالانکہ صالح اور ہود اپنی اپنی قوم کے حقیقی بھائی نہ تھے -

اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں ازواج کی تاریخ میں صفیہ کے قصے میں لکھا ہو کہ صفیہ بی بی پر جو خیبر کے یہود سے تھیں - رسول اللہ کی اور بیبیوں نے کچھ طعن کیا اور صفیہ نے اُنکے طعن و تشنیع کا تذکرہ اپنے خاوند محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا - تُو نے کیوں نہ کہا - اَبِیْ هَارُوْنُ وَعَمِّیْ مُوْسٰی وَزَوْجِیْ مُحَمَّدٌ -

دیکھو یہاں ہارون موسیٰ نبی کے بھائی کو ابؔ یعنی باپ کہا - حالانکہ بہت مُدت پہلے گذر چکے - عرب کے لوگ عمدہ تلوار کو اخو ثقۃ اور بڑے بہادر کو اخو غمرات الموت کہتے ہیں - غرض تھوڑے بہت تعلق پر اخوت کا اطلاق ہوتا ہی - مریم صدیقہ کاہنوں میں پلی اور ذکریا کاہن اُسکے قریب رشتے دار تھے - اور کاہن بے ریب و تردد ہارون کے بھائی تھے - الیسبات ہارون کی بیٹی مریم کی قریبی رشتے دار تھی - دیکھو لوقا - ۱ باب - پس کیا تعجب ہے - اگر قرآن نے کہدیا مریم ہارون کی بہن تھی -

سوال - لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ - سیپارہ ۲۶ سورۂ فتحنا - رکوع ۱ -

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ - سیپارۂ ۲۶ - سورۂ محمد - رکوع ۲ -

ان آیات اور انکے امثال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے -

جواب - پھر کیا ہوا - سوچو تو سہی مسیح ملعون بنیں اور اُن کی الوہیت اور خدائی میں بٹا نہ لگے - بااین ہمہ گناہگاری کہ تمام عیسائیوں کے معاصی سے گنہگار ہوئے - اور بقول ایوب عورت کے شکم سے نکل کر صادق نہیں ٹھہر سکتے تھے - دیکھو ایوب - وہ جو عورت سے

۱؎ اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو ۱۲ - ۲؎ تاکہ بخشے اللہ تیرے پہلے اور پچھلے گناہوں کو ۱۲ -

۳؎ اور مغفرت مانگ اپنے لئے اور مومنوں کے لئے ۱۲ -

پیدا ہوا۔ کیا ہے کہ صادق ٹھہرے۔ ۱۵ باب ۱۴۔ ایوب۔ پھر مریم جب بگناہ موروثی آدم گنہگار تھی۔ تو مسیح کو کوئی پاک نہیں ٹھہرا سکتا۔ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں۔ ایوب ۱۴ باب ۴۔ اور پھر عیسائیوں میں تمام آدمی آدم کے گناہ سے گنہگار ہیں اور آدم کا گناہ عورت سے شروع ہوا۔ تو مریم اور اُس کا بیٹا کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ پس گنہگار اگر الوہیت سے معزول نہیں تو گنہگار نبوّت اور رسالت سے کیسے معزول ہوسکتا ہے۔

اور سُنو! کتب مقدسہ کا محاورہ ہے۔ مورث اعلیٰ کا نام لیکر قوم کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ دیکھو یشرون (یعقوب) موٹا ہوا۔ اور اُس نے لات ماری تو تو موٹا ہوگیا چربی میں چھپ گیا۔ خالق کو چھوڑ دیا۔ استثنا ۳۲ باب ۹-۱۵۔ یعقوب کو جیسی اُسکی روشیں ہیں۔ سزا دیگا۔ ۱۲ باب ۲۔ ہوسیع۔ یعقوب کو اُس کا گناہ اور اسرائیل کو اُس کی خطا جتاؤں۔ میکہ ۳ باب ۸۔ یہ تو عہد عتیق کا محاورہ سُنایا۔ اب عہدِ جدید کو سُنیئے۔ اُس نے تو حد کر دی ہے۔ سُنو سُنو سُنو۔

مسیحؑ نے ہمیں مول لیکر شریعت سے چھوڑایا۔ کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا۔ نامۂ گلتیان ۳ باب ۱۳۔ ۲ قرنتی ۵ باب ۲۱۔

پس مَیں کہتا ہوں۔ جب صاحبِ قوم قوم کے گناہ سے گنہگار کہا جاتا ہے اور جب قوم کو صاحب قوم کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ تو آپ اِن آیات میں جن سے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس امر کو کیوں فروگذاشت کئے دیتے ہیں۔ با ایں ہمہ جن آیات سے آپ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت الزام قائم کرتے ہیں۔ ان میں یقینی طور پر بلحاظ عربی بول چال کے اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً سوچو آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ میں ہم کہتے ہیں۔ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ والا واوٗ عطف تفسیری کا واوٗ ہے۔ اور واوٗ تفسیری خود قرآن میں موجود ہے۔ دیکھو سورۂ رعد۔

تِلْكَ[۱] اٰيَاتُ الْكِتَابِ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ۔ سیپارہ ۱۳۔ سورہ رعد رکوع ۱
تِلْكَ[۲] اٰيَاتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ حجر۔ رکوع ۱۔
آیت وَوَجَدَكَ ضَآلًّا میں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُمت مخاطب ہے اور ضآل عاشق اور محب کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو محاورہ قرآنی۔
اِنَّكَ[۳] لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ سیپارۂ ۱۳۔ سورۂ یوسف۔ رکوع ۱۱۔
یہ بات یوسفؑ کے بھائی یعقوبؑ کو کہتے ہیں۔ اور یہاں ضآل کے معنی گمراہ کے ہرگز نہیں کیونکہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے ضلالت کی نفی بھی کرتا ہے جہاں فرماتا ہے۔
مَا[۴] ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ سیپارہ ۲۷۔ سورۂ نجم۔ رکوع ۱۔
مَا غَوٰى کے لفظ کے ساتھ مَا ضَلَّ کا خوب بیان ہوگیا۔

فائدہ۔ گناہوں کے وجود سے کبر اور عجب۔ ریا اور سمعہ کا کیسا علاج ہوتا ہے۔ اور گناہ کس طرح توبہ اور عجز و انکسار کا باعث ہوتا ہے۔ یہ موقع اس امر کے بیان کا نہیں۔

اعتراض۔ اِنَّا[۵] فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ سیپارہ ۲۶۔ سورہ فتحنا۔ رکوع ۱۔
اس آیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے بڑی دلیری کی اور اپنے آپ کو باہمہ گنہگاری بے ڈر یقین کیا۔

جواب حقیقی۔ ایسے بشارات حسب کتب مقدسہ ضرور ہُوا کرتے ہیں۔ دیکھو متی۔ پطرس نے جب کہا۔ ہم نے تیرے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ تو مسیحؑ نے فرمایا۔ تم بادشاہت

---

[۱] یہ آیتیں قرآن کی ہیں اور جو اُتارا گیا ہے تیرے پاس خدا سے وُہ سچ ہے ۱۲
[۲] یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور کھُلے قرآن کی ۱۲۔
[۳] ہر آئینہ تو اپنی پُرانی غلطی میں ہے ۱۲۔ [۴] نہیں بھٹکا تمہارا رفیق اور نہ بہکا۔ ۱۲
[۵] ہم نے فتح دی تجھ کو فتح ظاہر کرتا کہ بخشے اللہ تمہارے پچھلے اور پہلے گناہوں کو ۱۲۔

کے وقت بارہ[۱۲] تختوں پر بیٹھو گے۔ ۱۹ باب ۲۹ متی۔

اگر کہو مسیحی بشارات اور پطرس کی خوشخبری مشروط تھی۔ بدوں شرط نہیں۔ تو ہم کہتے ہیں مسیحی اور پطرسی شرط کا تو ذکر انجیل میں نہیں۔ قرآنی بشارات کا خود قرآن میں ذکر ہے دیکھو آیت لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ۔ مطلب یہ ہو کہ اگر خاتمہ ایمان پر ہوا۔ تو تیرے گناہ معاف ہیں۔

اور سنو فتحنالک فتحاً مبیناً کے معنے آپ لوگوں کو معلوم نہیں۔ اِس آیت شریف کی تفسیر کیلئے قرآن ہی عمدہ تفسیر ہے اور وہ آیت مفسرہ آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ہے۔ فتح سے مُراد ہے دِل پر علوم باری اور آسمانی بادشاہت کے اسرار کا کھولنا اور جب وہ کھلتے ہیں تو توبہ اور خشیت اور خوفِ الٰہی پیدا ہوتا ہے جسکے باعث گناہ نہیں رہتے۔ انسان نئی زندگی پاتا ہے۔ نیا جلال حاصل کرتا ہے۔

ایک اور جواب سُنیئے۔ مسیح حواریوں کو فرماتے ہیں۔ جن کو تم بخشو اُنکے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور جنہیں تم نہ بخشو گے نہ بخشے جائیں گے۔ یوحنا ۲۰ باب ۲۳۔ بھلا جہاں مچھوں اور ٹوریوں کو گناہ بخشنے کا اختیار ہے۔ وہاں باری تعالیٰ کو ایک خاتم الانبیاء کے گنا بخشنے کا اختیار کچھ تعجب انگیز اور محلِ انکار ہے۔ ہر گز نہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ نے نبی عرب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات دیں۔ ظاہری فتوح فتح مکّہ وغیرہ۔ جسکے ظہور سے بُت پرستی کا استیصال اس شہر سے کیا عرب جیسے بُت پرست مُلک سے ابد کے لئے ہوگیا۔ اور تمام دُنیا میں توحیدِ ربوبیت کے علاوہ توحیدِ اُلوہیت کا شور مچ گیا۔ اور مختلف قبائلِ عرب لُوٹ مار کرتے۔ شراب خوری اور جُوئے بازی پر فخر بگھارتے۔ سراسر اخلاق مجسّم پُورے موحّد ہو کر نیک چال پر آگئے۔ اِتنی ہدایت پھیلانے سے ہادی کے گناہ معاف نہ ہوئے ہوں۔ بالکل عقل کے خلاف ہے۔ اور فتوحات باطنی کا حال آگے لکھ چکا ہُوں۔

اعتراض۔ سورۂ طٰہٰ۔ ۷ رکوع۔ جو قرآن سے مُنہ پھیرے اُس کی معیشت تنگ ہو گی۔ یہ باطل ہے۔ کروڑوں قرآن کو نہیں مانتے۔ اور اُن کی معیشت تنگ نہیں۔ اور متبعانِ قرآن تنگ ہیں۔ اور لڑائیوں میں دُکھی ہوئے۔

جواب۔ بھلا کتب مقدسہ میں نہیں لکھا۔ ہاں شریر کا چراغ بُجھایا جائے گا۔ ۱۸ باب ۵۔ ایوب۔ تنگ حالی اُسکے پاس مستعد رہیگی ۱۸ باب ۱۲۔ ایوب۔ وہ ویران شہر میں بسے گا۔ ۱۵ باب ۲۸۔ پر جانتے ہو۔ بہت شریر خوش ہیں۔ نہیں بات یہ ہے۔ شریروں کی خوشی کرنی تھوڑے دِن کی ہے۔ اور ریاکاروں کی شادمانی لمحے کی۔ ۲۰ باب ۵۔ ایوب۔ پس جو لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔ اُن پر معیشت بیشک تنگ ہے۔ اُن کا چراغ گُل ہو گا۔ معیشت۔ ضنک تنگ حالی اُن کے پاس مستعد رہیگی۔ وہ ویران شہروں میں بسیں گے۔ اُن کی شادمانی لمحے کی ہے۔ قرآن بھی کہتا ہے۔ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ۔ پُونجی دُنیا کی تھوڑی ہے۔

دُوسرے جملۂ اعتراض کا جواب۔ وہ دُکھ جو خدا کے لئے ہو ایک بخشش ہے۔ فلپی ۱ باب ۲۹۔ وہ دُکھ جو خدا کے لئے ہو خوشی کا باعث ہے۔ اعمال ۵ باب ۴۱۔ کیونکہ باپ کے ہاتھ سے ملتا ہے۔ یوحنا ۱۸ باب ۱۱۔ یہ پیالہ ہے نہ سمندر۔ زبور ۷۵۔ ۸۔ اِسمیں غوطہ لگا کر مرتے نہیں اور آرام سے نا اُمید نہیں۔ یسعیاہ ۴۳ باب ۲۔ ۲ قرنتی ۴ باب ۸۔

پادری صاحبو۔ یہ ایسی بات ہے۔ جیسی لوقا کہتے ہیں۔ تمہارے سر کے بال بھی نہ ہلیں۔ اور یہ بھی کہ وے قتل کرینگے۔ لوقا ۲۱ باب ۱۶۔ ۱۸۔ اور متی ۲۴ باب ۹۔

ایک اور حقیقی جواب بخاری میں لکھا ہے۔ ضنک کے معنی شقاوت اور بدبختی کے ہیں۔ اور یہی معنی ابن عباس رضؓ نے لئے ہیں۔ پس سوال کا موقع ہی نہ رہا۔

اعتراض۔ سورۂ کہف میں سکندر کا قصہ ایسا عجیب وغریب بیان ہوا ہے جسکی کچھ حد نہیں۔ یہ قصہ مصنف قرآن کی کم علمی پر بڑی دلیل ہے۔ سکندر رومی کے روزنامچے موجود ہیں۔ اُن میں کہیں یہ موجود نہیں۔ سکندر سُورج ڈوبنے اور سُورج چڑھنے کی جگہ تک

گیا ہے۔ اور زمین چونکہ گول ہے ممکن ہی نہیں سورج کہیں دلدل میں ڈوبتا ہو۔ کسی مؤرخ کی شہادت سے ثابت کرو۔ اور یونانیوں کی تاریخ ٹٹولو۔ پھر دیوار اور یاجوج کا پتہ دو۔ اتنی بڑی مخلوق کہاں گم ہے۔

جواب۔ اسکندر کا نام تمام قرآن میں نہیں۔ سورۂ کہف میں جو ایک جزو قرآن ہے کہاں ہوگا۔ جب کل میں نہیں تو جزو میں ہونا محال ہے۔ سورۂ کہف میں جس بادشاہ کا ذکر ہے اُس کی قرآن نے تعریف ہی کی ہے۔ اور رومی سکندر ایک بُت پرست کافر تھا۔ جو شراب خوری میں ہلاک ہوا۔ قرآن کہیں شہیدوں کی تعریف کرتا ہے۔

ہاں سورۂ کہف میں ذوالقرنین کا تذکرہ ہے (ذو) کے معنے صاحب یا والا کے ہیں۔ اور قرنین تثنیہ ہے قرن کا۔ قرن کے معنی سینگ۔ قرنین کے معنے دو سینگ۔ ذوالقرنین کے معنے دو سینگ والا۔ ذوالقرنین کے معنی سکندر ہرگز نہیں۔ ادنیٰ عربی دان سے یہ معنے پوچھ لو۔

محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی نبوّت میں یہود و نصاریٰ کو کہا تھا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے الہامی کتابوں کا مفسر بنایا۔ اور جو کچھ اگلی اُمتوں نے الہامی کتابوں کے فہم میں غلطی کی۔ اور غلطی سے ضروری مسائل میں باہم اختلاف کیا۔ یا حق کے مخالف ہو گئے۔ اس اختلاف کے مٹانے کو اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول کیا ہے۔ ضرورت نبوّت کے اور وجوہ بھی ہیں۔ جو ہم نے اسی کتاب میں کچھ اُن میں سے لکھے۔ مگر یہ بھی ضرورت تھی۔ قرآن میں میرے اس قول کی تصدیق یہ ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ[1]۔ سیپارۂ ۲۰۔ سورۂ نمل۔ رکوع ۶۔

دیکھو صدوقی قیامت کے منکر تھے۔ اُنکو کیسے کیسے زبردست دلائل قانونِ قدرت

---

[1] یہ قرآن بیان کرتا ہے۔ بنی اسرائیل پر اکثر وہ کہ جس میں اختلاف کرتے تھے ۱۲

سے قیامت کا ہونا بتلایا۔ مسیحؑ نے قیامت کے وجود پر گواہی دی۔ مگر وہ گواہی بے دلیل قانونِ قدرت کے صرف ایک نقلی بات کے اشارے سے تھی۔ بخلاف دلائل قرآن۔

عیسائی خاکسار مسیح کی اُلوہیت کے قائل تھے۔ اُن کو رنگا رنگ یقینی دلائل سے قائل کیا دیکھو مبحث ابطال اُلوہیت مسیحؑ۔ مختصراً یہ کہ مسیحؑ کو جو تم ابن اللہ کہتے ہو۔ کس معنی کر کے۔ اگر ابن کے حقیقی معنی لیتے ہو تو ان معنوں میں بیٹے کا باپ کے نطفے اور آپکی جورو بیٹے کی ماں کے رحم سے ہونا ضرور ہے۔ اور مریم کا خدا کی جورو ہونا تمہارے مذہب میں اور کُل عقلاء کی عقل میں مسلّم نہیں۔ اسپر قرآن نے کہا۔

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ۔[1]

اور صاحِبہ یعنی جورو کا خدا کے لئے نہ ہونا تمہارے یہاں مسلّم ہے۔ پس بیٹا بمعنے حقیقی کیسے ہو گا اور اگر اور معنی ہیں۔ تو ان معانی میں اللہ مجسم کو ابن اللہ کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ الوہیت کو خلق اور علم کامل محیط کُل اشیا لازم ہے۔ اور مسیحؑ میں دونوں مفقود ہیں۔ دیکھو نفی صفت خلق میں۔ متی ۲۰ باب ۲۳۔ اور نفی صفت علم میں۔ مرقس ۱۳ باب ۳۲۔ متی ۲۴ باب ۳۶۔ اعمال ۱۔ باب ۷۔ یہ دلیل قرآن میں یوں ہے۔

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔[2] سیپارہ ۷۔ رکوع ۱۹۔ سورہ انعام۔

کفارے کے ابطال میں جس نے عیسائیوں کو ارتکاب معاصی میں بیباک کر رکھا تھا اور یقین دلایا تھا کہ مسیحؑ سب کے بدلے ملعون ہوئے۔ گلتی ۳ باب ۱۳۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کہہ کر مٹایا۔ غرض رسول خدا صلعم کے دعویٰ مفسر ہونے پر اہل کتاب نے چند سوال کیے۔ ایک رُوح کے متعلق کیونکہ قدم رُوح کا ایک جہان قائل تھا۔ اور اس اعتقاد نے رُوح کے

---

[1] کیونکر ہو اسکے لئے لڑکا حالانکہ اُسکی عورت نہیں ہے ۱۲۔ [2] کہاں سے اُسے لڑکا ہوگا۔ حالانکہ اُسکی عورت نہیں ہے۔ اور ہر چیز کو پیدا کیا اور وُہی ہر چیز کا جاننے والا ہے ۱۲۔

غیر مخلوق ماننے میں پھنسا رکھا تھا۔ اسی واسطے یہود نے اور اُن کے ساتھ اور لوگوں نے پُوچھا رُوح کی نسبت فرمائیے۔ جیسے قرآن میں ہی۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ۔ پھر اُن کے جواب میں حکم ہوُا۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ تو کہہ کہ رُوح میرے رب کے حکم سے بنی ہی۔ یعنی مخلوق ہے قدیم نہیں۔ اور لوگوں کو جتایا کہ اگر رُوح پہلے سے موجود ہوتی۔ تو اُسے علم بھی ہوتا۔ لاکن دیکھتے ہو۔

وَاللّٰهُ[1] اَخْرَجَکُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا۔

اِسی طرح چند لوگوں نے علمائے یہود سے دانیال نبی کی مشکل کتاب میں سے ۸ باب کی تفسیر پُوچھی۔ دیکھو قرآن سیپارہ ۱۶ سورۂ کہف۔ رکوع ۲۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ۔ تجھ سے پُوچھتے ہیں ذوالقرنین کو۔ یہ وُہی دو سینگ کا مینڈھا ہے جسے دانیال نے خواب میں دیکھا۔ دیکھو دانیال ۸ باب ۴۔ نبیٔ عرب نے بتایا۔ دو سینگ والا مینڈھا جسے دانیال نے خواب میں دیکھا۔ وہ ایک بڑا بادشاہ ہے۔ جس کا تسلّط ایک خاص زمین کی مشرق اور مغرب میں ہوُا۔ پادری صاحبان اس کا نام کیقباد بھی مشہور ہے جو مشرق اور مغرب میدیہ اور ایلام یعنے ایران و فارس کا مسیح سے پانچ سو پینتیس سال پہلے میں مادی قوم کا بادشاہ تھا۔ کسی خاص ملک کی مشرق اور مغرب پر سُورج کا نکلنا اور ڈوبنا بتا دینا مقدس کتب عہد عتیق و جدید کا خاص محاورہ ہے۔ جیسے دانیال کی کتاب ۴ باب ۲۲ میں۔ اور ذکریاہ باب ۷ میں لکھا ہے بنوکد تیری سلطنت زمین کی انتہا تک پہنچے۔ اور مَیں اپنے لوگوں کو سُورج کے نکلنے کے مُلک اور اس کے غروب ہونے کے مُلک سے چھوڑا لاؤنگا۔ منصف عیسائیو! دیکھو ذکریا کی الہامی کتاب میں صاف لکھا ہے۔ سُورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے ملک سے۔ اور قرآن میں اعلیٰ درجے کی راستی سے کہا ہے۔ ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہوُا کہ سُورج دَلدَل میں ڈوبتا ہے۔

[1] اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے۔ تم کچھ نہ جانتے تھے ۱۲۔

جہاں فرمایا ہے۔

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ[1]۔ سیپارہ ۱۶۔ رکوع ۲۔ سورہ کہف۔

انصاف تو کرو۔ کونسا کلام قابلِ اعتراض ہے۔ اب رہی یاجوج ماجوج کی بات۔ سُنو۔ ماجوج حسب باب دہم پیدائش اور پہلی تاریخ کے باب ۵ کے یافث کا بیٹا ہے۔ اور حسب ۳۸ باب حزقیل نہر یورال کی مشرق میں بستا تھا۔ اور یاجوج حسب تاریخ ایام اول ۵ باب۔ اور سلاطین اول کے ۱۵ باب و ۱۶ یوئیل بن روبن کا بیٹا ہے۔ اور اُس کی اولاد حسب فصول مذکورہ ممالک ماجوج بن یافث میں بسائی گئی۔ یعنے وہی یورال ندی کے مشرقی حصے میں۔ اور حسب حزقیل باب ۳۸ و ۵۵۔ یاجوج رشیہ اور سبیریہ پر مسلّط ہوئے۔ اُن کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ فارس اور جرمن اُن کے ساتھ ہونگے۔ اور کوش کی اولاد پر جو جیحون کے متصل بستی ہے۔ اور باب ۳۸ حزقیل میں ہے۔ گومر کی اولاد یعنے مرو اور ہرات والوں پر اُن کا تسلّط ہوگا۔ اور اُسی فصل سے معلوم ہوتا ہے۔ کابل والے یعنے قبط اُس کے ساتھ ہونگے۔ اور مکاشفات باب ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا زور اطراف ممالک معتقدین خداوند چار یار نبیؐ عرب پر ہزار سال ہجری کے بعد ہوگا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ یاجوج والی رشیہ ہرات کے قریب پہنچ گیا۔ اور ماجوج جن کے قبائل جرمن اور شمال فرانس نارمنڈے اور انگلینڈ وغیرہ میں ہیں ۱۶۹۱ء میں مطابق ہزار سال ہجری بلاد اسلام پر مسلّط ہونے لگے۔ غرض حسب مکاشفات ۲۰ باب۔ ممتاز یاجوج ماجوج وہ ہیں جو بلاد اسلام پر مسلّط ہوں۔ اور کیقباد اور ذوالقرنین کی دیوار وہ ہے۔ جو مابین آرمینیا اور آذربائجان بنام بارہ دربند اور یورال کی چوٹیوں پر قریب پانسو پینتیس سال قبل مسیحؑ کے بنائی گئی۔ اور پلونا کے شمال میں جو قلعہ بنا ہے وہ بھی اسی میں سے ہے۔

[1] پایا اُس کو ڈوبتا ہے دلدل کے چشمے میں ۱۲۔

اور چونکہ یہ یاجوج ماجوج عیسائی شاخ یازدہم ہرقل کے مذہب پر ہیں۔ جس کو حسب دانیال ۷ باب ۷ و ۱۰ حیوان فرمایا ہے۔ اور وہ مسیحؑ کو اپنا مولیٰ خیال کرتے ہیں۔ اور اکثر مریم کو معبود بناتے ہیں۔ اِس واسطے قرآن کہتا ہے۔

اَفَحَسِبَ[۱] الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا۔ سیپارہ ۱۶۔ رکوع ۳۔ سورۂ کہف۔

اور ان لوگوں کے دنیوی کمالات پر اور اُن کی ظاہری صنعت پر جیسے۔ ریل تار۔ فوٹوگراف وغیرہ وغیرہ بنائے گئے۔ فرماتا ہے۔

هَلْ[۲] نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۔ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ سیپارہ ۱۶۔ رکوع ۳۔ سورۂ کہف۔

اور اسی واسطے ہماری قصص کی کتابوں میں ان کو دراز گوش لکھا ہے کیونکہ دراز گوش احمق کو کہتے ہیں۔ اور الٰہیات میں جو ضروری چیز ہے۔ اُن کی عقل اُسپر ہرگز رسا اور پوری نہیں۔ گویا الٰہیات سے اُن کی کھوپریوں کو مناسبت ہی نہیں۔ اور جو اسلامی کتب میں کثرتِ اولادِ یاجوج کی نسبت لکھا ہے۔ وہ بالکل سچ ہے۔ دیکھو باوجودیکہ لندن سے ہزاروں باہر نکل جاتے ہیں۔ تب بھی چھتیس ۳۶ لاکھ کے قریب ایک شہر میں ہیں۔

منصف عیسائیو! غور کرو اور سوچو مصنّف قرآن کتنا بڑا عالم ہے اور اُس کا علم کیسا

---

[۱] کیا کافروں نے سمجھا کہ سوا میرے بندوں کو میرے مددگار بناویں ہمنے کافروں کیلئے جہنم کو مہمانخانہ بنایا ہے ۱۲

[۲] ہم بتاویں تم کو کن کے کیئے اکارت ہیں وہ لوگ جن کی دَوڑ دُنیا کی زندگانی میں۔ بھٹک رہے ہیں۔ اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ خوب بناتے ہیں کام وہ ہی ہیں جو مُنکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اُسکے ملنے سے مِٹ گئے۔ اُن کے کیئے پھر نہ کھڑی کرینگے ہم اُن کے واسطے قیامت کے دن تول ۱۲

ہر شئے پر محیط ہی۔ یہ حکیم محمد حسن صاحب اودھی کی کتابوں میں مفصل ہے۔

اعتراض۔ طٰہٰ میں ہی ضمیری نے بنی اسرائیل کی پرستش کے لئے بچھڑ دبنایا

توریت سے صاف ظاہر ہے۔ ہارون نے بچھڑو بنایا۔ نہ ضمیری نے دیکھو خروج ۳۲۔

جواب۔ ضمیری کا نام قرآن میں نہیں۔ ثبوت۔ خروج ۳۲ باب ۱۔ کا اصل ترجمہ

مع تفسیر اور اُسکی صحت کے سُنو۔

(۱) جب قوم نے دیکھا موسیٰ کی معاودت میں پہاڑ سے دیر ہوئی۔ تو ہارون کے پاس

جمع ہو کے کہا ہمارے لئے قضات اور ائمہ بنا جو ہمارے آگے آگے چلیں۔ کیونکہ مُوسیٰ جو ملک

مصر سے ہم کو چھڑا لایا معلوم نہیں کیا ہوا۔ رشی ربی شلومو اسحٰق کی تفسیر۔

جب موسیٰ پہاڑ پہ گئے تھے تو چالیس دن کا وعدہ کر کے گئے تھے کہ اس عرصے میں لوٹونگا

مقصود مُوسیٰ کا چالیس دن سوائے روز روانگی کے تھا۔ مگر قوم نے مع روز روانگی چالیس

دن سمجھا۔ جب اس عرصے میں مُوسیٰ نے معاودت نہ فرمائی۔ تو قوم بے قرار ہوئی۔ کیونکہ اُن کا

مقصود شام کے ملک میں جلد پہنچنا تھا۔ ہوائے شام ان کے سر میں پیچیدہ تھی۔

اس عرصے میں شیطان نے ان سے کہا مُوسیٰ مر گئے اور اُنکو موسیٰ کی صورت دکھائی کہ

فرشتے اُنہیں آسمان پر لئے جاتے ہیں۔ جب قوم کو مُوسیٰ کے مرنے کا یقین ہوا تو ہارون سے

درخواست خلیفہ کی گئی۔ لاکن ہارون کو موسیٰ کے وعدے کی کیفیت معلوم تھی کہ وہ ۲۴ ساعت

میں پہنچ جائیں گے۔ اِس لئے قوم کو اُسکے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کہا۔

(۲) ہارون نے اُن سے کہا سونے کے حلقے جو تمہاری عورتوں اور لڑکوں کے کانوں میں

ہیں۔ اُسے نکال کے میرے پاس لاؤ۔

تفسیر۔ ہارون کا مقصود یہ تھا۔ لڑکے اور عورتیں جلدی اپنا زیور نہ دینگی۔ اس میں

اس قدر توقف ہوگا۔ کہ موسیٰ یہاں پہنچ جائیں گے۔

(۳) قوم اُن سونے کے حلقوں کو جو اُن کی عورتوں اور لڑکوں کے کانوں میں تھے۔ اُتار

لائی زہارون پاس)

(۴) تو لے لیا ہارون نے اُسے اُن کے ہاتھ سے اور بند کیا اُسے بھٹی میں بنایا اُسے

اُن لوگوں نے گوسالۂ سحر اور کہا یہی بنی اسرائیل تمہارا معبود ہے۔ جو تم کو ملک مصر سے چھڑا لایا۔

تفسیر۔ یہ اوّل آیت ہے جسے لوگ کہتے ہیں۔ ہارون نے گوسالہ بنایا (دہریے اور عیسائی) لاکن [illegible] جمع کا صیغہ ہے جس کے معنی بنایا۔ لہذا فاعل اُس کا ہارون نہیں ہوسکتے۔ علیٰ ہذا القیاس [illegible] جمع کا لفظ ہے۔ معنے اس کے ہیں۔ کہا۔ ان دونوں لفظوں کا فاعل ایک ہی ہے۔ وہ بسبب جمع ہونے فعل کے حضرت ہارون نہیں ہوسکتے۔

تفسیر۔ رسی۔ جب موسیٰ مصر سے چلے تو اجنبی قوم ان میں بہت ساحر اور منافق بھی ساتھ ہو لیئے تھے۔ اس واقعے میں جب ہارون نے زیورات کو آگ میں ڈالا تو سحرہ منافقوں نے وہاں جا کے اپنے سحر سے اُس کو گوسالہ بنا کے بنی اسرائیل کو اُس کی پرستش کے لیئے بہکایا۔

(۵) جب ہارون نے دیکھا تو ایک مذبح اپنے سامنے بنایا۔ اور فرمادیا۔ کل خُدا کے لئے حج ہے۔

تفسیر۔ ہارون کے بھانجے حور نے گوسالہ پرستی سے منع کیا۔ تو لوگوں نے اُن کو شہید کیا۔ ہارون نے روک کے لئے تدبیر سوچی مذبح بنانے کا حکم دیا۔ مطلب یہ تھا۔ مذبح بنانے میں دیر لگے گی۔ اور کچھ حج میں اتنے میں موسیٰ پہنچ جائینگے۔

(۲۱) پھر موسیٰ نے ہارون سے کہا۔ اِس قوم نے تمہارا کیا کیا کہ اسکو ایسے سخت گناہ میں مبتلا کیا۔

(۲۲) ہارون نے کہا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ جانتے ہیں یہ قوم شریر ہے (۲۳) ان لوگوں نے مجھ سے کہا ہمارے لئے قصات مقرر کر جو ہمارے آگے چلیں۔ وہ مرد موسیٰ جو ہم کو مصر سے

بچھڑا ڈالا یا ہم نہیں جانتے اُسے کیا ہوُا۔ (۲۴) مَیں نے اُن سے کہا سونے کے زیور جدا کرو۔ تو
اُن لوگوں نے مجھے دیا اور مَیں نے اُسے آگ میں ڈالا تو یہ بچھڑو نکلا۔

تفسیر۔ یہ دُوسرا مقام ہے جس سے ہارون کا گوسالہ بنانا نکالتے ہیں۔ حالانکہ اس سے یہ بات نہیں نکلتی۔

(۳۵) اور رفنا کیا خدا نے اس جماعت کو اسلئے کہ بنایا اُنہوں نے گوسالہ اُس کو جسے ہارون نے آمادہ کیا۔

تفسیر۔ اُنہوں نے اُس سونے کو جسے ہارون نے آمادہ کیا ضرب دینار کو گوسالہ بنایا تو اُنپر غضب ہوُا۔

یہ ترجمہ مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی کا ہے اور مولوی صاحب کا کہنا بالکل راست ہے، خود کتب مقدسہ اسکی تصدیق کرتی ہیں۔ دیکھو زبور ۱۰۶۔ ۱۹۔ اُنہوں نے حورب میں ایک بچھڑا بنایا۔ اور ڈھالی ہوئی مورت کے آگے سجدہ کیا۔ اور نحمیا ۹ باب ۱۸۔ ہاں جب انہوں نے اپنے لئے ایک ڈھلا ہوُا بچھڑا بنایا تھا۔ اور اعمال ۷ باب ۴۱۔ اور انہوں نے ان دنوں ایک بچھڑا بنایا۔ ان تمام مقامات میں بچھڑو کا بنانا کسی جماعت کیطرف منسوب ہے نہ ہارون کی طرف۔ بلکہ ہارون کو زبور ۱۰۶۔ ۱۷ میں مقدس کہا۔ اور اُسکے حاسدوں کو زمین میں غرق کیا۔ اور زبور ۱۰۵۔ ۲۶۔ ہارون کو برگزیدہ کہا۔ گنتی ۲۰ باب ۲۴۔ ہارون کی نسبت الزامات کا ذکر ہے وہاں اس بھاری الزام کا تذکرہ نہیں۔ علاوہ بریں۔ خروج ۳۲ باب ۲۴۔ ہارون فرماتے ہیں۔ نکلا بچھڑو۔ یہ نہیں فرماتے مَیں نے بنایا۔ اور ۳۳۔ آیت میں خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ مَیں اُسی کو اپنے دفتر سے میٹ دُونگا۔ اور خروج ۳۲ باب ۳۵۔ خُدا نے بچھڑو بنانے کے سبب لوگوں پر مری بھیجی۔ حالانکہ ہارون بچ رہے بلکہ ان کی نسل کے لئے کہانت کا عہدہ وہاں پہاڑ پر تجویز ہوُا۔ اور آج تک ہارون کی اولاد کاہن ہے۔ اس مضمون کا بہت حصہ مولوی مفتی فضل رسول صاحب

چریا کوٹی کا ہے۔

اعتراض۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ [1]۔ سیپارہ ۱۴ سورۂ نحل رکوع ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے بمجبوری جھوٹ بولنا جائز ہے۔

جواب۔ پھر کیا اعتراض ہوا۔ ابراہیم نے بخوف جان اپنی جورو کو بہن کہا۔ پیدائش ۱۲ باب ۱۳۔ ۱۹۔ ایسا ہی اسحٰق نے کیا۔ پیدائش ۲۶ باب ۷ و ۱۱۔ یعقوب نے جھوٹ سے نبوت لی۔ اور جھوٹ میں ایسے کامیاب ہوئے کہ عیسو کی اولاد ابدالآباد کیلئے غلام بنگئی۔ پیدائش ۲۷ باب ۱۹ و ۲۹۔ داؤد بخوف جان جھوٹ بولے۔ ۱۔ سموئیل ۲۰ باب ۶ اور یونتن سے کہا تم نے جھوٹ کہہ دیا۔ اور ۔ ۱۔ سموئیل ۲۱ باب ۲ و ۸ و ۱۳ مجھے بادشاہ نے بھیجا ہے اور کہ ہتھیار میرے پاس نہیں اور اپنے آپ کو دیوانہ بنایا۔

بیباک عیسائی کہہ سکتے ہیں داؤد و ابراہیم و یعقوبؑ معاذ اللہ سب کے سب خطا کار تھے الآ سُن رکھیں داؤد وہ ہیں جنکے حق میں حسب مقدسہ کتب کے خدا کہتا ہے داؤد نے کوئی گناہ بجز اور یا والے معاملے کے نہیں کیا۔ اور خداوند کے کسی حکم سے مُنہ نہ موڑا اور جبتک جیتا رہا۔ نیکوکار رہا۔ دیکھو ۱۔ سلاطین ۱۵ باب ۵۔ یہ وُہی داؤد جنکے فعل کی سند پر مسیح نے کھیتوں سے سبت میں کھایا۔ دیکھو متی ۱۲ باب ۳۔ اور ہمیشہ رضامندی پہ چلا۔ ۱۔ سلاطین ۲ باب ۱۴۔ ابراہیم راستباز اور یعقوب وہ جس سے خدا راضی اور اسکے مقابلے میں عیسو پر ناراض ہوا۔ سمسون مبارک اور خدا کی رُوح سے بھرپور تھا۔ قضات ۱۳ باب ۲۴ پھر اسی رُوح القدس کے بھرپورنے عشق کیا۔ زنا کیا۔ اور کئی دفعہ جھوٹ بولا۔ قضات ۱۶ باب ۱۔ ۱۵۔ اگر خدا کی رُوح سے بھرپور ایسا کرسکتے ہیں تو انجیل نویسوں کی روح سے بھرپور ہونے پر خدا حافظ۔ سلیمان خدا کے بیٹے اور مسیح جیسے ہوئے اُن کا معاملہ عیسائیوں پر مخفی نہیں۔ ۱۔ سلاطین ۲ باب ۳ و ۱۱ باب ۵۔ پطرس حواری عیسیٰؑ کا عضو اور کلیسیا کا پہلا پتھر وُہی

[1] جس نے اللہ کے ساتھ بعد ایمان لانے کے کفر کیا مگر نہیں وہ جس پر زبردستی کی گئی اور اُس کا دل ایمان سے مطمئن ہے۔

جسکے ہاتھ میں آسمان کی کنجیاں تھیں۔مسیحؑ کو ملعون کہہ اُٹھا۔بھلا لعن میں تو توجیہہ ممکن جان پہچان سے انکار کر گیا۔اور بارہ[۱۲] تختوں میں سے ایک تخت کا وارث بنا رہا۔عضو ہونا۔ ۱۔قرنتی ۶۔باب ۱۵۔اور پہلا پتھر ہونا۔متی ۱۶ باب ۱۸۔کنجیوں کا مالک۔متی ۱۶ باب ۱۹ یہی پطرس پہلے تو یہ جھوٹ بولتا ہے کہ مَیں مسیح کو نہیں جانتا۔متی ۲۶ باب ۷۰۔پھر قسم کھاتا ہے مَیں مسیح کو نہیں جانتا۔متی ۲۶ باب ۷۲۔پھر مسیح کو ملعون کہتا ہے اور ملعون کہہ کر بولتا ہے۔مَیں نہیں جانتا۔متی ۲۶ باب ۷۴۔

حقیقی جواب۔انسان کی کمزوری کبھی جبر و اکراہ کیوقت جھوٹ پر مجبور کرتی ہی آیت مذکورہ سوال میں یہ لکھا ہی کہ ایسی حالت کے جھوٹ پر کفر کا فتویٰ نہیں والا شرک اور جھوٹ کی نسبت قرآن میں جو کچھ موجود ہی اُسے دیکھو۔لکھا ہی۔

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔اور قرآن میں ہے۔

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ[۱] اور حدیث میں ہی۔

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَاِنْ قُطِعْتَ اَوْ حُرِّقْتَ[۲]۔

اعتراض۔وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔سیپارہ ۱۴۔سورۂ حجر رکوع ۱۳۔۲۷ آیت۔ہم نے جان کو لوؤں کی آگ سے بنایا۔سبحان اللہ کیسی فلسفی ہی۔

جواب۔یہ سچی فلسفی الٰہی کلام ہی۔تمام وہ لوگ جنکے اچھے اعمال نہیں یا اُنکے اچھے اعمال کم ہیں۔وہ دوزخ میں جائینگے۔دوزخ کی گود میں رہینگے۔وہی اُنکی ماں ہی دیکھو قرآن

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ۔وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ[۳]۔سیپارہ ۳۰۔سورۂ قارعہ۔رکوع ۱۔

بھلا جن کی ماں دوزخ کی گرم آگ ہوئی۔وہ لوؤں کی آگ سے نہ بنے ہوں تو پھر کس سے بنیں۔

---

[۱] جھوٹ وہی لوگ بناتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ۱۲ [۲] اللہ کا شریک نہ بنانا اگرچہ کاٹا جائے یا جلایا جائے ۱۲ [۳] اور جسکی تول ہلکی ہوئی تو اُس کا ٹھکانا گڑھا اور تجھ کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا ہی آگ ہی دھکتی ہوئی ۱۲

سنو سارے شریر شیطان یا شیطان کے فرزند ہیں۔ یوحنا ۸ باب ۴۴۔ متی ۱۲ باب ۳۹۔ متی ۱۶ باب ۲۳۔ جس طرح شریر شیطان کا فرزند ہی اور عیسائی مسیحؑ کے فرزند۔ اُسی طرح دوزخ کی آگ شریر کی ماں ہی۔ اور وہ لوؤں کی آگ سی بنا ہی۔ بھلا صاحب جب عام شریروں کی ماں ہاویہ دوزخ ٹھہری تو ان اشرار کا شرارتی آپ شیطان دشمن آدم لوؤں سی کیونکر نہ بنا ہوگا۔ ضرور وہ ہمارا دشمن نار السموم سے بنا وہ تو پہلے ہی سموم نار سی بنا تھا۔ اور یہی سچی فلسفی ہی۔ جس کے خلاف پر کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

اعتراض۔ سورۂ بقرہ۔ ۳۲۔ رکوع ۹۔ طالوت یعنی ساول نے اپنے لشکر کو پانی پلاکر آزمایا۔ طالوت کا لشکر کو پانی پر آزمانا۔ عہد عتیق میں مذکور نہیں۔ ہاں طالوت سی ایک سو چھپن[۱۵۶] برس پیشتر جدعون قاضی نے اس طرح لشکر کو آزمایا۔ پس وحی نبیؐ عرب نے غلطی کی کتاب قاضی ۷ باب ۴۔ ۷ سموئیل۔

جواب۔ عہد عتیق میں کسی بات کے مذکور نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بات نفس الامر میں ہوئی ہی نہیں۔ دیکھو متی ۱۔ باب ۱۳-۱۶۔ میں چند نام مذکور ہیں اور سوا زروبابل کے کوئی نام عہد عتیق میں موجود نہیں۔ کیا اب انجیل متی یا اُس کا پہلا باب غلط کہدیں۔

متی ۲۳ باب ۳۵ میں۔ باراخیا کے بیٹے ذکریا کا ذکر کیا ہی۔ حالانکہ ۲ تاریخ ۲۴ باب ۲۲ یہویدع نام لکھا ہی۔ عہد عتیق میں یہویدع کے دوسرے نام کے سکوت سے کیا ہم انجیل کو غلط کہدیں۔

یہودا کے خط ۹۔ آیت میں ہی۔ میکائیل نے شیطان سے تکرار کرکے موسیٰ کی لاش کی بابت بحث کی۔ عبرانی ۔۱۔ باب ۶۔ پلوٹھے کے لئے فرشتوں کو سجدے کا حکم۔

اوّل تمطاؤس ۳ باب ۶۔ غرور کرکے شیطان کا عذاب میں مبتلا ہونا۔ یہ باتیں توریت و عہد عتیق میں نہیں۔ تو کیا ان کے مذکور نہ ہونے سے عہد جدید کے رُوح القدس کی لکھائی کتابیں غلط ہیں۔ مَیں کہتا ہوں ایسا نہ ہو یعنے اگر کتاب سموئیل میں ساول کے آزمانے کا ذکر نہیں کیا تو کیا حرج۔ سموئیل کی کتاب انکار بھی نہیں کرتی۔ جدعون قاضی نے اگر اپنے لشکر کو پانی پر آزمایا جیسا کہ باب قاضی میں ہے تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ ساول نے اپنے لشکر کو پانی پر نہیں آزمایا۔

سو چو مُردے کو ایلیا نے زندہ کیا ۱- سلاطین ۱۷ باب ۲۰- الیسع نے زندہ کیا ۲- سلاطین ۱۳ باب ۲۱
تو اب کیا ہم کو جائز ہے ہم کہہ دیں انجیل میں مسیحؑ کا مُردہ زندہ کرنے کا قصّہ غلط ہی- کیونکہ مسیحؑ سے پہلے ایلیا اور الیسع نے مُردے کو زندہ کیا ہی- انجیل نویسوں نے غلطی سے ایلیا اور الیسع کا قصّہ مسیحؑ کے ساتھ ملا دیا ہے- اگر کہو جنکو ایلیا اور الیسع نے زندہ کیا وہ اور تھے اور مسیحؑ نے جن کو زندہ کیا وہ اور- تو یہاں بھی ہم کہتے ہیں- جن کو جدعون نے آزمایا وہ اور تھے اور جس لشکر کو ساول نے آزمایا وہ اور تھا- جس نہر پہ جدعون نے لشکریوں کو آزمایا وہ اور تھی اور جس نہر پہ ساول نے آزمایا وہ اور تھی-

ہاں اگر یہ بات ثابت ہو جاوے کہ جہاں ساول اور جالوت فلسطی کی لڑائی ہوئی وہاں نہر نہ تھی تو البتہ قرآن پر شبہ ہو سکتا ہی- مگر وہاں ندی موجود تھی- کیونکہ فلسطینی- سوکوہ- عزیقاہ- افس- دمیم- میں جمع تھے اور بنی اسرائیل وادی ایلاہ میں اور دونوں کے درمیان دریائے شورق واقع تھا- فلسطینی دریا کے جنوبی اور بنی اسرائیل دریا کے شمالی کنارے پر تھے- بنی اسرائیل نے دریا سے عبور کر کے حملہ کیا اور ہمیشہ سپہ سالار ایسے طریقوں سے انتخاب کیا کرتے ہیں-

اظہار عیسوی میں لکھا ہی قاضیوں کی کتاب دوسرے سموئیل سے پہلے تصنیف ہوئی نہ پہلے سموئیل سے پہلے- دیکھو اظہار عیسوی صفحہ ۱۷ و ۱۸- پس کیا تعجب ہے طالوت کا قصّہ جدعون کے قصے سے کتاب قاضی میں گڈ بڈ ہو گیا

کتاب سموئیل کے واقعات نہ تو ترتیب سے ہیں اور نہ یہ بات ہی کہ طالوت کا کوئی واقعہ سموئیل سے فروگذاشت نہیں ہوا- کیونکہ سموئیل ۱۶ باب ۲۱ و ۲۲ میں ہی طالوت نے داؤد کو اُنکے باپ سے بلا کر سلحہ برداروں میں رکھا اور داؤد سے واقف تھا اور ۱۷ باب ۳۱ - ۳۹ میں ہی- داؤد نے جالوت سے لڑنے کا ارادہ کیا تو طالوت نے اپنا ذرہ بکتر دیا مگر ۱ سموئیل ۱۷ باب ۵۵ میں ہی جب داؤد لڑنے کو بڑھا- تو ساول نے لشکر کے سردار سے پُوچھا- یہ جوان کس کا بیٹا ہی- جب داؤد سر کاٹ کر لایا- تو ساول نے پُوچھا یہ لڑکا کس کا بیٹا ہی-

اس تعارف اور عدم تعارف سے حیران ہوکر عیسائی مؤرخ کہتے ہیں۔ ۱۔ سموئیل میں قصہ اُلٹ پُلٹ گیا ہے۔ مگر اس عذر پر بھی کچھ نہیں بنتا۔ کیونکہ ۱۶ باب میں بر ربط نوازوں میں ساول سے ملاقات کرنا پایا جاتا ہے۔

منقدمین عیسائی کہتے ہیں۔ ۱۔ سموئیل ۷ باب آیت ۱۲۔ ۳۱۔ اور ۵۵۔ ۵۸ تک صحیح نہیں۔ اسلئے سپٹواجنٹ کے قلمی نسخے اور کیٹن میں یہ آیتیں نہیں۔ ۱۶ باب ۱۸۔ ۲۱۔ اور ۱۷ باب ۳۲۔ ۴۰ کے مطابق نہ ہونے سے بعض ۱۷ باب کو الحاقی کہتے ہیں۔ صاحب اظہار عیسوی چھتیسویں فساد کے جواب میں کہتے ہیں۔ بعض جا واقعات کا بیان تاریخ وار نہیں اور آگے پیچھے لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۲۴۶۔

ایک اور نیا جواب۔ نہر بحرکت ہا غالباً آرام اور وسعت کو کہتے ہیں۔ پس معنی یہ ہوئے ساول نے کہا خدا تم کو آرام دیگا اور کھانے پینے کو بخشیگا۔ تم زیادتی نہ کرنا بقدر ضرورت لے لینا۔ شرب اور طعم کا لفظ وسیع ہے۔ مگر لوگ لوٹ پر ٹوٹ پڑے اور گناہ کیا۔ اور اُسکے بیٹے نے بھی کچھ کھایا۔ اور قوم نے اُسے سزایاب نہ ہونے دیا۔ دیکھو ۱۔ سموئیل ۱۴ باب ۲۴۔ ۳۶

پھر نہر کے معنے ندی کے ہی لیتے ہیں

مگر قرآن میں یہ قول ساول کا مندرج ہے اور وہ عبری بولنے والا آدمی ہے اور عبری محاورے میں نہر کا لفظ قابلِ غور ہے۔ خروج ۳ باب ۸۔ دُودھ اور شہد موج مارتا ہے۔ گنتی ۱۶ باب ۳۔ توہمیں اُس زمین سے جسمیں دُودھ اور شہد بہتا ہے۔ نکال لایا۔ گنتی ۱۳ باب ۲۷۔ جہاں تو نے بھیجا۔ وہاں سچ مچ دُودھ اور شہد بہتا ہے۔

اب دیکھو۔ ۱۔ سموئیل ۱۴ باب ۲۴۔ ساول نے لوگوں کو کھانے پر قسم اور لعنت دی سب لوگ بن میں پہنچے اور وہاں شہد تھا۔ (وہی جو موج مارتا بتایا گیا) یونتن ساول کے بیٹے نے عصا کی نوک سے شہد کے چھتے کو چھیدا اور ہاتھ میں لے کے مُنہ میں ڈالا۔ اور بنی اسرائیل یونتن کے جانبدار ہوئے (گویا سب نے پیا)

ایک اور نیا جواب۔ جالوت ہر ایسے آدمی کو کہتے ہیں۔ جو میدان میں اکیلا نکل کر لڑے۔ قرآن میں دو جالوتوں کا ذکر ہی۔ ایک وہ جسکی لڑائی طالوت سے ہوئی۔ اور ایک جالوت وہ جسے داؤد نے مارا۔ قرآن پر غور کرو۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ سیپارہ ۲ سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۳

یہاں وقف لکھا ہے اور اس بات کا اشارہ ہے کہ قصہ تمام ہوا۔ اور آگے اور قصہ شروع کیا۔ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ۔ عربی میں غالباً جب نکرے کا اعادہ ہوتا ہے۔ تو وہ پہلا مراد نہیں ہوتا۔

اسلامی تعلیم پر جو اعتراض ہوئے ہیں اُنکے جوابات غالباً اس کتاب میں دیئے ہیں صرف بہشتی نعمتوں کی نسبت کچھ ذکر نہیں کیا۔ اب اس وقت ان پر سرسری نظر کرتا ہوں۔ ناظرین غور سے دیکھیں۔

عیسائی صاحبان! تمہارا اعتقاد ہی حضرت مسیح اصل میں خدا تھے۔ اسی واسطے اُنکو خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ قدوس خدا نے جسکو کھانے پینے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی جب جسم سے تعلق پیدا کیا اور مجسّم ہوا اور ابن اللہ کہلایا تو دُنیا میں بلحاظ جسم وہ کھاؤ پیو شرابی تھا۔

بھلا جب ہم عام انسان قیامت کے روز مجسّم ہونگے۔ جیسے تمہارا ابھی اعتقاد ہی۔ تو ہم کو جسمانی نعمتوں سے کیوں محرومی ہوگی۔ کیا ہم خدا سے زیادہ ہونگے۔

تم کہتے ہو قرآن نے جسمانی ترغیبیں دیں۔ مَیں کہتا ہوں۔ کتب مقدسہ توریت و انجیل اس امر میں قرآن کی تصدیق کرتی ہیں۔ دیکھو مقابلہ:۔

ل اور جب وہ لوگ لڑانے کو نکلے واسطے جالوت اور اُسکے لشکر کے وہ کہنے لگے اے میرے مالک ڈال ہم لوگوں پر صبر اور ٹھہرا ہمارے قدموں کو اور فتح دے ہم کو کافروں کی قوم پر پس بھگا دیا ان لوگوں نے جالوت کو اور اُس کے لشکر کو حکمِ خدا سے ۱۲۔

قرآن	توریت و انجیل
جَنَّۃٍ[۱] عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ - سیپارہ ۲۵ رکوع ۲۹ سورۂ حدید -	خدا نازل ہوا مصریوں کے ہاتھ سے چھڑا کر اچھی وسیع زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے۔ خروج ۳ باب ۸۔ اور بہت سے جسمانی منافع کا ذکر استثنا، باب ۱۱/۱۳ اور ۶ باب ۳ میں ہے۔
مَثَلُ[۲] الْجَنَّۃِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِیْھَآ اَنْھٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ج وَاَنْھٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُہٗ ج وَاَنْھٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ج وَاَنْھٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ط وَلَھُمْ فِیْھَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ ط - سورہ محمد سیپارہ ۲۶ - رکوع ۲ -	خدا کے احکام پر حفاظت کر تو کہ تجھے ایسی زمین دے جہاں پانی کی نہریں اور چشمے اور جھیلیں پہاڑوں سے نکلتی ہیں جہاں گیہوں۔ جو۔ انگور۔ انجیر۔ انار۔ تیل۔ شہد ہوتا ہے۔ اور تو نہ کسی چیز کا محتاج ہوگا۔ استثنا ۸ باب ۷۔ مے سے انسان اور خدا خوش۔ قاضی ۹ باب ۱۳۔ انگور سے خالص سرخ شیرا پیا۔ استثنا ۳۲ باب ۱۴۔ تو اسکی جو سراسر حق ہے پیروی کیجیو۔ تاکہ تو جیئے اور اس زمین کا جو خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے وارث ہووے۔ استثنا ۱۶ باب ۲۰ و ۶ باب ۱۸۔
وَلَکُمْ[۳] فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ - سیپارہ ۲۴ رکوع ۱۳ - سورۂ زخرف -	تیری اولاد کے عمر کے دن جس طرح سے آسمان کے دن جو زمین کے اوپر ہے۔ اس سرزمین میں بہت ہوں۔ اگر تم حکموں پر عمل کروگے تو بہت آسائش تم کو ملیگی اور تمہاری زمین پر ہرگز تلوار نہ چلے گی۔ احبار ۲۶ باب ۳۔

[۱] بہشت جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے ۱۲

[۲] حالت اُس بہشت کی جو تقویٰ والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اُسمیں نہریں ہیں اُس پانی کی جو نہیں بُستی ہیں۔ اور نہریں ہیں اُس دودھ کی جس کا مزہ نہیں بدلتا اور نہریں ہیں شراب کی جسمیں مزا ہے پینے والوں کو۔ اور نہریں ہیں صاف کیئے ہوئے شہد کی اور اُس میں ہر قسم کا پھل ہے اور معافی ہے اُن کے خدا کی ۱۲۔

[۳] اور تمہارے لئے اسمیں وہ چیزیں ہیں جو نفس چاہتا ہے اور آنکھیں مزہ لیتی ہیں ۱۲۔

[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّءُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ سیپارہ ۲۴ - رکوع ۵ - سورۂ زمر

[2] خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ - سیپارہ [12] رکوع ۹ - سورۂ ھود -

[3] وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ - سیپارہ ۱۴ - رکوع ۴ سورۂ حجر -

[4] اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ - سیپارہ ۱۴ - سورہ حجر - رکوع ۴ -

[5] كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ سورۂ حاقہ - سیپارہ ۲۹

میرے حکموں کی محافظت کرنا اور اُنپر عمل کرنا کہ تم زمین پر صحیح وسالم رہوگے - زمین تم کو اپنے پھل دیگی اور تم پیٹ بھر کے کھاؤگے - اور اُس پہ سلامت رہا کروگے -

احبار ۲۵ باب ۱۸ -

مسیحؑ شاگردوں کو فرماتے ہیں - نئی بادشاہت میں تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھوگے اور بنی اسرائیل کی عدالت کروگے -

ہر ایک جس نے گھروں یا بھائیوں یا ماں باپ یا جورو یا لڑکوں یا کھیتوں کو میرے نام کیلئے چھوڑ دیا ہی - سو گنا پاویگا - اور حیات ابدی کا وارث ہوگا - پر بہت سے جو پچھلے ہوں گے، پہلے ہونگے - اور پہلے پچھلے - متی ۱۹ باب ۲۸ و ۲۹ -

یاد رہے - یہ بات اُس وقت فرمائی جب شاگردوں نے طمع ظاہر کی -

شیرۂ انگور پینے کا وعدہ مسیحؑ نے بہشت میں فرمایا متی ۲۶ باب ۲۹ -

ایک دولتمند نے دوزخ میں سے ابراہیم کو کہا لعزر کو بھیج کہ انگلی کو پانی سے تر کرکے میری زبان کو ٹھنڈا کرے -

---

[1] سب تعریف اُس خدا کو ہی جس نے ہم سے اپنے وعدے کو سچا کیا اور وارث کیا ہم کو زمین کا - ہم رہیں اُسمیں جہاں چاہیں اور خوب ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا ۱۲ [2] ہمیشہ رہنے والے اُسمیں جب تک آسمان و زمین رہیں ۱۲

[3] اور نکالا ہم نے جو کچھ اُن کے سینے میں تھا کینہ ۱۲ -

[4] جاؤ اُس کے اندر امن و امان سے ۱۲ -

[5] کھاؤ پیو اچھی طرح بسبب اُس کے کہ تم کر چکے گئے دنوں میں ۱۲ -

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ [۱] وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ۔ سُورۂ طور۔ سیپارۂ ۲۷۔ رکوع ۳۔
وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ [۲] نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا۔ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا۔ سُورۂ انسان سیپارہ ۲۹۔ رکوع ۱۹۔

لوقا ۱۶ باب ۲۴۔ متی ۶ باب ۳۰۔ دیکھو سوسن کیسے کیسے لباس پہنتا ہے جو سلیمان کو بھی نصیب نہ ہوئے تھے۔ پس اگر خدا کھیت کی گھانس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکا جاتا ہے یوں پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو کیا تم کو زیادہ نہ پہنائیگا۔

مکاشفات ۲۲ باب۔ آبحیات کی ندی اور زندگی کے درخت اور اُس کے پھلوں کا ذکر ہے۔ اور آخر میں کہا ہے۔ اُس کے بندے اُس کا مُنہ دیکھیں گے۔ اور اُس کا نام اُن کے ماتھوں پر ہوگا۔ اور رات نہ ہوگی۔ اور وے چراغ اور سُورج کی روشنی کے محتاج نہیں۔

عیسائیوں میں مُسلّم امر ہے کہ موسیٰ نے جس کنعان کا وعدہ کیا تھا۔ وہ اصلی کنعان کا نمونہ تھا۔

اور عیسائی یہ بھی کہتے ہیں۔ مسیحؑ شیطانی مصر سے نکالتا ہے۔ اور حقیقی کنعان کی راہ پر لاتا ہے۔ پس موسے جس فانی دُودھ اور شہد اور پانی۔ شراب اور زمین کا ذکر کرتا ہے۔ اُس کے مقابلے میں باقی اور غیر فانی دُودھ اور شہد اور پانی اور شراب اور نفیس زمین ضرور ملے گی۔

عیسائی صاحبان! قُرآن کریم میں جن نہروں کا ذکر ہے۔ وہ وُہی غیر فانی اور دائمی اور حقیقی کنعان کی نعمتیں ہیں۔ جسے بہشت کہتے ہیں۔ اگر کتب مقدسہ

---

[۱] تکیہ لگائے ہوئے قطار تختوں پر اور بیاہ دیا ہم نے اُن کو بڑی آنکھ والی گوری عورتوں سے ۱۲

[۲] اور جب دیکھے تو وہاں تو دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی اُوپر اُن کے کپڑا باریک ریشمی سبز اور گاڑھے اور پہنائے گئے کنگنیں چاندی کے اور پلادے اُن کو خدا اُن کا شراب پاک ۱۲ ۔

ہیں اور مسیح کے کلام اُن کی تاویل (تاویل کے معنے کچھ ہی لو) ہے۔ وہی تاویل قرآن میں کیوں نہیں کی جاتی۔

انصاف کرو۔ اسلام پر اعتراض کرتے ہو۔ اسلام جسمانی لذائذ کی طمع دیتا ہے۔ سوچو تو سہی کتب مقدسہ میں کس قدر طمع دی گئی ہے۔ اور صاف واضح ہوتا ہے کہ کتب مقدسہ کا طمع دینا صرف جسمانی ہی تھا۔ کیونکہ یہود جو توریت کے اصل مخاطب ہیں اُن کے یہاں تو قیامت کے وجود ہی میں اختلاف تھا۔

انصاف کرو۔ جب قیامت میں جسم بھی لوگوں کو عطا ہوگا تو یہ گول سول شہوانی آلہ کیا اُس وقت بے وجہ ہوگا۔ یا اس کا کوئی فائدہ بھی ہوگا۔

انسان دو اجزاء سے مرکب ہے۔ ایک رُوح۔ دُوسرا جسم۔ رُوح کی غذا رُوحانی چاہیئے۔ اور جسم کی غذا جسمانی۔

اور سُنو۔ ایوب ۲۰ باب ۱۵۔ شریر بالشتیا سانپ کا زہر چُوسے گا۔ اور افعی کی جِیبھ اُسے مار ڈالے گی۔ وہ نالوں اور دریاؤں اور مکھن اور شہد کی نہروں کو دیکھنے بھی نہ پائے گا۔ انتہیٰ۔

ایوبؑ کی کتاب پر غور کرو۔ مسیحؑ کی اُس دلیل سے جو اُنہوں نے اثباتِ قیامت میں بیان فرمائی ہے۔ اس سے بھی کسقدر قوی دلیل اثبات انہار و انعامات جنت پر ہم نے بیان کی ہے۔

میری تحریر کے ناظرین میں اگر کوئی خیال کرے۔ تو قرآن کریم میں جن حُوروں اور حوروؤں کا ذکر ہے۔ اُن کی صفات میں کَوَاعِبَ اَتْرَابًا اور لَمْ يَطْمِثْهُنَّ قَبْلَهُمْ ترجمہ (نوجوان عورتیں ایک عمر کی۔ اور نہ چھُوا اُن کو پہلے اُن سے) وارد ہے۔ پس رُوحانی حُوریں کیسے مُراد ہونگی۔

اوّل ہم کہتے ہیں۔ پھر کیا حرج ہے۔ ہم تو کہتے ہیں یہ حوریں جسمانی حوریں ہیں۔

اور متی ۱۹ باب ۲۸ میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ ملیں گی۔ کیونکہ پچھلے پہلے ہونگے۔ اور پہلے پچھلے۔ دوم اتنے ہی اشارے سے صرف جسمیت حورانِ بہشتی کی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

غور کرو اور حزقیل ۱۶ باب تمام و کمال پڑھو۔ تمام نہیں تو صرف پچاس آیت تک ہی سہی۔ خدا یروشلم کو کہتا ہے۔ تیرے باپ اموری اور تیری ماں حتّی تھی۔ تیری ناف نہ کٹی۔ تو نہ نہلائی گئی۔ تجھ پر نمک نہ ملا گیا۔ مَیں نے تجھے پالا۔ تیری دونوں چھاتیاں طرح دار ہوئیں۔ تیرا وقت تھا کہ جس میں عشق پیدا ہو۔ تجھے غسل دیا روغن ملا۔ بوٹے دار کپڑے پہنائے۔ تیری ناک میں نتھ۔ کانوں میں بالیاں پہنائیں۔ مہین میدہ چکنائی شہد تجھے کھلایا۔ پھر تو زنا کار ہوئی۔ تُونے کسبی خانہ بنایا۔ تُونے بڑے جسم والے مصریوں سے زنا کیا وغیرہ وغیرہ۔ پر تُو سیر نہ ہوئی۔ تُونے سڑک کے سرے پر کسبی خانہ بنایا۔ سارے کسبیوں کو خرچی دیتے ہیں پر تُو اپنے دھگڑوں کو ہدیہ دیتی ہے۔ او زانیہ سُن تیرے یاروں کو تیرا مخالف بناؤنگا۔ وہ تجھے ننگی کر کے چھوڑیں گے۔ تجھے سنگسار اور ٹکڑے کرینگے۔ لوگ کہینگے۔ جیسی ماں ویسی بیٹی۔

نہایت مختصر طور پر مَیں نے چند فقرے نقل کئے ہیں ذرا ان میں غور کرو یروشلم کی نسبت کواعب اتراب وغیرہ الفاظ کس طرح موجود ہیں۔ مکاشفات میں سنئے یروشلم کو یوحنّا نے دُلہن کے مانند دیکھا ہے۔ مکاشفات یوحنا ۲۱ باب ۲

سوال۔ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ فَقَدۡ غَفَرۡتُ لَکُمۡ۔ کہ اہلِ بدر کو بڑی دلیری دی ہے۔

جواب۔ ایسا دلیری دینا تو کتب مقدسہ کا علی العموم معمول ہے۔ پھر سچّی مقدس انجیل نبیؐ عرب کا کلام ایسی انجیل نہ بنے۔ اپنے الہامی اور رُوح القدس

کے لکھائے کلام کو دیکھو۔

خدا نے بھی مسیح کے لئے تمہیں بخشا ہے۔ نامہ افسی ۴ باب ۳۲۔ اُس نے تمہارے سب گناہ بخشدیئے۔ قلسی ۲۔ باب ۱۳۔ ۱۴۔ ہم کو جو گناہوں کے سبب مُردہ تھے۔ مسیح کے ساتھ جلایا۔ تم فضل سے بچ گئے۔ افسی ۲ باب ۵ و ۱۔ باب ۶ و ۲ باب ۱۔ قلسی ۱۔ باب ۲۱۔ ہمیں فضل سے ہمیشہ کی تسلی اور امید آئی۔ ۲ تسلینقی ۲ باب ۱۶۔ میرے لئے راستبازی کا تاج دھرا ہے۔ ۲ تمطاؤس ۴ باب ۷۔ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے۔ طیطس ۱۔ باب ۱۵۔

اب سب عیسائی جو حرام و حلال میں امتیاز نہیں کرتے اور توریت کے احکام حلت و حرمت کو پسِ پُشت ڈال دیا ہے۔ اسی طیطس کے ۱۔ باب ۱۵ کے حامل ہیں۔ اور کیوں اُن سب کے بدلے ایک ہی ملعون ہوگیا۔ اور سارے پاک اور بے ڈر ہو گئے۔ ۱۰ باب ۱۱ و ۱۶ نامہ عبرانی۔ پس اے بھائیو یہ تمہیں معلوم ہو جاوے کہ اسی کے وسیلے تم کو گناہوں سے معافی کی خبر دی جاتی ہے۔ بلکہ اسی سے ہر ایک جو ایمان لاتا ہے ۱۳ باب ۱۔ اعمال ۳۸۔ جنکے گناہوں کو تم بخشو اُن کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جنہیں تم نہ بخشو گے۔ نہ بخشے جائیں گے۔ یوحنا ۲۰ باب ۲۳۔ جہاں حواریوں کو گناہ بخشنے کی اجازت ہے۔ وہاں خدا کو سچے عیسائیوں اہلِ اسلام اور اُن میں اہلِ بدر کے گناہ بخشنے کیا مشکل ہے۔ بعینہٖ یہی مضمون یوحنا ۱۳ باب ۱۰ میں ہے۔ تمام حواریوں کو سوا یہودا کے کہا تم پاک ہو۔ اور یوحنا کا پہلا خط ۴ باب ۷ میں ہے۔ اُسے محبت ہم میں کامل ہوتی ہے کہ ہم عدالت کے دن نڈر رہیں۔ جو ڈرتا ہے محبت میں کامل نہیں۔

تمام ہُوا فصل الخطاب کا حصۂ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فہرست مضامین "فصل الخطاب" جلد اوّل

— (ترجمہ مولوی عبد اللطیف صاحب بہادرپوری فاضل) —

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین فصل الخطاب حصّہ دوم

تمت

حصّہ دوم فصل الخطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اثبات نبوّتِ محمّدؐ بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسّلام کیلئے سابقہ انبیائے کرام علیہم السّلام کے بشارات کی بحث

یاد رہے کہ کسی نبی کی نبوت اور رسول کی رسالت ثابت کرنے کے لیئے سابقہ انبیا کی کتب اور اُن کے موجودہ اور مسلمہ صحف میں بشارات کا ہونا شرط نہیں ہے۔

مگر باری تعالیٰ کی ذات بابرکات نے محض اپنے فضل وکرم سے خاتم الانبیا محمدؐ عربی کی نبوّت اور رسالت ثابت کرنے کے واسطے تمام ان وسائل کو ایک جا جمع کردیا ہے۔ جو اور انبیاء اور رسولوں کے اثبات نبوّت اور رسالت کے لئے الگ الگ موجود ہوتے رہے۔ سچ ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سرِ دفتر معجزات اور مصدقات تعلیم کی عمدگی ہے۔ اور راستی کی نفس الامری معیار کامیابی اور نصرتِ الٰہیہ ہے۔ پیشینگوئیاں یا آئندہ کی ایسی خبریں جن میں باوجود فقدان قرائن اور اسباب کے الٰہی امدادوں کا تذکرہ ہو بیان کرنا۔ اور آیات بینات اور سارا قانون قدرت اور ہماری تمام طبعی قویٰ۔ اور واردات وغیرہ وغیرہ باآینکہ یہ باتیں اکیلی اکیلی نبوت اور رسالت کیلئے کافی ثبوت ہیں۔ الا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گرامی ذات کے لئے ان تمام دلایل کو باری تعالےٰ نے جمع کرکے لوگوں کو ارادی اطاعت کی طرف بلایا۔ پادریوں نے وہم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی بشارت سابقہ انبیا نے بیان نہیں کی۔ بلکہ یہ سابقہ کتب میں

محمدؐ صاحب کے حق میں کوئی بشارت مندرج ہی نہیں۔

مَیں خدا کے فضل سے انھیں مقدسہ مروجہ کتب میں سے محمدیہ بشارات کو نکال کر دکھلانا چاہتا ہوں۔

مگر قبل اسکے کہ محمدیہ بشارات کو بیان کروں۔ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ بشارات کی ضرورت اور عدم ضرورت اور انکا مقدسہ کتب میں ہونا یا نہونا۔ اور انکی حالت کہ آیا وہ بشارات مفصل ہوتے ہیں۔ یا مجمل بیان کرجاؤں۔ اور پھر قبل اسکے کہ محمدیہ بشارات کو لکھوں چند عیسوی بشارتوں کو لکھدوں تو کہ محمدیہ بشارات پر اعتراض کرنیوالے عیسائیوں کے پاس بیجا تعصب سے بچنے اور انصاف پر آجانے کا عمدہ ذریعہ موجود رہے۔

کچھ شک نہیں کہ ہر ایک مذہب کے پابند آدمی کو اپنا پسندیدہ مذہب بالکل بےعیب نظر آتا ہے۔ اگر بےعیب نہ سمجھے تو اور مذاہب پر اپنے مذہب کو ترجیح دیکر اسے کیوں پسند کرے۔ اور کیوں اپنے ہی مذہب کو باعثِ نجات یقین کرے۔

اور اس بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ ہر ایک شخص کو جو کسی مذہب کا پابند ہے۔ جب اپنے مقبول مذہب پر کوئی اعتراض سُنائی دیتا ہی۔ تو اُس اعتراض کے اُٹھانے پر حتی الوسع بہت کوشش کرتا ہے۔ اور اس مذہب کے پابند شخص کا قلب اس اعتراض کے جواب دینے پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور نہایت اضطراب سے جواب کے ڈھونڈھنے پر عقل یا وہم سے کام لینے لگ جاتا ہے۔

پھر اگر تھوڑا سا سہارا بھی دفع اعتراضات کیلئے مل گیا۔ تو اس پابند مذہب کی سابقہ محبت اور اُلفت اپنے مذہب سے اس جواب کے ساتھ مل کر گو جواب کیسا ہی کمزور ہو اُس جواب کو قوی کر دکھلاتی ہی۔ اور دوسرے مذاہب کا حال اس پابند خاص مذہب کے سامنے اسکے برعکس ہوتا ہے۔ اس شخص کو جو ایک خاص مذہب کا پابند ہی۔ دوسرے مذاہب کی عدم اُلفت اور انکے احکام سے عادی نہ ہونے کے باعث ابتدائی تنفر اُن دوسرے مذاہب کو

پہلے ہی کمزور کر دکھلاتا ہے۔ جب اُن مذاہب پر تھوڑا سا طعن کا موقع مل گیا۔ تو وہی عدم الفت اور ابتدائی تنفر (یا یوں کہو) اُن دوسرے مذاہب کی ناواقفی اُس خفیف طعن کے ساتھ ملکر طعن کو قوی کر دکھلاتی ہے۔ یہی حالت مذاہب کی مباحث کی کتابوں کو مطالعہ کرنے سے دکھلائی دیتی ہے۔ اور یہی شکل تقریری مناظروں میں نظر آتی ہے۔ اور منصف مزاج خداترس جزاسزا کے قائل لوگ نرالا ڈھنگ رکھتے ہیں۔ اور انکو خداوند کریم کی خالص رضاجوئی قیامت کا محکمۂ قضا اور ہی رنگ میں رنگین کرتا ہے۔ اور وہ صرف حق طلبی کا اصطباغ اور بپتسما لیئے رہتے ہیں۔ انکو رحمت اللہ کی تحقیقات پر برانگیختہ کرتی ہے۔ اِسلیئے انکو بیجا تعصب اور نامناسب حمایت حق کے قبول کرنے میں نہیں روک سکتی۔ ایسے عیسائیوں کو عیسائیت یہ نہیں سکھلاتی۔ کہ عیسوی بشارات کو بے وجہ قوی خواہ مخواہ مان لیں۔

اور محمدیہ بشارات پر سوفسطائیوں کی طرح ضرور ہی اعتراض کر دیں۔ اور ایسے ہی مسلمانوں کو اسلام ہرگز نہیں سکھلاتا کہ یہود کی طرح مسیح کی سچی اور واقعی بشارات پر شُبہات پیدا کریں۔ اور محمدی بشارات کے لئے جھوٹ کو ہتھکنڈہ بناویں۔ مَیں نے جسقدر بشارات اور اور مضامین بحث کی ہے۔ اپنے عندیئے میں نہایت انصاف سے کی ہے۔ جاہلوں کی سی بیجا حمیت میرے دل میں نہیں۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ شَہِیْدٌ۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ عادل اور رحیم اور قدوس میرا رب میری نیت کے نیک بیجوں کو اچھے اچھے پھلوں کا مثمر درخت بنادیگا۔ او خدا تو ایسا ہی کر۔

پھر یاد رہے کہ کسی نبی یا رسول کی نبوت اور رسالت ثابت کرنے کے لئے سابقہ انبیاء کی بشارات کا ہونا ہرگز ہرگز لازمی اور ضروری امر نہیں۔ کیونکہ اثبات نبوت کیلئے بشارات کے سوا اور بہت دلائل ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر بشارت کا ہونا اثبات نبوت میں شرط ہو تو سب انبیاء سے پہلے نبی اور رسول کیلئے بشارات اور پیشینگوئیاں کیونکر ہونگی۔ اِسلیئے کہ پہلے نبی کی نسبت بشارت دینے والا خود نبی ہوگا۔ پس پہلا نبی پہلا نبی نہ رہا۔ دیکھو نوح اور ابراہیم

علیہما السلام کی نسبت کوئی پیشین گوئی نہیں - بلکہ موسیٰ جیسے رسول کو دیکھو - انکے واسطے بھی کتب سابقہ میں کوئی پیشینگوئی نہیں اور کیونکر ہو سکتی - عیسائیوں کے نزدیک موسیٰ سے پہلوں کی کتابیں ہی موجود نہیں - ایسے ہی ایوب کی نسبت بشارات موجود نہیں - اگر مان لیں کہ بشارات کا ہونا اثباتِ نبوت کے لئے ضروری ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بشارات کا ہونا اس امر کا مستلزم نہیں کہ وہ بشارات سابقہ انبیا کی کتب میں موجود ہوں - جائز ہے کہ وہ بشارات سینہ بسینہ چلی آتی ہوں - یہ میرا خیالی اور وہمی عندیہ نہیں - بلکہ نفس الامری اور واقعی ہے - دیکھو متی ۲ باب ۲۳ میں کہتا ہے - مسیح ناصرت میں رہا - تاکہ وہ بشارت پوری ہو جو انبیا کہتے آتے تھے کہ وہ ناصری کہلاوے گا -

حالانکہ انبیاء کہاں ایک نبی کی بھی کتاب میں نہیں لکھا کہ وہ ناصری کہلاویگا - میں یقین کرتا ہوں کہ حضرت متی اسی واسطے لکھتے ہیں کہ انبیا کہتے آتے تھے - اور یہ نہیں فرماتے کہ انبیا لکھتے یا لکھواتے آتے تھے - (ناظرین یاد رکھو) ضرور یاد رکھو کہ متی میں بھی انبیاء کہتے آتے تھے - جمع کا صیغہ ہے - یہ جمع کا صیغہ بہت سے بد زبان پادریوں کو شرمسار کرنے والا ہے -

اور اگر مان لیں کہ سالفہ انبیاء کی مقدسہ کتب میں اُن بشارات کا لکھا ہوا ہونا ضرور ہے تو ہم دلیری سے کہہ سکتے ہیں - کل انبیا کی کتب کا موجود ہونا ضرور نہیں صاف عیاں ہے - آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ وغیرہ انبیاء کی کتابیں کہاں ہیں - پیدائش کے پچاس باب میں یوسفؑ نے جس خدائی قسم کا جو ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ سے ہوئی ذکر کیا ہے - اس کا علم یوسفؑ نے کس کتاب سے حاصل کیا -

اور اگر مانا جائے کہ بشارات کا مذکور ہونا ایسی کتابوں میں ضرور ہے جو موجود ہوں - تو کہا جاتا ہے کہ وہ کتب موجود تو ہیں - اِلّا ہمارے پاس والے عیسائی انگریزوں کے نزدیک وہ کتابیں باغراض مختلفہ اور اسباب شتّٰی مشتبہ مقرر کی گئیں - گو ہم کافی

ثبوت ان کی صحت کا رکھتے ہیں۔

اور اگر مانا جاوے کہ بشارات کا کتب موجودہ اور غیر مشتبہ میں ہونا ضروری ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ بشارات کا مفصّل ہونا کہاں ضرور ہے۔ بشارات تو اکثر ایک معمّا اور چلیستان اور پھیلیاں ہوتی ہیں۔ یا یُوں کہیئے کہ خواب کا سا مضمون رکھتی ہیں۔

بشارات غالباً عوام پر مُشتبہ رہتی ہیں۔ اور خواص پر کبھی قرائن سے اور کبھی اُس نبی کے ظہور پر جس کی نسبت وہ بشارتیں ہیں۔ یا اسکے اور دلائل سے ثبوت نبوت کے بعد اور اس مبشّر نبی کی تفسیر سے ظہور پاتی ہیں۔

بلکہ عیسائیوں کے مذاق پر تو کہہ سکتے ہیں کہ پیشینگوئیاں اور بشارتیں ایسی مخفی اور باریک ہوتی ہیں کہ انبیاء کو بھی اُن کا مصداق معلوم نہیں ہوتا۔ علماء بیچارے کس گنتی اور شمار میں ہیں۔ عام انبیا کیا عیسائیوں کے طرز پر جس نبی کی بشارت ہو وہ آپ بھی اپنی بشارت کو کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ دیکھو انجیل یوحنّا ۱ باب ۲۱۔ یوحنّا نے اپنے ایلیا ہونے سے انکار کیا۔ حالانکہ انجیل متی ۱۱ باب ۱۴۔ اور ۱۷ باب ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یوحنّا ایلیا تھا۔ مسیح اور یوحنّا اور اس نبی کی بشارات اگر مفصّل ہوتیں تو کاہنوں اور لادیوں کو یوحنّا سے پُوچھنے کی کیا حاجت ہوتی۔ جیسے یوحنا ۱ باب ۲۰ و ۲۱ میں ہے۔ اگر بشارات مفصّل ہوتیں۔ تو حواریوں کو یوحنا کی نسبت کیوں شبہ پڑتا۔ متی ۱۷ باب ۱۳۔ باایںکہ حواری مُوسیٰ سے بھی رُتبے میں بڑے ہیں۔ اور حواریوں کا مخلص رب یُوحنّا کا شاگرد اور اسکے ہاتھ پر بپٹسما پانے والا تھا۔ اور حواری کئی دفعہ یوحنّا سے ملے اور اُسے جانتے تھے۔ اور یہ بھی جانتے تھے۔ کہ ایلیا کا مسیح سے پہلے آنا ضرور ہے۔

یوحنّا۔ باب ۳۳ میں صاف مندرج ہے کہ یُوحنّا نے مسیح کو اُسوقت تک نہیں پہچانا۔ جب تک خدا نے یوحنّا کو نہ بتایا۔ کہ جسپر رُوح اُترتی تو دیکھے وہ رُوح القدس کا بپٹسما دیگا۔ معلوم ہوا کہ تیس برس تک یوحنا سا جلیل القدر رسول (متی ۱۱

باب ۱۱) اپنے رب اور مخلص مالک سے بیخبر رہا۔ بلکہ متی ۱۱ باب ۲۔ اور لوقا ۷، باب ۱۹۔ سے یوحنا کا تردد آشکارا ہے۔

کاہنوں کا وہ رئیس قیافا جسنے جناب مسیحؑ کے قتل اور کفر اور اہانت کا فتویٰ دیا۔ متی ۲۷۔ باب۔ حسب انجیل یوحنا ۱۱۔ باب ۵۱۔ نبی تھا۔ اگر وہ حضرت مسیح کو اچھی طرح پہچانتا۔ تو کاہیکو ایسی سخت اور خطرناک فتوے کا مفتی بنتا۔

یوحنا نے یسعیاہ کے ۴۰ باب ۳۰ سے جو پیشینگوئی اپنی نسبت فرمائی ہے کہ میں جنگل میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ خداوند کی راہ صاف کرو۔ دیکھو متی اور لوقا ۲ باب اور مرقس اور یوحنا ۱ باب۔ اس بشارت پہ غور کرو۔ کیسی مجمل اور معما ہے۔ اگر جناب یوحنا اس بشارت کو اپنی نسبت بیان نہ کرتے۔ اور مصنفان اناجیل اس بشارت کو یوحنا کی نسبت تسلیم نہ فرماتے۔ تو کوئی بھی اس پیشینگوئی کو جناب یوحنا پر منحصر نہ خیال کرتا۔ اسلئے کہ یہ بشارت بہت سے اُن انبیاء پر بھی صادق آسکتی تھی۔ جو اشعیا کے بعد ہوئے۔ بلکہ جناب مسیح پر صادق تھی۔ جو آسمانی بادشاہت کے قرب کی منادی فرماتے تھے۔ اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ بشارات نبوت کا مفصل ہونا ضرور نہیں۔

اگر بشارات کا مفصل ہونا ضروری ہو تو ہر ایک عاقل اور بشارات کا واقف اور انکے مباحث پہ دھیان کرنیوالا جانتا ہے کہ بشارات پر دو قسم کے اعتراضات واقع ہوتے ہیں۔ ایک وہ اعتراض جس کی بنا ضدیت اور ہٹ دھرمی پہ ہوتی ہے۔ دوسری وہ جنکا مدار انصاف اور راستی پہ ہو۔

پادریو! تمہارے نزدیک جن لوگوں نے مسیح کی بشارت پر اعتراض کیئے ہیں وہ لوگ اُن اعتراضوں کے باعث ضدی اور ہٹ دھرمی خیال کیئے گئے۔ کہ نہیں۔

ہاں یہ بات ضرور ہے۔ جب کوئی انسان کسی مذہب کا پابند ہو تو اُس سے دوسرے مذاہب اور دوسرے ہادیان مذہب کی عظمت اور بزرگی کی جانچ میں غلطی ہوجاتی ہے۔ اور

عادت کے باعث اپنے مذہب کے سخت سے سخت عیب اور کمزور دلیل کو دوسرے مذہب کی عمدگی اور قوی دلیل سے مقابلہ کرتے وقت اُسی عیب کو ترجیح دیئے جاتا ہے۔ اور اس ترجیح میں کبھی معذور سمجھا جاتا ہے۔ مگر منصف مزاج اور خداوند خدا کی بادشاہت کے طالب اور سزا سے ڈرنے والے کو یہ مرحلہ طے کرلینا بہت ہی سہل ہے۔

مَیں نہایت جرأت اور دلیری اور راستی اور سچائی سے کہتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ کی بشارات پر منصفانہ اعتراض کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی منصف بعد غور و تأمل کے ان محمدیہ بشارات کا انکار نہیں کر سکتا۔

ہٹ دھرمی اور ضدیت کا جواب خدا ہی دے۔ منصفوں اور نجات طلب تلاشیوں اور راستی سے جانچ پڑتال کرنیوالوں کے سامنے عیسویہ بشارات اور محمدیہ بشارات کو بیان کرتا ہوں۔ تاکہ انکو مقابلے اور موازنے کا موقع ملے۔ مَیں نے بشارات کے بیان میں مسیحی بشارات کو اسواسطے پہلے لکھا ہے کہ عیسائیوں کو تعصب سے بچنے اور عیسوی مذہب کے مقابلے میں محمدیؐ بشارات پر اعتراض کرنے میں نور ایمان اور راستی ملحوظ رہے۔

محمدٌ رَّسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات نبوّت پر قرآن ہدایت کرتا ہے۔ اور سکھلاتا ہے کہ منکروں کو یہ جواب دو۔

وَيَقُولُ[۱] الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔ پارہ ۱۳۔ سورہ رعد۔ رکوع ۶۔

کیا معنی کہ محمدؐ کی رسالت اور نبوّت کے ثبوت پر قانون فطرت جو خدا کا فعل ہے۔ گواہ ہے۔ کیونکہ مذہب خدا کا قول اور قانون قدرت باریتعالیٰ کا فعل ہے۔ اور لازم ہے۔ کہ باری تعالیٰ کے فعل اور قول دونوں باہم متوافق ہوں۔

[۱] اور کہتے ہیں منکر لوگ کہ تو رسول نہیں تو کہدے میری نبوت پر خدائی ثبوت کافی ہے۔ اور وہ ثبوت جو الہامی کتاب کے علماء کے پاس ہے ۱۲۔

اور کتاب سابق کا عالم بھی کافی گواہ ہے۔ سابق کتب کے علماء دو طرح گواہ ہیں۔ اول اس طرح کہ ان سے کتب سابقہ کو سیکھ کر ہم خود محمدی بشارات کو کتب سابقہ سے نکالیں۔

دوم اس طرح پر کہ جس طرح وہ اپنے انبیاء اور رسل کی نبوت اور رسالت کو ثابت کریں اسی طرز پر ہم بھی نبوت اور رسالت محمد عربی کو ثابت کریں۔ جسقدر اور انبیاء کی نبوت کے ثبوت دنیا میں لوگوں کے پاس ہیں۔ اس کی نظیر کے کل ثبوت اور قانون قدرت سے موافقت کا بھاری ثبوت محمد عربی کی نبوّت اور رسالت کے واسطے موجود ہے۔ ایک لطیف امر یاد رکھنے کے قابل ہی کہ اسماء کا ترجمہ مضامین کو سخت دِقّت میں ڈالتا ہی۔ اور اہل کتاب کی عام عادت ہے کہ اسماء کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر کو متن سے ملا دینا بڑا عیب ہے۔ کیونکہ تفسیر مفسر کا خیال ہوتا ہے۔ جس میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال قوی ہے۔ بشارات میں یہ نقص نہایت مضر ہوا۔ محمدی بشارت جیسے سلیمان کی غزل الغزلات میں ہے۔ اگر اُس میں لفظ محمدیم کا ترجمہ نہ کیا جاتا۔ تو کیسی صاف تھی۔

اور نمونہ ۸ - باب ۳ - اشعیا - مہر شالال حشنبز نام بنہ - اور عربی ترجمہ ۱۸۲۵ء میں ہے - ادع اسمہ اغنم بسرعة وانہب عاجلا۔

مسیح کی پہلی بشارات

رصین اور فقح نے باہمی اتفاق سے احاذ پر چڑھائی کی۔ احاذ نے گھبرا کر اشعیا سے تسلّی چاہی تب اشعیا نے کہا کہ ایک علمہ (جوان یا کنواری) کو حمل ہوگا۔ اور وہ عمانوئیل نام بیٹا جنے گی۔ ابھی وہ ہوشیار نہ ہوگا کہ تیرا ڈر دور ہوگا۔ اشعیا، باب ۱۴۔

پھر اشعیا کے آٹھویں اور نویں باب میں ہی کہ وہ لڑکا پیدا ہوا۔ اور اسکا نام ماہر شالال ہاشبنز رکھا گیا۔ جب لڑکا اکیس ۲۱ برس کا ہوا۔ فقح کا ملک خراب ہو گیا۔ اور احاذ کا ڈر جاتا رہا۔ بنسن کہتا ہے۔ یہ عورت اشعیا کی بی بی تھی۔ با ایں متی نے کہدیا۔ یہ بشارت مسیح کے حق

میں ہے۔ جو کنواری سے پیدا ہوا ہے۔ متی ۱۔ باب ۱۸۔ ۲۳۔

اوّل غور تو کرو متی نے کیا کہدیا۔ یہ بشارت کب اور کس مطلب پر کی گئی ہی۔ اور کہاں لگائی گئی۔ دوم پھر علمہ کا ترجمہ کنواری کیا۔ سلیمان کی امثال بنسن میں یہی لفظ ہے اور وہاں اس کے معنی ایسی جوان کے ہیں۔ جو بیاہی ہو۔

فری نی ڈکشنری میں۔ اور یونانی ترجموں ایکوئلا۔ اور تہوڈوشن اور سیمکس میں جوان کے معنی ہیں۔ تہذیب الاخلاق۔

سوم مسیح کا نام کسی نے بھی عمانوئیل نہیں رکھا۔ نہ آپنے نہ آپکی ماں نے اور نہ باپ نے۔ بلکہ فرشتے نے بھی یہی کہا۔ کہ اسکا نام یسوع رکھنا۔

چہارم اگر علمہ کے معنی کنواری لیں تو بھی مسیح پر چسپاں نہیں۔ مسیح حسب اقوال اناجیل ابن یوسف ہیں۔ متی ۱۳ باب ۵۵۔ یوحنا ۶ باب ۴۲ و ۱۔ باب ۴۵۔ لوقا ۲۔ باب ۲۷۔ و ۴۱۔ و ۴۸۔

پس اناجیل سے صاف واضح ہی کہ مسیح ابن انسان تھے۔ متی میں خود نسب نامے میں مسیح کو ابن داؤد کہا ہی۔ اگر یہ عذر تراشا جاوے کہ نسب نامہ بلحاظ صدیقہ مریم کے ہی۔ تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ یہودی شرع میں نسل کا سلسلہ عورت کیطرف سے قائم نہیں ہو سکتا۔ اور نسب نامے میں مریم کا نام بھی نہیں۔ اور یوسف نے کبھی باپ ہونے سے انکار نہیں کیا۔ یہ کلام صرف انجیلی مذاق پر ہی۔

خلاصہ۔ متی نے اشعیا کی کتاب سے ایک بشارت مسیح کے حق میں نکالی۔ حالانکہ وہ واقعہ کنواری یا جوان کے پیٹ سے عمانوئیل کے جمنے کا واقعہ مسیح سے پہلے اشعیا کے زمانے میں گذر چکا۔ یہ کلام متی کا بالکل الہامی نہیں۔ واِلّا ایسا غلط نہ ہوتا۔

دوسری پیشنگوئی بہ نسبت مسیح علیہ السلام

میکاہ نبی نے بہت سے واقعات آئندہ کو اشارات اور کنایات میں بیان فرمایا اور انہیں

میں کہا۔ اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں چھوٹا ہے۔ لاکن میرے لئے ایک شخص جو بنی اسرائیل میں سلطنت کریگا۔ اور اُسکا ہونا بہت قدیم زمانے سے مقرر ہوچکا ہے۔ تجھ میں سے نکلیگا۔ میکاہ۔ ۵ باب ۲۔

متی نے ۲ باب ۳-۶ میں کہا۔ یہ بشارت مسیح کے حق میں ہے۔ حالانکہ اوّل تو مسیح نے بنی اسرائیل پر سلطنت ہی نہیں کی۔ سلطنت حضرت کو کہاں نصیب ہوتی۔ بنی اسرائیل سے وہ مصائب اُٹھائے جنکے سُننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہود نے طمانچے مارے۔ ہاتھ پاؤں چھیدے۔ کانٹوں کا تاج پہنایا۔ لکڑی پر باندھا۔ خود حضرت ایسے گھبرائے کہ ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ اُٹھے۔

دوم متی کی عبارت میکاہ کی عبارت سے موافق نہیں۔ ھارن کہتے ہیں میکاہ کی عبارت محرف ہے۔ بھلا عیسائی مفسر کہہ سکتا ہے کہ متی نے غلط ترجمہ کیا۔ یاد رہے۔ یہاں رُوحانی سلطنت مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ مسیح کی رُوحانی سلطنت کو بنی اسرائیل سے خصوصیت نہیں۔ مسیح کی رُوحانی بادشاہت عام ہے۔

سوم یہواقیم نے جب باروخ کا لکھا ہوا۔ ارمیا کا صحیفہ جلادیا۔ تو خدا نے فرمایا یہواقیم کی نسل سے داؤد کی کُرسی پر کوئی نہ بیٹھے گا۔ یرمیاہ ۳۶ باب ۳۰ اور مسیح یہواقیم کی اولاد ہیں۔ متی ا۔ باب ۱۳۔

تیسری بشارت

جبکہ اسرائیل بچّا تھا۔ اُس کو مَیں پیار کرتا تھا۔ اور اپنے بیٹے کو مَیں نے مصر سے بُلایا۔ ہوشیع ۱۱۔ باب ۱۔

متی کہتا ہے۔ ہیرودو نے مسیح کو مار ڈالنا چاہا۔ تو فرشتے نے یوسف سے کہا کہ مسیح کو مصر لیجا۔ جب ہیرودو مرگیا۔ تو مسیح مصر سے واپس آگئے۔ پس یہ بشارت مسیح کی ہوتی۔ سلو سلو خروج ۴ باب ۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں یہودی لوگ جب پست حالت میں تھے۔ تو اُن کو

موسیٰ کی معرفت خدا مصر سے لایا - بنی اسرائیل اپنی پستی کے باعث بچپن کی حالت میں تھے اور بنی اسرائیل کا بیٹا ہونا ہوشیع ۱۱ - باب ۱ - رومی ۹ باب ۴ - استثنا ۱۴ باب ۱ و ۳۲ - باب ۱۹ - سے ثابت ہے - اِسی احسان کو خدا ہمیشہ بنی اسرائیل پر مسیح سے آگے ظاہر کرتا رہا - دوم اس آیت میں مسیح کی خصوصیت نہیں - اور مسیح نہ اسرائیل - نہ اسرائیل کی نسل - کیونکہ عورت سے یہود میں نسل نہیں چلتی -

سوم یہ دُوسرا باب متی کا لوقا کے دوسرے باب سے متفق نہیں - اگر تاویل سے موافق کرنا ہو - تو بشارات محمدیہ میں تاویلات سے کیونکر انکار ممکن ہے - چہارم - ہوشیع کی کتاب مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے - اِنَّ اسرائیل منذ کان طفلا انا احببته ومن مصر دعوت اولادہ - اور ۱۸۴۴ء میں اولاد کی لفظ کو جو جمع تھی مفرد کر دیا گیا - اور غائب کی ضمیر کے بدلے میں متکلم کی ضمیر رکھدی - پنجم یہ قصہ اور اس کے مصداق وہ لوگ ہیں - جنہوں نے بعلیم بُت کی قربانی کی اور بُت پرست تھے - اور مسیح بُت پرست نہیں تھے -

چوتھی بشارت مسیح کے حق میں

رامہ میں دھاریں مار کر رونے اور نالہ کرنے کی آواز سُنائی دیتی ہے کہ راحیل اپنے بیٹوں کیلئے روتی ہے اور تسلی نہیں پاتی - کیونکہ وہ نہیں ہیں - یرمیا ۳۱ باب ۱۵ - حضرت متی اس کو مسیحؑ کی بشارت یقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں مسیح پیدا ہوئے - تو ہیرود نے اس شبہے پر کہ کون بچا ہے جو عیسےٰ ہوگا - بیت لحم اور اُسکی سرحد کے لڑکوں کو قتل کرایا - متی ۲ - باب ۱۶ -

فکر

اول ہیرود کا یہ ظلم عیسائیوں کے سوا کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا - یوسفیس اور یہودی مؤرخ جو ہیرود کے معائب لکھنے میں دلیر ہیں اس قصے سے ساکت ہیں - دوم بیت لحم یروشلم

لے اسرائیل کو بچپن سے مَیں نے پیار کیا - اور مصر سے اُس کی اولاد کو بلایا - ۱۲

کے پاس ہے اور ہیرود کے زیرِ حکم تھا۔ آسان طور سے ہیرود تحقیق کر سکتا تھا کہ مجوس کس گھر میں اُترے اور کس لڑکی کے آگے نذر گذرانی۔ سوم یرمیاہ کی آیت کا ماقبل اور مابعد دیکھو صاف صاف یہ اس حادثے کا بیان ہے۔ جو بخت نصر کے وقت بنی اسرائیل پر ارمیا کے زمانے میں نازل ہوا۔ اور ہزاروں اسرائیلی اس میں قتل ہوئے۔ ہزاروں اسیر ہوئے اور بابل کی طرف جلاوطن ہوئے۔ اور ان میں اکثر راحل کی اولاد تھے۔

یاد رہے۔ ارمیا کی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ مرے ہوئے لوگوں کو برزخ میں اپنے اقارب کے دُنیوی حالات پر اطلاع رہتی ہے اور انکے صدمات سے اموات کو صدمہ پہنچتا ہے اور یہ بات پروٹسٹنٹی عقاید کے خلاف ہے۔

مسیح کی پانچویں بشارت

"تنگی کی ظلمت جس میں زمین مبتلا ہوئی ہے باقی نہ رہیگی۔ جس طرح اگلے زمانے میں زبولونکی زمین اور نفتالی کی زمین کو حقیر کر کر۔ آخر اسی طرح دریا کیطرف (اردن وفرات) کے کنارے جلیل میں بڑے بڑے قبیلے ہونگے۔ جو قوم کے اندھیرے میں چلتی ہی نور عظیم دیکھیں گی۔ اور موت کیے سائے کی زمین کے رہنے والوں پر ایک نور چمکے گا۔ اشعیا ۹۔ باب ۱ و ۲۔ اشعیا نبی نے یہ بیان کرتے کرتے کہ اب بیت المقدس (یروشلم) میں تکلیف نہ رہیگی یہ بات فرمائی۔

متی کہتے ہیں۔ یہ بشارت مسیح کے حق میں ہی۔ کیونکہ جب مسیح نے سُنا یحییٰ گرفتار ہوا۔ تو آپ جلیل کو چلے گئے اور ناصرہ کو چھوڑ کفرناحوم میں دریا کے کنارے زبولوں اور نفتالی کی حدود میں جا رہے۔ متی ۴۔ باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵۔

فکر کرو

اوّل متی نے صرف اتنے لگاؤ پر کہ مسیح دریا کے کنارے پر جا رہے اشعیا کا قول بشارت بنالیا دوم اشعیا کی آیات کو متی کی آیات سے مقابلہ کریں تو دونوں ایک معلوم نہیں ہوتیں۔ سوم اشعیا

کی کتاب میں گذشتہ زمانہ کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اگر آئندہ زمانہ لیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمدی لوگوں اور اُن کی تعلیم کا اشارہ ہے۔ جن کی بدولت اس ملک میں کامل توحید پھیلی۔ اور اقسامِ بُت پرستی کا استیصال ہوا۔ اور مسیح بھی جیسے تھے۔ ویسے مانے گئے۔

مسیح کی چھٹی بشارت

اَب مَیں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ میری برابر راہ کو طیار کریگا۔ اور جس خداوند کی تلاش میں ہو۔ یعنی رسول عہد کی اور اُس سے خوش ہو۔ یکایک اُسی ہیکل میں آجاوے گا۔ لشکروں کا خداوند فرماتا ہے کہ اب وہ آتا ہے۔ ملاکی ۳۔ باب ۱۔

یہ بات ملاکی نبی نے بنی اسرائیل کو خدا کی عدول حکمی پر ملامت کرتے کرتے فرمائی۔ اور اشعیا نبی نے بنی اسرائیل کو اور یروشلم کو تسلی دیتے فرمایا۔

پکارنیوالا پکارتا ہے۔ بیابان میں خداوند کیلئے ایک راہ طیار کرو۔ اور جنگل میں ایک شاہراہ میری خدا کے لئے درست کرو۔ اشعیا۔ ۴۰۔ باب ۳۔ متی مرک لوک۔ تینوں متفق اللفظ کہتے۔ کہ یہ دونوں بشارتیں مسیح کے حق میں ہیں۔ کیونکہ یوحنا کا اصطباغ دینا مسیح کیلئے راہ بنانا ہے۔ اور یوحنا کا کہنا کہ میرے پیچھے اور آتا ہے پکارنے والے کی آواز ہوگی۔ متی ۳ باب۔ مرک ۱۔ باب۔ لوک۔ ۳۔ باب۔

غور کرو۔ یہود بخلاف اسلام یحیٰی کو نبی نہیں مانتے۔ پُرانے عہد میں صاف طور پر انکا ذکر نہیں۔ یحیٰی کی کوئی کتاب موجود نہیں۔ اناجیل میں جو اقوال ہیں۔ وہ زبانی روایات ہیں۔ راویوں کا نام مندرج نہیں۔ عیسائی یقین کرتے ہیں کہ یہ کتابیں روح القدس کے وسیلے سے مرقوم ہوئیں۔ الّا مسلمان لوگ جس طرح اپنے جناب[ؐ] کے حواریوں کی سند مانگتے ہیں۔ اسی طرح

نوٹ[ؐ]۔ عیسائی لوگ کبھی خوش نہیں ہوتے کہ مسلمان احادیث صحیحہ سے اُن کے سامنے کوئی مستند امر پیش کریں۔ بلکہ اسپر سخت جھنجھلاتے ہیں۔ افسوس ان مسکینوں کو علم حدیث سے مطلق واقفیت نہیں کہ اہل

مسیح کے حواریوں کی سند پوچھتے ہیں۔

بشارات احمد مصطفٰے محمد مجتبٰی رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی پیشینگوئی۔ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے جناب اسمٰعیل اور انکے مسکن کیلئے دُعا کرتے ہیں۔ چونکہ تورات میں ابراہیمی واقعات اور تعلیمات کا بہت مفصل ذکر نہیں۔ اور اسمٰعیلی معاملات کا اور بھی کم ذکر ہے۔ اسلیئے تورات میں اس دُعا کا ذکر اجمالی ہے۔ اور قرآن میں تفصیلی اور نتیجہ دُعا اور اسکی قبولیت کا بیان چونکہ پیشین گوئی میں نہایت مطلوب تھا۔ اسلیئے وہ نتیجہ توریت میں مجمل اور قرآن میں مفصل بیان ہوا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ[۱]۔ سیپارہ ۱۔ سورہ بقر۔ رکوع ۱۵۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ[۲]۔ پارہ ۱۔ سورہ بقر۔ رکوع ۱۵۔

[۱] اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اس شہر کو امن کا اور روزی دے اسکے لوگوں کو میوے۔ جو کوئی ان میں یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر ۱۲ [۲] اور جب اُٹھانے لگا ابراہیم بنیادیں اُس گھر کی اور اسمٰعیل۔ اے رب ہمارے قبول کر ہم سے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا۔ اے رب ہمارے اور کر ہمکو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک اُمت حکم بردار اپنی۔ اور بتا ہمکو دستور حج کرنیکے اور ہمکو معاف کر۔ تو ہی ہے اصل معاف کرنیوالا مہربان ۱۲

بقیہ حاشیہ۔ اسلام نے کس قدر احتیاط علم کے اخذ میں کی ہے۔ دُنیا میں اگر کوئی تاریخ۔ کوئی بڑی جلیل الشان کتاب۔ کوئی معتبر قوی روایت اعتبار کے قابل ہو سکتی ہے تو حدیث صحیح بطریق اولیٰ قابل وثوق و وقعت ہو سکتی ہے۔ کس خوبی سے ہر ایک امر کا سراغ ہادی اقدس علیہ الصلوٰۃ تک لگایا گیا ہے کہ خود محققین یورپ نے عقلاً اسکے معجزہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اناجیل اربعہ جو بعد زمانہ دراز مسیح کے مجہول الاسم والرسم لوگوں نے تحریر کیں حدیث صحیح سے کچھ مناسبت نہیں رکھ سکتیں۔ ہمارے پاس قاطع دلایل اس امر کے ثبوت کے ہیں کہ کتابۃ "جمع الاحادیث" کا کام آنحضرت کے عین حیات ہی میں آغاز اور تابعین کے عہد میں تو کمال کو پہنچا ۱۲

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ پارۂ ۱۔ سورہ بقرہ۔ رکوع ۱۵۔[1]

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔ پارہ ۱۳۔ سورۂ ابراهیم۔ رکوع ۶۔[2]

نکتہ۔ اس آیت میں لوگوں کے دلوں کو اُن کی طرف جھکایا۔ عجیب قابل غور کلام ہے اور اُس معزز گھر یعنی مکۂ معظمہ کا ابراہیم کے زمانے سے عموماً اور آنحضرت کے زمانے سے خصوصاً لاکھوں قسم کی مخلوقات کا مرجع و مرکز ہونا۔ وعدۂ الٰہی کے ثبوت کی بڑی بھاری دلیل ہے۔

اب ان آیات قرآنی کو آیات توریت سے تطبیق دیجاتی ہے۔ توریت میں لکھا ہے حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے آپ کے پلوٹھے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی نسبت وعدہ فرمایا۔

"میں نے تیری دُعا اسمٰعیل کے حق میں قبول کی۔ دیکھ میں اُسے برکت دوں گا۔ اور اُسے برومند کرونگا۔ اور اُسے بہت بڑھاؤنگا۔ اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور اُس سے بڑی قوم بناؤں گا۔"

کتب سابقہ کے ناظرین اور الہامی مضامین میں گہری نگاہ کرنیوالے اگر انصاف سے

---

[1] اے رب ہمارے اور اُٹھا اُن میں ایک رسول اُنہیں میں کا۔ پڑھے اُن پر تیری آیتیں۔ اور سکھا دے اُن کو کتاب اور پکی باتیں۔ اور اُن کو سنوارے۔ تو ہی ہے زبردست حکمت والا ۱۲

[2] اے رب میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہاں کھیتی نہیں۔ تیرے ادب والے گھر پاس۔ اے رب ہمارے تا قائم رکھیں نماز۔ سو رکھ بعضے لوگوں کے دل جھکتے اُن کی طرف اور روزی دے اُن کو میووں سے شاید وہ شکر کریں ۱۲

دیکھیں تو یہ پیشگوئی صاف محمدؐ بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم کے حق میں ہے۔ اس بشارت میں کئی امور غور طلب ہیں۔ اوّل ۔ "برکت دونگا۔ برومند کرونگا۔ بہت بڑھاؤنگا۔" نہایت انصاف سے دیکھنے کو مجبور کرتے ہیں اور بڑی بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اسمٰعیلی وعدوں کو جسمانی مت کہو۔ صرف جسمانی وعدے میں برکت اور فضیلت نہیں بلکہ بالکل نہیں۔ وہ تو موت کے گہرے کنوئیں میں رہنے کا باعث ہے" منصفو کیا۔ اگر ابراہیم کی اولاد بُت پرست۔ رہزن چور۔ جاہل۔ بد تہذیب۔ قمار باز۔ زانی۔ مکار۔ بدکار ہی رہتی۔ تو حضرت اسمٰعیل کو کوئی عاقل کہہ سکتا کہ تو برومند ہوا۔ تجھے برکت ملی۔ تجھے فضل عطا ہوا۔ تجھ سے بڑی قوم بنی۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انکی اولاد میں ایک بڑا زبردست رسول پیدا ہوا جس نے اُس متفرق گروہ کو ایک قوم بنایا۔ اسی کے وسیلے سے وہ قوم برومند ہوئی اور اُسے یہانتک بڑھایا۔ کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہکر ابدالآباد تک ہر ملک اور ہر جنس کی آئندہ آنیوالی نسلوں کو انکی ترقی کا ضمیمہ بنایا۔ فِدَاہُ اَبِیْ وَاُمِّیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

دوم۔ جو بشارات عہد جدید میں حواریوں اور اناجیل کے مصنفوں نے مسیحؑ کی نسبت خیال کرکے مندرج کی ہیں۔ وہ سب کی سب ادنیٰ لگاؤ اور ابہام سے بڑھکر کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ یہاں نہ صرف لگاؤ ہی لگاؤ بلکہ تصریح و توضیح موجود ہے۔ کہ بنی اسمٰعیل (قوم عرب) فضیلت والے۔ برکت والے۔ برومند۔ امام۔ قوم محمدؐ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے عہد برکتِ مہد میں ہوئے۔

سوم۔ فضیلت اُسی وقت پوری فضیلت ہوتی ہے جب اپنے اقران و امثال پر ہو۔ اور تمام عالم شاہد ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب اور حجاز والوں نے بنی اسرائیل پر کبھی کوئی علو حاصل نہیں کیا۔ متعصب عیسائی نبی عرب کی بشارات پر ہمیشہ اعتراض کرتے رہے ہیں۔ جو یہودیوں کے اُن اعتراضوں سے کہ بشارات مسیح پر انہوں نے کئے ہیں۔ زیادہ زور آور نہیں ہیں۔ چنانچہ اس بشارت پر یہ اعتراض کیا ہے۔

"اسحاق کی نسبت رُوحانی وعدہ ہے اور اسمٰعیل کی نسبت جسمانی" اگرچہ اس کا جواب ابھی ہو چکا ہے الا مزید توضیح کے لئے کسی قدر تفصیل کی جاتی ہے۔

ہم اسمٰعیلی اور اسحاقی وعدوں کو بمقابلہ یکدگر توراۃ سے جمع کر کے ناظرین باانصاف کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے نور ایمان اور انصاف سے پُوچھتے ہیں کہ کس طرح سے وہی وعدہ اسمٰعیل کے حق میں تو جسمانی اور اسحاق کے حق میں روحانی ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ باریتعالیٰ کے وعدے ابراہیم کے ساتھ دو طرح کے ہیں۔ ایک عام طور پہ ابراہیم کی اولاد کے لئے۔ اور ایک خاص طور پہ اسمٰعیل اور اسحاق کے لئے۔ اسلیئے قبل از مقابلہ ہم مشترکہ وعدے بیان کرینگے۔ کیونکہ وہ وعدے جیسے اسحاق کے حق میں ہیں۔ ویسے ہی اسمٰعیل کے حق میں بھی ہیں۔ اگر اُن سے اسحاق کو ترجیح ہو سکے تو اُنھیں سے اسمٰعیل کو بھی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ وعدے رُوحانی ہیں۔ تو اسحاق اور اسمٰعیل دونوں کے لئے۔ اور اگر جسمانی ہیں۔ تو بھی دونوں کے لئے۔ اور اگر عام ہیں رُوحانی ہوں یا جسمانی تو بھی دونوں کے لئے۔

مشترکہ وعدے

(۱) جب ابراہیم کنعان میں پہنچا۔ تو خدا نے کہا۔ یہ زمین میں تیری اولاد کو دُوں گا۔ پیدائش ۱۲۔ باب ۷۔

(۲) جب ابراہیم لوط سے جُدا ہوئے۔ خُدا نے کہا۔ آنکھیں کھول چاروں طرف کی زمین تیری اولاد کو دُونگا۔ ۱۳ پیدائش باب ۱۴ تا ۱۶۔

(۳) مصر سے فرات تک کی زمین مَیں تیری اولاد کو دُونگا۔ پیدائیس باب ۱۵-۱۸

(۴) تیری اولاد کو وسیع اور بے شمار کرونگا۔ پیدائش باب ۱۵-۵ -

(۵) جب ابراہیم ننانوے ۹۹ برس کے ہوئے۔ خدا نے وعدہ کیا کہ تجھے زیادہ سے زیادہ کرونگا۔ تجھ سے قومیں پیدا ہونگی۔ اور بادشاہ ہونگے۔ اور کنعان کی زمین بوراثت دائمی

تجھ کو دُونگا۔ پیدائش ۱۷۔ باب ۶ تا ۸۔

یہ وہ وعدے ہیں۔ جو ابراہیم کی اولاد کے لئے مشترکہ ہیں۔ اور یہ خدا کے سچے وعدے دونوں بھائیوں اسمٰعیل اور اسحاق کے حق میں ظاہر ہوئے۔ کنعان کا ملک ایک زمانے تک بنی اسحاق کے قبضے میں رہا۔ پھر تیرہ سو برس سے آجتک بنی اسمٰعیل یا انکے خادموں کے قبضے میں ہے۔ ایساہی وہ ملک جو لوط کے جُدا ہوتے وقت ابراہیم نے دیکھا۔ اور ایسے ہی مصر سے فرات تک کا ملک دونوں صاحبوں کو ملا۔ اسمٰعیل اور اسحاقؑ سے ابراہیم کی اولاد بہت بڑھی۔ اُن سے قومیں پیدا ہوئیں۔ بادشاہ نکلے۔ کنعان کے مالک ہوئے۔ کوئی تخصیص بنی اسحاق کے لئے اس میں نہیں۔ بلکہ زبور ۱۵۰۔ ۹ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق سے جسمانی وعدہ تھا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ "وہ عہد جو ابراہیم سے ہوا اور اسحاق سے اُس کی قسم کھائی۔ اور بنی اسرائیل سے دائمی باندھا گیا۔ اور یعقوبؑ سے بطور قانون کے مقرر ہوا۔ وہ کنعان کی زمین دینے کا وعدہ تھا"

خاص خاص مگر ہم معنی وعدوں کا بیان

تکوین۔ باب ۱۶ - ۱۷ - خاتون سارہ آپ کی اولاد بے شمار ہوگی۔

" باب ۱۶ - ۱۵ - خاتون ہاجرہ آپ کی اولاد بے شمار ہوگی۔

" باب ۲۵ - ۱۱ - آپ کے فرزند اسحاق کو برکت دی اللہ تعالےٰ نے۔

" باب ۱۷ - ۲۰ - آپ کے فرزند اسمٰعیل کو برکت دی اللہ تعالےٰ نے۔

" باب ۲۱ - ۱ - آپ کے درد و غم کو سُنا اللہ نے۔

" باب ۱۶ - ۱۱ - آپ کے درد و غم کو سُنا اللہ نے۔

" باب ۲۶ - ۲۴ - آپ کے فرزند کے ساتھ خدا تھا۔

" باب ۲۱ - ۲۰ - آپ کے فرزند کے ساتھ خدا تھا۔

پیدائش۔ ۱۰ باب ۲۵۔ یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے زمانۂ یقطان میں کردی تھی۔
" باب ۱۷-۸۔ آپ کی اولاد کو زمین کنعان دی گئی۔
" باب ۱۵-۱۸۔ آپ کی اولاد کو زمین عرب عنایت ہوئی۔
" باب ۱۷-۱۹۔ آپ کے فرزند کا اللہ تعالےٰ نے نام رکھا۔
" باب ۱۷-۱۱۔ آپ کے فرزند کا اللہ تعالیٰ نے نام رکھا۔
" باب ۱۷-۱۶۔ آپ کا فرزند بادشاہوں اور قوموں کا باپ ہوا۔
" باب ۱۷-۲۰-۲۵-۲۶۔ آپ کا فرزند بادشاہوں اور قوموں کا باپ ہوا۔
" باب ۱۵-۴۔ آپکا فرزند پہلوٹا اور وعدۂ وراثت اور تسلی کا پہلا مصداق تھا۔

سارہ
ہاجرہ

" باب ۱۶-۱۲۔ آپ کو برکت دی گئی اور فرزند کی بشارت دی گئی۔ اور آپ کو بتایا گیا کہ وہ عربی ہوگا۔

نکتہ۔ اُردو ترجموں میں لفظ وحشی اور جنگلی لکھا ہے۔ جو ٹھیک لفظ عربی یا اُمّی کا مرادف ہے۔ (دیکھیں تو اہل کتاب اسے کیونکر گوارا کرسکتے ہیں) پیدائش ۱۷ باب ۱۵۔ آپکے فرزند کے باعث آپ سارے سے سارہ ہوئیں۔ پیدائش ۱۷ باب ۱۵۔ آپکے فرزند کے باعث آپ کے شوہر کا نام ابرام سے ابرہام ہوا۔

بشارت دوم۔ مثلیت موسیٰ۔ موسیٰ کی پانچویں کتاب استثنا باب ۱۸-۱۷ تا ۲۲ ملاحظہ کرو۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ اُنہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔

مَیں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اُسے کہونگا۔ وہ سب اُن سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا۔ نہ سُنے گا۔ تو مَیں اُسکا حساب اُس سے لونگا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا مَیں نے اُسے

حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جاویگا۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں۔ تو جان رکھ کہ جب نبی کچھ خداوند کے نام سے کہے۔ اور وہ جو اُس نے کہا ہو۔ پورا نہ ہو۔ یا واقع نہ ہو۔ تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی۔ بلکہ اُس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ تو اس سے مت ڈر۔

اس بشارت کا بیان دو حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ اوّل حصّے میں اس امر کا ثبوت ہو کہ یہ بشارت خاص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو۔ اور دوسرے حصّے میں یہ بیان کریں گے۔ کہ جن لوگوں نے اسکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں مانا۔ اُن کے اعتراض صرف دھوکا ہیں۔

حصّہ اوّل اس پیشینگوئی میں موسیٰ نے بڑا بسط کیا ہے۔ اور جہانتک ممکن تھا۔ اُس نبی کا نشان ظاہر کیا۔

اوّل اُس نبی کی قوم کو بتایا۔ کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے ہوگا۔

دوم۔ وہ نبی مجھ سا ہوگا۔ (تشبیہ محل تامل ہو کہ کس امر میں موسیٰ سا ہوگا۔)

سوم۔ خدا کا کلام اُس کے مُنہ میں ہوگا۔

چہارم۔ جو کچھ باری تعالیٰ اُس سے فرمائے گا۔ وہ سب کچھ کہدیگا۔

پنجم۔ جو کوئی اُس کی مخالفت کریگا۔ اور کہا نہ سُنے گا۔ وہ سزایاب ہوگا۔

ششم۔ اگر وہ نبی بدوں حکم باری تعالیٰ کے کچھ کہے۔ تو وہ مارا جائے گا۔

ہفتم۔ وہ نبی توحید کا واعظ۔ غیر معبودوں کی پرستش کا مانع ہوگا۔ اگر غیر معبودوں کے نام سے کچھ کہیگا۔ تو مارا جائے گا۔

ہشتم۔ اسکی پیشینگوئیاں پوری ہونگی۔ اور جھوٹے نبی کی کوئی پیشینگوئی پوری نہ ہوگی۔ کچھ کے لفظ پر غور کرو۔ جو بشارت کے اس فقرے میں ہو۔ (جب نبی کچھ خداوند کے نام سے کہے)

نہم۔ سچا اس قابل ہے کہ تو اُس سے ڈرے۔ الّا جھوٹا نبی چونکہ جلد ہلاک ہو جاویگا۔ تو

اُس سے مت ڈر۔

یہی چند باتیں اس پیشینگوئی میں ہیں۔ جن پر ناظرین کو غور چاہیئے۔
موسیٰ نے اپنی مثلیت کے لئے اپنی کوئی خاص صفت اُن امور کے سوا بیان نہیں کی۔ گو موسیٰ میں ہزاروں اور صفات ہوں۔ الّا یہ امر کہ وہ نبی مجھ سا کن صفات میں ہوگا۔ سوائے امور مذکورۂ پیشینگوئی کے بیان نہیں فرمایا۔ پس ہم یقین کرتے ہیں۔ اور ہر منصف تسلیم کریگا۔ انہیں امور میں تشبیہ اور مثلیت موسیٰ کو مقصود تھی۔ علاوہ بریں جب کسی چیز کو کسی چیز کا مثل کہا جاتا ہے۔ تو صرف چند امور محققہ میں تشبیہ مطلوب ہوتی ہے۔ اب ہم دکھلاتے ہیں کہ قرآن نے اس پیشینگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ثابت ہونے کا صرف دعویٰ ہی نہیں کیا۔ بلکہ کل مدارج طے کر کے سچا کر دکھایا۔ اور تمام امور مندرجۂ پیشینگوئی کو تسلیم کر کے بڑے دعوے سے کہا کہ آنحضرتؐ کے سوا اور کوئی اس کا مصداق ممکن نہیں۔
امرِ اول۔ بنی اسمٰعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔ دیکھو قرآن میں آنحضرتؐ کو حکم ہوا[۱]
وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ پارہ ۱۹۔ سورۂ شعراء۔ رکوع ۱۱۔ اسپر آنحضرتؐ اپنی قوم کو حکم دیتے ہیں۔
(۱) [۲]وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ۔ پارہ ۱۷۔ سورہ حج۔ رکوع ۱۰
(۲) [۳]رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ پارہ ۱۳۔ سورۂ ابراھیم۔ رکوع ۶۔

---

[۱] اور ڈر سنا دے اپنے نزدیک کے ناتے والوں کو ۱۲۔

[۲] اور محنت کرو اللہ کے واسطے جو چاہیئے اُسکی محنت اُس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی دین میں تم پر کچھ مشکل۔ دین تمہارے باپ ابراھیم کا اُس نے نام رکھا تمہارا مسلمان حکم بردار پہلے سے ۱۲

[۳] اے رب میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہاں کھیتی نہیں ہے تیرے ادب والے گھر کے پاس ۱۲"

دیکھو قرآن نے صاف بتایا۔ قرآن نے صریح کہا۔ قریش لوگو! تم اپنے باپ ابراہیمؑ کے مذہب کو اختیار کرو۔

امر دوم۔ وہ نبی موسیٰ کا سا ہوگا۔ اور قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہے۔

(۱) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ پارہ ۲۹۔ سورۂ مزمل۔ رکوع ۱۔

(۲) قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ۔ پارہ ۲۶۔ سورۂ احقاف۔ رکوع ۱۔

شَاهِدٌ کی تنوین واسطے تفخیم و تعظیم کے ہے۔ اور لفظ مِثْلِهٖ قابلِ غور ہے۔

(۳) قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ پارہ ۲۶۔ سورہ احقاف۔ رکوع ۴۔

نوٹ۔ حضرت موسیٰ کا قصہ بتکرار و کثرت قرآن میں مذکور ہونا اس امر کا اشارہ اور اظہار کرتا ہے کہ قرآن اپنے رسول عربی کو مثیلِ موسیٰ ثابت کرتا ہے۔

امر سوم کی نسبت فرماتا ہے۔

(۱) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ پارہ ۲۷۔ سورہ نجم۔ رکوع ۱۔

۱؎ ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتلانے والا تمہارا۔ جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول ۱۲

۲؎ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اسکو نہیں مانا۔ اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا۔

۳؎ بولے اے قوم ہماری ہم نے سُنی ایک کتاب جو اُتری ہے موسیٰ کے پیچھے سچا کرتی سب اگلوں کو سمجھاتی سچا دین اور راہ سیدھی ۱۲

۴؎ اور نہیں بولتا ہے اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو بھیجتا ہے ۱۲

(۲) لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ - پارہ ۲۹ - سورہ قیامۃ - رکوع ۱-

(۳) وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - پارہ ۱ - سورہ بقرہ - رکوع ۳-

نوٹ - کلام مُنہ میں ڈالنا یا دل میں ڈالنا - اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کلام اُس نبی کے قلب نبوّت پر لفظاً یا معناً بہمیں ترتیب بلا تقدم و تاخر خدا کی طرف سے ڈالا گیا ہے۔ آیت دوم میں خداوند خدا قرآن کا جامع اور قاری اپنی ذات مقدس کو ٹھیراتا ہے - اور آنحضرتؐ کو صرف پڑھ سُنانے والا مقرر فرماتا ہے - یہ بڑا بھاری اشارہ پیشینگوئی کے امر سوم کی طرف ہے کہ میں اپنا کلام اُس کے مُنہ میں دُونگا۔

امر چہارم - حجۃ الوداع یعنی آخری حج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا - چنانچہ چند الفاظ اُس طویل خطبے کے آخر سے نقل کئے جاتے ہیں - اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ فَقَالَ النَّاسُ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ۱۲

(۱) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا - پارہ ۶ - سورۂ مائدہ - رکوع ۱-

---

۱؎ نہ چلا تو اُس کے پڑھنے پر اپنی زبان کہ شتاب اُس کو سیکھ لے - وہ تو ہمارا ذمہ ہے اُس کو سمیٹ رکھنا اور پڑھانا - پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو ساتھ رہ تو اُس کے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اُسکو کھول بتانا ۱۲

۲؎ اور اگر تم شک میں ہو - اُس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لاؤ ایک سورت اس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو ۱۲ ۳؎ اے میرے پروردگار کیا میں نے سب کچھ پہنچا دیا - لوگوں نے کہا ہاں - تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اے اللہ میرے تو گواہ رہ ۱۲

۴؎ آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی ۱۲ -

نوٹ - یہ آیت اور وہ حدیث باظہارِ حق و باقرار عباد گواہی دیتی ہے کہ آنحضرتؐ نے سب کچھ بتلایا۔

امرِ پنجم - تمام مکہ اور حجاز کے گھر گھر کو دیکھو تمام مخالفوں اور اسکا کہا نہ ماننے والوں کا نام و نشان نہ رہا۔ اور دیکھو کہ آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ[1] کی پیشینگوئی کیسی پوری ہوئی اہلِ حجاز پر ہی کیا منحصر ہے تمام عرب اور بلادِ شام پر غور کرو۔ جو خدا کی خاص چھاؤنی اور کل انبیائے بنی اسرائیل کا ہیڈ کوارٹر اور کالج ہے۔ دیکھو اسی پیشینگوئی کے مطابق قرآن فرماتا ہے۔

(۱) اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنَاهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا[2] - پارہ ۲۹ - سورۂ مزمل - رکوع ۱۔

(۲) يَا قَوْمَنَا اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاءُ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[3] ۝ پارہ ۲۶ - سورہ احقاف - رکوع ۴ -

امرِ ششم - قرآن فرماتا ہے۔

(۱) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ[4] ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ۝ پارہ ۲۹ - سورہ حاقہ - رکوع ۲ -

---

[1] بیشک جو بیری ہے تیرا وہی رہا پیچھا کٹا۔ [2] ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول۔ پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا۔ پھر پکڑا ہم نے اُس کو پکڑ وبال کی ۱۲

[3] اے قوم ہماری مانو اللہ کے بُلانے والے کو اور اُسپر یقین لاؤ۔ کہ بخشے تم کو تمہارے گناہ اور بچاوے تم کو ایک دُکھ کی مار سے اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے بُلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکیگا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اُس کو اُس کے سوا مددگار۔ اور وہ لوگ بھٹکے ہیں صریح ۱۲ [4] اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اس کا داہنا ہاتھ۔ پھر کاٹ ڈالتے اس کی ناڑ۔ پھر تم میں کوئی نہیں اُس سے روکنے والا۔ ۱۲

(۲) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ لِىۡ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا ؕ[ا]

پارہ ۲۶ - سورۂ احقاف - رکوع ۱-

(۳) يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ - پارہ ۶ - سورۂ مائدہ - رکوع ۱۰-[۲]

نوٹ - پہلی اور تیسری آیت کی مجمل تفسیر دیکھو مضمون قرآن کی پیشینگوئیاں-

امر ہفتم کی نسبت تمام قرآن مالامال ہے- فروگذاشت کے خوف سے چند آیات مرقوم ہیں-

اٰیات منع شرک

(۱) قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ پارہ ۳ - سورۂ عمران - رکوع ۷-[۳]

(۲) قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡ اَلَّا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ۚ سیپارہ ۸ - سورۂ انعام - رکوع ۱۹-[۴]

(۳) قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡىَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔ سیپارہ ۸[۵]

---

[۱] کیا کہتے ہیں یہ بنالایا۔ تو کہہ اگر میں بنالایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کرسکتے اللہ کے سامنے کچھ ۱۲

[۲] اے رسول پہنچا جو اُترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر یہ نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اُس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے ۱۲ [۳] تو کہہ اے کتاب والو آؤ۔ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراویں اُس کا کسی چیز کو۔ اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے ۱۲

[۴] تو کہہ آؤ میں سنادوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ نہ شریک کرو اُسکے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ سے نیکی ۱۲ [۵] تو کہہ میرے رب نے منع کیا بیحیائی کے کام کو جو کھلے ہیں ان میں اور جو چھپے ہیں اور گناہ اور زیادتی ناحق کی اور یہ کہ شریک کرو اللہ کا جس کی اُس نے سند نہیں اُتاری۔ اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہیں ۱۲

سورہ اعراف - رکوع ۴ -

(۴) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًا ؕ سیپارہ ۵ - سورۂ نساء - رکوع ۶ -

(۵) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا - سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۷ -

(۶) وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا - سیپارہ ۱۸ - سورۂ فرقان رکوع ۱ -

(۷) وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۞ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا - سیپارہ ۱۹ - سورۂ فرقان - رکوع ۴ -

امرِ ہشتم - اسپر ہم نے برہانِ نبوت کے واسطے ایک علیحدہ باب قائم کیا ہے - اور مفصّل مضمون لکھا ہے - دیکھو مضمون قرآن کی پیشین گوئیاں - مگر اس جگہ مختصراً اُس مضمون کی تجدید کی جاتی ہے -

---

ا؎ اور بزرگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اُس کے ساتھ کسی کو ۱۲ -

۲؎ تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اُس کا شریک پکڑلے - اور بخشتا ہے اُس سے نیچے جس کو چاہے - اور جس نے ٹھہرایا شریک اللہ کا اُس نے بڑا طوفان باندھا - ۱۲

۳؎ اور لوگوں نے پکڑے ہیں اُس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں بناتے کچھ چیز اور آپ بنے ہیں - اور نہیں مالک اپنے حق میں ہیں بُرے کے نہ بھلے کے اور نہیں مالک مرنے کے نہ جینے کے اور نہ جی اٹھنے کے ۱۲

۴؎ اور جہاں تجھ کو دیکھا کچھ کام نہیں تجھ سے - مگر ٹھٹھے کرتے کیا یہی ہے جس کو بھیجا اللہ نے پیغام دے کر یہ تو لگا ہی تھا کہ بچلاوے ہم کو ہمارے ٹھاکروں سے - کبھی ہم نہ ثابت رہتے اُن پر - اور آگے جائیں گے جسوقت دیکھیں گے عذاب کون بچلا ہے راہ سے ۱۲

اوّل اوّل آنحضرتؐ نے مکّے میں موسیٰ کی مثلیت کا دعویٰ کیا۔ اور[1] اپنے مخالفین کو آنے والے عذاب سے مخالفت کے باعث ڈرایا۔ اسپر کفار مکّہ نے کہا کہ اگر تو سچا ہی تو اُس کا نشان ہمیں دکھا کہ ہم پہ عذاب آوے۔ چنانچہ قرآن مجید اس معاملے کی اسطرح خبر دیتا ہی۔

فَقَدْ[2] كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ۔ سیپارہ ۷۔ سورہ انعام رکوع ۱۔

اس آیت میں بدوں میعاد معینہ کے مطلق تکذیب پر ہلاکت کی خبر دی۔ پھر فرمایا۔

---

[1] اس مقام پر آنحضرت کا خط جو انہوں نے خیبر کے یہود کو لکھا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی۔ اس سے غرض یہ ہی کہ آپ بڑے استقلال اور قوی یقین سے مثلیت کا دعویٰ کرتے تھے! ور آپکے مخاطبین تعصب اور حسد کے سوا انکار کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے تھے۔ ابن ہشام۔ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب موسیٰ و اخیہ والمصدق لما جاء به موسیٰ۔ الا ان اللہ قد قال لکم یا معشر اهل التوراة وانکم لتجدون ذٰلك فی کتابکم۔ محمد رسول اللہ۔ وانی انشدکم باللہ الا اخبرتمونی هل تجدون فیما انزل اللہ علیکم ان تؤمنوا بمحمدؐ فان کنتم لا تجدون ذٰلك فی کتابکم فلا اکرہ علیکم قد تبین الرشد من الغی۔

ترجمہ۔ محمد رسول اللہ کیطرف سے جو موسیٰ کا مثیل اور اس کا بھائی اور اُسکی تعلیمات کو سچا کرنیوالا ہی۔ اے گروہ اہل تورات دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرمایا اور تم اس بات کو اپنی کتاب میں پاتے ہو" محمد اللہ کا رسول ہی" اور میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ تو سہی جو کچھ اللہ نے تمپر اُتارا تم اسمیں یہ نہیں لکھا پاتے کہ تم لوگ محمدؐ پر ایمان لاؤ۔ اگر تم اپنی کتاب میں نہیں پاتے ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ ضلالت اور ہدایت ممتاز ہو چکی ہی۔۱۲ ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۹۶

[2] جھٹلا چکے حق بات کو جب اُن تک پہنچی اب آگے آویگا اُن پر حق اس بات کا جسپر ہنستے تھے۔ کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں ہمنے پہلے اُن سے سنگتیں اُنکو جمایا تھا ہمنے ملک میں جتنا تمکو جمایا۔ اور چھوڑ دیا ہمنے اُنپر آسمان برستا اور بنا دیں نہریں بہتی اُنکے نیچے پھر ہلاک کیا اُنکو اُنکے گناہوں پر اور کھڑی کی اُنکے پیچھے اور سنگت ۱۲

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ[1] وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ - سیپارہ ۷ - سورۂ انعام - رکوع ۸ -

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً[2] مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ -

سیپارہ ۹ - سورۂ انفال - رکوع ۴ -

اِس آیت میں یہ بات بتائی - کہ تیرے یہاں ہوتے ہوئے - یعنی مکّے میں وہ عذاب نہیں آئیگا

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ[3] لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۰ - سورہ نمل - رکوع ۶ -

اس میں بتایا کہ یہ عذاب کچھ حصّہ اُس عذاب موعود کا ہوگا - اور تمہاری تباہی اور استیصال کا شروع ہوگا -

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا[4] تَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۲ - سورہ سبا - رکوع ۳ -

نوٹ - نبوت کا دن ایک برس کا ہوتا ہے - جیسے دن جو ساتھ صبح اور شام کے نبوّت میں لکھا ہو یا شام یا صبح سے شروع کرے - تو چوبیس گھنٹے کا شمار ہوتا ہے - ورنہ ایک سال کا -

دیکھو اندرونہ بائیل صفحہ ۳۱۳ -

---

[1] اور تیری قوم نے اُسے جھٹلایا حالانکہ یہ حق ہے تو کہدے اے محمد میں تم پر وکیل نہیں ہوں - ہر ایک خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے - پس عنقریب تم جان لوگے ۱۲

[2] اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر برسا آسمان سے پتھر یا لا ہم پر دُکھ کی مار اور اللہ ہرگز عذاب نہ کرتا اُن کو جب تک تو تھا اُن میں ۱۲

[3] اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ شاید تمہاری پیٹھ پر پہنچی ہو بعض چیز جسکی شتابی کرتے ہو ۱۲

[4] اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ - اگر تم سچے ہو - تو کہہ تم کو وعدہ ہے ایک دن کا - نہ دیر کروگے اُس سے ایک گھڑی نہ شتابی ۱۲ -

پادری صاحبان غور کرو قرآن نے کیسا معجزہ دکھلایا۔ کہ اُن کے زوال کا وقت بھی بتا دیا۔ اور یہ وعدہ جنگ بدر میں پورا ہوا۔ کیونکہ بدر کی لڑائی ٹھیک ایک برس بعد ہجرت کے واقع ہوئی۔ یعنی ۱۵ / جولائی ۶۲۲ء کو آنحضرتؐ مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے۔ اور ۶۲۳ء میں قریش سے جنگ بدر ہوئی[1] اور اس بدر کی لڑائی کو قرآن نے آیت یعنی بڑا نشان ٹھیرایا جو کامیابی اسلام کا گویا آغاز ہی۔ چنانچہ فرمایا۔

[2] قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ - سیپارہ ۳ - سورۂ عمران - رکوع ۲ -

[3] وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٥ سیپارہ ۴ - سورۂ عمران - رکوع ۱۳ -

یہاں وہ پیشینگوئی جو یسعیاہ باب ۲۱ درس ۱۳ سے شروع ہوتی ہی پوری ہوئی "عرب کی بابت الہامی کلام - عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرتے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھکو یُوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔ اور تیر اندازوں کی جو باقی رہی قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یُوں فرمایا"۔

---

[1] دیکھو سنین اسلام جلد اول - مصنفہ ڈاکٹر لیٹز صفحہ ۲۷ - مطبوعہ انجمن پنجاب لاہور -

[2] ابھی ہو چکا ہی تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہی کہ لڑتی ہی اللہ کی راہ میں اور دوسری منکر ہی یہ انکو دیکھتی اپنی دو برابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہی اپنی مدد کا جسکو چاہے اسی میں خبردار ہو جاویں جنکو آنکھ ہی ۱۲

[3] اور تمہاری مدد کر چکا ہی اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔ سو ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم احسان مانو ۱۲

اس لڑائی میں قیدآر کے اکثر سردار مارے گئے۔ اور وہ کامیابی جو سچائی کا معیار ہوتی ہے ظاہر ہوگئی۔ اور یہ بدر کی فتح اسلام کے حق میں ایسی ہی اکسیر اعظم ہوئی۔ جیسی جنگ ملوین[۱] برج کی فتح دین عیسوی کے حق میں۔

نویں[۹] امر کی نسبت قرآن فرماتا ہے۔

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی[۲] الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَارِ۔ سیپارہ ۲۸۔ سورۂ حشر۔ رکوع ۱۔

توارت میں بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ سچے نبی سے ڈریں لیکن اُن لوگوں نے کُفّارِ مکّہ کی طرح نبی برحق کی مخالفت کی۔ وعیدِ الٰہی سے نڈر ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بنی نضیر (بنی اسرائیل) ویران اور تباہ ہو کر مدینے سے نکل گئے۔

بعض عیسائی کہتے ہیں کہ یہ بشارت مسیح کے حق میں ہے۔ پر یہ دعویٰ اُن کا صحیح نہیں کیونکہ مسیح اور موسیٰ کے حالات میں کسی قسم کی مماثلت جو پیشینگوئی میں مندرج ہی ہرگز نہیں پائی جاتی۔

وجہ اوّل[۱] یہ ہی کہ مسیح صاحب شریعت نہ تھے بلکہ شریعت موسوی کے پیرو تھے۔ چنانچہ اُن کے بپتسما لینے۔ ختنہ کرانے۔ یورشلم میں آنے سے ظاہر ہے۔

دوم[۲]۔ مسیح نے خود بھی تو دعویٰ نہیں کیا۔ کہ بشارت مثلیت میرے حق میں ہو اور نہ اُنکے حواریوں نے اس بشارت کو اُنکی طرف منسوب کیا۔ بلکہ اعمال باب ۳-۱۹ سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح اس کا مصداق نہیں۔ "پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہی کہ آسمان اُسے لئے رہے۔ اُسوقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر اپنے

---

[۱] یہ لڑائی ۳۱۲ء میں قسطنطین اعظم اور میگزیشن قیصر میں ہوئی تھی اور قیصر مذکور کو جو اس میں شکست ہوئی اُسکو عیسائی فتح مبین اپنے دین کی سمجھتے ہیں ۱۲

[۲] اور ڈالی اُنکے دلوں میں دُعاکہ اُجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سو دہشت مانو اے آنکھ والو ۱۲

سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا۔ اپنی حالت پر آویں۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا۔ کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میرے مانند اُٹھائیگا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ ہر نفس جو اُس نبی کی نہ سُنے۔ وہ قوم سے نیست کیا جاویگا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا اُن دِنوں کی خبر دی ہے۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو۔ کہ خدانے باپ دادوں سے باندھا ہے۔ جب ابرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دُنیا کے سارے گھرانے برکت پاوینگے۔ تمہارے خُدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اُٹھا کے پہلے بھیجا۔ کہ تم میں سے ہر ایک کو اُسکی بدیوں سے پھیر کے برکت دے"۔ اِس سے کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

اوّل۔ مسیح کی آمد اوّل کے بعد اور آمد ثانی سے پہلے اس پیشین گوئی کا پُورا ہونا ضروری ہے۔

دوم۔ مُوسیٰ ؑ کے بعد یوشع اور اسکے بعد کے انبیاء اور سموئیل سے لیکر پچھلوں تک کوئی بھی اس کا مصداق نہیں ہوا۔

سوم۔ حضرت ابراہیم کی دُعا کو سوائے ارسال اُن انبیا کے جو بنی اسرائیل میں سے مُرسل ہوئے۔ کوئی خاص خصوصیت اُس نبی سے ہے۔

چھارم۔ مسیح اُس نبی سے پہلے آیا۔ اب اُس دُوسرے کی ضرورت ہوئی۔

پنجم۔ حواری کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ اس بشارت کا مصداق نبی مسیح سے پہلے نہیں گذرا۔ اور خود مسیح بھی نہیں۔ اِس لئے کہ اُس نبی کے آنے تک ضرور ہے۔ کہ آسمان مسیح کو لئے رہے۔

سوال۔ اگر کوئی شخص کہے کہ بنی عیسو اور بنی قطورا کیوں اُسکے مصداق نہیں ہوسکتے۔

جواب۔ اوّل اُن میں سے کسی نے اِس پیشینگوئی کو اپنے حق میں ثابت نہیں کر دکھایا۔

دوم۔ پولوس نامۂ رومیاں ۹ باب۔ درس ۱۳ میں فرماتا ہے۔ خداوند نے یعقوب ؑ سے

محبت کی۔ اور عیسو سے عداوت۔

سوم۔ عیسو نے مسور کی دال پر اپنی نبوت بیچدی۔ پیدائش ۲۵ باب ۳۲-۳۳-

چہارم۔ یعقوب نے فریب سے نبوت کا ورثہ اُس سے لے لیا۔ پیدائش ۲۷ باب ۳۵-

بنو ابنائے قطورا زندگی ہی میں خارج ہو چکے تھے۔ مرتے وقت صرف اسمٰعیل اور

اسحاق پاس تھے۔ پیدائش ۲۵ - باب لغایت ۹ -

حل الاشکال میں اِس پیشین گوئی پر اعتراض کیا کہ بشارت میں تجھ میں سے کا لفظ وارد ہے

جواب (۱) خدا کے اس کلام میں جو موسیٰ نے نقل کیا یہ لفظ نہیں۔

(۲) یہ لفظ تجھ میں سے۔ اعمال باب ۳-۲۲- میں نہیں۔

(۳) یونانی ترجمے میں نہیں۔

دُوسرا اعتراض۔ مسیحؑ نے اس بشارت کو اپنی طرف نسبت کیا۔

جواب (۱) چونکہ مسیح بقول آپ کے مصلوب و مقتول ہوئے تو اسکے مصداق نہ رہے۔

(۲) اس بشارت کو مسیحؑ نے بالتخصیص اپنی طرف نسبت نہیں کیا۔ دیکھو۔ یوحنا باب ۵

۴۶ تخصیص بشارت کا پتا ہی نہیں دیا۔ اور یُونہی گول مول رہنے دیا۔

(۳) صاحب حل الاشکال نے میزان میں۔ فصل ۲۔ باب ۲ میں لکھا ہے کہ پیدائش

باب ۳-۱۵- میں مسیح کی بشارت ہے۔ پھر یہی یوحنا۔ باب ۵ - ۴۶ - میں کیوں نہیں۔

(۴) یوحنا باب ۱- ۲۰ -۲۵ - اور اُس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا۔ کہ

میں مسیح نہیں۔ تب اُنہوں نے اُس سے پُوچھا۔ کہ تو اور کون کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا۔

مَیں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔

یوحنا انجیلی۔ یُوحنا بپتسما دینے والے کی شہادت میں لکھتا ہے کہ نہ وہ مسیح ہے

نہ ایلیا۔ نہ وہ نبی۔ اور ریفرنس میں وہ نبی کا نشان استثنا باب ۱۸- ۱۵ - و ۱۸ دیا ہے

یعنی موسیٰؑ کے مثل نبی۔ اور وہ صرف نبی عربی ہے۔

پادری عماد الدین نے تحقیق الایمان میں اور پادری ٹھاکر داس نے عدم ضرورت قرآن میں مماثلت پر گفتگو کی ہے۔ اور بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ جسے دیکھکر اُن کی ناکامیاب کوششوں پر سخت افسوس آتا ہے۔ پادری عماد الدین نے بچوں کا قتل۔ چالیس دن کا روزہ۔ معجزات اور شریعت رُوحانی (معدوم الوجود) بمقابلہ شریعت موسوی کے وجہ مماثلت ٹھہرائی ہے۔

تعجّب کی بات ہے۔ کیونکہ موسیٰؑ کے وقت بچوں کا قتل ہوا ہی نہیں۔ بلکہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پہلے بنی اسرائیل کی کثرت کے خوف سے یہ کارروائی کی تھی۔ اور چالیس دن کا روزہ تو ایلیا نے بھی رکھا۔ دیکھو اوّل سلاطین ۱۹ باب درس ۸۔ رہے معجزات ایلیا نے بھی مُردے زندہ کئے۔ دیکھو اوّل سلاطین ۱۷ باب ۲۲و۲۳۔ و دوم سلاطین۔ باب ۴۔ ۳۵۔ ایلیا نے دریا کے دو حصّے کر کے زمین خشک نکالی۔ اور دریا پار ہوا۔ دیکھو دوم سلاطین باب ۲۔ ۸۔ ایلیا نے دُوسروں کو معجزات کے لائق بنایا۔ دوم سلاطین باب ۲۔ ۱۰۔ ایلیا جسم سے آسمان پر چلا گیا۔ دوم سلاطین باب ۲۔ ۱۱۔ ایلیا نے تیل کو بڑھایا۔ دوم سلاطین باب ۴۔ ۳۔ ایلیا کی رُوح سے الیشع نے کوڑھ اچھا کیا۔ دوم سلاطین باب ۵۔ ۱۰و۱۴۔

تیسری بشارت

خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اُسکے داہنے ہاتھ میں شریعت ہی۔ ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔ توریت کتاب ۵۔ باب ۳۳۔ ۲

آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمان کو جلال سے چھپا دیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ حبقوق۔ باب ۳۔ ۳۔ سینا سے موسیٰ جیسا بادشاہ صاحبِ شریعت ظاہر و باطن نکلا۔ سعیر سے جسکے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے۔

مسیح ظاہر ہوا۔

قرآن نے اس پیشنگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیان کیا ہے۔ دیکھو۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝

قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی ۱۲۔

ان تین مقامات کی خصوصیت نہایت غور کے قابل ہے۔ عہد عتیق میں اس تخصیص کی وجہ مفصل مذکور ہوئی تھی۔ قرآن کا طرز ہے کہ جس بات کی تفصیل عہد عتیق و جدید میں نہ ہو۔ اُسکی تفصیل کرتا ہے۔ اور جس کا بیان وہاں مفصل ہو۔ اُسکی طرف مجمل اشارہ کرتا ہے۔ اب دیکھو قرآن نے مسیح کے مبدائے ظہور کو تین اور زیتون سے تعبیر فرمایا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ زیتون کے پہاڑ کے پاس مسیح نے ایک گدھے کا بچہ منگوایا۔ اور اسکے ذریعے سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشنگوئی کو ثابت کیا۔ دیکھو لوقا۔ باب ۱۹۔ ۳۰۔ متی۔ باب ۲۱۔ ۱ مرقس باب ۱۱۔ ۱

تین کے درخت کے پاس ایک معجزہ ظاہر کیا۔

دیکھو مرقس باب ۱۱۔ ۱۴۔ اور انجیر کا نشان دینے پر ایک شخص ایمان لایا۔ یوحنا باب ۱ ۴۸۔ وادی فاران اور دشتِ فاران کی تفسیر قرآن نے یہ فرمائی ہے کہ فاران سے شہر مکہ مراد ہے۔ جہاں مسیح جیسا بشیر اور موسےٰ جیسا بشیر و نذیر نکلا۔ جسکی شریعت کی نسبت کہا گیا۔

اَلْيَوْمَ[1] اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ مائدہ رکوع ۱۔

(۱) فاران کے پہاڑ سے ایسا ظاہر ہوا کہ تمام دُنیا اُس کا لوہا مان گئی۔ اُسکے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ اُس کا لشکر ملائکہ کا لشکر ہے۔ اُسکے سبب خدا جنوب سے آیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ موافق اور مخالف نے محمد محمد یا احمد احمد پکارا۔

[1] آج میں نے پورا کر دیا تمہارے لئے دین کو تمہارے اور پوری کر چکا میں اوپر تمہارے نعمت کو اپنی اور پسند کیا [illegible]

اِس سے زیادہ زمین اور ستایش سے اور کیا بھرتی۔ دشمن بھی محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں۔ پُرانے عربی ترجموں میں "اُس کی ستایش سے زمین بھر گئی" کے بجائے یہ لفظ لکھے ہیں وَامْتَلَأَتِ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِیْدِ اَحْمَدَ[۱]۔

نوٹ۔ محمدؐ بمعنی ستایش کیا گیا۔ اور احمدؐ بڑا ستایش کیا گیا۔ کیونکہ صیغۂ افعل مبالغہ، فاعل اور مفعول دونوں کے لیئے آتا ہے۔

(۲) سیناکی جنوبی حد سے فاران شروع ہوتا ہے۔ مکہ۔ مدینہ اور تمام حجاز فاران میں ہے کون دُنیاکی ابتدا سے سوائے نبی عربی صاحب شریعت ستایش کیا گیا۔ یعنی محمدؐ یا احمدؐ کے فاران میں پیدا ہوا۔

(۳) وادی فاطمہ[۲] میں گل جذیمہ یعنی پنجۂ مریم بیچنے والوں سے پوچھو۔ کہ وہ پھول کہاں سے لاتے ہیں۔ تو لڑکے اور بچے بھی یہی کہینگے۔ کہ مِنْ بَرِیَّةِ فَارَانَ یعنی دشتِ فاران سے۔

(۴) وہ کونسا فاران ہے۔ جس میں سے خدا ظاہر ہوا۔ جہاں سے مسیح کے بعد رسول نکلا۔ اور اسپر روشن شریعت نازل ہوئی۔ وہ کونسا مذہب ہے جو فاران سے نکل کر تمام دُنیا کے مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔

(۵) اسمٰعیلؑ کی اولاد کو برکت کا وعدہ تھا۔ وہ اولاد اسمٰعیل کی عرب میں آباد ہوئی تھی اور اُن میں سے موسیٰ کا سانبی ظاہر ہوتا تھا۔

(۶) فاران کے معنی وادی غیر ذی زرع کے ہیں۔ اور یہی مکّے کی صفت قرآن میں بیان ہوئی۔ اس مضمون کے شروع میں دیکھ لو۔

---

[۱] اور بھر گئی زمین ستایش سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۲۔

[۲] وادی فاطمہ مکّے اور مدینے کے درمیان ایک پڑاؤ ہے۔ ملکی زبانی روایتوں کے رُو سے جو تواریخ قدیمہ کی جزو اعظم خیال کی جاتی ہیں یہ ثبوت بھی عجیب ثبوت ہے ۱۲۔

(۷) یسعیا ۲۱ باب ۱۶ میں دیکھ۔ قیداریوں کا عرب میں ہونا ثابت ہی۔ اور وہ اسمٰعیل کا بیٹا ہے۔ دیکھو توریت باب لشکر ملائکہ کے ثبوت کے لئے۔ دیکھو یہودا کا عام خط۔ باب ۱ ۱۴۔ دیکھ خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آتا ہی۔ تاکہ سبھوں کی عدالت کرے۔

عیسائیوں نے اس بشارت پہ بڑی کوششوں سے اعتراض جمائے ہیں۔ قبل اسکے کہ اُنکے اعتراض اور تردیدوں کا بیان کیا جائے۔ حضرت ہاجرہ والدۂ اسمٰعیلؑ اور اسمٰعیلؑ کا قصہ مختصراً بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اعتراضات اور جوابات میں امتیاز رہے۔

(۱) حضرت ابراہیمؑ جب بہت بوڑھے ہوئے۔ چاہا کہ اپنے غلاموں سے کسی کو وارث بناویں۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ تیرا بیٹا ہی تیرا وارث ہوگا۔ پیدائش باب ۱۵-۴۔

(۲) حضرت ابراہیم کی پہلی بیبی حضرت سارہ بہت بوڑھی ہو گئی تھیں۔ اسلئے اُنہوں نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کے نکاح میں دیدیا۔ پیدائش باب ۱۶-۳-

(۳) حضرت ہاجرہؑ سے سارہ کو جیسی کہ عادۃً سَوتوں میں ایک رنجش پیدا ہوجاتی ہے۔ کچھ کشیدگی سی ہوگئی۔ اسلئے حضرت ہاجرہ تنگ آکر وہاں سے نکلیں راستے میں فرشتے نے کہا واپس جا۔ اللہ تجھے برکت دیگا۔ تیری اولاد وسیع اور بے شمار ہوگی۔ تیرے ایک لڑکا ہوگا۔ اُس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا۔ وہ عربی ہوگا۔ اُس کا ہاتھ سب پہ ہوگا۔ پیدائش ۱۶ باب ۶-۱۱-

نوٹ۔ حال کے ترجموں میں "اُس کا ہاتھ سب کی ضد میں" لکھا ہے۔ اگرچہ اس ترجمے کو تسلی اور برکت کا لفظ باطل کرتا ہے۔ الّا پھر بھی ایک عجیب بات اسکے سچ ماننے پر ہمیں مائل کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب کو ہمیشہ سے حضرت اسمٰعیلؑ اور بنی اسمٰعیل سے ضد رہتی تھی۔ یہ ایک قدرتی ثبوت ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُن کے دل میں حضرت اسمٰعیلؑ کی حقیقت کھٹکتی چلی آتی ہے۔

اور وہ بمقابلے اپنے بھائیوں کے سکونت کریگا۔ پیدائش ۱۶ باب ۱۲-

(۴) حضرت ہاجرہ حاملہ ہوئیں اور لڑکا جنیں۔ اور اس کا نام اسمٰعیلؑ ہوُا۔ پیدائش باب ۱۶-۱۵-

(۵) پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے کہا کہ اب تیرا نام ابرام نہ پکارا جاویگا۔ بلکہ ابراہام۔ کیونکہ تجھ سے بہت سی قومیں پیدا ہونگی۔ اور سب کا باپ کہلائیگا۔ پیدائش ۱۷- باب ۵-

(۶) پھر ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کے لئے دُعا کی۔ خدا نے کہا۔ مَیں نے تیری دُعا اسمٰعیلؑ کے حق میں سُنی۔ بیشک مَیں اُسے برکت دُونگا۔ اور برومند کرونگا۔ اُسکی اولاد بکثرت ہوگی۔ اور اُس کی پُشت سے بارہ امام یا شاہزادے پیدا ہونگے۔ اور مَیں اُن کو ایک قوم عظیم اور ممتاز کرونگا۔ پیدائش باب ۱۷- ۲۰-

(۷) اسمٰعیل کے لئے برکت اور عہد دونوں ہیں۔ پیدائش باب ۱۷- ۷-

(۸) حضرت اسمٰعیلؑ جب تیرہ برس کے ہوئے اُنکا ختنہ ہوُا۔ اور کہیں اسحاقؑ پر ہنسے۔ سارہ اسپر ناراض ہوئیں اور کہا ہاجرہ کو مع اُسکے فرزند کے نکال دے۔ اسلئے کہ یہ بشمول اسحاق وارث نہ ہو۔[۱] خدائے تعالےٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا رنجیدہ مت ہو۔ جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کر۔ اسحاق تیری اولاد ہے۔ مگر مجھے ہاجرہ کے فرزند سے ایک قوم بنانا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا نطفہ ہے۔ علی الصّباح ابراہیم نے ہاجرہ اور اسمٰعیل کو روٹی اور پانی دے کر نکالدیا۔ اور انہوں نے بیرشبع پر راستہ گم کیا۔ قصّہ مختصر خشک بیابان میں تکلیف اُٹھاتے اُٹھاتے ایک دفعہ پانی سے ناچار ہوگئیں۔ اور درخت کے نیچے بچے کو کوڈال دیا۔ اور آپ دُور جا بیٹھیں۔ تاکہ اُس کی پیاس کی موت کو نہ دیکھیں۔ اور آسمان

---

۱ سارہ کا یہ کلام رنجش اور کمزوری کے سبب سے ہے۔ خدا کی طرف سے الہام نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے دل سارہ کی طرف سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو اسمٰعیل کی نسبت اُن کے دل صاف نہیں ہوتے ۱۲-

کی طرف مُنہ کرکے روئیں۔تب فرشتے نے آواز دی۔کیا تو بیمار ہے۔خوف مت کر خداوند نے تیرے بچے کی آواز سُن لی۔اے ہاجرہ اُٹھ اور بچے کو اُٹھا۔اسواسطے کہ میں اُسے قوم کا بزرگ بناؤنگا۔اور خدا نے اُس کی آنکھیں کھولیں۔تب اُنہوں نے ایک چشمہ پایا۔ (وہی جسے مسلمان چاہ زمزم کہتے ہیں) اسمٰعیل بڑھے اور تیر انداز ہوئے۔

حضرت اسمٰعیل کی والدہ ہاجرہ نے پھرتے پھرتے آخر کہاں مقام فرمایا اور کس جگہ سکونت اختیار کی۔تحقیق طلب بات ہے۔لیکن ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ فاران میدان میں بمقام بیت اللہ مکۂ معظمہ میں وہ ٹھہریں۔اور اس امر کے ثبوت کے لئے وجوہات ذیل ہیں۔

(۱) تواتر۔اور یہ وہ دلیل ہے کہ اگر اسپر وثوق نہ رہے۔تو پھر تواریخ قدیمیہ کے اثبات کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔توراۃ کو موسیٰؑ کی کتاب ماننا تو تواتر سے۔مسیح کو ناصری یا ابن داؤد ماننا تو تواتر سے۔

(۲) ملکی اور قومی روایات اور مشہورہ حکایات سے جنکا ذکر تواریخ میں اور لوگوں کی زبانوں پر غیر متبدل اور مستحکم چلا آتا ہے۔اس لحاظ سے بھی اس قصے کی تصدیق ضروری اور لابدی امر ہے۔کیونکہ کسی تاریخی واقعے کی تکذیب کر دینا باوجودیکہ وہ عقل کے مخالف نہ ہوں سخت غلطی ہے۔

پس جبکہ ملکی روایات اور مشہورہ حکایات اور تواریخ قدیمیہ متفقاً ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ نے وادی مکہ میں سکونت کی اور ملک حجاز۔وُہی دشتِ فاران ہے۔تو کونسی بات ان امور کے قبول کرنے سے ہمیں مانع ہے۔کیا کوئی قانون قدرت اسے محال بتلاتا ہے۔یا عقل اُس کو باور کرنے سے کتراتی ہے۔

(۳) پُرانے جغرافیوں اور قدیم کھنڈرات کی تحقیقات کرنی چاہیئے کہ اسمٰعیلؑ کہاں آباد ہوئے جہاں وہ مقام ملے وُہی اُنکی سکونت کا مقام ہوگا۔اور وُہی مقام وادی فاران ہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ پہلا بنایوث عرب کے شمال مغربی حصے میں آباد ہوا۔ ریورنڈ کانزی پی کاری ایم اے نے اپنے نقشے میں اُس کا نشان ۲۸ و ۳۰ درجہ عرض شمالی اور ۳۶ و ۳۸ درجہ طول مشرقی کے درمیان میں لگایا ہے۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ بنایوث کی اولاد عربیا پیٹرا سے مشرق کی طرف عربیا دیرنا تک اور جنوب کی طرف خلیج الامتک و حجاز تک پھیل گئی تھی۔

اسٹریبر کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ بنایوث کی اولاد نے اس سے بھی زیادہ ملک گھیر لیا تھا۔ اور مدینے تک اور بندر حورا اور بندر ینبوع تک جو بحر قلزم کے کنارے پر ہے۔ اور مدینے سے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اُن کی عملداری ہوگئی۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنایوث کی اولاد صرف پتھریلے میدانوں میں نہیں پڑی رہی۔ بلکہ حجاز اور نجد کے بڑے بڑے ضلعوں میں پھیل گئی۔ ممکن ہو کہ رفتہ رفتہ بنایوث کی اولاد عرب کے بہت بڑے حصے میں پھیل گئی ہو۔ اِلّا یہ بات کہ بنایوث کی سکونت اور اسکی اولاد کی سکونت عرب ہی میں تھی۔ بخوبی ثابت ہے۔

دوسرا بیٹا قیدار[1]۔ بنایوث کے پاس جنوب کیطرف حجاز میں آباد ہوا۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر لکھتے ہیں کہ اشعیا نبی کی کتاب سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہے۔ جس میں مکہ اور مدینہ بھی شامل ہے۔ اور زیادہ ثبوت اسکا حال کے جغرافیے میں شہر الحذر اور بنت سے پایا جاتا ہے۔ جو اصل میں القیدار اور بنایوث ہیں۔ یورنیس اور بطلیموس اور پلینے اعظم کے زمانوں میں یہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں۔ کیڈری یعنی قیڈری۔ دری مخفف قیدری۔ اور

[1] معنی لفظ قیدار صاحب الابل۔ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۳۳۱ لفظ قیدار کے معنی ہیں۔ اُونٹوں والا۔ معلوم ہوا کہ قیدار ہی حضرت اسمٰعیلؑ کے ولیعہد اور معتنی بہ شخص تھے۔ آپکا نام بھی عرب اور اس کے خصوصیات سے عجیب مناسبت رکھتا ہے ۱۲۔

گدرونائیبنی یعنی قیداری - کدربتی یعنی قیڈری - دیکھو ہسٹری جغرافیہ جلد اوّل صفحہ ۲۴۸ - پس بخوبی ثابت ہے کہ قیدار حجاز میں آباد تھا - کاتری پی کاری نے اپنے نقشے میں قیدار کی آبادی کانشان ۲۶ و ۲۷ درجہ عرض شمالی - ۳۷ و ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا -

تیسرا[۳] بیٹا ادبیل ہے - بموجب سند جوزیفس کے ادبیل بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسائے میں آباد ہوا -

چوتھا[۴] بیٹا مبسام ہے - مگراُس کی سکونت کے مقام کا پتا نہیں ملتا -

پانچواں بیٹا مشماع ہی - مسٹر فاسٹر کا یہ قیاس صحیح ہی کہ عبرانی میں جس کو مشماع لکھا ہے - اُسی کو یونانی ترجمہ سبٹوا جینٹ میں مشما - اور جوزیفس نے مسماس اور بطلیموس نے مسمیز لکھا ہے - اور عرب میں اُسی کی اولاد بھی مسما کہلاتی ہی - پس کچھ شبہ نہیں کہ یہ بیٹا اولاً قریب نجد کے آباد ہوا -

چھٹا[۶] بیٹا دوماہ تھا - مشرقی اور مغربی جغرافیہ دان قبول کرتے ہیں کہ یہ بیٹا تہامہ میں آباد ہوا تھا - معجم البلدان میں لکھا ہے کہ دومۃ الجندل کا نام واقدی کی حدیث میں دوماہ الجندل آیا - اور ابن ثقیفہ نے اُس کو اعمال مدینہ میں گنا ہے - اس کا نام دوم ابن اسمٰعیل ابن ابراہیم کے نام پر ہوا - اور زجاجی کہتا ہی کہ اسمٰعیل کے بیٹے کا نام دومان ہی - بعضے کہتے ہیں کہ اُس کا نام دمہ تھا - ابن کلبی کہتا ہی کہ دوماہ اسمٰعیل کا بیٹا تھا - جب تہامہ میں حضرت اسمٰعیل کی بہت اولاد ہوگئی - تو دوماہ وہاں سی نکلا اور بمقام دومہ قیام کیا - اور وہاں ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام دوماہ اپنے نام پر رکھا - اور ابوعبید سکونی کا قول ہی کہ دومۃ جندل قلعہ اور گاؤں شام اور مدینے کے درمیان میں ہیں - قریب جبل طی کے اور دومہ وادی قریٰ کے گاؤں میں سے ہی - مسٹر فاسٹر بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں - اور ابتک یہ ایک مشہور جگہ عرب میں موجود ہے -

ساتواں بیٹا مسّا تھا۔ یہ بیٹا حجاز سے نکلکر یمن میں آباد ہوا۔ اور یمن کے کھنڈرات میں ابتک مسّا کا نام قائم ہے۔ کاتری پی کاری نے اپنے نقشے میں اس مقام کا نشان ۱۳ درجے اور ۳۰ دقیقے عرض شمالی۔ اور ۴۳ درجے اور ۳۰ دقیقے طول شرقی میں قائم کیا ہے۔ اسمٰعیل اور انکی تمام اولاد حجاز میں تھی۔ بلا شبہ جب اولاد جوان ہوئی اور کثرت ہوگئی۔ تب مختلف مقاموں میں جاکر سکونت اختیار کی۔ مگر عمدہ بات قابل غور یہ ہے کہ سب کا پتہ عرب ہی میں یا حجاز میں یا حجاز کے آس پاس پایا جاتا ہے۔

آٹھواں بیٹا حدد۔ اسکو عہد عتیق میں حداد بھی لکھا ہے۔ یمن میں شہر جدیدہ ابتک اُسی کا مقام بتلا رہا ہے۔ اور قوم جدیدہ جو یمن کی ایک قوم ہے اُسی کے نام کو یاد دلاتی ہے۔ زہیری مؤرخ کا بھی یہی قول ہے اور مسٹر فاسٹر بھی اسی کو تسلیم کرتا ہے۔

نواں بیٹا تیما تھا۔ اس کی سکونت کا مقام نجد ہے۔ اور بعد کو رفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہنچ گیا۔

دسواں بیٹا یطور ہے۔ مسٹر فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ اُس کا مسکن جلاور میں تھا۔ جو جبل کسیونی کے جنوب اور جبل الشیخ کے مشرق میں واقع ہے۔

گیارھواں بیٹا نافلیش تھا۔ مسٹر فاسٹر جوزیفس اور توراۃ کی سند سے لکھتے ہیں کہ عربیبیا ڈیزرٹا میں اُن کی نسل کے نام سے آباد تھے۔

بارھواں بیٹا قیدماہ۔ انہوں نے بھی یمن میں سکونت اختیار کی۔ مؤرخ مسعودی نے لکھا ہے کہ اصحاب الرس اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھے۔ اور وہ دو قبیلے تھے۔ ایک کو قدمان اور دوسرے کو یامین کہتے تھے۔ اور بعضوں کے نزدیک رعویل اور یہ یمن میں تھے۔

اب اس تحقیقات سے جو جغرافیے کے رو سے نہایت اطمینان کے قابل ہے دو باتیں ثابت ہوگئیں۔ ایک یہ کہ حضرت اسمٰعیل اور اُن کی تمام اولاد عرب میں آباد ہوئی۔ اور

دوسرے یہ کہ مرکز اس خاندان کی آبادی کا حجاز تھا۔ جہاں اسمٰعیل کی مقدم اولاد کا مسکن ہؤا تھا۔ اور پھر اُس مرکز سے اور طرف عرب میں پھیلے۔ پس ثابت ہؤا کہ حضرت اسمٰعیل نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور اُسی کا قدیم نام فاراؔن ہے۔ جو حضرت موسیٰ اور حضرت حبقوق نے اپنی اپنی بشارتوں میں بتایا۔

عیسائیوں کے اعتراض

اگرچہ یہ بات نہایت صفائی سے ظاہر ہے کہ وادی حجاز اور وادی فاراؔن دونوں ایک ہیں۔ اور اسمٰعیل کی اولاد کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر اُس کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر باایں‌ہمہ عیسائی اُس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور موقع فاراؔن کی نسبت مفصلۂ ذیل تین رائیں قرار دیتے ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ اُس وسیع میدان کو جو بیرؔ شبع کی شمالی حد سے کوہ سینا تک پھیلا ہؤا ہے۔ فاراؔن کہتے ہیں۔

(۲) قادیش جہاں ابراہیم نے (بیرِ شبع) کھودا اور فاران ایک ہیں۔

(۳) فاران اسی وادی کا نام ہے جو سیناؔ سے غربی نشیب پر ہے۔ جہاں قبریں عمارتیں اب ملی ہیں۔

جواب

(۱) بتاؤ یہاں اسمٰعیل اور اس کی صلبی اولاد کب آباد ہوئی۔

(۲) گنتی ب ۳-۱۳-۲۵ و ۲۶ وہ سردار کنعان کو دیکھکر پھرے تو بیابان فاراؔن میں ایک سے قادیش میں پہنچے (قادیش شمالی حد فاران کی ہے) یاد رہے اس آیت کی اصل عبری عبارت یہ ہے۔ اِلْ مِدْبَرْ فَارَانَ قَادِشِیَہْ۔ لفظی ترجمہ طرف وادی فاراؔن کے بہ‌نیل مرام۔ قادیش کے معنی ہائل کے بھی ہیں۔ دیکھو ترجمۂ القلس۔

فاراؔن تین ہیں۔ ایک حجاز میں۔ دوسرا طور یا سینا کے پاس۔ تیسرا سمرقند میں۔

سمرقند والا فاران مبحث سے خارج ہے۔ اور جو فاران طور یا سینا کے قرب میں واقع ہی۔
وہ فاران نہیں جو ابراہیم کے وقت تھا۔ وہ نہیں جس کا تورات میں ذکر ہے۔ وہ نہیں جہاں
ہاجرہ نے اسمٰعیل کے ہمراہ بیر شبع میں راستہ گم کرکے اقامت کی۔ اور وہ نہیں جہاں ابتداءً
اسمٰعیل کی اولاد آباد ہوئی۔ وہ نہیں جہاں سے بعد سعیر خدا نے ظہور کیا۔

ہاں بلاشبہ زمانے کے دور میں اسمٰعیل کی اولاد حجاز سے نکلکر تمام عرب میں خلیج فارس
تک پھیل گئی۔ پس اگر حجاز کے سوا اور جگہ سے پرانے ایسے کھنڈرات ملے ہوں۔ جو بنی
اسمٰعیل کے ناموں کے مشابہ ہوں۔ یا مطابق تو وہ اس نفس الامری بات کو اٹھا سکتے ہیں کہ
اسمٰعیل حجاز میں آباد ہوا۔ جو فاراں سینا کے مغرب میں ہے۔ اور جس کے آثار ملے ہیں۔ وہ
توریت کا فاران نہیں۔ موسیٰ کے زمانے میں اس کا وجود نہ تھا۔ موسیٰ مصر سے نکلے۔ اور
بحر احمر سے پار ہوئے۔ تو شور میں پہنچکر سن کو طے کرکے افیدیم میں ٹھیرے۔ وہاں
کتاب ۲-۷ لغایت ۸ میں ہے۔ عمالیق آکر اترے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ عمالیق افیدیم
کی نہ تھی۔ یہاں یاد رکھو کہ افیدیم کوہ سینا کے مغرب اور مصر کے شرق میں ہے۔ پھر افیدیم سے
موسیٰ مشرق کیطرف سینا کو چلے اور سینا میں پہنچے۔ اس سینا کے غربی فاران کا ذکر موسیٰ نے نہیں
کیا۔ پھر سینا سے آگے بڑھے اور شمال مشرق کو چلے۔ اس راہ میں حضرت موسیٰ کہتے ہیں۔ بنی
اسرائیل بیابان سے نکلے اور بادل بیابانِ فاران میں ٹھہر گیا۔ کتاب ۴-۱۰-۱۲۔

اس تقریر سے ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت موسیٰ کے وقت فاران کوہ سینا کے شمال مشرق
میں قادیش کے قریب واقع تھا۔ اور وہی حجاز کا بیابان ہے۔ نہ غربی نشیب سینا کا۔
البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ عرب کی ایک قوم جو فاران بن حمیر کی اولاد میں سے تھی۔ اور
بنی فاران کہلاتی تھی کسی زمانے میں سینا کے مغرب میں آباد ہوئی۔ اور اس سبب سے
وہ مقام فاران مشہور ہوگیا۔ یہ وہ فاران نہیں جس کا ذکر تورات میں ہے۔

(خطبات الاحمدیہ بتبدیلِ یسیرٍ)

چوتھی بشارت

میرا دوست نورانی۔ گندم گوں۔ ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر میرے کا سا چمکدار ہے۔ اس کی زُلفیں مسلسل مثل کوّے کے کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے پانی کے گُنڈل پہ کبوتر۔ دُودھ میں دُھلے ہُوئے نگینے کے مانند جڑی ہیں خانے میں۔ اسکے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل چھائی ہوئی۔ اور چکلی پر خوشبو گڑھی ہوئی۔ اسکے ہونٹ پھُول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے۔ اسکے ہاتھ ہیں سونے کے ڈھلے ہوئے۔ جواہر سے جڑے ہوئے۔ اس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی۔ جواہر سے لپی ہوئی۔ اسکی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگِ موسیٰ کے ستون۔ سونے کے بیٹھکے پر جڑے ہوئے۔ اس کا چہرہ مانند ماہتاب کے۔ جوان مانند صنوبر کے۔ اس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل مُحَمَّدٌ یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہی میرا دوست اور میرا محبوب۔ (بیٹیو یروشلم کی) کتاب غزل الغزلات سلیمان باب ۵ آیت ۱۰ الغایت ۱۶) اگرچہ اس مقام پر حضرت سلیمان نے خدا کی تسبیح میں گیت گایا ہے۔ اور ایسی مناجات کی ہے۔ مگر ضرور وہ ایک کسی بڑے شخص قابلِ تعظیم و ادب کے آنے کے متوقع ہیں۔ اور اس کی بشارت دیتے ہیں۔ اور اسی کو اپنا محبوب بتاتے ہیں۔ اور اپنے اُس محبوب کی شاعرانہ تعریف کرتے ہیں۔ اور پھر صاف بتاتے ہیں کہ وہ میرا محبوب مُحَمَّدٌ ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ محمدؐ کے معنی تعریف کئے گئے کے ہیں۔ پس حضرت سلیمان نے اپنی مناجات میں اپنے محبوب کی تعریف کرتے کرتے اس کا نام ہی لے لیا۔ کہ اگر اسکے معنی لو تو وہ بھی ایک لفظ تعریف ہے۔ ورنہ وہ صاف صاف نام ہی تو ہے۔ یہ مقام ایسا ہے جس میں صاف نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتا دیا گیا ہے۔ مگر ہمارے خطبے کے پڑھنے والوں کے دلوں میں شبہ جاویگا۔ کہ اگر نام بتانا تھا۔ تو محمدؐ کہا ہوتا محمدیم کیوں کہا۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ عبرانی زبان میں یؔ اور مؔ علامت جمع کی ہے۔

اور جب کوئی بڑی قدر کا شخص اور عظیم الشان ہوتا ہے۔ تو اُس کے اسم کو بھی جمع بنا لیتے ہیں۔ جیساکہ خدا کا نام اَلوہ ہے۔ اُس کی جمع الوھیم بنالی ہے۔ اور اسی طرح بعل جو ایک بُت کا نام تھا۔ جس کو نہایت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اُس کی جمع بعلیم بنالی تھی۔ اور یہی قاعدہ اسم اسورث کا لگایا گیا ہے۔ جو دوسرے بُت کا نام ہے۔ پس اسی طرح اس مقام پر بھی حضرت سلیمان نے بسبب ذی قدر اور عظیم الشان ہونے اپنے محبوب کے اُسکے نام کو بھی صیغۂ جمع کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اور سچ ہے کہ محمدؐ سے زیادہ کون شخص محمدیم کہلانے کا مستحق ہے۔ پس یہ ایسی بشارت ہے، جس میں صاف صاف نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بتایا گیا ہے۔ خطبات الاحمدیہ۔

پانچویں بشارت

سب قوموں کو ہلا دونگا۔ اور حمد سب قوموں کا آویگا۔ اور اُس گھر کو بزرگی سے بھرونگا۔ کہا خداوند خلائق نے۔ کتاب یحیٰ نبی۔ باب ۱۱۔ آیت ۷۔ اِس آیت میں لفظ حمدث جو آیا ہے۔ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے ہیں کہ ہر قسم کی پاک چیزوں کے لیئے بولا جاتا ہے۔ اسی مادے سے محمد اور احمد اور حامد اور محمود ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نکلے ہیں۔ اور اس بشارت میں لفظ حمدث کے کہنے سے صاف اشارہ ہے کہ جس شخص کے مبعوث ہونے کی اس میں بشارت ہے وہ شخص ایسا ہے۔ کہ اُس کا نام حمد کے مادے سے مشتق ہے۔ اور وہ کوئی نہیں سوائے محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ عیسائی مذہب کے پادری خیال کرتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت عیسٰےؑ کے مبعوث ہونے کی ہے۔ مگر یہ خیال دو وجہ سے صحیح نہیں۔ اوّل اسلیئے کہ حضرت متی نے جسقدر بشارتیں عہد عتیق میں حضرت عیسٰےؑ کی بیان کی ہیں۔ اُن سب کو بالتفصیل آپنے انجیل میں لکھا ہے۔ کیونکہ وہ انجیل عبرانی زبان میں یہودیوں کی ہدایت کے لئے لکھی گئی تھی۔ اور اسی سبب سے تمام بشارتیں جو توریت و انجیل و زبور و صحف انبیا میں تھیں۔ حضرت

متی نے لکھی تھیں۔ مگر اس بشارت کا ذکر حضرت متی نے نہیں کیا۔ اگر یہ بشارت حضرت عیسٰی سے متعلق ہوتی۔ تو ضرور حضرت متی اُس کا ذکر کرتے۔ دوسرے یہ کہ حمد کے مادے سے حضرت عیسٰی کے نام پر کسی طرح اشارہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ اشارہ خاص اُسی شخص کے نام کا ہے۔ جس کا نام اسی مادے سے مشتق ہوا ہے۔ اور اسی لئے یہ بشارت حضرت عیسٰی کی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی بشارت ہے جس کی نسبت حضرت عیسٰی نے بشارت دی تھی۔ کہ یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اِسْمُہٗ اَحْمَدُ۔ (آویگا میرے بعد اسکا نام احمدؐ ہے ۱۲) گاڈفری ہینگٹن نے بھی اپنی کتاب میں باستدلال قول ریورنڈ پارک ہرسٹ صاحب کے لکھا ہو۔ کہ یہ بشارت حضرت عیسٰی کی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اُس شخص کی ہے جس کے آنے کی بشارت خود حضرت عیسٰیؑ نے دی تھی۔ خطبات احمدیہ۔

چھٹی بشارت

اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی۔ ایک سوار گدھے کا۔ اور ایک سوار اُونٹ کا۔ او خوب متوجہ ہوا۔ کتاب اشعیا نبی۔ ۲۱۔ باب ۷۔ اس آیت میں حضرت اشعیا نبیؑ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو خدا کی سچی پرستش کو از سر نو قایم کرینگے۔ اُن میں سے ایک کو گدھے کی سواری کے نشان سے بتلایا ہے۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے حضرت عیسٰی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح گدھے پر سوار ہو کر یروشلم بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے۔ اور بلاشبہ حضرت عیسٰیؑ نے خدا کی سچی پرستش قائم کی اور یہودیوں نے جو مکاری اور دغابازی سے شریعت کے صرف ظاہری احکام کی ریاکاری سے پابندی اختیار کی تھی۔ اور دلی نیکی اور رُوحانی پاکیزگی کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اُس کو بتایا۔ اور سچی پرستش خدا کی قایم کی۔ دوسرے شخص کو اُونٹ کی سواری کے نشان سے بتلایا۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے جو عرب کی خاص سواری ہے بچے سے بوڑھے تک اور عالم سے

جاہل تک جس سے چاہو پوچھو۔ اُونٹ کا نام لیتے ہی عرب کا اشارہ سمجھ جاویگا۔ اور جب رسُولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکّے میں داخل ہوئے۔ تو اُونٹ پر سوار تھے۔ اور بلاشبہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے واحد کی پرستش قائم کی۔ حضرت عیسٰے کے بعد جو لوگوں نے حضرت عیسٰے کو خدا کا بیٹا مانا۔ اور تین خدا قائم کر کے پھر تین سے ایک خدا بنایا تھا۔ اور خدائے واحد کی پرستش میں خلل آگیا تھا۔ اُسکو مٹایا۔ پھر نئے سر سے خدا کی سچی پرستش قائم کی اور یُوں فرمایا۔

يٰۤاَهْلَ[1] الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ۔ سیپارہ ۳۔ سورۂ آلِ عمران۔ رکوع ۷۔ خطبات الاحمدیہ۔

ساتویں بشارت دانیالیہ حجریہ

وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کیا۔ وُہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اسلیئے مَیں تم سے کہتا ہوں خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم کو جو اسکے پھل لاوے دیجاوے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا۔ چور چور ہو جائے گا۔ پر جسپر وہ گرے گا۔ اُسے پیس ڈالے گا۔ متی ۲۱ باب ۴۲ تا ۴۴۔

یہ بشارت خاص نبی عرب محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے کسی دوسرے نبی پر ہرگز ہرگز صادق نہیں آتی۔

اوّل کچھ شک نہیں کہ یہاں معمار بنی اسرائیل ہیں جنکو اسی ۲۱ باب کی ۳۳ آیت میں باغبان کہا۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ بنی اسرائیل نے بنی اسمٰعیل کو اسحاق سے لیکر آجتک علی العموم رد کیا۔ اور آنحضرتؐ کے زمانے سے آجتک یہود و عیسائی آنحضرتؐ کو ردّ کیا کرتے ہیں۔ الّا خدا کے فضل سے وہی نبی عرب کونے کے سرے کے پتھر ہوئے۔ اور بنی اسرائیل کی نظروں میں یہ بات عجیب ہوئی۔

---

[1] اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی ۱۲۔

دوم۲ بنی اسرائیل سے۔ ہاں جنہوں نے مسیح کو مارا اور پیٹا۔ اُن سے بادشاہت لی گئی۔ اور دوسری قوم بنی اسمٰعیل کو دی گئی۔ یہ بادشاہت چاہے رُوحانی لو اور چاہے جسمانی لو۔ دونوں طرح نبی عرب پر صادق ہے۔ پاک زمین کی سلطنت اور اس باغ کی باغبانی جسکے بدلے میں بنی اسرائیل موقوف ہوئے۔ جیسا مسیح فرماتے ہیں۔ متی ۲۱۔ باب ۴۳۔ آجتک اسی کے قبضے میں ہے۔ خادم الحرمین اُسکے خدام اور اس جگہ کے بادشاہ ہیں۔

سوم۳ جو اسلامیوں پر گرا چُور ہوُا۔ اور جسپر وہ گرے وہ پس گیا۔ پہلی بات دیکھنی ہو تو غزوہ بدر وغیرہ دیکھ لو۔ اور دوسری بات کے واسطے بابل وغیرہ بلاد کی سیر کرلو۔ وہ زناکار بابل وہ کفرستان کن لوگوں کی طفیل پس گیا۔

چہارم۴۔ یسعیا نبی اس پیشینگوئی اور بشارت کی ابتدا یں کہتا ہے۔ دیکھو یسعیاہ ۲۸ باب ۱۳۔ حکم پر حکم حکم پر حکم قانون پر قانون قانون پر قانون ہوتا جاتا۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ تاکہ وے چلے جاویں۔ اور پچھاڑی گرے اور شکست کھاویں۔ اور دام میں پھنسیں اور گرفتار ہوویں۔ اور یہ باتیں صاف صاف قرآن پر صادق آتی ہیں۔ جو کہ مکے اور کعبے اور مدینے میں اُترا۔ اور جس کی مخالفت میں بنو نضیر بنی اسرائیل کا گروہ جلاوطن ہوُا۔ اور جسکے عناد پر بنو قریظہ جیسے شریر مقتول ہوئے۔

پنجم۵۔ اِس بشارت کی مفصّل تصدیق دانیال کی کتاب سے ہوتی ہے۔ اور صاف صاف اس میں غور و فکر کرنے سے اِس بشارت کا مصداق (فِدَاهُ اُمِّیْ وَاَبِیْ) ظاہر ہوتا ہے۔ اور وقتِ ظہور صاف طور پر کُھل جاتا ہے۔

قربان ہوں اُنپر ماں باپ ہمارے ۱۲

اسلئے مَیں دانیال کی کتاب کا ضروری عمدہ اور خلاصہ مع تفسیر ناظرین کو سُناتا ہوں۔

دانیال نے خواب میں ایک مورت دیکھی جسکا سر سونے کا۔ بازو چاندی کے۔ رانیں تانبے کی۔ ٹانگیں لوہے کی۔ اور دس اُنگلیاں لوہے اور مٹی کی ہیں۔ ۲ باب ۳۲-۳۵۔ دانیال۔

(۱) سونے کا سر بابل کا بادشاہ ہے۔ ۲۔ باب ۳۷۔ دانیال۔

(۲) چاندی کے بازو سے فارسی اور مادی مجموعۂ سلطنت مراد ہے۔ کیونکہ دارا مادی تھا۔ ۵ باب ۳۱۔ اور خورس فارسی۔ ۶ باب ۲۸۔

(۳) رانیں تانبے کی۔ ایشیا اور یورپ کا بادشاہ سکندر۔ ۸۔ باب ۲۱۔ اور اسی کو ۷ باب میں تندوا چار سر والا کہا۔ اور یہی سکندر رومی ہے ۸۔ باب ۲۱۔ ذوالقرن نہ قرآن والا ذوالقرنین۔

(۴) ٹانگیں لوہے کی۔ ۲ باب۔ اور اسی بادشاہت کو ہولناک دس سنگھ والا کہا۔ دیکھو ۷ باب۔ غربی اور شرقی رومی سلطنت ہے۔ جو آخر دس سلطنتوں میں منقسم ہوئی۔ اس سلطنت کو کہا ہے زمین کو نگلے گی۔ ۷ باب ۲۳۔

زمین سے زمین شام مراد ہے۔ یروشلم والی زمین۔ عبری میں عربی کے مانند معرفے اور نکرے کا امتیاز رہتا ہے۔ بخلاف اردو کے۔ یاد رہے لوہے اور مٹی کی دس انگلیاں وہی دس سلطنتیں ہیں۔ جو بعض قوی اور بعض ضعیف تھیں۔ اس رومی سلطنت کی آخری گیارہویں شاخ ہرقل ہے۔

اسی کی نسبت کہا حق تعالےٰ کے مخالف باتیں کرتا ہوگا۔ ۷ باب۔ ۲۵۔ اور یہ اسلیئے کہ ہرقل مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتا۔ اور مریم و مسیح کی پرستش کرتا تھا۔

اب اس شاخ یازدہم کے حق میں کرسیاں رکھی گئیں۔ اور قدیم الایام بیٹھ گیا۔ اس کا لباس برف سا سفید تھا۔ اور اسکے سر کا بال صاف و ستھرا اون کی مانند اس کا تخت آگ کے شعلے کے مانند تھا۔ اور اسکے پہئے جلتی آگ کے مثل تھے۔ عدالت ہو رہی تھی۔ کتابیں کھلی تھیں۔ اور وہ گیارہویں شاخ ماری گئی۔ ۷ باب ۹۔ آیت ۱۳ میں ہے۔ ایک شخص آدم زاد کے مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا۔ اور قدیم الایام تک پہونچا۔ وے اسے اس کے آگے لائے۔ اور تسلط اور حشمت اور سلطنت اسے دی گئی۔ کہ سب قومیں اور امتیں اور مختلف زبان بولنے والے اسکی خدمت گذاری کریں۔ اس کی سلطنت

ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی۔ اور اسکی مملکت ایسی ہے جو زائل نہ ہوگی۔

اس مقدس آدم زاد اور تسلّط اور حشمت والے سلطان کے مخالف کے حق میں دانیال کے ، باب ۲۵ میں ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے مخالف باتیں کریگا۔ اور حق تعالےٰ کے مقدسوں کو تصدیعہ دیگا۔ اور چاہیگا وقتوں اور شریعتوں کو بدل ڈالے۔ اور وے اسکے قبضے میں دیجائینگی۔ یہاں تک کہ ایک مدت اور مدتیں اور آدھی مدت گذر جائیگی۔ پھر عدالت بیٹھے گی۔ اور اسکی سلطنت اس سے لے لینگے۔ کہ اُسے ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کریں۔ اور تمام آسمان تلے وہ سارے ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخشی جائے گی۔ اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے اور ساری مملکتیں اس کی بندگی کرینگی۔ اور فرمانبردار ہوں گی۔

اس سارے دانیال کے مضمون پر غور کرو۔ ھرقل گیارہویں شاخ کب ہوا۔ نبی عرب کے وقت نبی عرب کا وجود باوجود ظاہر ہوا۔ نبی عرب کی سلطنت بلادِ شام اور عرب میں ابدی ہوئی۔ ھرقل حق تعالیٰ کی مخالف باتیں کرنے والا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مدت ایک سال اور ابوبکرؓ کے ایام خلافت میں دو سال اور عمری خلافت میں چھ ماہ تک باہمہ شرارت پاک زمین کے سارے ملکوں اور اُس زمین کے تمام آسمانوں کے تلے رہا۔ پھر عدالت بیٹھی۔ یعنی عمرؓ فاروق کے عہد عدالت مہد میں برباد ہوا۔ اور اسی عدالت کے وقت وہ بات پوری ہوئی۔ جو دانیال ۲۔ باب ۳۴ میں ہے۔ کہ ایک پتھر بغیر اسکے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے نکالے آپ سے نکلا۔ جو اس شکل کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا۔ اور انہیں ٹکڑے کیا۔ تب لوہا۔ اور مٹی۔ اور تانبا۔ اور چاندی۔ اور سونا۔ ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ یہانتک کہ اُن کا پتہ نہ ملا۔ اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا پہاڑ بن گیا۔ اور تمام زمین کو بھر دیا۔ دانیال ۲۔ باب ۵۔

غور کرو وہ پتھر چھوٹا سا کیسا پہاڑ بن گیا۔

وہ پتھر جس سے فارسی بادشاہت اور بابل اور پاک زمین سے رُوم تک تباہ ہوئی۔ بتاؤ کون ہے۔ کیا وہ مسیح ہے جس نے یروشلم میں مار کھائی۔ کیا عیسائی مذہب ہے مسیح خود کہتا ہے باغبان جب بیٹے کو سزا دینگے۔ تب وہ پتھر نکلے گا۔ متی ۲۱ باب ۳۳ سے ۲۵۔

غور کرو۔ هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَهَلَكَ قَيْصَرُ کی تصدیق
(ہلاک ہوا کسریٰ پھر بعد اسکے کسریٰ نہیں ہے۔ اور ہلاک ہوا قیصر)
پاک سرزمین کب ہوئی۔ وہی ہے قتل کے وقت

دانیال کی کتاب سے اور طور پر بھی وقت کا پتا مل سکتا ہے۔ دیکھو دانیال ۹ باب ۲۴ ستّر ہفتے کے بعد شرارت ختم ہوگی۔ اور اس نبوت پر مہر ہوگی۔ اور اسپر جو سب سے زیادہ قدوس ہے مسیح کیا جاوے۔ انتہیٰ۔

یاد رکھو ایک دن نبوت کا ایک سال ہے۔ پس ستّر ہفتے کے ۴۹۰ سال ہوئے۔ اس چار سَو نوے سال کو آخر زمانہ ختم شرارت کا بتایا۔ مگر ابتدائے زمانہ معلوم نہ ہُوا۔ اس لئے آیت ۲۵ سے دانیال نے ابتدائی وقت ظاہر کیا۔ اور مسیح بادشاہزادے تک کی مدتیں بتائیں (حضرت مسیح چونکہ داؤد کی اولاد ہیں اور داؤد بادشاہ تھے۔ پس مسیح بادشاہزادے ہوئے) اور یہ بھی بتایا کہ وہ قتل کیا جاویگا۔ مگر مکاشفات ۵ باب ۶ میں گویا ذبح کیا گیا۔ یعنی اصلی ذبح نہیں۔ ان کے زعم میں ذبح کیا گیا سخت ستایا گیا۔

پھر دانیال ۹ باب ۲۷ میں یروشلم کے غارت کو ذکر کیا۔ اور یہ بھی بتایا گیا۔ کہ غارت کرنے والے کی ہلاکت اور یروشلم کی غارت ایک وقت میں ہوگی۔ یہاں ۱۲ باب یوحنا کے مکاشفات کا قابل غور ہے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ مسیح کے بعد یروشلم کا غارت کنندہ سنہ ۸۰ء میں مرگیا۔ اب ۸۰ کو ۴۹۰ کے ساتھ جمع کیا تو سنہ ۵۷۰ء ہوئے۔ اور یہی سال پیدائش نبی عرب احمد مجتبےٰ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

عیسائی مؤرّخ کہتے ہیں کہ یروشلم کی غارت سنہ ۷۰ء میں ہوئی۔ عیسائی

مؤرخ دانیال پر نظر نہیں کرتے۔ دانیال صاف لکھتا ہے کہ یروشلم اور اس کا برباد کنندہ اکٹھے فنا ہونگے۔

ششم۔ زبور ۱۱۸۔ اور اشعیا ۲۸ باب۔ اور متی ۲۱ باب ۴۲ کی بشارت وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ ضرور۔ ہاں ضرور محمد عربی کے حق میں ہے۔ اسلئے قدیم زمانے میں تصویری تحریر کا عام رواج تھا۔ محسوسات کے اشکال پر اشارات اور کنایات سے گفتگو کرنا مروج تھا۔ عیسائی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ بہمیں اعتبار یہودیوں میں پولا ہلانے کی رسم کو مسیح کا جی اُٹھنا خیال کرتے ہیں۔ یوشع کا یردن سے بارہ پتھر اُٹھانا بارہ حواریوں کا اشارہ بتاتے ہیں۔ اور مینڈھے کی قربانی کرنا حقیقی برے کی قربانی خیال کرتے ہیں۔ خصوصاً ان پڑھ قوم کے لئے یہ تصویری زبان نہایت ضروری تھی۔ اسی واسطے قدیم زمانے سے نبی عرب سے پہلے خاص مکے میں مکے کے کونے پر ایک بن گھڑا پتھر جسے حجر اسود کہتے ہیں رکھا ہوا تھا۔ اور اس کو ہاتھ لگانا اور اسے چھونا اور اُس سے ہاتھ ملانا۔ حج میں ضروری رسم تھی۔ اور اس پتھر کو یَدُ الرَّحْمٰنِ فِی الْاَرْضِ کہتے تھے۔ یہ پتھر رسول عربی کے شہر میں گویا رسول خدا کی بشارت تصویری زبان میں تھی۔ آپ رحمۃ للعالمین اور مظہر اسم رحمٰن تھے۔ آپ کی بیعت رحمٰن سے بیعت تھی۔ قرآن کلام الٰہی بشارت حجریہ کی نسبت عجیب کنائے اور رمز سے اِس پیشین گوئی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وے ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ۱۲)

اور حدیث میں ہے۔ دیکھو بخاری اور مسلم۔

مَثَلِیْ وَ مَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اَحْسَنَ بُنْیَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ

إِلَى أَنْ قَالَ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةُ - ترجمہ - یعنی دمیری اور دُوسرے نبیوں کی مثال ایک عظیم البنیان محل کی مثال ہو کہ ایک اینٹ کی جگہ اُس میں چھوڑ دیگئی - پس مَیں نے اُس اینٹ کی جگہ کو پُورا کر دیا - اور ایک روایت میں ہے کہ مَیں ہی وہ اینٹ ہوں -)

اِس آیت اور حدیث سے صاف واضح ہے کہ اس پتھر کی بیعت گو یا رحمٰن کی بیعت تھی - ایسے ہی رسول کی بیعت بھی رحمٰن کی بیعت ہے - اور رسول خدا ایک اینٹ اسی محل سرا کی ہیں - جو انبیاء کی ذات بابرکات سے طیار ہوئی -

عرب کے لوگ رحمٰن کے نام سے اسی واسطے چونک اُٹھتے ہیں - اور جب اُنپر اُسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ پڑھا جاتا ہے - تو کہتے ہیں - أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۱۲ (ترجمہ (سجدہ کرو - خدا کو ۱۲) کیا سجدہ کریں ہم جسکو حکم کرے تو اور زیادہ کرتا ہو اُن کو بھاگنا)

ہاں محمدؐ عربی کے بعد حَجَرِ اَسْوَد کی بیعت ضروری نہ رہی - جب اصل آگیا تو مجاز اُٹھ گیا - بیشک اس کونے کے سرے والے پتھر کا نتیجہ بہت بڑا ہوُا - اور اسکے چھُونے سے انبیا کی کتب سابقہ کی تصدیق ہوئی - اسلیئے وہ یادگاری کا پتھر بیشک ہمیشہ کے لئے کسی ایسے نشان کا مستحق ہے - جو آجتک مسلمان اُسکی نسبت قایم رکھتے ہیں - والا یہ پتھر وہی ہے - جسکی نسبت عمرؓ نے کہا - إِنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ - تو تو ایک پتھر ہے جو نفع اور نقصان کچھ بھی پہنچا نہیں سکتا - بن گھڑا پتھر اسلیئے رکھا کہ بُت پرستوں کا کام بن گھڑے پتھر سے نہیں تھا - بلکہ گھڑے ہوئے سے - اِس بات کو مفصل حج کے اسرار میں لکھیں گے - یہاں اتنا یاد رہے کہ یشوع نے یاروں سے بارہ پتھر لئے اور اُنکا نشان بنایا - ابراہیم اور یعقوب جہاں خدا کو دیکھتے وہاں بن گھڑا پتھر اُس بات کی یادگار میں کھڑا کر دیتے - یشوع ۴ باب ۶ - پیدایش ۲۸ باب ۱۸ - پیدایش ۱۲ باب ۷ -

---

لے اللہ اللہ کمال توحید اسے کہتے ہیں کون عاقل اس صادق قول کو پڑھ کر مسلمانوں جیسی موحد قوم کی نسبت بت پرستی کا وہم بھی کر سکتا ہے ۱۲

اٹھویں بشارت

تو بنی آدم میں سے از حد حسین ہے۔ اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی پر سوار ہو۔

تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ ۴۵ زبور۔ ۲ و ۴۔

یہ بشارت صاف صاف نبیؐ عرب کے حق میں ہے۔ عیسائیوں نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہو کہ انبیائے سابقہ میں سے تو کسی کے حق میں نہیں۔ اب تصفیہ طلب بات صرف اسقدر ہی کہ عیسائی اس زبور کو مسیح کے حق میں کہتے ہیں۔ اور ہم مسلمان کہتے ہیں کہ صرف ذات پاک نبی عربی اسکی مصداق ہی۔ اِس بات کے فیصلے کیلئے امور ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) تو بنی آدم میں سے از حد حسین و جمیل ہے۔

سیرت اور تواریخ کے جاننے والے اس بات سے ناواقف نہیں ہیں کہ آنحضرتؐ کے حسن و جمال کی تعریف سے تمام کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ آپ کے معاصرین عرب عربانے جسقدر اس مادے میں حقیقت و معنی کی داد دی ہے۔ دُنیا میں اُس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اور واقعی حقیقی بلاشائبہ مبالغہ آپ کا حلیۂ مبارک قلم بند کیا ہے۔ میں اس وقت برخلاف اپنے دِلی ارادے کے اپنے قلم کو اس بات سے روکتا ہوں۔ کہ وہ سچا فوٹو کھینچنے والے اشعار آپ کے حسن و جمال کے وصف کے تحریر کروں۔ جو صحابہ نے کمال دلولۂ قلبی سے اُس ہادیٔ برحق کی نعت میں کہے ہیں۔ کیونکہ وہ اس قدر دائر و سائر اور شائع ہیں کہ انکار کی گنجائش نہیں۔ ہاں ایک شعر لکھے بغیر تو میں بھی ہرگز نہیں رہ سکتا۔ جو ایک صحابی جلیل الشان کا کہا ہوا ہے۔ اور کس دِلی سچی ارادت سے کہا ہے۔ ؎

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ[1]

میں صرف اُسی شہادت پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں جو یورپین فضلانے طوعاً و کرہاً اس بارے میں دی ہے۔ گو بقول ع۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب ؎ وہ نبی مداحوں کی مدح اور معترفوں کی تعریف سے مستغنی ہے۔ مگر بقول اَلثَّنَاءُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔ غیر قوم کی گواہی اور پھر ثقہ لوگوں کی اہل عالم کے طبائع کو مرغوب ہوتی ہے۔

ڈاکٹر ڈویٹ صاحب لکھتے ہیں۔ "محمدؐ عرب کے نہایت عمدہ خاندان اور معزز قوم میں سے تھے۔ صورت میں شکیل۔ اور طور میں رسیلے۔ اور بے تکلف تھے۔" ترجمہ اپالوجی گاڈفری ہیگنسن صفحہ ۸ دفعہ ۱۰ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء۔

جان ڈیون پورٹ لکھتا ہے۔ "نبیؐ عرب۔ آپکی شکل شاہانہ تھی۔ خد و خال باقاعدہ اور دلپسند تھے۔ آنکھیں سیاہ اور رسیلی تھیں۔ بینی ذرا اُٹھی ہوئی۔ دہن خوبصورت تھا۔ دانت موتی کی طرح چمکتے تھے۔ رخسار سُرخ تھے۔ اور اُن کی تندرستی عیاں تھی۔ آپ کا دل آویز تبسم عمدہ اور رسیلی آواز۔ مؤید الاسلام۔

ایڈورڈ گبن صاحب بڑے مشہور مؤرخ لکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ حسن میں شہرہ آفاق تھے۔ اور یہ نعمت صرف اُنہیں لوگوں کو بُری معلوم ہوتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا نہیں ہوئی۔ پیشتر اس کے کہ آپ کوئی بات فرمادیں۔ آپ کسی خاص آدمی یا گروہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کرتے تھے۔ لوگ آنحضرتؐ کی شاہانہ شکل۔ اور رسیلی آنکھوں۔ اور وضعدار تبسم۔ اور بکھری ہوئی ڈاڑھی۔ اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبے کی تصویر کھینچدے۔ اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے دیکھ کر تعریف کیا کرتے تھے۔ مؤید الاسلام۔ صفحہ ۱۸۔

(۲) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے ران پہ لٹکا۔

[1] تو ہر قسم کے عیب سے بری اور پاک پیدا کیا گیا۔ گو یا جیسا تو چاہتا تھا۔ ویسا ہی پیدا کیا گیا۔

کل دُنیا مخالف و موافق پر آشکار ہے کہ احکام الٰہی اور اپنی رسالت کی تبلیغ میں جو ثبات و استقلال جو جلادت و جلال آپ نے ظاہر کیا ہے۔ تاریخ عالم اُسکی نظیر سے ساکت ہے۔ اور جس پہلوانی اور شجاعت سے اُن بڑے بڑے موانعات کا جو عرب کی تند خو عربدہ جو گرم مزاج وحشی قوم نے آپ کی رسالت کی راہ میں ڈالے۔ آپ نے مقابلہ کیا۔ حقیقت میں آپ کی صداقت کی بڑی دلیل ہے۔ قطع نظر اُن بڑے بڑے واقعات کے جن سے کتب سیر مشحون ہیں۔ ایک دو باتوں پر غور کرنے کے لئے ناظرین کی توجہ کی درخواست کیجاتی ہے۔ کیونکہ تطویل مضامین ہمارا مقصود نہیں ہے۔

اس خطرناک فطرت انسانی کو سخت امتحان میں ڈالنے والے ایک غیر صادق اور جلساز آدمی کو جگہ سے ہلا دینے والے واقعے پر دھیان کرو۔ اور سوچو اور ذری واردات فطرت انسانی کی تصویر اپنی آنکھوں کے سامنے کھینچ لو۔

جسوقت مکے کے بڑے بڑے سرداروں اور رئیسوں نے متفق ہو کر حضرت کے چچا اور گارڈین ابوطالب سے درخواست کی کہ وہ آنحضرت کے اس نئے دین کی وعظ سو روکدے یا اُسکی حفاظت سے دستکش ہو جاوے۔ اور ابوطالب نے بھی جسنے نہ چاہا کہ اپنی قوم کو اس شدت اور غیظ کی حالت میں دیکھے۔ حضرتؐ سے اُن کی درخواست منظور کر لینے کو کہا۔ تو کیسی آپ کی صداقت ظاہر ہوئی۔ اور کیسی آپ کی پہلوانی ثابت ہوئی۔ خوب کھل گیا کہ وہ سچا اولوالعزم نبی جعل اور بناوٹ سے بالکل مبرا ہے۔ اسلئے کہ نبی کا نوشتہ پورا ہونا ضرور تھا۔ ہاں آپ نے جواب کیا دیا۔

اے چچا اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ میں اور مہتاب کو میرے بائیں ہاتھ میں رکھدیں۔ اور مجھے اس کام کے ترک کرنے کو کہیں یقیناً یقیناً میں باز نہ ہونگا۔ جبتک خدا کا دین ظاہر نہ ہو۔ یا میں اسی

کوشش میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

ایک اور واقعے پر نظر کرو۔ ایک روز آپ مسجد کے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے، اور اس سے تھوڑی دُور ایک بڑا بھاری گروہ صنادید قریش کا تھا۔ اُن میں سے عُتبہ بن ربیعہ نے (یہ شخص آپ کا بڑا بھاری دشمن ہوا ہے) آپ کے قریب آکر عرض کیا۔ کہ اے پسرِ برادر۔ تو صاحبِ اوصافِ حمیدہ اور عالی خاندان ہے۔ مگر اب تو نے ہماری قوم میں تخم نفاق بویا ہے۔ اور ہمارے قبائل میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تو ہمارے دیوتاؤں اور دیبیوں کی مذمت کرتا ہے اور ہمارے آبا و اجداد کو کافر اور بُت پرست بناتا ہے۔ اب ہم ایک بات تجھ سے کہتے ہیں خوب سوچکر جواب دے کہ اس کا قبول کرنا تیرے حق میں بہتر ہوگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابو الولید کیا کہتا ہے۔ میں تیری بات کو خُوب سُنونگا۔ عُتبہ نے کہا اے پسر برادر! اگر تو اس ادعائے رسالت سے مال و دولت حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم تجھ کو اتنی دولت جمع کر دینگے کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہیں۔ اور اگر تجھ کو عزّت و وقار حاصل کرنا منظور ہے۔ تو ہم تجھ کو اپنا سردار اور رئیس بنالینگے۔ اور کوئی بات بے تیرے نہ کرینگے۔ اگر تجھ کو بادشاہت منظور ہے۔ تو ہم تجھ کو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اور اگر جنون تجھ پر غالب آگیا ہے تو ہم اطبا کو بُلائینگے اور اُن کو مال دیکر تیرا علاج کرائینگے۔ جب عتبہ کی یہ تقریر ختم ہوئی۔ تو آپ نے پُوچھا۔ یا ابا الولید تیرا کلام تمام ہوا۔ اُسنے کہا ہاں یا محمدؐ آپ نے فرمایا اب میری سُن۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ حٰمٓ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۰ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ۰ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِىۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَفِىۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ

[1] رحمٰن رحیم کی جانب سے اُترا ہوا۔ یہ کتاب ہے جسکی آیتیں کھلی ہیں قرآن عربی جاننے والے لوگوں کیواسطے بشیر و نذیر ہے پس اکثر لوگوں نے منہ پھیرا اور وہ سُنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں تیری اُس بات کی طرف سے

مِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُوْنَ ۝ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُوْنَ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۔ (سیپارہ ۲۴ سورہ حٰمٓ السجدہ ع ۱)

یاد رہے کہ یہ سب ماجرے ایسے وقت ہوئے۔ جب آپ نے ابتداءً پیغام الٰہی پہنچانا شروع کیا ہے۔

مُشرکین کی درخواست کا مضمون فقرۃً فقرۃً اور آنحضرتؐ کا جو ملکوت السمٰوٰت کے خارق تھے۔ اُس لطیف درخواست پر دستِ رد مارنا نصاریٰ کے بڑے بڑے مخالفانہ اعتراضوں کا حقیقی اور واقعی جواب ہے۔ "جسکی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے"۔ مگر مجھے نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے فصیح اور پاکیزہ جواب کو بھی لکھدوں۔ جو آیات قرآنی کے پڑھنے سے قبل آپ نے دیا ہے۔ وھو ھذا۔

فقال[1] لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم مابی ماتقولون ماجئت بما جئتکم به اطلب اموالکم ولا الشرف فیکم ولا الملك علیکم ولکن الله بعثنی

بقیہ حاشیہ جدھر تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کان بوجھل ہو رہے ہیں اور تیرے اور ہمارے درمیان اوٹ ہے تو اپنے کام میں لگا رہ ہم اپنے کام میں تو کہدے (اے محمدؐ) میں ایک تمہیں سا بشر ہوں میری طرف خدا کا پیغام آتا ہے کہ تمہارا معبود واحد ہے اسی کی راہ پر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اُس سے بخشش مانگو۔ ہلاکت اُن مشرکین کیواسطے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ بیشک ایماندار وں اور نیکوکاروں کے لئے غیر منقطع اجر ہے ۱۲۔

[1] آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا اس میں سے مجھے کچھ بھی نہیں۔ میں تمہارے پاس دین حق اسلئے نہیں لایا کہ تم سے مال مانگوں اور نہ یہ کہ تم پر کچھ بڑائی اور بادشاہت چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے اللہ نے تمہارے پاس بھیجا رسول کرکے۔ اور مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے اور مجھے امر کیا ہے کہ میں تمہیں بشارت اور ڈر سُنادوں۔ پس میں نے اپنے رب کے پیغام تمہیں پہنچا دیئے اور تمہیں خیر خواہی کی باتیں سُنادیں جو کچھ میں لایا ہوں۔ اگر تم نے مان لیا تو دُنیا اور آخرت میں تمہاری سعادت ہے۔ اور اگر تم نے اُسے رد کیا تو میں صبر کرونگا جبتک تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ کرے اللہ ۱۲

الیکم رسولا و انزل علیّ کتابا و امرنی ان اکون لکم بشیراً و نذیراً فبلغتکم رسالاتِ ربی و نصحت لکم فان تقبلوا منی ما جئتکم به فھو حظکم فی الدنیا والاٰخرۃ وان تردوہ علیکم اصبر حتی یحکم اللہ بینی و بینکم۔ سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر جزو اول صفحہ ۱۰۰

ناظرین غور کیجئے اور سررشتہ انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے۔ کس عظمت و شان کا یہ جواب ہے۔ فامنوا باللہ و رسولہ تفوزوا۔

(۱) ایک اور واقعہ سنو جب آنحضرتؐ دوسری بار مکّے سے طائف کو جاتے تھے اور آپکے ساتھ مومنین کی جمعیت تھی تو یک بیک ایک پہاڑی پر سے بنی ھوازن نے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ اہل اسلام جو بفراغ خاطر جا رہے تھے۔ جیسا ایسے موقعوں پر ہونا ممکن ہے، مضطرب ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے بنی ھوازن کو للکار کر فرمایا۔ انا النبی لا کذب و انا ابن عبد المطلب۔ مَیں ہی وہ نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے۔ مَیں ابن عبد المطلب ہوں۔ اس موقع پر ایک لطیف مضمون جس کا لکھنا شاید بے وجہ نہ ہوگا۔ گو سیاق مضمون رواں سے نسبت بعید کیوں نہ رکھتا ہو۔ لکھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ۔

آنحضرتؐ ہر موسم میں وعظ سُنانے کو نکلا کرتے تھے۔ گھر گھر اور قبیلے قبیلے کو پیغام الٰہی پہنچاتے۔ مثلاً قبائل بنی عامر بن صعصعہ و محارب و فزارہ و غسّان و مرہ و حنیفہ و سلیم و نضر وغیرہ کے ہر ایک شریف سے صرف اتنا ہی فرمایا۔ لا[۱] اکرہ احد امنکم علی شیٔ بل ارید ان تمنعوا من یوذینی حتی ابلغ رسالات ربّی۔ ربیعہ بن عباد کہتا ہے۔ مَیں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ لوگوں کے پیچھے پیچھے اُنکے ڈیروں میں جاتے تھے۔ جابرؓ کہتا ہے آنحضرتؐ لوگوں سے کہتے تھے۔ (زرقانی شرح مواہب جلد ا صفحہ ۳۷۳) ھل[۲] من رجل یحمینی الی قومہ فان قریشا منعونی ان ابلغ کلام ربّی۔

---

[۱] مَیں کسی کو تم میں سے کسی بات پر مجبور نہیں کرتا میرا فقط اتنا منشاء ہے کہ تم لوگ مجھے ایذا پہنچانے والوں کو روک دو۔ تاکہ مَیں رب کے پیغام پہنچا دوں ۱۲ [۲] کوئی ہے جو مجھے اپنی قوم میں لیجائے۔ کیونکہ قریش نے مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ۱۲

ایک روز قبیلۂ بنی صعصعہ کے ایک شخص بحیرہ بن فراس نام نے آپکو دیکھا اور فرایزدی اور جلال کبریائی سے جو آپ کے بشرۂ مبارک سے عیاں تھا متأثر ہوکر کہہ اُٹھا۔

وَاللہ[1] لو انی اخذت ھٰذا الفتیٰ من قریش لا کلت العرب۔

پھر آنحضرتؐ سے مخاطب ہوکر گزارش کی

اَرَأیت[2] ان نحن تابعناك علیٰ امرك ثم اظهرك الله علیٰ من خالفك ایكون لنا الامر من بعدك۔

آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

الامر[3] الی الله یضعه حیث یشاء۔ (ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۴۸)

اس بات کو سُنکر وہ شخص کہنے لگا۔

افنهدف[4] نحورنا للعرب دونك فاذا اظهرك الله كان الامر لغیرنا لاحاجة لنا بامرك۔

اِس ذکر کے ایراد سے ہماری صرف یہ غرض ہے کہ آنحضرتؐ کے مشن کی صداقت اور آپکا صرف اعلائے کلمۃ اللہ کو مدنظر رکھنا دُنیا پر آشکار ہو۔ اور اُس نُورِ نبوّت سے چشم پوشی کرنے والے سوچیں کہ کیسی مصیبت اور کسقدر نازک وقت تھا جبکہ امداد کی سخت ضرورت تھی، عالم تنہائی اور امر رسالت بیشک رفقاء و معاونین کے وجود کا خواستگار تھا۔

---

[1] بخدا اگر یہ قریش کا جوان میرے بس میں ہوتا تو اسکے ذریعے سے سارے عرب کو قابو میں کر لیتا ۱۲۔

[2] بھلا یہ تو بتائیے اگر ہم نے آپکا امر مان بھی لیا اور خدا نے آپکو مخالفوں پر غالب بھی کر دیا تو آپ کے پیچھے زمامِ حکومت ہمارے ہاتھ میں ہوگی؟ ۱۲۔

[3] سب امور اللہ کے دستِ قدرت میں ہیں جہاں حکمت سمجھتا ہے وہیں دیتا ہے ۱۲۔

[4] کیا ہم آپکی خاطر عرب کے مقابل میں اپنے سینوں کو نشانہ بنادیں اور پھر جب آپ کامیاب ہوں تو امر دُوسروں کے سپرد ہو۔ ہمیں آپ کے امر کی کچھ حاجت نہیں ۱۲۔

ایک بڑی قوم ذرا سے اشارے اور آیندہ کے وعدے پر ساتھ دینے کو طیار اور جان دینے کو موجود۔ مگر اللہ اللہ صداقت اور صفائی دیکھو کہ آپ نے کوئی موہوم اور استقبالی دھوکا دینا پسند نہیں کیا۔ ورنہ کیا تھا۔ ذرا سا آسمان کی کنجیوں کے دینے کا لالچ دیدیتے کون مرے کون دیکھے (متی ۱۶ باب ۱۸) اور خیالی تختوں کے وعدے سے دل لبھا لیتے (متی ۱۹ باب ۲۸) ہم روزمرہ کے تجربے سے اہل عالم کی کارروائی سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ کسی شخص کو جب اپنی کار براری مقصود ہوتی ہے تو کیسے کیسے حیلوں اور دھوکوں اور کیسے کیسے بالفعل دل خوش کن وعدوں کو ہتھکنڈا بناتا ہی۔ زمانہ گزشتہ کے سلاطین کو جانے دو۔ حال کے مہذب یورپین سلطنتوں ہی کو دیکھ لو کہ معاملات ملکی میں کن کن خدعیتوں اور ملمع چالاکیوں سے کام نکالتے ہیں۔ یہی قدرتی حالات اور نسبتی واقعات ہیں جنکو ایک باایمان منصف پڑھکر یقیناً کہہ سکتا ہی کہ بیشک یہ رسولؐ صادق و مصدوق ہی۔

امانت

(۲) عجیب اور فی الحقیقت بے نظیر بات ہی کہ آپ اپنی قوم میں ابتدا ہی میں امین اور مامون کے نام سے پکارے جاتے۔ کل قوم آپکی طرف ایسی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتی تھی کہ عرب کے تاریخ دان اُسے پڑھکر اچنبے میں رہ جاتے ہیں۔ اپنی قوم میں ممتاز اور مشار الیہ ہونا اور اپنے ہمعصروں میں صفات فاضلہ کے لحاظ سے یگانہ سمجھا جانا۔ خصوصاً ایسی قوم میں جسکا پیشہ ہی مثالب شماری اور عیوب گیری ہو۔ اور بچپن ہی سے بڑے بڑے بزرگان قوم اور زعیمان ملت میں فوق العادہ تعظیم سے یاد کیا جانا طوعاً و کرہاً اس بات کے یقین کر لینے پر اہل انصاف کو مجبور کرتا ہی کہ قدرت خداوندی کا نمونہ اور شانِ ایزدی اُنکے اقوال و افعال کے چہرے سے نمودار تھی۔ بعثت کا نمونہ ابھی دُور ہی۔ خدائے جلال کے ساتھ تبلیغ رسالت کرنا ابھی مرحلوں پرے ہی۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس نادر انسان ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب کے کیا مدارج ہونے ہیں۔

اور صادق و مصدوق امین و مامون ابھی سے خطاب دیا جارہا ہے۔ بڑی صاف بات ہے کہ ایک ایسی قوم میں جسکو شخصی کارناموں۔ ذاتی حسن و قبح اور حسبی نسبی امتیازات پر نظر ہو۔ ضرور تھا کہ خدا ایسے شخص کو مبعوث کرتا جسکے دامن حال پر امورِ متعارفہ قوم میں سے کسی ایک امر کا دھبّا نہ لگ سکے فطرت کا ناقابل انفسلخ قاعدہ ہے کہ مُصلِح کی وجاہت و وقعت یعنی اُس کا حسب و نسب میں ممتاز ہونا اصلاح قوم میں دخل کلّی رکھتا ہے اور خواہی نخواہی ارادت انگیز اثر اور جذب ملّت کا دلوں میں ڈالتا ہے۔ کل دُنیا کے ریفارمروں اور مصلحوں کی لائف اسکی شہادت دیتی ہے۔ بنی اسرائیل کس امید میں شب و روز بیکل ہو رہے تھے۔ ان کے دیدۂ انتظار کدھر لگے ہوئے تھے۔ وہ تباہی اور ذلّت اور مغلوبیت کی حالت میں کس امید بستہ سے غم غلط کر رہے تھے کہ ایک ذی شان رفیع المکان صاحب امتیازات ہادی ان میں پیدا ہونے والا ہے۔ جسکی شوکت صلابت اور وجاہت اُنکے لئے بڑی قوّتِ بازو ہوگی۔ اب وہ امید بستہ تو پوری ہوئی مگر ایسی دُھندلی اور تاریک شکل میں کہ دیدۂ سفید منتظران باوجود انتظار بھی اُسے پہچان نہ سکے کہ انکی عروسِ مراد یہی ہے۔ وہ شخص موعود جیسا کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ سامان امیرانہ ایسا کہ بعد از وضع چرنی میں رکھا گیا۔ گمنام نشو و نما پایا۔ عالم معاملہ میں قدم رکھا تو ابن نجار کہلایا۔ اور طبعاً قوم کی جانب سے استحقار کی آنکھ سے دیکھا گیا۔ اور یُوں بڑا عظیم فائدہ مفقود و نابود ہوگیا۔ مگر مبارکی ہو ہاں مرحبا ہو اُس مولود مسعود کو جسکو قوم نے تمام صفات مختص القوم کا مجموعہ مانا۔ اسکے عین عالم شباب میں بڑے بڑے پیران قوم کا مرکز و مرجع ہوا۔

مکّے میں عام دستور تھا کہ جس شخص کے پاس کوئی عجیب اور بیش قیمت چیز ہوتی۔ جسے وہ اپنے پاس محفوظ نہ رکھ سکتا وہ آنحضرتؐ کے پاس امانت رکھتا اور اس بات کی یہاں تک شہرت ہوگئی کہ قوم کے پیر و جوان کی زبان پر الامین المامون کے سوا آپکی نسبت اور کوئی لفظ ہی نہ آتا۔ بلکہ عرب کی ایک بڑی مالدار اور بزرگ عورت خدیجہؓ

نے صرف آپکی امانت اور صداقت کی صفت سُنکر اپنے مال و تجارت کا محافظ آپؐ کو مقرر کیا۔ جس صفت کو کامل طور پر پرکھکر بالآخر وہ برگزیدہ عورت شرفِ اسلام و رابطۂ زوجیت جنابؐ سے مشرف ہوئی۔

اب مَیں اس امر کے ثبوت کے لئے کہ آپ موافق و مخالف میں الامین والمامون کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ چند اشعار کفار مکّہ کے نقل کرتا ہوں۔ جس سے علاوہ امرِ مبحوث عنہ کے ایک لطیف فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ کفار و مخالفین باوجود عناد قلبی مذہبی کے آپکی ذاتی وجاہت اور قدوسیت کے کیسے قائل ہیں۔ کعب بن زہیر بن اَبی سُلمیٰ سخت دشمن آپکا تھا۔ ہمیشہ وہ آپکی ہجو میں اشعار کہکر قوم کو آپ سے منحرف کرتا۔ جب اُس نے سُنا کہ اُس کا حقیقی بھائی بُجَیر مسلمان ہوکر خادمانِ نبویؐ میں داخل ہوگیا ہے تو اُس کو سخت ناگوار گزرا۔ آخر اُس نے بھائی کو یہ اشعار لکھے ؎

اَلَا بَلِّغَا عَنِّیْ بُجَیْرًا رِسَالَةً	فَهَلْ لَكَ فِیْمَا قُلْتَ وَیْحَكَ هَلْ لَكَا
سَقَاكَ بِهَا الْمَامُوْنُ كَاسًا رَوِیَّةً	فَانْهَلَكَ الْمَامُوْنُ مِنْهَا وَعَلَّكَا
فَفَارَقْتَ اَسْبَابَ الْهُدٰی وَتَبِعْتَهٗ	عَلٰی اَیِّ شَیْءٍ رَیْبَ غَیْرِكَ دَلَّكَا
عَلٰی مَذْهَبٍ لَمْ تُلْفِ اُمًّا وَلَا اَبًا	عَلَیْهِ وَلَمْ تَعْرِفْ عَلَیْهِ اَخًا لَكَا

(۳) جیسا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ کفار عرب نے ملکر ابو طالب کو مجبور کیا کہ وہ آنحضرتؐ کو وعظ توحید سے روک دے اور ابو طالب نے بھی قوم کی رضاجوئی کو مقدم جان کر آپ سے باز رہنے کے لئے کہا۔ الا آنحضرتؐ نے اُسپر وہ جواب دیا جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں۔

؎ بجیر کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو: کیا تو راضی ہے اپنے قول میں افسوس ہے تجھپر کیا تو راضی ہو۔ تجھے مامون نے اسلام کا سیراب پیالا پلایا؛ پھر مامون خود اُس سے ہلاک ہوُا اور تجھ کو مکرر شراب پلائی؛ پھر تو ہدایت (خوب ہدایت تھی) کے اسباب چھوڑ اُسکے پیچھے ہولیا؛ کس بات کی راہ اُس نے تجھے دکھائی۔ اور تو اوروں کی طرح ہلاک ہو؛ جس مذہب پر تو نے اپنے ماں اور باپ کو نہ پایا۔ اور نہ اپنے کسی بھائی کو اُس مذہب پر دیکھا ۱۲۔

اِس پر ابوطالب نے متاثر ہو کر یہ اشعار پڑھے ؎

وَاللّٰہِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ	حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنًا
فَاصْدَعْ بِاَمْرِکَ مَا عَلَیْکَ غَضَاضَۃٌ	وَابْشِرْ وَقَرَّ بِذَاکَ مِنْکَ عُیُوْنًا
وَدَعَوْتَنِیْ وَزَعَمْتَ اَنَّکَ نَاصِحٌ	وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ ثَمَّ اَمِیْنًا
وَعَرَضْتَ دِیْنًا لَا مَحَالَۃَ اَنَّہٗ	مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْحِذَارِیْ سُبَّۃً	لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا

ابوطالب کے وہ فقرات جو اُس نے موت کے وقت خطبۂ طویل کے بعد کہے۔ قابلِ غور ہیں۔

وَاِنِّیْ اُوْصِیْکُمْ بِمُحَمَّدٍ خَیْرًا فَاِنَّہٗ الْاَمِیْنُ فِیْ قُرَیْشٍ وَالصِّدِّیْقُ فِی الْعَرَبِ قَدْ جَاءَنَا بِاَمْرٍ قَبِلَہُ الْجَنَانُ وَاَنْکَرَہُ اللِّسَانُ مَخَافَۃَ الشَّنَاٰنِ۔ مواہب لدنیہ و زرقانی شرح مواہب جلد ۱۔ صفحہ ۳۵۶۔

غرض ایک مشہور اور دستورِ عام کی نظیریں کہاں تک لکھوں۔ مضمون طویل ہُوا جاتا ہے۔ اب آپ کے حلم کی چند باتیں لکھتا ہوں۔

(۱) ابوسفیان نے کسی زمانے میں اعدے عدو تھا۔ اور جس کا حال ہماری اس کتاب میں کئی جگہ آویگا۔ ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ خفیہ خفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے۔ آپ بنی عبد الاشہل کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ بغل میں خنجر دبائے

ـــــــــــــــــــــــــــــ

؎ اللہ کی قسم یہ لوگ جب تک میں نہ مر جاؤں تیرے پاس نہ پھٹکیں گے ؛ تو اپنے امر کو ظاہر کر دے تجھے کوئی ذلت نہ ہوگی۔ خوش ہو اور اپنا جی ٹھنڈا رکھ ؛ بیشک تو نے ایسا دین پیش کیا۔ جو مخلوقات کے دینوں سے افضل ہے۔ اگر ملامت قوم اور بدنامی کا ڈر مجھے نہ ہوتا۔ تو مجھے اس دین کا ماننے اور ظاہر کرنے والا ضرور پاتا ۱۲۔

؎ میں تم کو محمدؐ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ قریش میں امین ہے اور عرب میں صدیق ہے۔ وہ ایسا امر لایا جس کو دل نے تو مانا پر زبان نے بدنامی کے ڈر سے اُس کا انکار کیا ۱۲۔

چلا آتا تھا۔ سامنے سے اُسے دیکھکر الہام الٰہی نے آپ کو آگاہ کر دیا۔ اور آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ شخص غدر کے ارادے پر آتا ہے مگر خدا تعالیٰ اُسکے اور اُسکی مراد کے درمیان حائل ہے۔ یعنی ناکامیاب ہوگا۔ اُسَیْد بن حُضَیر صحابی نے آگے بڑھکر اُسکے کپڑے ٹٹولے۔ جھٹ خنجر اُن میں سے گر پڑا۔ اسپر بھی رحیم رسول ؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو معاف کر دو اور جانے دو۔ شرح زرقانی بر مواہب لدنیہ جزو ثانی صفحہ ۲۱۳۔

(۲) ثُمَامَہ بن اُثال۔ ایک رئیس عرب نے جسپر آنحضرتؐ کی کمال عنایات مبذول ہوئی تھی۔ کفار مکہ کی سخت عداوت اور ایذا کو جو وہ آنحضرتؐ کو پہنچاتے تھے۔ دیکھ کر یمامہ سے غلے کا مکے میں جانا بند کر دیا۔ اسپر کفار مکہ نے آپکو لکھا کہ آپ تو صلۂ رحم کا وعظ فرماتے ہیں۔ اور ہماری یہ گت ہو رہی ہے کہ بھوکے مر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ثمامہ کو لکھا کہ غلے کی راہ چھوڑ دے۔ شرح مواہب جزو ثانی صفحہ ۱۵۷۔

اللہ اللہ اس سے بڑھ کر رحم و حلم کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وطن سے نکالنے والوں، خون کے پیاسوں کے ساتھ یہ سلوک مرعی ہوتا ہے۔ صدق اللہ عز و جل وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ع جانہا فدائے تو کہ عجب کار میکنی۔

(۳) ابتدائے حال میں مکے سے نقل کر کے آپ طائف تشریف لے گئے۔ ایک مہینہ بھر وہاں قیام کیا اور اشراف قبیلۂ ثقیف کو اللہ کی طرف بلایا۔ اُن بدبختوں نے شہر کے سفلوں اور قلاشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ اُن کمینوں نے گالیاں دینی اور پتھر برسانے شروع کیے۔ اور جب آپ چلتے ٹھٹھے مارتے۔ اس طرح کی سخت ایذا اُٹھا کر آپ اُس شہر سے چل دیئے۔ پتھر سے پتھر دل کا کلیجہ بھی سُنکر پانی ہو جاوے۔ اگر اُن تمام مصائب کا بیان لکھا جائے۔ اس وحی الٰہی نے جو ہمیشہ انبیاء کی رفیق باطن رہتی ہے۔ آواز دی کہ اگر تو چاہے۔ تو اس شہر کو زیر و زبر کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔

بَلْ اَرْجُوْٓا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَّنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ

ا؎ نہیں مجھے امید ہے کہ خدا اُن سے ایسے لوگ پیدا کرے گا۔ جو اُسی اکیلے خدا کی عبادت کریں گے ۔

عدالت کے معنی ہیں افراط و تفریط کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرنا الہامی اصطلاح میں۔ ایسے احکام و اصول بیان کرنے جو عملاً قوئے انسانی اور اُس کی فطرت کے مقتضائے حال کے موافق ہوں۔ ایسے قیاس اور فقیرانہ خیالات نہ ہوں۔ جن کو عملی دُنیا نے کبھی ایک لمحہ بھر کے لئے استعمال میں لانے کی کوشش نہیں کی۔ اور اگر اُن کا دُنیا میں معمول ہونا فرض کیا جاوے تو عالم کا کیا حال ہو۔ یقیناً شیرازہ انتظام عالم درہم برہم ہو جاوے۔

بناءً علیٰ ہذا۔ مَیں بڑی جُرأت سے کہتا ہوں کہ جو اعتدال و عدل اور جو میانہ روی **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یعنی احکام قرآنی میں ملحوظ ہوئی ہے۔ کسی دُوسری شریعت میں نہیں۔ اس خطبے میں میرا یہ منشاء نہیں کہ دُوسرے مذاہب کے اصُول سے اصُول اسلام کا مقابلہ کروں۔ اُمید ہے کہ ہماری اس کتاب کے متفرق مقامات میں ناظرین اس باب میں اطمینان خاطر کا سامان پائیں گے۔ لیکن بہرحال اتنا کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ کی اس بارے میں نظر کدھر جاتی ہے۔ عیسائیوں کی سادہ لوحی یا تجاہل دیکھ کر ہمیں سخت افسوس آتا ہے۔ جب حضرت مسیح کی ایک دو صوفیانہ متوں[1] کو۔ یا چند ایک فقیرانہ خیالی تمثیلوں کو قرآن جیسی متین کتاب کے جلال و جمال آمیز اصول کے مقابل پیش کرتے ہیں۔ بیشک ایسی باتیں کانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں۔ اور بادی الحال میں ایک خیالی شعر کے مانند سامعین اُنپر آہاہا اور واہ واہ کا قہقہہ لگاتے ہیں۔ مگر اتنا تو بتاؤ۔ اور خدا کے لئے انصاف سے کہو کہ یہ تکیں کبھی عمل میں بھی آئیں۔ یا ان کو عمل میں لانے کی کبھی کسی زمانے میں کوشش کی گئی۔ حضرت مسیح ایک مفلوک الحال آدمی تھے استعلا کی آرزو تو نہایت تھی۔ مگر اس قدر سامان نہ ملا۔

بنی اسرائیل جیسی متکبر بد دماغ قوم کے مقابل میں اگر ایسے احکام کی تعلیم نہ دیتے

---

[1] جو کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دُوسرا اُس کے آگے کر دے۔ اور اگر تیرے پاس آج کے کھانے کے لئے ہے۔ تو کل کی فکر نہ کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔

توکیا کرتے۔

(۵) تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔

ان ہیبت ناک کاموں سے انکار ہو تو بنی قریظہ کی رُوحوں سے پُوچھ لو۔ بنونضیر کے بقایا سے دریافت کر لو۔ یہ وُہی یہودی ہیں جنہوں نے بقول آپکے مسیحؑ کو مار ڈالا۔ اور آخر اس فارقلیط احمدؐ محمدؐ کے ہیبت ناک ہاتھ سے سزایاب ہوئے۔

کسریٰ اور قیصر کے ناپاک آثار پاک زمین میں تلاش کرو۔

حضرت مسیحؑ کی بابت زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں بات صاف ہے۔ آپ کے حُسن جمال کی نسبت اندرونہ بائبل صفحہ ۱۷۶ دیکھ لو۔ کرایسٹ ظاہر خوبی سے معرّیٰ تھے جیسے کرشن دیو کالے رنگ کے حقیر تھے۔ پہلوانی اور تلوار باندھنا۔ گرفتاری۔ اسیری۔ تباہی گریز۔ اختفا۔ کافی شہادتیں ہیں۔ عیسائی لوگ بیدار ہو جاویں کہ وہ زمانہ نہیں رہا کہ ان امور کی تاویل اور تحریف سُننے کے قابل سمجھی جاوے۔ اعتقاد سے اور سادہ پنی سے انجیل کی صاف صاف باتوں کو ایر پھیر کر کے خوش ہو جاؤ۔ مگر یاد رکھو کہ حقیقۃ الامر کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ علوم حکمیہ کی اشاعت نے سب قلعی انجیلی تعلیم کی کھولدی ہے۔ یورپ کا حال ملاحظہ کر لو۔

بشاراتِ انجیلیہ

یُوحنا باب ۱۔ ۲۰

جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ یُوحنا سے پُوچھیں۔ کہ تُو کون ہے۔ اُس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ مَیں مسیح نہیں ہُوں تب اُنہوں نے اُس سے پُوچھا تو اور کون ہے۔ کیا تو ایلیاس ہے۔ اُس نے کہا مَیں وُہ نہیں ہُوں۔ اُنہوں نے کہا آیا تُو وُہ نبی[1] ہے۔

[1] یاد رہے کہ وہ نبی پر ریفرنس استثنار باب ۱۸ درس ۱۸ و ۱۷ کا حوالہ دیا ہے اور اسکو ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے بخوبی ثابت کر آئے ہیں ۱۲۔

ان اُوپر کی آیتوں سے تین پیغمبروں کا ذکر ثابت ہوتا ہے۔ ایک حضرت الیاسؑ کا اور دوسرے حضرت عیسٰیؑ کا۔ تیسرے اُس پیغمبر کا جو علاوہ حضرت عیسٰیؑ کے ہونے والا تھا۔ یہودی یقین کرتے تھے۔ پیغمبر الیاسؑ کو جنکو مسلمان خضر کہتے ہیں کہ وہ مرے نہیں۔ بلکہ صرف انسان کی نظروں سے غائب ہوگئے ہیں۔ اور یہودیوں کو حضرت عیسٰیؑ کی نسبت یہ یقین تھا۔ اور اب بھی ہے کہ وہ کسی نہ کسی دن آوینگے۔ لیکن اُن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور پیغمبر کے آنے کی بھی اُمید رکھتے تھے۔ اور وہ پیغمبر ایسا مشہور تھا کہ بجائے نام کے صرف اشارہ ہی اُسکے بتانے کو کافی تھا۔ جیسے کہ ہم مسلمان بھی پیغمبرؐ کے نام کی جگہ صرف آنحضرتؐ اشارے میں لکھتے ہیں اور بولتے ہیں۔

اور یہ مشہور پیغمبرؐ کون ہوسکتا ہے بجز اُسکے کہ جسکے سبب خدائے تعالیٰ نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو برکت دی اور جسکی نسبت خدائے تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کہا کہ تیرے بھائیوں میں تجھ سا پیغمبر پیدا کرونگا۔ اور جسکی نسبت حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ میرا محبوب سُرخ و سفید سب میں تعریف کیا گیا محمّدؐ ہے۔ یہی میرا مطلوب اور یہی میرا محبوب ہے۔ اور جسکی نسبت حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا۔ میرا جانا ضرور ہے۔ تاکہ فارقلیط آوے۔ اب مَیں نہایت مضبوطی سے کہتا ہوں۔ کہ یہ نامی اور مشہور پیغمبر حضرت محمّدؐ ہیں۔ واللہ حضرت محمّدؐ ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ منقول از خطبات احمدیہ۔

بشارت یوحنّا باب ۱۲-۴۷

اگر کوئی شخص میری باتیں سُنے اور ایمان نہ لاوے تو مَیں اُسپر حکم نہیں کرتا۔ کیونکہ مَیں اِس لئے نہیں آیا۔ کہ جہان پر حکم کروں۔ بلکہ[1] اِس لئے کہ جہان کو بچاؤں۔ وہ جو مجھے رد کردیتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ اُسکے لئے ایک حکم کرنے والا ہے۔

[1] سبحان اللہ یروشلم کو ٹیٹس کے بھیس میں آکر خوب بچایا۔

مرقس ۱۶ باب ۱۶ - جو ایمان نہیں لاتا - اُسپر سزا کا حکم کیا جائیگا - قرآن اور محمد صاحب کی چال چلن نے تمام دنیا پر آشکارا کر دیا - کہ یہ بشارت خاص محمدؐ عربی رسول امین کے حق میں ہے -

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ [1] - سیپارہ ۵ - سورۂ نساء رکوع ۱۶ -

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ [2] - سیپارہ ۶ - سورۂ مائدہ رکوع ۷ -

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ [3] - سیپارہ ۵ - سورۂ نساء - رکوع ۹ -

اور دیکھو رسول عربی کا چال چلن - یہودان بنی نضیر - بنو قریظہ کا عدول حکمی میں کیا حال کیا - مسیحؑ کے منکروں سے کیسے انتقام لیے - مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحؑ فرماتے ہیں منکروں پر سزا کا حکم کیا جاویگا - اب یہ حکم خود مسیحؑ تو نہیں کر سکتے تھے - کیونکہ وہ بقول ۱۲ باب یوحنا حکم نہیں کرتے - اور رومی بھی اس کے مصداق نہیں ہو سکتے - کیونکہ وہ اس وقت بت پرست اور کافر خدا کی نافرمان قوم تھی - وہ خدا کی طرف سے حکومت کا عہدہ لینے کے قابل نہیں تھے - علاوہ بریں ان پر روح القدس کا نزول اور خدا کی وحی ممکن نہیں تھی -

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشارت اُس نبی کی نسبت ہے - جو موسیٰؑ کے مثل صاحبِ حکومت و احکام و صاحب شریعت حضرت مسیحؑ کے بعد آنیوالا ہے - مبارک ہیں وہ لوگ جو اس صاحب شریعت رؤف و رحیم حاکم کے مطیع و منقاد ہوئے کہ جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے فیضوں سے بہرہ یاب ہوئے - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ -

---

[1] تاکہ تو حکم کرے لوگوں میں اُس چیز سے جس سے اللہ نے تجھ کو بتلایا ہے - ۱۲

[2] اور حکم کر تو اُن میں سے اُس چیز سے جو اللہ نے اُتاری ہے تیری طرف - ۱۲

[3] قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ لوگ ایمان والے نہ ہونگے جبتک تجھ کو اپنے جھگڑوں میں حاکم نہ کرینگے ۱۲

نویں بشارت باغ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ۝ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ۝ سیپارہ ۱۵- سورۂ کہف - رکوع ۵-

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء رکوع ۱

یہ پیشینگوئی اور بشارت بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہے۔ انجیل میں یہ بشارت نہایت تفصیل سے موجود ہے۔ وہ بڑا باغ اور بنی اسرائیل کا تاکستان یروشلم ہی بنی اسرائیل اپنے ناپاک گھمنڈ میں اپنے بھائی بنی اسمٰعیل کو ہمیشہ حقیر و ذلیل جانتے رہے۔ اور اپنی باغبانی کے (بقول مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا) لازوال ہونے کا یقین کرتے رہے۔ حضرت مسیح نے ان کو آگاہ کیا اور بتایا تمہاری باغبانی جاتی رہیگی۔ اب نیا افسر اور نئے باغبان آنے والے ہیں۔ اگر تم نے ان نئے باغبانوں پر حملہ کیا۔ تو چور ہو جاؤ گے۔ اور اگر وہ تم پر

لہ اور بیان کرو واسطے اُن کے مثال دو مرد کی کہ کئے ہم نے واسطے ایک کے اُن میں سے دو باغ انگوروں سے اور گھیرا ہم نے ان دونوں کو ساتھ کھجوروں کے اور کی ہم نے درمیان ان دونوں کے کھیتی۔ دونوں باغوں نے دیا میوہ اپنا اور نہ کم کیا اُس میں سے کچھ اور بہا دی ہم نے درمیان ان دونوں کے نہر اور تھا واسطے اسکے میوہ۔ پس کہا اُس نے واسطے ہمنشین اپنے کے اور وہ سوال جواب کرتا تھا اُس سے میں زیادہ تر ہوں تجھ سے مال میں اور زیادہ عزت والا ہوں آدمیوں کو اور داخل ہوا باغ اپنے میں اور وہ ظلم کرنیوالا تھا جان اپنی پر کہا کہ میں نہیں گمان کرتا یہ کہ ہلاک ہو وے یہ باغ کبھی ۱۲-

سلہ نزدیک آیا ہے واسطے لوگوں کے حساب اُن کا اور وہ بیچ غفلت کے مُنہ پھیر رہے ہیں ۱۲-

گرے پس جاؤگے۔ اس بشارت میں حضرت مسیحؑ کی تفصیل سُنو۔ متی ۲۱ باب ۳۳۔
مرقس ۱۲ باب ۱۔ لوقا ۲۰ باب ۹۔

پھر لوگوں سے یہ تمثیل کہنے لگا۔ کسی نے ایک انگور کا باغ لگا کے اُسے باغبانوں کے سُپرد کیا۔ اور مُدّت تک پردیس جا رہا۔

تفسیر۔ باغ لگانے والا وُہی خداوند بنی اسرائیل ہے۔ یسعیا ۵ باب ۲-۳۔ انگور بنی اسرائیل کی قوم ہو۔ ۸۰ زبور ۹۔ تاکستان یروشلم ہو۔ غزل الغزلات ۸ باب ۱۲ یسعیاہ ۵ باب ۲-۵-۷۔ قرآن بھی کہتا ہو۔ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ۔ یاد رکھو مالک کے آنے تک دیر ہے۔

اور موسم پر ایک نوکر کو باغبانوں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وے اس انگور کے باغ کا پھل اسکو دیں۔ لاکن باغبانوں نے اس کو پیٹ کے خالی ہاتھ پھیرا۔

تفسیر۔ دیکھو یرمیاہ ۲۷۔ باب ۱۵-۲۸۔

پھر اُس نے دُوسرے نوکر کو بھیجا۔ اُنھوں نے اُسکو پیٹ کے اور بے عزّت کر کے خالی پھیرا۔

تفسیر۔ یہ شخص اوریا تھا۔ یرمیاہ ۲۶ باب ۲۳۔ یہ اس لیئے کہ متی ۲۱ باب ۳۵ میں مار ڈالنا لکھا ہے۔

پھر اس لیئے تیسرے کو بھیجا۔ اُنہوں نے گھائل کر کے نکال دیا۔

تفسیر۔ ۲۔ تاریخ ۲۴۔ باب ۲۱۔

تب باغ کے مالک نے کہا کیا کروں۔ مَیں اپنے پیارے بیٹے (یہ مسیح ہیں) کو بھیجوں گا شاید اسے دیکھ کر دب جاویں۔ جب باغبانوں نے اسے دیکھا۔ آپس میں صلاح کی اور کہا یہ وارث ہے۔ آؤ اسکو مار ڈالیں۔ میراث ہماری ہو جاوے۔ تب اسکو باغ کے باہر نکال کر مار ڈالا۔ اب باغ کا مالک ان کے ساتھ کیا کریگا وہ آویگا۔ اور ان باغبانوں کو

قتل کریگا۔ اور باغ اوروں کو سونپے گا۔

تفسیر۔ مرقس۔ ۱۲ باب۔ ۶۔ اب اُس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جو اُس کا پیارا تھا۔ بیٹے کا لفظ یہاں بمعنی صلح کار کے لیا ہے۔ بیٹے کا لفظ کتب مقدسہ میں وسیع معانی کے ساتھ مستعمل ہے۔ بیٹے کے حقیقی معنے باپ کے نطفے اور اُس کی جورو کے رحم سے پیدا ہونیوالے کے ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک بھی یہ معنی صحیح نہیں۔ رہے مجازی معنی بیٹے کے۔ وہ وسیع ہیں۔ ہم نے حسب حال صلح کار لئے۔ متی ۵ باب ۹۔ مبارک وے جو صلح کار ہیں۔ کیونکہ خدا کے فرزند کہلائیں گے۔ اور مسیحؑ صلح کا شاہزادہ ہے۔ یسعیاہ۔ ۹ باب ۶۔ حسب بیان مرقس ایک ہی بیٹے رہ گئے۔ بنی اسرائیل میں کامل صلح مسیحؑ میں تھی۔ اور اسی سے بنی اسرائیل کے گھرانے کی نبوت و رسالت کا خاتمہ ہوگیا۔ خدا کے فرزند کا محاورہ دیکھنا ہو تو دیکھو مبحث الوہیت مسیح۔ وہاں ثابت کیا ہے۔ حسب محاورہ کتب مقدسہ فرشتے خدا کے بیٹے ہیں۔ ایوب باب ۶۔ اور انبیاء اُسکے بیٹے۔ ایوب ۳۸ باب ۷۔ اور بدکار خدا کے بیٹے۔ یسعیاہ ۳۰ باب ۱۔ سب فرزند۔ یوحنا ۱۱ باب ۲۵۔

اب مار ڈالا کی تحقیق سُن لو۔ یہاں سخت ایذا کو مار ڈالنا کہا ہے۔ کیونکہ مکاشفات ۵ باب ۶ میں ہے۔ گویا ذبح کیا۔ یہودی کہتے ہیں۔ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا قتل کے تو عیسائی بھی منکر ہیں۔ پر قرآن کا مسیحؑ کے قصے میں یہ کہنا۔ مَا قَتَلُوْہُ بالکل سچ ہوا۔ اور بعض یہود کہتے ہیں۔ ہم نے صلیب دی۔ اور یہ بھی غلط ہی۔ اُس زمانے کی سُولی یہ نہ تھی جیسے اسوقت ہوتی ہے۔ بلکہ آدمی کو کسی لکڑی پر ٹانگ دیتے تھے۔ اور مصلوب بھوکا پیاسا ایذائیں پاتا مدت کے بعد مر جاتا تھا۔ اگر جلدی اُتارتے تو ہڈیاں توڑ ڈالتے حضرت مسیحؑ جلد اُتارے گئے۔ مسیحؑ کی ہڈیاں توڑی نہیں گئیں۔ پس قرآن کا یہ کہنا وَمَا صَلَبُوْہُ بالکل سچ ہوگیا۔

عربی میں مصلوب اُسی کو کہتے ہیں۔ جسکی پیٹھ کی ہڈی توڑی جاوے۔ دیکھو قاموس

لغت صلب۔ اور مسیحؑ ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے۔ دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۳۳۔ بات یہ ہے
حاکم مسیح کا حامی تھا۔ دیکھو اُس نے ہاتھ دھوئے اور کہا۔ مَیں اس راستباز کے خون
سے پاک ہوں۔ متی ۲۷ باب ۲۴۔ حاکم کی عورت حامی اور مددگار تھی۔ خصم کو کہتی ہے
مجھے اس راستباز سے کام نہ ہو۔ متی ۲۷ باب ۱۹۔ صوبے دار اور یسوع کے نگہبان
بھی حامی اور وہمی تھے۔ اور پھر عیسائی۔ متی ۲۷ باب ۵۴۔ یوسف نام ارمیتہ کا
دولتمند۔ سانیڈرم مجلس شاہی کا ممبر بھی حامی۔ متی ۲۷۔ باب ۵۷۔ اور شاگرد منتظر
بادشاہت تھا۔ مرقس ۱۵ باب ۴۳۔ لوقا ۲۳ باب ۵۰۔ یہود کے خوف سے خفیہ
رہتا۔ یوحنا ۱۹ باب ۳۸۔ اس شخص نے لٹکانے کے چند گھنٹے کے بعد جب اندھیرا
ہوا۔ بادشاہ سے کہا۔ یسوع مر گیا ہے۔ لاش مجھے مرحمت ہو۔ پلاطس حاکم نے تعجب
کیا۔ کہ ایسا جلد کیونکر مرا۔ اور یوسف اور صوبیدار معتقد گواہ ہیں اور یہود بیچارے
سبت کے بکھیڑے میں موجود ہی ہیں۔ قبر میں رکھا۔ اور ہٹی کی خبر لی۔ اور کوئی محافظ
اُسوقت نہ تھا۔ خیر خواہ اپنے خاکسار کو نکال لے گئے۔ بیشک مسیحؑ مُردہ یہودیوں سے
جی اُٹھے۔ ابدی زندگی میں جلال پا گئے۔ ابت وار کو حفاظت شروع ہوئی۔ پس صاف
آشکار ہے۔ وہ بے گناہ بچ گئے۔ اسی واسطے قرآن کا کہنا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ
بالکل راست ہے۔ یا انجیلی محققوں کے طور پر کہتے ہیں آپکی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔
ویسے ہی مر گئے۔ بے ایمان یہودی اسی بات پر یقین رکھتے۔ اور کہے گئے ہم نے
مسیحؑ کو مار ڈالا۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ
وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

لہ اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا اور اُن لوگوں نے نہ مارا اُسکو اور
نہ سُولی پر چڑھایا اُسکو لیکن قتل اور سولی دینے کا شبہ ہوا اُن کو۔ اور ہر آئینہ جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس میں وہ اسکے

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط
وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ
عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۔ سیپارہ ۶ ۔ سورۂ نساء ۔ رکوع ۲ ۔

بات دُور چلی گئی ۔ ان باغبانوں نے اپنے آخری نبی راستباز صلح کار کو اپنے زعم میں قتل کیا ۔ مار ڈالا ۔ بنی اسرائیل کے سارے نبی خدا کے پلوٹھے تھے ۔ اور مسیح آخری پلوٹھے ۔ اب باغ اوروں کے سپرد ہوا ۔ باغ یروشلم تھا ۔ پہلے اسکے باغبان بنی اسرائیل میں سے رہے ۔ ان کی بے ایمانی سے اب وہ باغ بنی اسمٰعیل کے سُپرد ہوا ۔ ماجوج دراز گوش کہتے ہیں ۔ وہ آخری آچکے اب محمد ؐ کون ہے ۔ عقل والو سوچو ۔ انجیل میں لکھا ہے ۔ مالک باغ باغ اوروں کو سُپرد کریگا ۔ آخر کہاں آچکے ۔ معاملہ ختم نہیں ۔ کبھی پہلے بنی اسمٰعیل اس کے مالک ہوئے ۔ اب تیرہ سَو ۱۳۰۰ برس سے مالک ہیں ۔ یہود اور عیسائیوں کے لئے عہدۂ باغبانی نہیں رہا ۔ باغ کا نام بھی بدل گیا ۔ یروشلم سے بیت المقدس بنا ۔

متی اس نئی قوم کے حق میں کہتا ہے ۔ وہ موسم پر پھل دینگے ۔ متی ۲۱ باب ۴۱ ۔ اور عرب میں حج کے ایّام کو موسم کہتے ہیں ۔ پھر لوقا ۲۰ باب ۱۶ ۔ اُنہوں (بنی اسرائیل) نے یہ سُن کے کہا ۔ ایسا نہ ہو ۔ تب اُسنے اُنکی طرف دیکھ کے کہا ۔ پھر وہ کیا ہے جو لکھا ہے کہ وہ پتھر جسے راجگیروں نے رد کیا وُہی کونے کا سرا ہوا ۔ ہر ایک جو اس پتھر پر گرے چُور ہوگا ۔ اور جسپر وہ گرے اُسے پیس ڈالیگا ۔ اور متی ۲۱ باب ۴۴ ۔ اِسلیئے مَیں تمہیں کہتا ہوں

بقیہ حاشیہ شک میں ہیں اور ان لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر گمان کی پیروی ۔ اور نہ مارا اُس کو از راہِ یقین ۔ بلکہ اللہ نے اُس کو اپنی طرف اُٹھالیا ۱۲ ۔

لے اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اُسکے پہلے موت اُسکی کے اور دن قیامت کے ہوگا اُوپر اُنکے گواہ ۱۲

ے بنی اسرائیل کو خدا نے مصر سے لاکر یروشلم میں آباد کیا ۔ اور اُن میں انبیاء و رُسل بھیجے ۔ یسعیاہ باب ۔

خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاویگی - اور ایک قوم کو جو اسکے پھل لاوے دی جاوے گی -
یاد رہے بنی اسرائیل صرف رُوحانی بادشاہ نہ تھے - بلکہ رُوحانی اور جسمانی -

عیسائی منصفو! یہ پتھر وُہی ہے جسکو دانیال نے دیکھا اور وہ پھر پہاڑ بن گیا
دانیال ۲ باب ۴۴ - جو اسپر گرا چُور ہوا اور جسپر وہ گرا اُسے پیس ڈالا - جہاد پر اعتراض نہ کرنا -

قدیم زمانے میں تصویری زبان کا بڑا رواج تھا - اسی خیال پر عیسائیوں نے موسوی رسومات کو صرف نشان قرار دیا ہے - مثلاً کہتے ہیں - قربانی توریت مسیح کی قربانی کا نمونہ تھی - گو جانور خاموش جان دیتا ہے - اور مسیح نے ایلی ایلی پکارتے جان دی - ظاہری طہارتیں اصلی طہارت کا نمونہ تھیں - بوٗلا[1] ہلانا مسیح کا جی اُٹھنا تھا[2] - یوشع نے بارہ پتھر اُٹھوائے اور بقول عیسائیوں کے وہ بارہ حواریوں کا گویا نشان تھا - یوشع ۴ باب ۶ - وغیرہ وغیرہ - اب سوچو - حجر اسود مکّے میں کونے کا پتھر تھا - اور اسلام سے پہلے سالہا سال کا موجود - لوگ اسے چُومتے اور اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے - گویا یہ پتھر کونے کا سرا مکّے میں تصویری زبان میں کتب مقدسہ کا یہ فقرہ تھا - وہ پتھر جسے معماروں نے رَدّ کیا - وُہی کونے کے سرے کا پتھّر ہوا - عرب اُمّی محض تھے - اور صاحبِ کتاب نہ تھے - اُن کے لیئے بجائے کتاب یہی پتھر گویا کلامِ الٰہی تھا - اس پتّھر کو عرب یمین الرحمٰن کہتے تھے - اب جو اصل آگیا اور اُس کی منزّلہ کتاب میں اِنَّ[3] الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ کا فرمان اُترا - عرب چونک اُٹھے اور کہنے لگے - مَا[4] الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَھُمْ نُفُوْرًا - سیپارہ ۱۹ سورۂ فرقان رکوع ۵ -

---

[1] احبار ۲۳ باب ۱۰ - [2] اقرنتی ۱۵ باب ۲۰ - ۱۲

[3] جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے - وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ۱۲ - یہ آیت سیپارہ ۲۶ - سورۂ فتح - رکوع ۱ میں ہے -

[4] رحمٰن کیا ہے - کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جس کو تو فرمادیگا - اور بڑھتا ہو اُن کا بھاگنا ۱۲ -

اسکے تشریف لاتے یروشلم کی باغبانی بنی اسرائیل سے چھن گئی۔ جو اسپر گرا چور ہوا۔ جسپر وہ گرا پس گیا۔ یہ پتھر کونے کا سرا نہ تو مسیح ہیں۔ کیونکہ مسیح نے اس کے ظہور کے لئے اپنے بعد کا زمانہ بتایا۔ دیکھو لوقا ۲۰ باب ۱۶۔ متی ۲۱ باب ۴۳۔ دانیال ۲ باب ۴۴۔

بشارت

اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ[۱]

اس بشارت کو یوحنا نے اپنی انجیل میں لکھا ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۴ باب ۱۵-۱۷۔ میرے کلموں پر عمل کرو۔ میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا۔ اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشیگا۔ کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔

قرآن نے کہا ہی۔ مسیح نے احمد کی بشارت دی اور یہ بشارت نبی عرب نے عیسائیوں کے سامنے پڑھ سنائی اور کسی کو انکار کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ زمانہ دراز کے بعد جب قرآنی محاورات سے بے خبری پھیلی پادریوں نے کہدیا۔ یہ بشارت انجیل میں نہیں۔ بیشتر زمانے میں اناجیل کے باب اور ورس نہ تھے۔ ورنہ پرانے اہل اسلام نشان دیتے۔ فارقلیط اور پرکلتیاس یا پرکلٹیوس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ میں کہتا ہوں یوحنا ۱۴ باب ۱۵ میں ہی دوسرا تسلی دینے والا۔ اور عرب کی کتب لغت میں حمد کے مادے کو دیکھ جاؤ۔ الحود احمد دوسرے آنے والے کو احمد کہتے ہیں۔ اور یہ بات بطور مثل عرب میں مشہور و معروف تھی۔ یہ بشارت قرآنیہ یوحنا ۱۴ باب ۱۵ کے بالکل مطابق ہی۔ کیونکہ

---

[۱] اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہی۔ توراہ اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آویگا مجھ سے پیچھے اس کا نام ہے احمد ۱۲

یہ آیت سیپارہ ۲۸۔ سورہ صف۔ رکوع ۹ میں ہے ۱۲

یوحنا ۱۶ باب ۱۲- میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں - پر اب تم اِس کی برداشت نہیں کر سکتے- لاکن جب وُہ رُوح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادیگی- اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی- لاکن جو کچھ وہ سُنیں گی- سو کہیگی- اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی- اور وُہ میری بزرگی کریگی- اسلئے کہ وہ میری چیزوں سے پاویگی- اور تمہیں دکھلائیگی- سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں- اِسلئے مَیں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لے گی- اور تمہیں دکھاوے گی- یوحنا ۱۶ باب ۱۲-

لاکن فارقلیط رُوح القدس وہ جسے میں باپ کی طرف سے بھیجونگا- روح حق جو باپ سے نکلتی ہی تو وہ میرے لئے گواہی دیگی- اور تم بھی گواہی دوگے- کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو- مَیں نے تمہیں یہ باتیں کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ- ۱۵ باب ۲۶ و ۱۶ باب ۱-

اِس بشارت پر غور کرو صاف صاف نبی عرب کے حق میں ہے-

روح القدس اور رُوح القدس اور روح الحق ہی قرآن لائے- دیکھو-

قُلْ[1] نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا- سیپارہ ۱۴- سُورہ نحل- رکوع ۲۰-

رَفِيْعُ[2] الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ- سیپارہ ۲۴- سورۂ مومن- رکوع ۷-

بلکہ قرآن نے بڑے زور- ہاں نہایت بڑے زور سے کہا ہے- آنحضرت صلعم مظہر اتم اور حق ہیں- غور کرو-

---

[1] تو کہہ اسکو اُتارا ہی پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والوں کو ۱۲

[2] صاحب اُونچے درجوں کا مالک تخت کا اُتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جسپر چاہے اپنے بندوں میں کہ وہ ڈراوے ملاقات کے دن سے ۱۲-

(۱) قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ سیپارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل ع ۹

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔

(۳) مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ سیپارہ ۹۔ سورۂ انفال۔ ع ۲۔

عیسائی خوش اعتقاد جیسے الوہیت مسیحؑ اور کفارے پر یقین کر بیٹھے ہیں۔ ایسی ہی یہ بھی خیال و وہم کرتے ہیں کہ یہ بشارت مسیح کے حق میں اور یا رُوح القدس کے حق میں ہے۔ جو حواریوں پر اُتری۔ حالانکہ یہ خیال عیسائیوں کا نہایت غلط ہے۔

اوّل تو اسلئے۔ مسیحؑ فرماتے ہیں۔ میرے وصایا کو محفوظ رکھو۔ پھر اس رُوح کی خبر دیتے ہیں۔ پس اگر وہ رُوح مُراد ہوتی جو حواریوں پر اُتری۔ تو اسکی نسبت ایسی تاکید ضروری نہ تھی۔ کیونکہ جسپر نازل ہوتی ہے۔ اُسے اشتباہ ہی کیا ہوتا ہے۔ حواری تو نزول رُوح کے عادی تھے۔

دوم۔ یوحنا باب ۱۴ میں اس رُوح کی تعریف میں لکھا ہے۔ وہ رُوح پاک میرے نام سے ہر بات تم کو سکھلاویگی۔ اور یاد دلاویگی تم کو وہ باتیں جو مَیں نے کہی ہیں اعمال حواریوں سے معلوم نہیں ہوتا کہ مسیحؑ کے فرمانے سے حواری کچھ بھول گئے تھے! اور اس رُوح القدس نے جو حواریوں پر اُتری۔ حواریوں کو کچھ یاد دلایا۔

ہاں نبیؐ عرب نے بہت کچھ یاد دلایا۔ عیسائی مسیحؑ کی خالص ماں صرف انسانیت بھول گئے تھے۔ عام بُت پرستوں کی طرح الوہیت کو انسانیت سے ملا دیا تھا۔ مسیحؑ کو معبود بنا رکھا تھا۔ اسی کو کفارہ اپنے معاصی کا بنا رہے تھے۔ نبیؐ عرب نے سب کچھ یاد دلایا۔ اور سیدھا راستہ بتایا۔

سوم۔ یوحنا ۱۵ باب ۲۶ و ۱۶ باب ۷ میں ہے۔ وُہ روح میرے لئے گواہی دے گی۔ اور

لہ تو کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا ۱۲۔

ٹہ جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ۱۲۔

سہ تُو نے نہیں پھینکی مُٹھی خاک جس وقت تھی اللہ تعالیٰ نے پھینکی ۱۲۔

تم بھی گواہی دیتے ہو۔ حواری تو مسیح کو خوب جانتے تھے۔ اُنہیں گواہی کی حاجت نہ تھی۔ اور اوروں کو اس رُوح نے جو حواریوں پر اُتری گواہی دی نہیں۔ اور رُوح القدس نے کوئی گواہی دی ہے تو وہی گواہی ہے جو حواریوں نے دی۔ اس رُوح القدس نے حواریوں سے علیحدہ ہرگز کوئی گواہی نہیں دی۔

چہارم۔ مسیح نے فرمایا میرا جانا بہتر ہے۔ مَیں جاؤں تو وہ آوے۔ یوحنا ۱۶ باب ۷۔ صاف عیاں ہے۔ مسیحؑ کے وقت وہ رُوح نہ تھی۔ حال آنکہ رُوح القدس یوحنا بپٹسما دینے والے کے وقت سے مسیحؑ کے ساتھ تھی۔

پنجم۔ یوحنا ۱۶ باب ۷ میں ہے۔ وہ سزا دے گی۔ اور بالکل ظاہر ہے۔ وہ رُوح جو حواریوں پر اُتری۔ بلکہ خود مسیحؑ اور مسیحؑ والی رُوح سزا دینے کے لئے نہ تھی دیکھو یوحنا ۱۲ باب ۴۷۔

ششم۔ یوحنا ۱۶ باب ۱۲ میں ہے۔ مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ پر اب تم برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ روح جس کی بشارت ہے۔ سب کچھ بتائے گی۔ یہ فقرہ بڑی سخت حُجت عیسائیوں پر ہے۔ کیونکہ جو رُوح القدس حواریوں پر اُتری۔ اُس نے کوئی سخت اور نیا حکم نہیں سُنایا۔ تثلیث اور عموم دعوت غیر قوموں کی بُلاہٹ تو بقول عیسائیوں کے خود مسیحؑ فرما چکے تھے۔ اور پولوس کی کارستانیوں نے تو کچھ گھٹایا ہے۔ بڑھایا نہیں۔ ہاں اس رُوح القدس اس رُوح الحق نے جس کو فارقلیط کہیئے۔ پرکلیٹاس۔ پاراکلیٹوس کہیئے۔ محمدؐ کہیئے۔ احمدؐ بولیئے۔ عبداللہ اور آمنہ کے گھر جنم لے۔ صدہا احکام حلت و حرمت اور عبادات اور معاملات، کے قوانین مسیحی تعلیم پر بڑھا دیئے۔ فداہ ابی اُمیّ۔

ہفتم۔ یوحنا ۱۶ باب ۱۳۔ وُہ اپنی نہ کہے گی۔ اور یہی مضمون قرآن میں محمد بن عبداللہ کی نسبت ہے۔

(۱) مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی - سیپارہ ۲۷ - سُورۃ النجم - رکوع ۵[1]

(۲) اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ - سیپارہ ۷ - سُورہ انعام - رکوع ۱۲ -[2]

(۳) قُلۡ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِیۡ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ - سیپارہ ۱۱ - سُورہ یُونس - رکوع ۲ -[3]

عِیسائیوں کے اِعتراضات

پہلا شبہ - ان بشارات میں جو یوحنّا نے لکھی ہیں - رُوح القدس - رُوح الحق مراد ہے اور وہ اقنوم ثالث ہے -

جواب - اس رُوح کا اقنوم ثالث سے ہونا تو صرف عیسائیوں کا دعویٰ ہے - رُوح کا لفظ کتب مقدسہ میں وسیع معنے رکھتا ہے - حزقیل ۳۷ باب ۱۴ میں مُردوں کو فرمایا میں اپنی رُوح تم میں ڈالونگا - دیکھو یہاں رُوح الٰہی - نفسِ حیوانی ہے یا قوّتِ حیات - ۴ باب ۱ - یوحنّا کا پہلا خط - ہر ایک رُوح کی تصدیق مت کرو - بلکہ امتحان کر لیا کرو معلوم ہوتا ہے واعظوں کو رُوح کہتا ہے جیسے انجیل متی میں وہ نبی (آنحضرتؐ) سے مراد ظاہر نبی موسیٰ کے مثل ہے - ایسا ہی انجیل یوحنّا وغیرہ سے رُوح القدس روح الحق وُہی مظہر اتم ہے جس کا بیان قرآن میں ہے - قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ (تو کہہ میرا رب پھینکتا جاتا ہے سچا دین وہ جاننے والا ہے چھپی چیزوں کا) سے ظاہر ہے -

دُوسرا شبہ - بشارات میں خطاب حواریوں کو ہے - اور محمدؐ صاحب حواریوں کے وقت تشریف نہیں لائے -

جواب - متی ۲۶ باب ۶۴ میں کاہنوں کو مسیحؑ نے فرمایا - تم ابن آدم (حضرت مسیحؑ)

---

[1] نہیں بولتا ہوا اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو بھیجتا ہے ۱۲ [2] میں اسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو حکم آتا ہے ۱۲

[3] تو کہہ میرا کام نہیں کہ اُس کو بدلوں اپنی طرف سے میں تابع ہوں اُسی کا جو حکم آوے میری طرف ۱۲ -

کو تخت پر اُترتا دیکھوگے۔ حالانکہ ان کاہنوں میں سے کسی نے نہ دیکھا۔ بلکہ اُنیس سو برس کے قریب گزرتا ہے۔ اب تک مسیحؑ نہیں آئے۔

تیسرا شبہ۔ فارقلیط کی تعریف میں ہے۔ تم اسے نہیں دیکھتے حالانکہ محمدؐ صاحب کو لوگوں نے دیکھا۔

جواب۔ یہاں جسمی دیکھنا وہی سمجھیں جو جسم کے فرزند ہیں۔ مسیحؑ پر جب رُوح القدس اُتری وہ بھی کبوتر کی شکل میں لوگوں نے دیکھی۔ تو پھر رُوح القدس پر شبہ آگیا۔ وہ دیکھے گئے۔ بات یہ ہے یہاں حقیقت کی پہچان کو دیکھنا کہا ہے۔ اگر محمدی حقیقت کو لوگ پہچانتے تو اُسکے مُنکر کیوں ہوتے ۱۱ باب ۲۷۔ یُوحنا ۸ باب ۱۹۔

چوتھا شبہ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے اور محمدؐ صاحب ہمارے ساتھ نہیں۔

یہ صیغہ بمعنی استقبال ہے دیکھو بعینہٖ یہ محاورہ حزقیل ۳۹ باب ۸۔ اور یوحنّا ۵ باب ۲۵ میں بھی ہے۔ وہ ابھی جب مُردے ابن اللہ کی آوازیں سُنیں۔ اُنیس سو برس میں یہ (ابھی) ظاہر نہیں ہوئی۔

پانچواں شبہ۔ اس بشارت میں لکھا ہے۔ وہ میری چیزوں سے پاویگی۔ اور محمدؐ صاحب نے مسیحؑ کی چیزوں سے کیا پایا۔

جواب۔ اسی فقرے کے بعد مسیحؑ فرماتے ہیں۔ سب چیزیں میرے باپ کی میری ہیں۔ اسلئے مَیں کہتا ہوں کہ وہ میری چیزوں سے لے گی۔ بلکہ اس فقرے سے مسیحؑ کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ رُوح بتدریج کامل ہوگی۔ اور آہستگی سے کمال حاصل کرے گی۔

چھٹا اعتراض۔ اعمال ۱۔ باب ۸ میں ہے۔ اسکے آتے تک یروشلم میں رہو۔ معلوم ہوتا ہے وہ رُوح یروشلم میں حواریوں پر اُتری۔

جواب۔ رُوح القدس کے اقسام ہیں ایک موعد الاب ہے اور ایک فارقلیط۔

یُوحنّا نے فارقلیط کی نسبت بشارت کو لکھا ہے۔ اور لُوقا نے اس نزول رُوح کا بیان کیا ہی۔ جس کا تذکرہ اعمال میں موعد الاب کر کے ہی۔ غرض جو رُوح حواریوں پر اُتری۔ وُہ اور ہے۔ اور یہ رُوح الحق جسکا اشارہ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ میں ہی اور ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ یروشلم میں رہنا۔ اس جگہ کی شریعت کی پابندی اور اسے قبلہ سمجھنا آپ کے تشریف لانے تک یہود اور نصاریٰ کو ضرور تھا۔ یروشلم میں رہتے اور اُسی کی محبت کرتے۔ جب بیت ایل مکّہ ہی قرار پایا تو اُنکو ضرور ہوا یہ اسمیں رہیں اور وہ آیندہ رہے۔

اثبات نبوۃ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشینگوئیوں سے

ہر ایک عاقل اور تاریخی مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کا معتقد اس بات کو یقیناً جانتا ہی کہ آیندہ زمانے کی نسبت پیشگوئی کرنا کبھی قانون قدرت کی عادت و آداب اور اُسکے اسباب پر نظر کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کبھی قرائن موجودہ کے لحاظ سے۔ کبھی اپنے چیلوں اور مُریدوں اور نوکروں کے ڈرانے یا خوش کرنے کے لئے۔ اور کبھی سچّے الہام سے۔

مثلاً مَیں موسم سرما میں یہ پیشینگوئی کروں (اگر اسے پیشینگوئی کہہ سکیں) کہ گرمی کے موسم میں یہاں ایسی سردی نہ ہوگی۔ تو ظاہر ہے کہ یہ پیشینگوئی حالات طبعی اور قانون قدرت کے باترتیب غیر متبدل واقعات پر نظر کرنے سے ہوگی یا گرم مکان میں جسے عارضی حرارت پہنچائی گئی ہو۔ بیٹھا ہوا باہر کی برف اور سرما کو تصور کر کے کہدوں کہ اس مکان کے باہر کُھلے میدان میں بیشک سردی ہوگی۔ تو یقیناً میرا ایسا کہنا صاف قرائن موجودہ کی امداد سے ہوگا۔

یا اگر مَیں اپنے مُریدوں اور خادموں کو کہوں کہ تم کو میری اطاعت اور خدمت کے عوض میں ضرور جنّت عطا ہوگی۔ اور تقصیر خدمت و عصیان کی صُورت میں تم وبال

اور جہنّم کے مستوجب ہو گے۔ اگر یہ کلام کسی راہ حق کی طرف بُلانے والے کے مُنہ سے نکلا ہے۔ تو اُسے ہم کتب الہامی کے محاورے کے رُو سے وعدو وعید کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ورنہ ہم اُسے سوائے خدام کے ڈرانے یا خوش کرنے کے کچھ وقعت نہیں دے سکتے اور سچّی الہامی پیشینگوئی کا مستحق اُسے کبھی نہ سمجھیں گے۔

لیکن اگر کوئی کہدے کہ فلاں قوم کی تباہی و زوال یا فلاں واقعۂ عظیم ایک سال یا پانچ ماہ کے اندر واقع ہوگا۔ یا فلانی خاص رسم یا عادت و رواج فلاں قوم و ملک سے ابد تک نیست و نابود ہو جاویگی۔ یا فلاں قوم ضعیف اسقدر محدود و معیّن عرصے میں الٰہی جلال اور شان و شوکت کے لباس سے مُلَبّس ہو گی۔

تو اب ہم بغور دیکھیں گے کہ اس دعوے کے وقت مُلکی تمدنی طبعی واقعات و حالات ایسے موجود تو نہیں یا ایسے کلیات تو پیشِ نظر نہیں جن سے ایسے جزئیات کا استخراج بآسانی ممکن الوجود ہے۔ کوئی قرینہ کوئی سبب حاضر الوقت تو نہیں جو اس مخبر کی خبر کے ماخذ و منشا ہیں۔ یا صرف ترغیب و ترہیب ہی تو نہیں۔ تو بیشک و بے شبہ ایسے کلام کو سچّے واقعی الہام کا نتیجہ اور حقیقی عزّت کا مستحق قرار دینگے۔

اب ہم اُس کامل محک کے اوپر موسیٰ و عیسیٰ و نبیٔ عرب کی پیشینگوئیوں کو نہایت آزادی اور ایمانداری سے پرکھیں گے۔ اور دکھلائیں گے کہ سچّی پیشینگوئی کے خطاب کا سُنہری تاج کس مبارک سر پر جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔

مثال شق اوّل۔ موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم میرے بعد جلد مُرتد ہو جاؤ گے۔ اور بدکاری اور بُت پرستی کے مُرتکب ہو گے۔ اور ایسا ہی ہُوا کہ بنی اسرائیل موسیٰ کے بعد بہت جلد ارتداد و بدافعالی کی بلائیں گرفتار ہو گئے۔ اب اسے پیشینگوئی کہو یا قیاس و فراست کا نتیجہ کہو بات صاف ہے۔

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے واقعات گزشتہ سے خوب واقف تھے۔ انکی گرگٹ

کی سی طبیعت انکی تلوّن مزاجی۔ انکی قدیم رفتار کے کارنامے موسیٰ کی لوح حافظ سے مٹ نہیں گئے تھے۔ انکی قومی تاریخ نے کبھی موسیٰؑ کے اضطراب طبع کو اطمینان سے مبدّل نہیں کیا تھا۔ انکے روزمرہ کے حالات و قرائن خاص کشش کے ساتھ موسیٰؑ کی طبیعت کو ایسے بدیہی اور پیش پاافتادہ نتائج کے نکالنے پر مائل کرتی تھی۔ موسیٰؑ سے قبل کے حالات چھوڑ دو جو ایک لمحہ بھر کیلئے موسیٰؑ کی عالمانہ یادداشت سے فراموش نہیں ہو سکتے تھے۔ خود موسیٰؑ کے وجود کو اُن لوگوں کے درمیان اور اُنکی پُرزور گرم تعلیم ہی کو ملاحظہ کر لو۔ کہ کس قدر اور کب تک اُسکے اثر کی جڑ اُنکی زمین سینے میں مضبوط رہی۔

کیسے بڑے بڑے کرشمے اور معجزات اُنکے ہاتھ سے دیکھے۔ فرعون اور اُسکے پیرووں کے مقابل میں کیا کچھ کرامات و کمالات مشاہدہ نہ کیئے۔ پھر بھی یہ بنی اسرائیل خدا کی برگزیدہ قوم۔ ہاں اُسکے "اکلوتے بیٹے موسیٰؑ و ہارون" جیسے خیرخواہوں سے سمندر سے پار ہوتے ہی کیسی ناراض بلکہ صف آرا ہوئی۔ خروج ۱۶۔ باب ۲۔

مَنّ جیسی نعمت کے کھاتے ہوئے مچھلی اور پیاز اور گندنا کے خواستگار ہوئے۔ مَنّ کے جمع کرنے سے روکے گئے تھے۔ پھر بھی جمع کرنے سے نہ ٹلے[1]۔ بلکہ خدا فرماتا ہے کہ دس مرتبے یہ لوگ مجھے آزماتے اور میری آواز پہ کان نہ دھرتے[2] اور موسیٰؑ فرماتے ہیں۔ جس دن سے میں نے تم کو جانا تم خداوند سے سرکشی کرتے ہو[3]۔ صرف چالیس[4] روز کے وعدے پر موسیٰؑ پہاڑ پر گئے۔ اور ہارون جیسے مقدس۔ خلیفۂ وقت۔ نبی۔ وہی ہارونؑ جس کی کہانت کے لئے موسیٰؑ سے پہاڑ پر تجویز ہو رہی تھی۔ پس کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ زبردست نبی کی زندگی اور فقط چند روزہ غیر حاضری کا خیال دل میں موجود اور ہارونؑ جیسا ناصح مشفق نائب سر پر کھڑا۔ اسپر جھٹ بچھڑو بنا اُسی کی خدائی کے قائل ہو گئے۔ اور بچھڑو کی پوجا شروع کر دی[5]۔

---

[1] خروج ۱۶ باب ۲۰ [2] گنتی ۱۴ باب ۲۲ و ۲۳ [3] استثناء ۹ باب ۲۴ [4] استثناء ۹ باب ۲۵ [5] استثناء ۹ باب ۱۶۔

اگر عیسائیوں کے اعتقاد پر جاویں جنکے نزدیک خود ہارون ؑ جیسے کاہن مقدس اُس سخت بدعت کی اشاعت کے بانی ہوئے۔ تو اب ایسی قوم ہاں ایسی خوش اعتقاد متلوّن مزاج گروہ جو حضرت موسیٰ ؑ کو اس قسم کے بدیہی اندازے اور صاف صاف رائے لگانے پر مجبور کرے کیا اچنبے کی بات ہے۔ اگر حضرت موسیٰ ؑ انہیں کہیں کہ تم میرے پیچھے بگڑ جاؤگے۔ اور تراشے ہوئے بُتوں کی پرستش کروگے۔ اور اگر اسے ترغیب و ترہیب ہی خیال کیا جاوے تو بھی بات واضح ہے۔

اب لیجیئے۔ حضرت مسیح ؑ کی سُنیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھے گی۔ کال اور وبائیں پڑینگی۔ اور جگہ جگہ زلزلے واقع ہوں گے۔[۱] اپنے شاگردوں کو فرمایا۔ جو کوئی اپنی جان بچانی چاہے اُسے کھوئیگا۔ اور جو کوئی میرے لئے اپنی جان کھوئے اُسے پاوے گا۔[۲] آپ نے پطرس کو فرمایا (وُہی پطرس نہ جو رسول اور صاحب کتاب ہوا۔ اور جس نے بڑی دلیری اور جُراٗت سے اُستاد کو ملعون کہکر تین بار انکار کیا) مَیں آسمان کی بادشاہت کی کُنجیاں تجھے دُونگا۔ اور جو تو زمین پر بند کریگا۔ آسمان پر بھی بند ہوگا۔ اور جو زمین پر کھولے آسمان پر بھی کُھلا ہوگا۔[۳] اور شاگردوں سے فرمایا کہ میرا پیالہ پیوگے۔ اور وہ بپتسما جو مَیں پاتا ہوں پاؤگے۔[۴]

پہلی پیشینگوئی (اگر اسے پیشینگوئی کہہ سکیں) صاف قانونِ قدرت کے استمراری واقعات کا استنباط ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت کا چڑھنا اور کال اور زلزلے اور وبا کا واقع ہونا نیچر کی ایسی عادات میں سے ہے کہ اسکی نسبت کسی ایک کا بلا تعیّن وقت اور گول مول پیشینگوئی کرنا کبھی بھی غلط نہیں جانا جاسکتا۔

دوسری اور تیسری پیشینگوئی کی بنا محض ترغیب و ترہیب پر ہے۔ اِس قسم کی

[۱] متی ۲۴ باب ۷۔ [۲] متی ۱۶ باب ۲۵۔ [۳] متی ۱۶ باب ۱۹۔ [۴] متی ۲۰ باب ۲۳۔

باتیں منصفانہ تھیوری (قیاس) سے بڑھ کر کچھ رتبہ نہیں رکھتیں۔ پطرس کے باکس یا ڈاکس کی کوئی خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ غیر مقتدر ضعیف ریفارمر ایسے ہی خیالی ٹوٹکوں چٹکلوں سے تو دل لبھایا کرتے ہیں۔ اور کس کس کو ذرہ ذرہ سی بات پر آسمان و زمین کی چابیاں نہیں بخشا کرتے۔ ایسی باتوں کے لئے فطرتی خارجی شہادت کیا ہوسکتی ہے۔ یہ حسابِ دوستاں در دل کا سا معاملہ ہوتا ہے۔

چوتھی بات ۔ کچھ محتاجِ بیان نہیں۔ یہود کی سخت ہیبت ناک عداوت نے اُس حلیم مسکین انسان کو کمال بے چین اور بیدل کر رکھا تھا۔ جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ زندگی کا رشتہ ٹوٹتا نظر آتا تھا۔ چاروں طرف دشمن ہی دشمن دکھائی دیتے تھے صرف دو چار ٹوٹے پھوٹے انیس و جلیس گرد و پیش بیٹھے معلوم ہوتے تھے۔ بیشک آنے والی زبردست مصیبت کا مقابلہ اور اپنا اور اپنے حامیوں کا ضعف عادتاً اس قسم کی یاس کے کلمات منہ سے نکالنے پر ایک بے بس انسان کو مجبور کر دیتا ہی۔

اب ہم نبی عرب کی پیشینگوئیوں کے جانچنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ لیکن آغاز مطلب سے پیشتر خدا کی برگزیدہ قوم بنی اسرائیل کا جو وسط ایشیا کے انبیا کا میدان مشق رہے ہیں۔ اور جنہیں مصلحین دیگر اقوام و ملل کی تہذیب ملکی و مالی کی خوشخط سرمشق کہتے ہیں۔ تھوڑا سا اجمالی حال لکھتے ہیں۔ اور انصاف کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے شفیق ہادیوں کی تعلیم سے کسقدر بہرہ اُٹھایا اور دُنیا کی اور قوموں کیلئے نمونہ بننے کا کسقدر استحقاق حاصل کیا۔ اور کیونکر ایسی قوم کے آگے دُوسری قومیں زانوئے تلمذ تہ کر سکتی تھیں۔ پھر قوم عرب کی مُلکی تمدنی منزلی اخلاقی حالت کا اجمالی نقشہ کھینچتے ہیں کہ ہادی عرب و عجم کی بعثت سے قبل وہ کیسی تھی اور اس تاریخی الہامی سلسلے کی تحریک سے ہماری غرض یہ ہے کہ اُس نیّرِ جہاں افروز کی پُر جلال کرنوں سے نور حاصل کرنے کیلئے شکوک و اوہام کے گرد و غبار سے مطلع صاف کر دیا جاوے۔

مذہبی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ بنی اسرائیل میں اسرائیل کے وقت سے مسیحؑ کے وقت تک بلکہ مسیح کی تعلیم کی ترقی (اگر کبھی ہوئی ہو) اور حواریوں کے زمانے تک کسقدر اور لگاتار سینکڑوں نہیں ہزاروں انبیاء اور رسول گزرے اور کیسے کیسے فوق العادۃ کرشمے دکھلائے (کیا یہ سچ ہے) کہتے ہیں کسی نے سمندر کو لٹھ مار کر چیر دیا۔ کسی نے یردن کو سکھا کر بارہ[۱۲] پتھر لیکر بارہ حواریوں کی پیشینگوئی کی۔ کسی نے اپنی ہڈیوں اور اپنے مُردہ جسم سے مُردوں کو زندہ کیا۔ کوڑھیوں مفلوجوں کو اچھا کیا۔ مادرزاد اندھوں کو آنکھیں دیں۔ تھوڑی شراب کو بہت کر دکھایا۔ چند روٹیوں کو ہزاروں کے لئے کافی بنایا۔ ایک پیالے تیل کو کئی مٹکوں کے برابر بڑھایا۔ غرض باوجود ایسے عجائبات کے متواتر مشاہدے اور تعلیم کے ہر ایک نبی کی اُمت جلد جلد مُرتد ہو جاتی۔ اور انہیں نبیوں کی جن سے ایسے فوق العادۃ امور دیکھتی دشمن و مخالف بنجاتی۔

موسیٰؑ سے عالی ہمت سرگرم راہبر و واعظ سے کیا گذرا۔ اُن کے پہاڑ پر جاتے ہی گوسالہ پرستی شروع ہوگئی۔[۱]

بعل پربت اور عستارات اور آرام جیسی دیبیوں کی عام پرستش کرنے لگے۔[۲]

ساؤل خدا کا بنایا ہوا مسیح پھر مُرتد ہو گیا۔ اور خبطیوں اور دیوزدوں سے غیب بینی کرانے لگا۔ اور داؤد جیسے دلی خیرخواہ بہادر اور راستباز کا دشمن ہوگیا۔[۳]

اُمت تو ایک طرف رہی خود ہادیوں اور واعظوں کی وہ گت ہوئی کہ الامان۔

داؤد خدا کے بیٹے اور مسیح[۴]

بقول اہلِ کتاب اوریا کی بی بی سے کِس حرکت کے مُرتکب ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ۔ سلیمان کا حال بھی جو (بقول اہلِ کتاب) ابن اللہ اور مسیح ہیں۔[۵] عیسائیوں پر

۱؎ استثناء ۹ باب ۱۲ ۲؎ قاضی ۸ باب ۳۳ - ایضاً ۱ باب ۶ - سموئیل ۱۲ باب ۹/۶ - ۳؎ سموئیل ۲۶ باب ۹/۲ ۴؎ سلاطین ۲ باب ۲ سموئیل ۶ باب ۹ - زبور ۸۹ - ۲۰ و ۲۷ ۵؎ ۲ سموئیل ۷ باب ۱۴ - ۱ سلاطین ۱ - باب ۳۹ و ۱ - سلاطین ۱۱ باب ۵ - ۲ سموئیل ۱۲ باب ۷ -

ظاہر و باہر ہے۔

یہودا اسکیریوطی جسکو مسیحؑ نے معجزات وکرامت والا بنایا اور جس کے واسطے بہشت میں تخت بھی تیار ہوا[1] کیسا پھرا کہ آشنا ہی نہ تھا۔ پطرس جسے آسمان کی کنجیاں مرحمت ہوئیں[2] وہی پھر شیطان بن گیا[3] اپنے صادق معصوم اُستاد کو ملعون کہہ اُٹھا۔ اور بخوف جان سب حقوق آشنائی کو طاق پر دھر دیا[4] (سبحان اللہ) یہ تو حواریوں کا حال ہے۔ جنہوں نے مسیحؑ کی لائف و تعلیم لکھنے کا بیڑا اُٹھایا۔

کیا خوب کیوں نہ قابل اعتبار ہوں۔

اس صادق اولوالعزم نبیؐ عربی کی خدائی تاثیر والی تعلیم کا اس سے مقابلہ کرو۔ کہ کیونکر اُسکے حواری (خلفائے اربعہ) آخری دم تک ہزاروں مصائب اور حوادث کے سامنے سینہ سپر کئے ہوئے اپنے اُستاد کے عشق و محبت میں ثابت قدم رہے۔

اب آئیے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیاں سنیئے۔ اور انصاف سے سنیئے۔

نبیؐ عرب کی پیشینگوئیاں

قبل اسکے کہ ہم پیشینگوئیوں کا بیان شروع کریں کسی قدر ملک عرب کی حالت لکھنا ضرور ہے۔ تاکہ ناظرین باانصاف کو اسکی صداقت و حقیقت کے اعتقاد کرنے میں تامل نہ رہے۔

حالت ملکی عرب کی

ایک بے آب وگیاہ ریگستان۔ ایک کس مپرس کونے میں پڑا ہوا وحشت ناک غولوں کا مسکن۔ سیویلزیشن کے علمبرداروں نے کبھی اُس طرف رُخ نہیں کیا تھا۔

[1] مرقس ۳ باب ۱۹ [2] متی ۲۶ باب ۱۴ [3] متی ۱۶ باب ۱۸ [4] متی ۱۶ باب ۲۳ [5] متی ۲۶ باب ۷۰ و ۷۴۔

کیونکہ قدرت نے کوئی نیچرل خوبی سرسبزی اور نضارت اُسے مرحمت نہیں کی تھی۔ جو دنیوی فاتحوں حملہ آوروں کی تحریک کا باعث ہوتی۔ خود اہلِ ملک ایسے افلاس اور بے سروسامانی کی گہری نیند میں پاؤں پھیلائے پڑے تھے۔ کہ برسوں سے کروٹ تک نہ بدلی تھی۔ اور ملکوں کی تسخیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا تو کیسا۔ ایسی حالت میں قوئ رُوحانی اور ملکات فاضلۂ انسانی کی شگفتگی اور ترقی معلوم۔

یاد رہے کہ فتوحات اور حملہ آوری اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے جنگ و کارزار ہمیشہ سے ابتدائے تہذیب و سیویلزیشن کے پھیلنے کا ذریعہ ہوتے رہے ہیں۔ مقدس لڑائیوں کی وجہ سے یورپ میں تہذیب کی ریشہ دوانی کرنا ایک ایسا امر ہے، جس سے مؤرخانِ مغربی انکار نہیں کر سکتے۔

تمدّنی و منزلی حالت۔ ہزاروں قبیلے۔ پھر اُنکے ہزاروں شعبے اور اُنکی ہزاروں چھوٹی چھوٹی شاخیں۔ ایک کی ایک سے لاگ۔ اتفاق و اختلاط کیسا کہ اگر کوئی سال کوئی مہینہ کوئی دن باہمی خونریزی سے خالی گزر جائے تو بس غنیمت۔ حکما جو انسان کو مدنی الطبع کہتے ہیں اور اس مسئلے کے اثبات میں کتابیں کی کتابیں لکھ گئے ہیں۔ اور آجکل کی دُنیا اسکی شاہد ہی۔ کیا عرب کی اسوقت کی سوشل حالت ہی اس مسئلے کو باطل نہیں کئے دیتی تھی۔ درندہ بصورت انسان ایک تصویری زبان کا استعارہ ہے۔ مگر شیرِ عرب حقیقت میں اسکے مصداق تھے۔

اخلاقی حالت۔ تو ملکی و تمدنی حالت کی بیٹی ہی۔ اُسی کی شائستگی و ترقی پر اسکی فلاح و صلاح کا مدار ہی۔ اچھا صاف صاف سُن لیجئے۔ بُت پرستی اور توہمات باطلہ کی حکومت ان دنوں کل عالم پر محیط تو تھی ہی۔ لیکن ملک عرب پر اُس کا خاص سایہ عاطفت تھا۔ اجرام علوی و سفلی میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جس سے سادہ لوح عرب نے سچی دلی ارادت کا رشتہ نہ جوڑا تھا۔ سخت گھنونی نفرت انگیز اشیائے مادی اُنکے پکے

باطنی ایمان کی مجسّم موتیں تھیں۔ اسپر حرام کاری۔ زنا کاری۔ شراب خوری (جو معبودانِ باطل کی پرستش کا لازمی نتیجہ ہے) کا وہ طوفان مچ رہا تھا کہ خدا نہ دکھائے۔ قمار بازی نے خانہ ویرانی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ ہٹ۔ ضد۔ حمیت۔ جاہلیت۔ قومی نفرت کا وہ عالم تھا۔ کہ باایں ہمہ جہالت دُوسری ملّتوں سے روشنی اور فیض لینا تو درکنار۔ اُلٹا انہیں عجمی (گونگا) کا خطاب دیتے تھے۔ اور یہود کی طرح سب قوموں کو ہیدن (غیر قوم) کے نفرتی نام سے یاد کرتے۔ اُن کے ہمسایوں بنی اسرائیل (یہودیوں) کا حال سُن ہی چکے ہو۔ کیسی بد حالت میں مبتلا تھے۔ نبیوں کے زمانے میں ان کی رفتار اور گفتار کے چہرے نے خوبی و پسندیدگی کے خدوخال سے کچھ جمال حاصل نہ کیا۔ اور قبول عام کے زیور سے آراستہ نہ ہوئے۔ اب تو اُنپر اور بھی جہالت کی گھٹا کالی بداطواری و بداخلاقی کی مُوسلادھار بارش برساتی رہی تھی۔

عیسائی پوپش چرچ کی کیفیت ایک دُنیا پر ظاہر ہے۔ بُت پرستی ایک رُکنِ اعظم انکے پاک مذہب کا تھی۔ مریم کی مورت کی پرستش کن کن رنگوں سے اُن کی مقدس عبادتگاہوں میں جلوہ آرا تھی۔ اور وساوس و توہمات کی خدمت گذاری کی تفصیل کا یہ مقام متکفل نہیں۔ کل یوروپین عالم اِس کے شاہد ہیں۔ جارج سیل صاحب کا مقدمۃ القرآن اس کا گواہ بس ہے۔ یہ حال تو اہل کتاب کا ہے۔ جو عیسائی علما کے زعم میں قوم عرب کے جگانے والے ہیں اور جن سے بڑھ کر مثل (خفتہ را خفتہ کے کند بیدار) کا مصداق شاید ہو نہیں سکتا۔ اُسوقت کی اور دُنیا کی قوموں کا حال کہ کس قدر انسانیت کے شریف پائے سے گری ہوئی تھیں۔ اور مخلوق پرستی کے ناقابل ذکر بیماری نے کیسا انکے ملکات کو تباہ کر دیا تھا۔ مخفی و تاریک نہیں ہے۔ ہند کی بُت پرستی کی طرف نظیراً اشارہ کیئے بغیر ہم رہ نہیں سکتے۔ جن میں سکتے کی پُوجا اور لنگ کی پرستش اب تک معمول ہے۔ اور تفصیل سے تعرض کرنا چنداں ضروری نہیں۔

اب ہم میدان غور کو اور بھی وسیع کرنے کے لئے اس مضمون میں چند باتیں بطور سوال کے لکھتے ہیں۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ یہی دو ایک تنقیحیں منصف کے نزدیک اثباتِ مُدعا کے لئے کافی ہیں۔

(۱) عرب کی اُسوقت کیا حالت تھی اور اسکی قومی تاریخ کیسے واقعات سے معمور تھی۔

(۲) اسباب اور قرائن اور قدرتی طبع حالات کیا بتا رہے تھے۔

(۳) ان دنوں میں اہل کتاب کی خصوصًا اور دیگر اقوامِ دُنیا کی عمومًا کیا حالت تھی۔

ایسی حالت میں ایسے وقت میں ایسے اضطراب میں کس استقلال اور جلال والی آواز سے قرآن فرماتا ہے۔ پھر مکّے میں فرماتا ہے۔

پہلی پیشینگوئی

قُلْ[۱] اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔ سیپارہ ۲۲۔ سُورۂ سبا۔ رکوع ۶۔

نجات کے طالبو۔ دین حق کے خواستگارو۔ خیالاتِ این وآں سے تھوڑی دیر سر کو خالی کر کے ادھر متوجہ ہو جاؤ۔ سوچو کیا یہ زبردست پیشینگوئی پُوری نہیں ہوئی۔ کیا ایک دُنیا پر اسکی صداقت ظاہر نہیں ہو گئی۔ تیرہ سَو ۱۳۰۰ برس ہوئے دین کامل۔ توحید۔ صداقت کے آفتاب نے سرزمینِ عرب میں طلوع کیا۔ جسکی روشنی نہ صرف عرب میں بلکہ کل اقطارِ عالم میں پھیلی اور پھیل رہی ہے۔ اور جب سے کبھی شرک۔ کفر۔ بدعت۔ بُت پرستی۔ بطلان کی کالی بدلی اس کے پُر جلال نُورانی چہرے کو محجوب نہ کر سکی۔

---

[۱] کہدے (اے محمدؐ) میرا رب حق (دین حق) پھینکتا ہے (یعنی آسمان سے اُتارتا ہے) وہ غیبوں کا جاننے والا ہے۔ تو کہدے باطل (دین باطل) پھر نہ کبھی شروع ہوگا اور نہ عود کریگا ۱۲۔

اسی پر کیا بس ہو۔ آپ نے بڑے اطمینان۔ الٰہی الہام سے۔ پُر جلال آواز سے بڑے جلسوں اور محفلوں میں تاکیدی الفاظ میں زور سے کہدیا۔

قُلْ[1] جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[2]۔ سیپارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۹

پڑھنے والے دیکھ۔ کیا یہ کلام قادر مطلق علام الغیوب کا نہیں۔ کیا انسان کی کمزور زبان اپنے ناقص اور محدود علم سے ایسی پُوری ہونے والی سچ اور بالکل سچ خبر دے سکتی ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یقیناً یقیناً یہ اُسی ہمہ قدرت کا کلام ہے جس کا علم کامل غیر محدود ہے۔ جس کے دستِ قدرت میں قلب انسان کے انقلاب و تقلیب کی باگ ہے۔ اور زمانوں اور قوموں کی تبدیل و تغییر اُسی کے بس میں ہے۔ اُسی پاک عالم الغیب خدا نے اپنے برگزیدہ عبد مگر رسولؐ کے مُنہ میں اپنا کلام دیا۔ جو اُسی کے بُلائے سے بولا۔ اور اُسی کے بتائے سے بتایا۔ کیا ہی سچ بولا اور کیا ہی ٹھیک بتایا۔ فداہ اُمّی وابی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دُوسری پیشینگوئی

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا[3] شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ٥ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ٥ سیپارہ ۲۹۔ سُورۂ مزمل رکوع ۱۔

اِس جگہ باری تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ہاں صادق کلام میں نبی عرب کو موسٰیؑ کا مثیل و نظیر فرما کر اہلِ عرب سے خطاب کرتا ہے کہ جیسے فرعونِ موسٰی کے عصیان کے باعث تباہ ہوئے

---

[1] تو کہدے (اے محمدؐ) اسلام آیا اور شرک بھاگا۔ بیشک شرک بھاگنے والا ہے ۱۲

[2] یہ زبردست پیشینگوئی فتح مکہ کے دن پُوری ہوئی۔ بیہقی میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کلماھر بصنم اشار الیہ بقضیبہ وھو یقول الاٰیۃ جب آپ کسی بُت کے پاس سے ہو کر گزرتے اپنی لاٹھی سے اسکی طرف اشارہ کرتے اور آیت مسطورۂ متن پڑھتے۔ ۱۲

[3] ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے گواہ تم پر جیسا ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ پس فرعون نے اُس رسولؐ کا کہا نہ مانا پھر ہم نے اُس کو ہلاک کرنے والی پکڑ سے پکڑا۔ ۱۲

ویسے ہی اس نبیؐ کے عاصی اور مخالف بھی تباہ اور ہلاک ہو جائینگے۔ اور پھر فرمایا۔

وَمَا[1] كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ سیپارہ ۹۔ سورۂ انفال رکوع ۴۔

پھر اس پیشینگوئی کا وقت صاف صاف بتا دیا۔ اور اس کی حد باندھ دی کہ حد ہی کر دی۔ فرمایا۔

قُلْ[2] لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ[3] لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۲۔ سورۂ سبا۔ رکوع ۳۔

پھر اور توضیح و تصریح کی۔ فرمایا۔

وَاِنْ[4] كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سیپارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ رکوع ۸۔

اللہ اللہ یہ پیشینگوئی کیسی پوری ہوئی۔ عادت اللہ قدیم سے اس طرح پر جاری ہے کہ جن قوموں نے ہادیان برحق کے نصائح نہ سُنے۔ اور اُن کے دِل سوز مشفقانہ کلام پر دھیان نہ کیا۔ ضرور وہ کسی نہ کسی تباہی میں گرفتار ہوئے۔ اور جھوٹے نبی کا نشان یہ دیا گیا ہے کہ وہ قتل کیا جاوے[5] گا۔ اور جو کوئی اس نبی کی بات نہ مانے گا۔ سزا پائیگا۔ اب کفار عرب اس سچے رؤف و رحیم ہادی کو جُھٹلا چکے ہیں۔ طرح طرح کی اذیتیں۔ دِل کو کپکپا دینے والے آزار دے چکے ہیں۔ چونکہ وہ نبیؐ صادق و مصدوق ہے۔ اور وہ نبی وہ ہے جسکی نسبت مُوسیٰؑ و عیسیٰؑ بڑے فخر سے بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔ اب خدائی غضب اُمنڈ آیا۔

---

[1] جب تک تو اے رسولؐ ان میں ہے اللہ انپر عذاب نہ لاویگا۔ [2] تو کہدے (اے محمدؐ) تمہارے واسطے ایک سال کی میعاد ہے کہ اس سے ایک ساعت ادھر اُدھر نہ کر سکو گے [3] یوم۔ دن۔ الہامی کتابوں میں نبوّت کا ایک دن بمعنی سال بھی مستعمل ہوتا ہے لغات عرب اسکے شاہد ہیں۔ اور عیسائی علماء اسکے مقر ہیں۔ دیکھو اندرونہ بیبل عبداللہ آتھم صفحہ ۶۹ و ۱۳۳۔ [4] یقیناً یہ لوگ (اہل مکہ) تجھے (محمدؐ) اس زمین (مکہ) سے نکالڈالنے والے ہیں جب تو تیرے بعد یہ لوگ بھی تھوڑی ہی دیر رہیں گے۔ [5] استثناء باب ۱۸۔ ۲۰

کلمۃ اللہ برسر انتقام آمادہ ہوا کہ اُن کے دشمنان دین حق کو ہلاک کیا جاوے۔ مگر باریتعالےٰ باایں ہمہ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے کہ جب تک تو ان لوگوں میں موجود ہے (یعنے سرزمین مکّے میں) اُن پر عذاب نہ ہوگا۔ اور عالم الغیب حق تعالیٰ ایک سال اسکی میعاد مقرر فرماتا ہے کہ یقیناً اس عرصے میں بلاتقدم وتاخر ایک ساعت کے یہ واقعۂ زوال وقوع میں آئیگا۔ قدرتِ حق کا کرشمہ مشاہدہ فرمائیے کہ کیونکر یہ وعدہ ایک سال بعد پورا ہوتا ہے۔ اب کفارِ عرب نے جن کا سرغنہ ابوجہل تھا۔ آنحضرت صلعم کے قتل کی مشورت کی۔ اسی واسطے ۵ ارجولائی ۶۲۲ء جمعے کے دن آپؐ نے مکّے سے ہجرت کی اور مدینہ منوّرہ کو چلے گئے۔ دوسرے سال یعنی ۶۲۳ء میں بدر کا معرکہ ہوا۔ جس میں وہ سب معاندین اور مخالفین تباہ اور عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

تیسری پیشگوئی

اُسوقت جب ناصرین ومعاندین اسلام کی جماعت نہایت قلیل تھی جب آنحضرتؐ کا جان ومال سخت معرض خطرہ میں تھا۔ اُسوقت جبکہ شہر مکّہ اور اُسکے اطراف وحوالی میں کل قبائل قریش آنحضرتؐ کے قتل وقمع کی سازشیں دوڑا رہے تھے۔ اور بیشک اُن کی موجودہ حالت اور سامان نے اُنکے ارادوں کے پورا ہو جانے کی قوی امید دلا رکھی تھی۔ خدا اپنے رسولؐ کو تقویت دیتا اور اُسکی عصمت اور حفظ کا ذمّہ اُٹھاتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ سیپارۂ ۶۔ سورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۰۔[1]

اس وعدۂ الٰہی کو آنحضرتؐ نے بآوازِ بلند پکار پکار کر دشمنوں کے مجمع کو سُنایا کہ

---

[1] اے رسول جو تجھ پر تیرے رب سے اُترا ہے پہنچا دے۔ اور اگر تُونے ایسا نہ کیا تو اُس کے پیغام کو نہ پہنچایا۔ (ڈرمت) اور اللہ تجھ کو لوگوں سے محفوظ رکھیگا ۱۲۔

مَیں ضرور ضرور تمہارے شر سے محفوظ رہونگا۔ اور تم میرا بال بیکا نہ کر سکو گے۔ کیا اس چڑھانے والی آواز سے وہ اور زیادہ نہیں جھلّائے۔ اور اُن کے کینہ و انتقام کی آگ اور زیادہ نہیں بھڑکی۔ کیوں نہیں۔ بلکہ آگے سے بڑھکر داؤ گھات میں رہنے لگے۔ مگر خدا کا وعدہ پُورا ہوُا۔ اور اسی نبی برحق کی صداقت کی بڑی کامل دلیل دُنیا پر ظاہر ہوئی۔ کہ آنحضرتؐ اُس نرغے اور نہلکے سے خدا کے حفظ و امان کے بدرقے کے ساتھ سلامت نکل گئے۔

اور وہ خدا کے دشمن۔ رسولؐ کے دشمن۔ انسان کی فلاح و صلاح کے دشمن دانت پیستے اور ہاتھ کاٹتے رہ گئے۔ ہم کو سخت تعجب آتا ہے جب ہم قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہیں جسمیں باریتعالیٰ بڑا ثبوت آنحضرتؐ کی نبوّت کی صداقت کا دیتا ہے۔

[ا] وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ٥ سیپارہ ۲۹ - سورۂ حاقہ - رکوع ۲ -

یعنی اگر یہ شخص جھوٹا رسول ہوتا۔ تو بیشک بیشک قتل کیا جاتا۔ تباہ ہو جاتا۔ مارا جاتا۔ کیونکہ خداوند خدا پہلے سے اپنے برگزیدہ نبی موسٰی کی معرفت اپنے اس اولوالعزم نبی کی بابت ارشاد اور وعدہ فرما چکا تھا۔ اور اس سچے نبی کی صداقت نبوت کی پہچان بھی بتا چکا تھا کہ وہ زندہ رہیگا۔ ہاں وہ سلامت رہیگا۔ اور اُسکے مخالفین معبودانِ باطل کے عابد ہلاک ہو جاوینگے۔

بیشک با ایں ہمہ ثبوت بیّن اُن لوگوں کی جہالت اور عصبیت سخت تعجب دلاتی ہے۔ مگر جس وقت اُس قوم گمراہ کے حقیقی وارث اس زمانے کے اہل کتاب (پادری صاحبان) کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ توریت کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر

[ا] اور اگر یہ رسول ہماری نسبت جھوٹی باتیں بناتا تو ضرور ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑتے۔ پھر اس کی رگِ حیات کو کاٹ ڈالتے ۱۲ -

اُس حقیقی نبوت سے اعراض کر کے اپنے اسلاف کے مانند برابر عداوت کا بیڑا اُٹھائے چلے آتے ہیں۔ تو ہمارا تعجب بالکل کم ہو جاتا ہے۔ خدا جانے یہ لوگ کب تک اُس مثیل موسیٰ کی اطاعت سے منحرف رہ کر اُس زمانے کے وحشی بدوؤں کی طرح اور زیادہ نشانوں اور آسمانی علامتوں کے خواستگار رہیں گے۔

اگر یہ لوگ دُنیا پرستی اور حبِّ نفس کو چھوڑ کر غور کریں تو آشکارا ہو جاویگا کہ بشارت مثلیت کا دعویٰ علمی ہی نہیں رہا۔ بلکہ عملاً بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔

سجاح بنت الحارث بن سوید عتیمہ نے پہلے سنہ خلافت میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور بنی تمیم اور تغلب کے قبیلے کے لوگ اُس کے تابع ہو گئے۔ اور اُنھیں دِنوں میں مسیلمہ کذّاب نے بھی نبوّت کا دعویٰ کیا۔ اور یہ اُنہیں دِنوں خدائی وعید کے موافق قتل ہوئے اور ایسے ہی اور لوگوں نے بھی مثل عَنسی وغیرہ کے گردن دعویٰ بلند کی۔ مگر بہت جلد اُن سے اُن کا حساب لیا گیا۔

افسوس اس غفلت بخش عداوت نے عیسائیوں کو اتنا بھی سمجھنے نہ دیا کہ اس رسول کی تکذیب اور قرآن کی تکذیب میں توریت کی تکذیب لازم آتی ہے اور قرآن کی تصدیق میں توریت کی تصدیق متضمن ہے۔ کیونکہ ربّ الافواج توریت میں قرآن کی نسبت بشارت دے چکا ہے (کہ مَیں اپنا کلام اُسکے مُنہ میں دُونگا) کلام اُس کے مُنہ میں۔ کیا ٹھیک ترجمہ وحی کا ہے۔ یعنی ایسا کلام جو لفظاً و معناً خدا کی طرف سے ہو۔ اور یہ صفت صرف قرآن کریم اور فرقان حمید کی ہے۔ قرآن بھی کس محبّت بھرے الفاظ سے جو خالق کو اپنی مخلوق سے ہے۔ اہل کتاب کو آگاہ و بیدار فرماتا ہے کہ توریت میرے اس رسول کی بشارت دیتی ہے۔ میرا وجود اس کا مصدق ہے۔ اب میری اطاعت کرو۔ اور میری مکمل تعلیم کا سبق پڑھو۔ ایسا نہ ہو کہ میری تکذیب میں توریت کے مکذّب ہو جاؤ۔ سُنو کتاب حق کیا بولتی ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ - سیپارہ ۱۱ - سُورۂ یُونس - رکوع ۴ -

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ سیپارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۳

اب یہاں پر ایک اور بات بھی قابل بیان کے ہے کہ عیسائی علما نے عدم فہمی قرآن سے تصدیق و مصدق کو جو قرآن میں جا بجا آیا ہے - کچھ اور ہی سمجھ کر خامہ فرسائی کی ہے - اصل مطلب یہ ہے کہ موسیٰ نے پیشینگوئی کی کہ میرے مثل ایک نبی پیدا ہوگا - اور خدا کا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالا جائیگا - اور یہ خبر اپنے وقوع کی محتاج تھی - اور ضرور تھا کہ موسیٰ کی پیشینگوئی پوری ہو - پس آنحضرتؐ کے وجود مبارک اور قرآن کریم نے اُس کو پورا کر دیا - اب موسیٰؑ کی پیشینگوئی کی تصدیق ہوگئی - پس تصدیق و مصدق کے لفظ کے یہی معنی ہیں - اب اگر قرآن کو سچا نہ مانیں اور آنحضرتؐ کو حضرت موسیٰؑ کا مثیل ہونا تسلیم نہ کریں - باوجودیکہ آپ نے یہ دعویٰ بڑے زور سے کیا اور خدا نے اُنہیں کامیاب کیا - تو کُتب مقدسہ کی اقدم و اعظم کتاب توریت کی تکذیب لازم آتی ہے - آگے اختیار ہے -

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ سیپارہ ۲۷ - سُورۂ طُور - رکوع ۲ -

باری تعالیٰ فرماتا ہے - کہ اگر اس کتاب کو تم لوگ مصنوعی جانتے ہو - تو اس کے مثل کوئی کتاب لاؤ - اور فرمایا -

---

[۱] یہ قرآن اللہ کے سوا اور کا بنایا ہوا نہیں لیکن تصدیق ہے اُس کتاب کی جو اسکے آگے ہے ۱۲

[۲] بیشک تمہارے پاس (اہل کتاب) اللہ کی جانب سے نُور اور روشن کتاب آئی ۱۲

[۳] کیا وہ کہتے ہیں اس کو اپنے ہی گھڑ لیا ہے - نہیں بلکہ وہ ایمان نہیں لائے - پھر اس کے مانند کوئی حدیث لاویں اگر وہ سچے ہیں ۱۲

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقرہ۔ رکوع ۳۔

اور مکّے میں شرفاء و شعرائے قوم قریش کو خطاب فرمایا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ سیپارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰۔

صداقت اور حق بھی بڑی قوت ہی۔

اُس شخص سے بڑھ کر جرأت اور جسارت کسی آدمی میں ہو سکتی ہے جس کا قلب ایمان کانشنس غرض تمام قوائے نفسانی اُس کو کلی یقین اور اطمینان دلا دیں کہ تو صادق ہی۔ اب اس اطمینان قلبی کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ وہ صادق میں ایک مخصوص فوق العادۃ قُوّت اور زور پیدا کر دیتا ہے۔ اور اُس کے جذبات رُوحانی میں اسی قسم کی شدید و حدید حرارت موجود ہو جاتی ہے کہ موجودات اور کائنات کی قوائے طبعی سے کوئی قوت و وجود اُس (صادق) کے دِل میں ہیبت انگیز مغلوب کرنے والا رعب نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ اسکے صدق کا جوش کوہ مقناطیس کی طرح ضعیف مخلوق کے قویٰ کے جہاز کو اپنی طرف منجذب کر لیتا ہے۔ یہی وجدانی اور کیفی دلائل ایسے ہوتے ہیں جو منطقی اور فلسفی دلائل سے بڑھ کر دائمی اثر سامعین

ے اگر تم شک میں ہو اُس سے جو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا۔ تو اسکے مثل کوئی ایک ٹکڑا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر سچے ہو۔ پھر اگر تم نے نہ کیا اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ تو ڈرو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کیلئے طیار کی گئی ہے۔۱۲ ے تو کہدے کہ اگر جن اور انس اس قرآن کے مثل لانے پر متفق ہو جاویں تو اس کے مثل نہ لاویں گے۔ گو باہم کر مددگار بن جاویں۔۱۲

کے قوٰے پر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ دلائل اس سرچشمۂ فطرت (نیچر) سے اخذ کیئے جاتے ہیں۔ جو کم و بیش ہر انسان میں ودیعت رکھی گئی ہے اور اسی لیئے فطرتِ انسانی اُس کے فعل و انفعال پر بہت جلد آمادہ ہو جاتی ہے۔ یہ اور بات ہو کہ بہت سے قسی القلوب مغشوش الفطرت انسان اُس پر کان بھی نہیں دھرتے۔ مگر عموم صحیح المزاج سلیم الفطرت اُس بوق کی سُریلی پُرمعنی آواز کی طرف بڑے شوق سے بے اختیار دَوڑے چلے جاتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے بھی اس قسم کے دلائل کو اختیار کیا اور فطرت انسانی کی تسخیر کے لیئے ایک عجیب فوق التصور نسخہ ایجاد کیا۔ اور یہ امتیاز و فخر من قبل و مابعد کبھی بھی کسی کتاب کو میسّر نہیں ہوا۔ اور اس خدائی ترکیب و ترتیب نے جو اثر اُس وقت کے عرب کی غیر مہذب غیور مگر فصیح و سیف اللسان دُنیا پر کیا۔ اور جو ویسا ہی اب تک قانون فطرۃ کے راز دانوں اور دلدادوں کے دل پر کر رہا ہے۔ کچھ محتاج بیان نہیں۔

عیسائیوں نے نہایت کامیاب کوششیں قرآن کی اس حقیقت کے چھپانے کیلئے کی ہیں۔ اور چاند پر تھوکنے کیلئے بہت کھینچ تان کر گردنوں کو اُٹھایا ہے۔ اور بقول اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ سخت بے سر و پا دلیلوں کو اپنا مایۂ ناز بنا رکھا ہے۔ کبھی قرآن کے مقابل میں سواطع الالہام۔ مقامات حریری۔ سبعہ معلقہ وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ اور کبھی ملٹن ہومر۔ شیکسپیر کو بلا لاتے ہیں۔

کچھ ضرورت نہیں کہ بار بار اُن جوابات کا اعادہ کیا جائے۔ جو علمائے اہلِ اسلام نے ان اعتراضات پر دیئے ہیں۔ مگر ان آدمزادوں کی قوت ایمانی پر سخت حیرت اور تعجب آتا ہے کہ ایسے فضول افسانوں اور بداخلاقی اور فحش مجسّم مضمونوں کو ایک الہامی کتاب قرآن کے مقابل میں حسنِ اخلاقی۔ معاشرتی۔ تمدنی تعلیم کو تکمیل کے درجے پر پہنچایا۔ پیش کرتے ہیں۔ بیشک قرآن فصاحت و بلاغت میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پر

ہے۔اور چونکہ وہ بہمیں الفاظ وترکیب آنحضرتؐ کے قلب نبوّت پہ وحی کیا گیا ہی۔ بالضرور اُسے ایساہی ہوناچاہیئے۔ مگر قرآن تحدّی الفاظ کی بندش اور عبارت کی فصاحت کے بابت نہیں۔قرآن کا دعوٰی تو یہ ہے کہ کوئی کتاب ایسی لاؤ جس میں ایسی رُوحانی اخلاقی مکمل تعلیم ہو۔قرآن مجید کا یہ دعوٰی ایساہی کہ حقیقتاً اس کا کوئی جواب کسی سے آجتک بن نہیں پڑا۔اور یُوں اِدھر اُدھر کی فضولیوں کی کیا وقعت ہوسکتی ہی۔

پانچویں پیشینگوئی

سورۂ احزاب میں۔ تمام عرب کے مختلف فرقے مدینے پر چڑھ آئے اور مدینے کے یہود اور کل منافق لوگ ان حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہوگئے اور مسلمانوں کی یہ حالت ہوئی کہ لوگوں نے کہدیا۔

يَآ[ل] اَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ۔ سیپارہ ۲۱۔ سورۂ احزاب۔ رکوع ۲۔

اور یہانتک نوبت پہنچی کہ ظاہر کے ساتھی جن سے امداد کی اُمید تھی۔ وُہ بھی الگ ہونے شروع ہوئے جس کا بیان اس آیت میں ہے۔

وَيَسْتَاْذِنُ[ل] فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔ سیپارہ ۲۱۔ سُورۂ احزاب۔ رکوع ۲۔

مسلمان پہلے ہی قلیل التعداد تھے۔اور دس ہزار[۱۰۰۰۰] کفار کے مقابلے میں تین ہزار سے بھی کمتر انکی جمعیت تھی۔ اب ان لوگوں کے الگ ہوجانے سے ایسی خطرناک حالت ہوگئی۔جس کا نقشہ قرآن شریف ان الفاظ میں کھینچتا ہی۔

[له] اے مسلمان مدینے والو۔ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ۱۲۔

[له] اور ایک فریق اُن میں سے نبی سے اجازت مانگتا کہ ہمارے گھر خالی ہیں۔ حالانکہ وہ خالی نہ تھے منشا اُن کا فقط بھاگ جانا تھا ۱۲۔

اِذْجَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَاo هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًاo سیپارہ ۲۱ - سورۂ احزاب - رکوع ۲ -

اور اس واقعے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے مکّے میں دیدی تھی کہ عرب کے احزاب اور اُن کی سنگتیں ہمپر چڑھ آئینگی (جیساکہ عنقریب آتاہے) اِلّا وہ سب بھاگ کر ناکامیاب چلے جائیں گے - اور ایسا ہُوا کہ جب مسلمانوں نے اُس فوج کثیر کو دیکھا باایںہمہ قلّت تعداد بول اُٹھے -

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا - سیپارہ ۲۱ - سورہ احزاب رکوع ۲ -

اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس حملے کی بابت پہلے ہی خبر دیدی تھی - اور یہ خبر علی العموم موافق و مخالف میں پھیلی ہوئی تھی - چنانچہ

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا - سیپارہ ۲۱ - سورۂ احزاب - رکوع ۲ -

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منافق وغیرہ مخالفین بھی پہلے ہی سے اس وعدے

۱؎ جسوقت انہوں نے تم کو ہر طرف سے محصور کرلیا اور جسوقت آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے مُنہ کو آگئے - اور طرح طرح کے ظن اللہ کی نسبت تم کرنے لگے - اُس موقعہ پر مومنین سخت بلا اور لرزے میں ڈالے گئے ۱۲ -

۲؎ اور جب مسلمانوں نے اُن جماعتوں کو دیکھا بول اُٹھے یہ تو وُہی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا اور سچ کہا اللہ اور اُس کے رسول نے اور اُن میں ایمان اور تسلیم اور بھی بڑھ گیا ۱۲ -

۳؎ اور جسوقت منافق اور بیمار دل لوگ کہنے لگے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے تو ہم سے دھوکا کھیلا ۱۲ -

کو خوب جانتے تھے۔ گو اب بے ایمانی اور بزدلی نے اُنہیں قائم نہ رہنے دیا۔

نکتہ۔ لفظ وَعَدَنَا جو مسلمانوں کے مُنہ سے نکلا صاف بتلاتا ہے کہ وہ شروع ہی سے اپنی کامیابی پر وثوق کلی رکھتے تھے۔ کیونکہ وعد کے معنی ہیں کسی کو اُسکے مفید مطلب وعدہ دینا بخلاف اِیعاد کے کہ اسکے معنے دھمکی دینا اور ڈرانا ہے۔

اَب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اِس وعدے کا ذِکر خود قرآن کی ایسی سُورت میں موجود ہے جو مکّے میں اُتری ہے وہ آیت یہ ہے۔

جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ[1] - سیپارہ ۲۳ - سُورۂ صٓ - رکوع ۱۔

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ[2] - سیپارہ ۲۷ سُورۂ قمر - رکوع ۲۔

چھٹی پیشگوئی

جب آنحضرتؐ اور اُنکے اصحاب قلت تعداد اور بے سرو سامانی کے باعث مکّے سے نکالے گئے۔ تو اُن سے اور اُن کے ہادی سے قرآن نے پیشگوئی کے طور پہ فرمایا۔

فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا[3] - سیپارہ ۳۰ - سُورۂ طارق - رکوع ۱۔

اور اپنے آپکو جنکو موسیٰ کے مثیل کہا تھا اسلیئے آپکے دِل بھر کے موسیٰ کی اتباع کا حال سُنایا۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا[4]۔ سیپارہ ۹ - سُورۂ اعراف - رکوع ۱۶۔

---

[1] احزاب (جماعتیں) احزاب کے بڑے بڑے لشکر اُس جگہ شکست کھا جائیں گے [2] کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعتیں ہیں۔ عنقریب یہ سب لوگ شکست دیئے جائیں گے اور بھاگ نکلیں گے ۱۲۔

[3] ان کافروں کو کچھ مدت فرصت دے ۱۲۔ [4] اور ہم نے انھیں لوگوں کو جنہیں وہ ضعیف سمجھتے تھے زمین (مکہ) کی مشرقوں اور مغربوں کا وارث بنایا ۱۲۔

اور صاف صاف تاکیدی الفاظ سے مکّے میں یہ آیت پڑھ پڑھ کر سُنائی۔
اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ۔ سیپارہ ۲۰۔ سورہ قصص رکوع ۹۔

یہ پیشینگوئیاں صاف صاف پوری ہوگئیں۔ کہ تھوڑے عرصے میں کل سرزمین مکّہ پر اہلِ اسلام کا تسلّط ہوگیا۔

ساتویں پیشینگوئی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔

سیپارہ ۱۸۔ سُورہ نور۔ رکوع ۷۔

یہ پیشینگوئی صحابہ کے حق میں ایسی پوری ہوئی کہ تاریخ عالم میں اِس کی نظیر نہیں۔ اب ہم اِس مضمون کو بخوفِ طوالت ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ غور کرنے والا ادیب خوب جانتا ہے کہ تمام قرآن کریم پیشینگوئیوں کے عجیب عجیب مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن پیشتر اس سے کہ اس مضمون کو ختم کریں۔ ایک نہایت لطیف و غریب حدیث کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور یہ حدیث صحت و صداقت میں وہ پایہ رکھتی ہے کہ احادیث کے معترضوں اور منکروں کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث ایسی دس ہزار کتابوں سے

ا بیشک وہ جس نے تجھے قرآن کا پابند بنایا یقیناً تجھے اصلی وطن (مکّہ) میں پھیر لیجائے گا ۱۲۔

۲ اللہ نے تم میں سے مومنوں اور نیکوکاروں سے وعدہ کیا کہ انہیں اس سرزمین (مکّہ) میں ضرور خلیفہ بنائیگا جیسا اُن سے پہلوں کو بنایا۔ اور وہ دین جو انکے لئے پسند کیا ہی اُسے اُن کی خاطر مضبوط کردیگا۔ اور اُنکے خوف کو امن سے بدل دیگا کہ وہ میری عبادت کرینگے اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے ۱۲۔

زیادہ ہیں مندرج ہے جو وقوع واقعے سے سینکڑوں برس پہلے تصنیف ہوئیں۔ اور وہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ وھو ھذا۔

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْکَ[1] صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْہِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ۔

ابوداؤد۔ وَیَنْزِلُ[2] نَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ لِغَائِطٍ یُسَمُّوْنَہُ الْبَصْرَۃَ عِنْدَ نَھْرٍ یُقَالُ لَہٗ دَجْلَۃُ یَکُوْنُ عَلَیْھَا جِسْرٌ کَثِیْرٌ اَھْلُھَا وَیَکُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَ اِذَا کَانَ اٰخِرُ الزَّمَانِ جَآءَ بَنُوْ قَنْطُوْرَاءَ عِرَاضُ الْوُجُوْہِ صِغَارُ الْاَعْیُنِ حَتّٰی یَنْزِلُوْا عَلٰی شَطِّ النَّھْرِ فَیَفْتَرِقُ اَھْلُھَا ثَلَاثَ فِرَقٍ۔

ہماری احادیث پر طعن کرنیوالے نوجوان اور پادری صاحبان حدیث کی صحت پر ذرا غور کریں۔

آپکے دشمنوں سے آپکی حفاظت۔ آپکی طرف سے باری تعالیٰ کا کافی ہونا۔

قَالَ تَعَالٰی۔ فَاصْدَعْ[3] بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ حجر رکوع ۶

---

[1] نہ قائم ہوگی قیامت یہانتک کہ تم لوگ قتل کروگے قوم ترک کو جنکی چھوٹی آنکھیں ہونگی سُرخ چہرے ہونگے چپٹی ناکیں۔ گویا منہ اُن کے ڈھالیں ہیں۔ تہ بتہ چمڑا چڑھا ہوا۔ یعنی گول منہ ہونگے اور نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ تم لوگ لڑوگے اس قوم سے جن کی جوتیاں بالوں کی ہیں۔

[2] اور اُترینگے تھوڑے لوگ ہماری اُمت کے پست زمین کے نزدیک قریب ایک نہر کے اُس کا نام بصرہ رکھیں گے اور وہ نہر دجلہ کہا جاتا ہے اُسکے اُوپر پل ہوگا۔ اُسکے لوگ بہت ہونگے۔ اور وہ مسلمانوں کے شہروں سے ہوگا اور جب اخیر زمانہ ہوگا۔ تو بنو قنطور چوڑے منہ والے اور چھوٹی آنکھ والے آوینگے یہانتک کہ جب وہ لوگ نہر کے کنارے وارد ہونگے۔ تو اسکے لوگ تین گروہ پر علیحدہ ہوں گے ۱۲۔

[3] سو کھولکر سُنادے جو تجھ کو حکم ہوا اور دھیان نہ کر شریک والوں کا ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنیوالوں کو جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ اور کسی کی بندگی سو آگے معلوم کریں گے ۱۲۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ
شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۶۔
یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۰۔

دیکھو قرآن میں کیسے کیسے وعدے نصرت و امداد الٰہی کے موجود ہیں۔ ایک مسکین اور غریب گروہ کو کثیر التعداد اُمراء اور رؤسا اور سپہ سالاروں کے سامنے پھر اُنکے مذہب اور بُت پرستی اور رسُومات باطلہ کے مقابلے خالص خدا پرستی اور نئے اور عمدہ رسوم کی خوبی کا بیان۔ پھر یہ صرف جھانسا اور مصنوعی دعوٰی ہی نہیں بلکہ اسکی صداقت اور سچائی تمام دُنیا آنکھ سے دیکھ سکتی ہے۔ ہنسی اور مسخرہ پن کرنیوالوں کا نام ونشان عرب میں نہ رہا۔ عداوت و شقاق خواب وخیال ہو گئے۔ نبیؐ عرب خدا کی حفاظت سے صرف خدائی بلاہٹ پر دُنیا سے عالم بالا کو تشریف لے گئے۔ آپکی عظمت اس آیت سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ
وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ سیپارہ ۷۔ سورۂ انعام۔ رکوع ۸۔

اہل مکہ جب آپ کو سخت سخت تکالیف پہنچاتے تھے اور اسلام کے استیصال پر کمربستہ تھے۔ تو آپ نے الٰہی کلام پڑھ سُنایا اور کہا۔

۱؎ پھر اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے۔ تو راہ پاویں۔ اور اگر پھر جاویں۔ تو اب وُہی ہیں ضد پر۔ سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وُہی ہے سُنتا جانتا ۱۲۔

۲؎ اے رسول پہنچا جو اُترا تیرے رب کی طرف سے۔ اور اگر یہ نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اُس کا پیغام اور اللہ تجھکو بچا لیگا لوگوں سے۔ ۱۲

۳؎ اور اُس کو جھوٹ بنایا تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تُو کہہ کہ مَیں نہیں تم پر داروغہ ہر چیز کا ایک وقت ٹھہرا رہا ہے اور آگے جان لوگے۔ ۱۲

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ[1]
فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ۔ سیپارہ ۲۶۔ سورہ محمد۱۔ رکوع ۶۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ[2]
كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا
يَصْنَعُوْنَ ۝ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ نحل۔ رکوع ۱۵۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ[3]
سیپارہ ۱۴۔ سورۂ نحل۔ رکوع ۱۵۔

پھر غور کرو۔ سوچو۔ تامّل کرو۔ آپکی تمثیلیں کیسی راست ہوئیں اور ناسمجھ کفّار بدکردار کیسے ہلاک ہوئے۔

کامیابی بھی راستی کی بڑی دلیل ہے خصوصًا جب تکذیب کنندوں کی ہلاکت کے ساتھ ہو۔ خدا کو نوح کی قوم کا غرق کرنا اور عاد کی قوم کو ریح صرصر کے ساتھ تباہ کر دینا صالح کی قوم کا کڑک سے نیست و نابود بنانا۔ شعیب کی قوم پر یوم ظلہ کی ذلت بھیجنا۔ لوط کی تکذیب سے قوم لوط اور اُنکی بستیوں کو تہ و بالا کر دینا۔ فرعون کے لاؤ لشکر کو بحر قلزم میں فنا کرنا۔ یہ سب باتیں انبیاء کی کرامات اور انکی وجاہت ہیں۔ تمام سُورۂ شعرا میں اس کا مفصل بیان موجود ہے۔ اور جہاں آیت ختم ہوتی ہے وہاں آتا ہے۔

---

[1] اور کتنی تھیں بستیاں جو زیادہ تھیں زور میں اس تیری بستی سے۔ جس نے تجھ کو نکالا۔ ہم نے ان کو کھپا دیا۔ پھر کوئی نہیں اُن کا مددگار ۱۲۔

[2] اور بتائی اللہ نے کہاوت۔ ایک بستی تھی۔ چین امن سے چلی آتی تھی۔ اُس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے۔ پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی۔ پھر چکھایا اُس کو اللہ نے مزہ کہ اُن کے تن کے کپڑے ہوئے بھوک، اور ڈر بدلا اس کا جو کرتے تھے ۱۲۔

[3] اور اُن کو پہنچ چکا رسول انھیں میں کا پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُن کو عذاب نے اور وہ گنہگار تھے ۱۲۔

اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٥ سیپارہ ۱۹ - سورۂ شعراء - رکوع ۱۰ -

پھر بہت انبیاء کی نسبت اس طرح قصص کہتے کرتے قرآن کہتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ٥ سیپارہ ۱۲ - سورۂ ھود - رکوع ۴ -

اور کہتا ہے۔

وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ٥ وَقَوْمُ اِبْرَاھِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ٥ وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُھُمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ - سیپارہ ۱۷ - سورۂ حج - رکوع ۶ -

غرض ان تمام مکیہ آیات میں دیکھو - جب کہ مسلمان نہایت کمزور تھے کیسی کیسی پیشنگوئیاں ہوئیں اور صرف پیشنگوئی ہی نہیں تھی - بلکہ نصرت الٰہیہ کیساتھ تھی - اور پھر غور کرو - کس طرح پوری ہوئیں -

ضرورتِ قرآن

ایک پادری نے عدم ضرورتِ قرآن پر ایک کتاب لکھی ہے اور کتاب کا نام بھی عدم ضرورت قرآن رکھا ہے -

اس کتاب کا تمام مطلب ان دو جملوں میں موجود ہے - رسالہ عدم ضرورت کے مصنف اور اسکے ہمخیالوں کو قرآن کی ضرورت ثابت نہیں ہوئی اسلئے قرآن ضروری نہیں یا قرآن کے

۱؎ اس میں البتہ نشانی ہے اور وہ بہت لوگ نہیں ماننے والے ۱۲

۲؎ سو تو ٹھیرا رہ البتہ آخر بھلا ہے ڈر والوں کا ۱۲

۳؎ اور اگر تجھکو جھٹلا دیں تو ان سے پہلے جھٹلا چکی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین کے لوگ اور موسیٰ کو جھٹلایا پھر میں نے ڈھیل دی منکروں کو پھر ان کو پکڑا تو کیسا ہوا میرا انکار ۱۲ -

عمدہ مضامین خدا کی ذات اور صفات اور عبادت وغیرہ کے متعلق اور معاشرت وتمدن وسیاست وغیرہ کی نسبت اور اُخروی حساب وکتاب یا جزا اور سزا وغیرہ کے متعلق مع ضروری تواریخ قدیمہ کتب سابقہ انبیاء میں بہ تفصیل موجود ہیں پس قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہی دو دعوے عدم ضرورت قرآن کیلئے رسالہ عدم ضرورت قرآن کے مصنف نے بیان کئے ہیں۔

جواب

او نادان۔ کیا تو اپنی تلاش سے خدا کا بھید پا سکتا ہے۔ (یاد رکھو) انسان اُس کام کو جو خدا شروع سے کرتا آتا ہے نہیں دریافت کر سکتا۔

مَیں نے خدا کے سارے کام پر نگاہ کی اور جانا کہ انسان اس کام کو جو سُورج کے نیچے کیا جاتا ہے دریافت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ انسان محنت سے اس کام کا کھوج کرے پر کچھ دریافت نہ کریگا۔ نہایت یہ ہے کہ حکیم ہر چند گمان کرے کہ اسکو معلوم کریگا۔ پر اس کا بھید کبھی نہ پا سکے گا۔

واہ خدا کی دولت اور حکمت اور دانش کی کیسی گہرائی ہے۔ اسکی عدالتیں دریافت سے کیا ہی پرے ہیں۔ اور اُسکی راہیں پتہ ملنے سے کیا ہی دُور ہیں۔ کس نے خدا کی عقل کو جانا ہے یا کون اس کا اصلاح کار رہا۔

پادری صاحب کیا پہلا انسان تُو ہی پیدا ہوا۔ کیا تُو پہاڑوں سے پہلے بنایا گیا۔ کیا تُو نے خدا کے بھیدوں کو سُن پایا۔

سُنو پادری صاحب۔ تمہاری اور تمہارے ہمخیالوں کی نسبت قرآن پہلے ہی کہہ چکا ہے۔ اور ضرورتیں بتلا چکا ہے۔

دیکھو پہلی ضرورۃ

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ

ل۱ اور کہا ایک گروہ نے اہلِ کتاب میں سے مان لو جو کچھ اُترا مسلمانوں پر دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن۔ شاید وے

النَّهَارِ وَاكْفُرُوٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ لا اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ سیپارہ ۳ - سورۂ اٰل عمران - رکوع ۸ -

ان آیات میں بہت سی باتیں بتا کر باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبوت اور قرآن خداوند کریم کا فضل ہے اور فضل کے دینے میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔ جسے چاہے اپنے خاص فضل سے مخصوص کرے۔ خدا کا وہ ارادہ جس سے وہ اشیاء پیدا کرتا ہے۔ اس کی تکمیل ایک لابدی امر ہے۔ کیونکہ اس قادر مطلق کی قدرت اور طاقت کے واسطے کوئی مانع نہیں۔ اسی ارادۂ ازلی کی تکمیل کی ضرورت نے نزول قرآن اور نبوت محمدؐ عربی کو ضرور پورا کر دیا۔ مثلاً نادانی سے کوئی کہے کہ پطرس اور یوحنا وغیرہ تو مسیح کے حواری ہو چکے تھے۔ پولوس کو حواری بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا ٹھیک جواب یہی ہوگا اور جتنے حواری ہونیکے لیئے ازل میں منظور ہو چکے تھے۔ وہ ضرور حواری ہوئے۔

دوسری ضرورۃ

جن لوگوں کو پولوس کے ذریعے اور وساطت سے ایمان لانا تھا۔ اُنکے لیۓ پولوس کا آنا ضرور تھا۔ ایسا ہی جن لوگوں کو قرآن اور محمد صلعم کے ذریعے ایماندار ہونا اور خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا تھا۔ اُن کیلیئے قرآن کا آنا اور محمد صلعم کا ہادی ہونا ضرور تھا۔ عرب کی بُت پرستی اور انکا باہمی بیمثل کینہ و عداوت کس مذہب نے دُور کیا۔ کیا یہودیت نے اُن کو وحدہٗ لاشریک لہٗ میں ایک کر دکھلایا۔ کیا عیسائی اخلاق کی تاثیر اُن کے بُغض و عداوت کو دُنیا

بقیہ حاشیہ پھر جاویں اور یقین نہ کریو مگر اُسی کا جو چلے تمہارے دین پر۔ تو کہہ ہدایت ہے جو ہدایت اللہ کرے۔ یہ اسواسطے کہ اور کو ملا۔ جیسا کچھ تم کو ملا تھا۔ یا مقابلہ کیا تم سے تمہارے رب کے آگے۔ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جس کو چاہے۔ اور اللہ گنجائش والا ہے۔ خبردار خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جسپر چاہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔ ۱۲

سے معدوم کر گئی۔ یا ان آیات کی پُر تاثیر آواز تھی جس نے دم کے دم میں انکے کائے پلٹ دیئے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا[1] سیپارہ ۴۔ سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۱۔

تیسری ضرورت

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ[2] ۔ سیپارہ ۲۔ سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۶۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ[3] سیپارہ ۲۰۔ سورہ نمل۔ رکوع ۶۔

ان آیات میں قرآن نے ظاہر کیا ہے کہ جب بڑے بڑے دینی اور نہایت ضروری امور میں لوگوں کا اختلاف پڑ جاتا ہے۔ تو اُس وقت خدا کی طرف سے اختلاف مٹانیوالی کتاب نازل ہوتی ہے۔

یہود میں فریسیوں کا اعتقاد تھا کہ وہ ابراہیمؑ کی راستبازی سے راستباز ٹھہر کر نجات پاویں گے۔ قرآن نے بتادیا۔

---

[1] اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی (دین اسلام) سب ملکر اور پھوٹ نہ ڈالو۔ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس میں دشمن۔ پھر اُلفت دی تمہارے دلوں میں۔ اب ہو گئے اُس کے فضل سے بھائی۔ اور تھے تم کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے۔ پھر تم کو خلاص کیا اُس سے ۱۲۔

[2] لوگوں کا دین ایک تھا۔ پھر بھیجے اللہ نے نبی خوشی اور ڈر سنانے والے اور اُتاری اُن کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصل کرے لوگوں میں جس بات میں جھگڑا کریں ۱۲۔

[3] یہ قرآن سُناتا ہے بنی اسرائیل کو اکثر چیز جس میں وے پھوٹ رہے ہیں ۱۲۔

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ سیپارہ ۱۔ سورہ البقرہ۔ رکوع ۹۔

اسی لیئے فرقے یہود کے خلوت نشین اور جبتی ستی جنگلوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عیسائی لوپوں کی طرح خداداد انعامات سے محروم تھے۔ اس بیجا تشدد کو آیت

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ[2] ۔ سیپارہ ۲۷۔ سورہ الحدید۔ رکوع ۴

فرماکر مٹا دیا۔ اور قدرتی انعامات سے متمتع ہونے کے لئے آیۂ

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا[3] سیپارہ ۱۸۔ سورہ مؤمنون۔ رکوع ۳۔ اور

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ[4] سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۴

کا فرمان راحت عنوان جاری فرمایا۔ پھر یہود نے حضرت مسیح جیسے منجی اور ہادی کا انکار کیا۔ اور پرلے درجے کی بے دینی سے انکی جناب میں نامناسب کلمات کہے۔ بلکہ اپنی نادانی سے سچے مسیح کو چھوڑ کر وہمی مسیح کے منتظر ہو گئے۔ اور قرآن نے یہود کو بتلا دیا۔ کہ مسیح آ چکے۔ اور ہزاروں یہودوں کو منوا دیا۔ اور اُنپر جنہوں نے انکار کیا الزام کو کامل کر دیا۔ ایسے مدعی کے لئے جو آپ حکم نہ دے سکے۔ اپنے مدعا علیہ کے ملزم کرنے کے لئے صاحب حکم کی ضرورت

---

[1] اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگے گی۔ مگر کئی دن گنتی کے۔ تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار تو البتہ خلاف نہ کریگا اللہ اپنا اقرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُس کو اُس کے گناہ نے سو وہی ہیں لوگ دوزخ کے۔ اُسی میں رہیں گے ۱۲۔

[2] اور ایک دُنیا چھوڑنا انہوں نے نیا نکالا۔ ہم نے نہیں لکھا تھا یہ اُن پر ۱۲۔

[3] اے لوگو کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا ۱۲۔

[4] تو کہہ کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اُس نے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی ۱۲

پڑتی ہے۔ دیکھو یوحنا کے ۱۲ باب ۴۷ میں مسیح فرماتے ہیں۔ جو کوئی مجھپر ایمان نہ لاوے۔ میں اُسپر حکم نہیں کرتا۔ معلوم ہوا حضرت بے بس ہیں حکم کا اختیار نہیں رکھتے۔

اور مرقس ۱۶ باب ۱۶ میں فرماتے ہیں۔ جو کوئی ایمان نہیں لاتا اُسپر سزا کا حکم کیا جاویگا۔ معلوم ہوا۔ کہ مسیح کے بعد زمانہ میں مسیح کے منکروں پر حکم ہوگیا۔ اس واسطے ضرور ہوا۔ کہ قرآن اور صاحب قرآن آوے اور حضرت مسیحؑ کے سچا مسیح ہونے کی گواہی دیکر اختلاف کو مٹاوے اور منکر کو ملزم کرے۔ پھر حضرت مسیحؑ جیسے رحیم و کریم مسکین و خاکسار آدمی کی نسبت غلو شروع ہوگیا۔ اِس مقدس ابن انسان کی الوہیت کا بے وجہ دعویٰ کیا گیا۔ بلکہ کیتھولک فرقے نے بقول موشیم اور ہالیم حضرت مسیحؑ کی والدہ مریم صدیقہ کو ماہیت تثلیث کا متمم یقین کیا۔

کالرڈین حضرت مریم کی تصویر کو گوٹے کناری کے کپڑے پہنانے لگے اور شیرمال روٹی اُن پر نذر چڑھانی شروع کر دی۔ منیس کی مجلس میں خدا باپ کے علاوہ اور دو خدا مسیحؑ و مریم مانے گئے۔

فطرت انسانیہ اور نور ایمان ایسے لغو مسائل پر انکار کرنیکے لئے مضبوط کمر باندھتے ہیں۔ مگر اس توہّم کا لشکر اپنے سر پر ٹوٹ پڑتا ہے کہ دیکھ تجھے قانونِ قدرت کا علم پورا نہیں۔ خدائی اسرار پر پہنچنے کے لئے تیری رسائی نہیں۔ الہاماً ان مسائل پر اعتقاد کر۔ اسواسطے فطرتِ سلیم اور عقلِ مستقیم سچے صاحبِ الہام کے فیصلے لینے کو ضرور متوجہ ہوتی ہے۔ الہامِ نبوّت کے خاتم نے زور سے فرمادیا۔ مسیحؑ کی اُلوہیت الہامی نہیں۔ یہ اعتقاد بُت پرستی اور کفر کی جڑ ہے۔

پوپی عقاید کی بیخکنی اُس وقت تک شروع نہ ہوئی جب تک عرب کے میدان سے یہ سچی سرزنش عیسائیوں پر نہ ہوئی۔

اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سیپارہ ۱۰۔ سورہ توبہ۔ رکوع ۵

ٹھہرائے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر ۱۲

ہند اور ایران مصر اور یونان بے ریب علوم و تحقیقات کے مخزن تھے۔ الّا بُت پرستی کے عام رواج نے اِن ملکوں میں یہ طاقت کہاں باقی رکھّی تھی۔ کہ مریم یا مسیحؑ کی اُلوہیت کا کھُلا باطل مسئلہ۔ اور عشائے ربانی میں روٹی اور شراب کا حقیقتاً نہ مجازاً مسیحؑ کے گوشت اور لہو ہو جانے کا وہم اہلِ دُنیا کے دِلوں سے اُٹھاتی۔ پھر عرب کے سے جاہل اور سخت بُت پرست ملک سے کیا اُمید تھی کہ ان توہمات کا مقابلہ کرتا۔

کفّارے کی لغو اُمید نے لوگوں کی یہ حالت کر دی تھی کہ اُن کے دلوں سے گناہ کا ڈر اُٹھ گیا تھا۔ کیونکہ جب مسیح پر ایمان لانے والوں کے بدلے میں خود مسیح مطعون ہو گئے اور وُہی سزایاب ہو گئے۔ تو ایسے مومن کو جو مسیح پر ایمان لایا گناہ کا ڈر ہی کیا رہا۔ جب کفر و شرک کی ایسی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ تو قرآن کی سخت ضرورت ہُوئی۔ کہ دُنیا میں اُترے۔ تاکہ حضرت مسیح سے ان اتہامات کو دُور کرے اور دُنیا میں خالص توحید کو جو اصل اور مقصود بالذات مواعظ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کا ہی پھیلاوے۔ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مَنْ نَزَلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ۔

ابطال اُلوہیت مسیح میں مَیں نے علیحدہ مضمون لکھا ہی۔ اور اُس میں یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ بعض عیسائی قرآن کے نہ سمجھنے سے یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے مسئلہ تثلیث کو سمجھا ہی نہیں۔ اور انسانیت اُلوہیت کے اجتماع پر قرآن نے نظر نہیں کی۔ پادریوں کی اس غلطی کو وہاں واضح کر دیا ہے۔ (بیل صاحب کا ترجمہ صفحہ ۳۵۔ اور گبن جلد ۵ صفحہ ۲-۳۔ موشیم جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

چوتھی ضرورت

دُنیا میں انبیاء کی پاک تعلیم نے خدائے تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی اور اُس کے عدل اور قدوسیّت اور رحم اور قدرت کاملہ اور ربوبیّت عامّہ کا وعظ پھیلایا اور بعض مصلحان قوم نے بھی جن کی فطرت سلیم اور قوّتِ ایمانیہ مستقیم تھی۔ توحید کو عمدگی سے بیان فرمایا۔ مگر اُن کے اتباع نے آخر اپنے ہادی ہی کو معبود بنا لیا۔ حضرت مسیح نے خداوند کریم کی بزرگی اور عظمت کو

بیان تو کیا۔ مگر آخر عیسائیوں نے مسیح کو خدائے مجسم کہدیا۔ بلکہ خوش اعتقادوں نے اُن کی والدہ مریم صدیقہ کو بھی متمم ماہیت تثلیث تجویز کیا۔ آریہ ورت حکماء اور عوام سری کرشن جی اور سری رامچندر جی کو خدا کا اوتار کہہ اُٹھے۔ گرو نانک صاحب کے تارک الدنیا اخلاق مجسم چیلے گرو صاحب کو اوتار بنا گئے۔

پس ایسے واعظوں کے تعلیم یافتہ پیرؤں کی یہ حالت کیوں ہوئی۔ صرف اسلیئے کہ مُریدوں کی اپنے ہادی سے دِلی محبت سابقہ بُت پرستی کی عادت سے ملکر نورِ ایمان اور عقلِ صحیح پر غالب آگئی۔ اور کوئی ایسی قومی روک اُن کے ہادیوں نے نہیں رکھی تھی۔ جسکے ذریعے توحید خالص اُنکے مشرکانہ طبائع کو فتح کرلیتی۔ میں جب عیسائیوں اور ہندوؤں اور سکھوں کے مقدس لوگوں کو شرک کرتے دیکھتا اور اُن کی زبان سے سُنتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں۔ ہمارے ہادی خدائے مجسم اور اوتار تھے۔ تو مجھے یقین ہوجاتا ہی کہ بیشک یہ سچا سچے خدا کا کلام ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۝[۱]

سیپارہ ۲۲ - سورۂ احزاب رکوع ۵ -

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ محمد صلعم نے عملاً اور اُن کی اُمّت نے حسب تعلیم اپنے ہادی کے اصولاً اقرار توحید کے ساتھ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ کے اقرار کو لازمی کیا ہی۔

اس کلمے کے ایزاد نے جو کچھ اثر دُنیا پر دکھلایا وہ بالکل ظاہر ہے۔ اور یہی اس کے منجانب اللہ ہونے کی زبردست شہادت ہے۔ ہندوستان کے ہادیوں نے ملک سے سکتے کی خطرناک پوجا اور گنگ کی خلاف تہذیب پرستش کو کم نہ کیا۔ اور یہود نے طرافیم کی پوجا اُس وقت تک نہ چھوڑی جب تک۔

---

[۱] محمدؐ باپ نہیں کسی کا تمہارے مَردوں میں لیکن رسول ہے اللہ کا اور مُہر سب نبیوں پر ۱۲

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ[1]

سیپارہ ۵ - سُورۂ نساء - رکوع ۸ -

کی صدا عرب سے نہ سُنی -

نبی ناصری کی بڑی کوششوں اور محنتوں اور تکالیف بلکہ جانفشانیوں کو میں کس کامیابی کا عنوان بناؤں - جبکہ وہ آپ اور اُس کی ماں دونوں کو معبود قرار دیئے گئے - مسیح تو عموماً تمام عیسائیوں کے معبود ہیں اور اُنکی والدہ خصوصاً رومن کیتھولک کے یہاں پُوجی جاتی ہیں -

بیشک انبیاء علیہم السَّلام کی تعلیم اِس تکمیل کی محتاج تھی کہ وہ اپنی خالص عبودیت کو دینی تعلیم کا ضروری جزو قرار دیتے - اس ضرورت کو صرف قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم نے پُورا کیا -

اسی فقرے کے اثر نے عرب جیسے خالص بُت پرست ملک سے بُت پرستی کا استیصال ہی نہیں کیا - بلکہ یہود بھی چونک اُٹھے - باایںکہ ہمیشہ مُرتد ہوجاتے اور بُت پرستی کرتے تھے - جیسے قاضیوں کی کتاب اور اُنکے بچھڑوں کی پرستش کرنے وغیرہ اُمور سے ظاہر ہے - اور آریہ کے معزز باشندے دعویٰ کرنے لگے - کہ ہمارے مقدس وید بُت پرستی کے دشمن اور توحید خالص کے حامی ہیں -

پانچویں ضرورت

خدا کی توحید ذاتی اور توحید صفاتی کی تعلیم جسے توحید ربوبیت کہتے ہیں اجمالاً اور علماً تمام تاریخی مذاہب میں موجود ہے - اور اِن مذاہب کے پیرو باری تعالےٰ کی یکتائی ذات اور صفات میں بے شک ظاہر کرتے ہیں - اور اس کے مقر ہیں - اِلّا توحید اُلوہیت کے پُرتاثیر اور کامل واعظ حضرت قرآن کو اس فخر کا تاج پہنایا گیا - کہ اُس نے ہر ۳ اقسام توحید کو ہزاروں پہلوؤں اور مختلف اندازِ بیان سے مکمل کردیا - محققوں اور علمائے اسلام کا حال

[1] تُو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں بُتوں اور شیطانوں کو ۱۲ -

مَیں کیا لکھوں اُنکے حالات اور کمالات سے قطع نظر کر کے اگر زوائد اور رسومات کو نظر انداز کیا جائے۔ تو قرآن کے عام پیرووُں میں جاہل سے جاہل اور اُمّی کیوں نہ ہو۔ جیسی توحید کی زبردست جڑ لگی ہُوئی ہے۔ کسی اہلِ مذہب میں اس کی نظیر نہیں۔ اور اسی لئے وہ واجب التعظیم شخص جسپر ایسی کامل اور مکمل کتاب نازل ہوئی۔ واجبی اور حقیقی استحقاق خاتم الانبیاء و المرسلین ہونے کا رکھتا ہے۔

اسرائیلی انبیاء برابر فرشتوں کے آگے سجدے کرتے اور اُنکو مالک اور خداوند پکار پکار کر اپنا مُمد اور معاون جانتے۔ اور اُنکے آگے قربانیاں گذرانتے رہے۔ دیکھو یشوعؑ[1] کے وقت یشوع نے آنکھ اُوپر اُٹھائی تو دیکھا۔ ایک شخص تلوار کھینچے ہُوئے کھڑا ہے کہ مَیں خداوند کے لشکر کا سوار ہو کے آیا ہوں۔ تب یشوع زمین پر اُوندھا گرا۔ اور سجدہ کیا۔ اور اُس سے کہا۔ میرا مالک اپنے بندے کو کیا ارشاد فرماتا ہے۔ خدا کے لشکر کے سردار نے یشوع کو کہا۔ اپنے پاوُں سے جُوتی اُتار۔ کیونکہ یہ مقام جہاں تُو کھڑا ہے مقدس ہے۔

محمد صلعم کی تکمیل یہ تھی کہ توحید اُلوہیت کے وعظ سے جسے توحید فِی العِبادات کہتے ہیں۔ اپنی بات کے ماننے والوں کو پُورا مُوحّد بنا دیا۔ فِدَاہُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ۔ اور خدائی پرستش کے کام کو تعلیماً پُورا کر دیا۔

اس میرے قول کی شہادت موسیٰؑ[1] کے بعد یہود کی عام حالت۔ اور محمد صلعم کے بعد عرب کی حالت مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ اور اُنکے پیچھے بچھڑے کی پرستش شروع ہو گئی۔ بلکہ عیسائی عالموں کے نزدیک حضرت ہارون جیسے کاہن گوسالے کے بنانے والے ٹھیرے۔ اور کتاب قضات کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ بنی اسرائیل کیسے جلد جلد مُرتد ہو جاتے تھے۔

بخلاف اس کے عرب کے لوگ تیرہ سَو[2] برس گذر گئے۔ اب تک بُت پرستی کے

---

[1] ۵ باب ۱۵ یشوع، باب۔ خروج ۹۔ اور خروج ۱۴ باب ۱۶۔[2]

قریب بھی نہ گئے۔

چھٹی ضرورت

ابراہیمؑ کے پلوٹھے اسمٰعیلؑ کے حق میں خدا تعالےٰ نے برکت کا وعدہ کیا۔ اُس وعدے کا ایفا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے تک دُنیا میں مخفی رہا۔

ساتویں ضرورت

موسیٰؑ نے اپنے مثل نبیؐ کے قائم ہونے کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور وہ پیشینگوئی اُسوقت تک تصدیق نہ ہوئی جب تک اُس کا مصداق نہ آیا۔ اور جب اس پیشگوئی کا مصداق آگیا۔ تو اُس کی تصدیق ہوئی۔

سوال۔ محمدی تعلیم کی فضیلت ثابت کرو۔ کیونکہ اگر ان اقتباسات کو جو مقدسہ کتب سے قرآن میں مندرج ہوئے ہیں نکالدیں۔ تو محمدؐ صاحب کی خاص تعلیم ناقص پائی جاتی ہے۔ یہ اسلام تو مقدسہ کتب کا اقتباس اور محمدی عندیات کا مجموعہ ہے۔

جواب۔ ملک کے خیر خواہ اور قوم کے مصلح لوگ انبیاءؑ علیہم السلام ہوں یا حکمائے عظام بشرطیکہ اس پچھلے گروہ کو طمع دامنگیر نہ ہو۔ اور نبوت کے چراغ سے روشنی یافتہ ہوں۔ تو وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں میں سے اُن کی موجودہ بُرائیوں کو دُور کریں۔ اور آئندہ کے خطرات کا ایسا انتظام کریں جس کے باعث قوم اور ملک کی آئندہ نسلیں بُرائیوں سے محفوظ رہیں۔

سچے مصلحانِ ملک اور خیر خواہانِ قوم کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ اگر ملک یا قوم میں اچھی باتیں موجود نہ ہوں۔ تو آئندہ وہ عمدہ باتیں پیدا کر دکھلائیں۔ یا پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگوں میں عمدہ باتوں کے اُصول موجود رہتے ہیں۔ اِلّا۔ ملک کی آب وہوا اور قوم کے رسومات اور حکام کے ظلم یا عیاشی اور تعلیم کی کمی یا

اُصول حقہ کے ساتھ ناقص تعلیم کے ملجانے سے وہ عمدہ اُصول چند بُرائیوں کے ساتھ ملجاتے ہیں۔ مصلحانِ قوم کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ اِن عمدہ اُصولوں کو ناپاک عوارض سے پاک و صاف کر کے رائج رکھیں۔

یہ قوم پر فدا اور قوم کے دلدادہ بُرائیوں کے دشمن اور راستی کے جان دادہ ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور حکمائے عظام کے وجود باجود سے یہ عظیم فائدہ دُنیا کو پہنچتا ہے کہ وہ ان سب عمدہ رسُوم اور پاکیزہ اصُول کو جو اُنکے ظہور اور بعثت سے پہلے اُنکی قوم میں رائج چلے آتے ہیں۔ خواہ وہ بطور عادت ہوں یا بطرز عبادت ادیانِ حقہ کا بقیہ ہوں یا کتب مقدسہ کا عطیہ انہیں انکی حالت پہ قائم اور بحال رکھتے ہیں۔

قوم اُس سوتے آدمی کے مانند ہوتی ہے جس کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے ہر قسم کا سامانِ عیش و آرام کھانے پینے پہننے اور دیکھنے کا موجود ہو۔ اِلّا وہ غافل اُس کے استلذاذ سے محروم ہو۔ اور نبی اُس بیدار اور ہوشیار خیر خواہ کے مثل ہوتا ہے۔ جو باقتضائے فطرت اور جبلّت کے اُس سوئی ہوئی غفلت کی ماری قوم کو جگاتا ہے اور اُس سوئی ہوئی قوم کو اِن آرام کی اشیاء سے بہرہ مند ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السّلام قدرتی صنائع اور بدائع کیطرف جن سے قوم غفلت کیوجہ سے چشم پوشی کر رہی ہے۔ توجہ دلا کر قوم کو خالق کا عاشق بنانا چاہتے ہیں۔ اور قدرتی اشیاء میں تدبّر اور تفکّر کی ترغیب دلا کر صانع عالم کا شکر گذار کرتے ہیں۔ کیا وہ کوئی امر اپنی اٹکل سے گھڑ کر وہمیوں کا دِل لُبھانا چاہتے ہیں۔ اور کیا وہ مافوق الفطرۃ کرشمے دکھلا کر توہمات میں پھنسانے کی طرح ڈالتے ہیں۔ نہیں اڑھائی اینٹ کی جُدا مسجد بنانا اُن کا کام نہیں اور یہی بات بقول ایک خیر خواہ اسلام کے انکی راستی اور سچائی خیر خواہی اور بے ریائی کا نشان ہے۔ فِدَاهُمْ اَبِیْ وَ اُمِّیْ۔

سچ کہا جس نے کہا۔ کیسے کافر نعمت وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس قسم کے مقدسوں کی اس راستی اور راستبازی کی قدر نہیں کی۔ بے ریب اسلام اُن تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ جو اسلام کے سوا اور مذاہب میں فرداً فرداً موجود ہیں۔

قرآن کو کہو بلکہ اسلام کو بیشک یہ فخر حاصل ہی۔ اگر صحیح الفطرۃ اور مستقیم العقل والے سچے منصف بیجا تعصّب کی آفت سے بچے ہوئے اسی پر جوش دل سے کہدیں ؎ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری،

ناظرین سُنو۔ اور دل کی کھڑکیاں کھول کر سچے دل سے سُنو۔ اسلام انسان کی داخلی اور خارجی مگر بھولی اور کھوئی ہوئی باتوں کو ہم ہی سے لیکر اور اسی عالم ناسوت اور مشاہدے سے لے کر ہمپر وارد کرتا ہے۔

اسی راستی اور سچائی کی تائید اور حقّہ اُصول کے بحال رکھنے کے باعث اسلام کی حقیقت نہ سمجھنے والوں نے اسلام کو اقتباس کا الزام لگایا۔

میرا یہ کہنا کہ قرآن ان تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ جو دُوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور تمام اُن پاک مضامین پر حاوی اور مشتمل ہے۔ جو اور اور انبیاء کی مقدسہ کتب میں فرداً فرداً موجود ہیں۔ بعینہٖ قرآن کریم میں موجود ہے۔

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ[1]۔ سیپارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ رکوع ۷۔

ہاں قرآن مجید کتب مقدسہ کے اُن قوانین سے اختلاف رکھتا ہی۔ جو مقدسہ کتب میں مختص الزمان یا مختص المکان یا مختص القوم تھے۔ اور اسی اختلاف کے باعث سے اسلام کے ناآشناؤں نے اسلام کو اقتباسات اور عندیات کا مجموعہ خیال کیا ہی۔

یہود میں قیامت کے مُنکر لوگ بھی موجود تھے۔ (فرقہ صدوقی) یہود میں ایک فرقے کا

---

[1] اور تجھپر اُتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا کرتی سب اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل ۱۲۔

یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ بنی اسرائیل ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ ابراہیمؑ کی راستبازی سے ضرور راستباز ٹھہریں گے (دیکھو عقاید فرقہ فریسی) عیسائیوں میں حضرت مسیحؑ کی پرستش سے شرک جیسی بُری آفت لکھو کھہا بندگانِ الٰہی کے رگ و ریشے میں پھیل رہی تھی۔ رومن کیتھولک وغیرہ میں حضرت مسیح کی والدہ مریم صدیقہ کی عبادت نے جو ہند و عرب کی بُت پرستی سے کسی طرح کم نہیں ہزارہا مخلوق کی عقلی قویٰ پر چھُری پھیردی۔

عشائے ربانی کی رسم نے جس میں رومن کیتھولک کا یہ عقیدہ جُزوِ ایمان ہے۔ کہ روٹی کے وہ ٹکڑے جو شراب میں تر کئے جاتے ہیں۔ اور وہ شراب حقیقتاً اور فی الواقع نہ مجازاً حضرت مسیح کا گوشت اور خون ہو جاتی ہے۔ ایک جمِ غفیر کو انقلاب ماہیت کے کُن بُرے توہمات میں پھنسا رکھا تھا۔ جس کے سامنے کیمیاگروں کی بوالہوسی اور بُت پرستوں کا مُورتوں کو جیوداں دینا اور اُنکا ادامن کرنا بالکل گرد ہی۔ جن ادیان کی یہ حالت ہو اُن میں سے ایسا اقتباس کرنا جسپر تمام قانونِ قدرت گواہ ہو۔ اور جسکے لیئے نورِ ایمان اور تمام قوائے عقلیہ آمنّا و صدّقنا کہہ اُٹھیں کسی آدمی کا کام ہے۔ آیا ایک بُت پرست جاہل قوم کے بے الہام اُمّی کا۔ نہیں نہیں نہیں۔ بلکہ ایک خاتم الانبیاء سرورِ اصفیا کا۔ فداہ ابی و اُمّی۔

ہم کو اس بات کے دیکھتے ہی کمال تعجب ہوتا ہی کہ عیسائیوں نے اپنی کتابوں اور تحریروں میں کیوں اس امر کے ثابت کرنے میں اس قدر بے فائدہ کوشش کی ہے۔ اور اپنا وقت ضائع کیا ہی۔ اور قوائے عقلیہ دماغیہ کو صرف کیا ہی۔ جس سے ہم مسلمانوں کے مذہب میں بڑا تعلق ہی۔ اور پچھلا پہلے پر مبنی ہی۔ اور جب وہ اس امر کو نہایت سعی بے حاصل سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو از راہِ طعن ہمپر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہمنے فلاں فلاں یہودیوں کے مذہب سے لی ہے۔ گویا مذہب اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جو خود وہ اصول پر قائم ہو۔ بلکہ یہودیوں کے یہاں سے اقتباس کیا ہوا ہے۔ اور جب کہ مذہب عیسائی بالکل مذہب یہود کا محتاج ہے ویسا ہی مذہب اسلام بھی مذہب یہود کا محتاج ہے۔

کیا عجیب عادت ہے کہ جب یہ لوگ قرآن کی بعض تعلیمات اور قصص کو بعینہٖ توریت اور اپنی کتب مقدسہ میں موجود پاتے ہیں۔ یا یہود کے تالمود اور مجوس کی قدیم کتابوں میں دیکھ پاتے ہیں تو چلا اُٹھتے ہیں کہ قرآن کتب سابقہ کا اقتباس ہے۔

اور جب بعض تعلیمات اور جدید قصص قرآن کے کتب سابقہ میں نہیں پاتے انھیں محمدؐ صاحب کے عنایات کہدیتے ہیں۔ غرض دو ہی طرح کی باتیں قرآن میں ممکن تھیں۔ یا وہ جن کی نظیر اگلی کتابوں میں موجود ہو یا نہ ہو۔ سو قسم اوّل کو اقتباس کہہ دیا اور قسم دوم کا نام عندیات دھر دیا۔

اگرچہ یہ امر کہ کونسا مذہب مسلمانی یا عیسائی زیادہ تر مذہب یہود اور دیگر مذاہب قدیمہ کا محتاج ہے۔ ہر ایک پر روشن ہی۔ مگر ہم خوشی سے امر مذکورہ کو تسلیم کریں گے۔ کیونکہ جو مشابہت ان دونوں (مذہب یہود مذہب اسلام) ربانی الہامی مذہبوں میں پائی جاتی ہے۔ اس سے انکار کرنے کے بدلے ہم اس کو اپنا نہایت فخر سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہی ایسے ہیں کہ ہر ایک سچے اور خدا کے بھیجے ہوئے نبی کے سچے پیرو ہیں۔ اور ہم ہی یقین کرتے ہیں کہ آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و یعقوبؑ و اسحاقؑ و اسمٰعیلؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سب کا ایک ہی دین تھا۔

ہم حیران ہیں کہ عیسائی صاحبان اتنا نہیں سوچتے۔ کہ خدا تعالےٰ نے مخلوق کو محض اپنی رحمتِ ایجادیہ سے وجود کا جامہ پہنایا۔ اور بلا سابقہ سوال یا درخواست یا خدمات و عبادات کے ہر طرح راحت و رفاہیت جسمانی کا سامان موجود کیا۔ چاند سورج۔ زمین آسمان۔ نباتات۔ جمادات حیوانات۔ غرض دُنیا و مافیہا سب کچھ بنی آدم کی آسائش کے لئے خلق کیا۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جب

اُس رحمٰن رحیم نے ایک فانی چیز یعنی جسم کی خاطر اسقدر اشیائے عجیبہ ابتداء ہی سے پیدا کر دیں۔ تو کیا رُوح انسانی کو جو باقی غیر فانی اور مقصود غائی آفرینش کی ہے۔ نظر انداز کر دیا ہوگا۔ نہیں نہیں۔ کون شخص ایک لمحہ بھر کے لئے ایسا خیال کر سکتا ہے۔ اور اس قدوس کی ذات کامل الصفات پر ایسا عیب لگانا گوارا کر سکتا ہے۔ بیشک بیشک وہ اُسی طرح پر ابتدا ہی سے رُوح کی تربیت و تہذیب کا سامان بھی بانواع مختلف مہیّا کرتا چلا آیا ہے۔ اُس قادرِ مطلق نے جس طرح پر فیض ناسوتی (متعلق بعالمِ اجسام) کل اقطار و اطراف عالم پر مبذول فرمایا ہے۔ ویسے ہی اُس ہمہ محبّت ہمہ رحم نے فیض لاہوتی (رُوحانی) کسی قوم کسی فرقے سے دریغ نہیں رکھا۔ ہر زمانے میں۔ ہر قوم میں۔ ہر ملک میں بلکہ ہر فرقے میں انبیاء بھیجے۔ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ۔ (سیپارہ ۲۲۔ سورہ فاطر۔ رکوع ۲ (ترجمہ۔ کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈرانے والا) کتابیں اُتاریں۔ حکما و علما پیدا کئے۔ اور خود انسان کی فطرت میں تعلیم رُوحانی رحمانی کے قبول کرنے کے لئے نور ایمان یا نور فراست ودیعت رکھا۔

اِسلیئے غالب آبادیہائے عالم میں شجرِ اُصول قایم ہو گئے یا ہوتے رہے۔ تمام اُصول کی اصل توحید سب قوموں میں مُشترک ہو گئی۔ اور اُصول اخلاقی مثلاً شجاعت۔ عفت۔ عدل۔ رحم کی عظمت۔ اور صفات رزیلہ مثلاً کبر۔ جبن۔ شہوت۔ ظلم۔ غضب اور جہل کی بُرائی کی کل قومیں قایل ہو گئیں۔ گو نقص و کمال کا تفرقہ ہمیشہ سے چلا آیا اور ان مذاہب میں توحید صفاتی و عبادتی و حق و باطل میں کیا جاتا رہا۔ اِلَّا مَادَّۃُ الۡاَشۡیَاءِ یعنی توحید ذاتی و اخلاقی وغیرہ ضرور قائم رہی۔ اور بقدر معمول ہوتی رہی۔

ہمیشہ سے رب الافواج کا پیش خیمہ ایک ہی چھاؤنی میں لگا نہیں رہا۔ اور ایک ہی یونیورسٹی اُس کی تعلیم کا مرکز نہیں رہی۔ ایک ہی قوم تمام بلاد اور تمام بنی نوع کل ہادیوں کی ہدایت کا سرچشمہ نہیں ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی ہادی تھے۔

مصلح تھے۔ بنی نوع انسان کے خیر خواہ تھے۔ کیا یہ ہوسکتا تھا اور روا تھا۔ کہ وہ اپنی اڑہائی اینٹ کی جدا مسجد بنانے۔ اور کچھ نئی باتیں مافوق الفطرۃ اپنی اُمت کو گھڑ سُناتے۔ سُنتو سُنو۔ اُس افراط و تفریط کو جو صفات و عبادات ایزدی کے لیٔے تھی۔ اُس التباس و تخلیط کو جو رُوحانی مسائل میں بدعتیوں ہوا پرستوں نے وضع کر دی تھی، دُور کرنے آئے، اُس کے مٹانے کو تشریف لائے۔ اُس شر عالم سوز کو تو مٹایا۔ اُن مذاہب سے استیصال کیا۔ اور اخلاقی تعلیم کو درجۂ تکمیل و حُسن تک پہنچایا۔ گویا قبیح کو رد کیا۔ اور حُسن کو بحال رکھا۔ اور اسی لیٔے بڑا وسیع التعلیم سچا نبی خاتم المرسلین کے خطاب کا مستحق ہُوا۔ صلوات اللہ علیہ وسلامہ۔

اس مقدس نبیؐ کو کچھ ضرور نہ تھا۔ کہ اپنی اُمت کو بعید از قیاس مسائل ہاں معما و چیستاں سکھاتا۔ اور تثلیث جیسے نغو کی تعلیم دیکر عقل کی رسائی کا ہاتھ کوتاہ کر دیتا۔ اور اُس کے پر پرواز کاٹ ڈالتا۔ اپنے پیروؤں کو بیباک، بے ادب، گستاخ سیاہ دروں کرنا اُسے منظور نہ تھا۔ جو کفارے کا آتشین جام اُنھیں پلاتا۔ بتکرار مضمون ہم پھر بتائے دیتے ہیں کہ اُس رسولؐ نے صرف اتنا ہی کام کیا۔ اور بڑا کام کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی اچھی باتوں کی تصدیق کر دی اور بُری باتوں کی تکذیب۔ اللہ اکبر یہی ایک بات ہے۔ اُس رسولؐ کا ہر ملت کی صداقت کو تسلیم کر لینا۔ اور اپنی اُمت کو ہر ایک کی سچی بات مان لینے کی نصیحت کرنا جس سے ہم نے مانا۔ تصدیق کیا۔ سمجھا۔ اور خوب سمجھا کہ وہ رسولؐ برحق ہے۔ سچا مصلح العالم ہے۔ اور یہی بات ہے جس سے منکر کوتاہ فہم حقیقت فطرت سے ناواقف۔ دُور دُور کے گمانوں اور وسوسوں میں بہکا پھرتا ہے۔

اب ہم یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کی بڑی تعلیم اور اُنکے عقاید جو اُنکی سب تعلیمات کے گل سرسبد ہیں۔ کیسے ہندوؤں کی کتابوں سے اقتباس کیٔے گئے ہیں۔ یا اگر وسعت حوصلہ کو کام میں لائیں۔ تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہندوؤں کے عقاید سے مطابقت کلّی

اور مشابہت تامّہ رکھتے ہیں۔

(۱) حضرت مسیح کا خدائے مجسّم ہونا۔ جیسا عیسائی لوگ کہتے ہیں۔ بعینہٖ ہندوؤں کے اس عقیدے کے مطابق ہے جو وہ کہتے ہیں کہ "بھگوان نے اوتار دہارا" یعنے خدائے مجسّم ہوا۔ اور ٹھیک مسیح دسویں اوتار کی طرح ہیں۔

(۲) مسیح کا دُنیا میں آنا۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ اُنکے بچانے اور گناہ دُور کرنے کیلئے ہوا۔ اور یہ عقیدہ بعینہٖ ایسا ہے۔ جیسے ہندو کہتے ہیں "کہ جب دُنیا میں پاپ بہت ہوجاتے ہیں۔ بھگوان باغراض مختلف جسم کو قبول کرتا مجسّم ہوتا اور اوتار دھارتا ہے۔"

(۳) تثلیث کا مسئلہ ہندوؤں کے تردیو کہنے کے مساوی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ خدا ایک ہے اور تین بھی ہیں۔ بُت پرست ہندو بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ کہ بھگوان ایک ہے اور تین بھی ہیں۔ برہما۔ بشن۔ مہیش۔

(۴) عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ خدا باپ سے بیٹا[1] اور باپ اور بیٹے سے رُوح القدس۔ بعینہٖ ہندوؤں کے اِس قول کے مطابق ہی کہ نرگن سے سرگن ہوا۔ یا نرگن سے ستوگن۔ تموگن۔ رجوگن۔

(۵) عیسائیوں میں عشائے ربّانی کا مسئلہ جسکی بابت کیتھولک کا اعتقاد ہی کہ اُسوقت روٹی اور شراب بعینہٖ حقیقتًا نہ مجازًا مسیح کا گوشت اور لہو ہوجاتا ہی۔ اور پروٹسٹنٹ اُسے مجاز کہتے ہیں۔ ٹھیک بُت پرستوں کے اُس اعتقاد کے برابر ہے۔ کہ بشنو پتھر بن گیا۔ اور سالگرام نام کہلاکر گندکانڈے میں جاپڑا۔ اور تردیو میٹر اور پیپل اور ڈھاگ بن گئی۔

---

[1] فی الواقع پولوس صاحب نے دین مسیحی کی تائید میں بڑے بڑے کارنمایاں کئے۔ اُسنے اپنے مُرشد کے سیدھے سادھے احکام ونصائح میں فلسفۂ فیثاغورث کے نہایت دقیق اصول داخل کردئے۔ اور یہ وہ فلسفہ تھا جس میں عقول عشرہ اور تثلیث کا مسئلہ مشرقی ملکوں سے اخذ کرکے داخل کیا تھا ۱۲ لائف آف محمدؐ از سید امیر علی ۱۲

(۶) حضرت مسیح کا یہودیوں سے انتقام لینے کے لئے رومیوں[۱] میں آنا۔ جیسا کہ مفسرانِ انجیل اور عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ ویدانتیوں کے اس خیال کے مساوی ہے جو کہتے ہیں۔ کہ "پرمیشر نے کہا میں نے چاہا۔ کہ ایک سے بہت ہو جاؤں"۔ اور بعینہٖ تناسخ کے مسئلے کے ہمشکل ہے۔

(۷) کفارے کا مسئلہ ہندوؤں کی تو بلی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۸) یوحنا اصطباغی کا ایلیا میں ہونا۔ بالکل ہندوؤں کے مسئلے اواگون کے ہم معنی یا اُسی کا نتیجہ ہے۔ متی ۱۷ باب ۱۲۔

(۹) یوحنا کا دریائے یردن میں بپتسما دینا۔ گنگاجی کی بُڑکی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۰) پولوس صاحب فرماتے ہیں کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک وصاف ہے۔

پادری صاحبان! یہ سب بھنگیوں کا اعتقاد اور تعلیم نہیں تو اور کیا ہے۔

اَب عہدِ عتیق کا بھی کچھ حال سُن لیجئے۔

(۱۱) نرسنگ بجانا اور اس کو دائمی ابدی رسم قرار دینا بعینہٖ ہندوؤں کی آرتی ہے۔

(۱۲) کاہنوں کا ایک ہی قوم میں ہونا اور لاویوں کا مقرر کرنا بعینہٖ ہندوؤں کی اس رسم کے مطابق جس میں برہمن اور پروہت خاص قوم میں کے ہونے ضرور ہیں۔ مذہبی چندوں میں لاویوں کی تخصیص برہمنوں کے خاص مصرف خیرات ہونے کا نشان بتاتی ہے۔

(۱۳) زبور ۲۶-۶-۸ میں جس عبادت کا ذکر ہے۔ وہ ہندوؤں کی سی پرکرما نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۴) سوختنی قُربانی جس کا ذِکر تمام توریت بھر میں ہے۔ مثلاً خروج باب ۱۹-۱۸-یہ

---

[۱] عیسائیوں کے اس خیال کی بنا متی باب ۱۶-۱۸۔ جسکی تائید اور تصدیق کے لئے انکو اس تاویل کے گھڑنے کی ضرورت پڑی۔ اس مطلب کے لئے دیکھو تفسیر متی خزانہ الاسرار۔ اور دیکھو تفسیر متی باب ۱۰-۱۳۔ اور غور سے پڑھو۔ ۱۲

ہندوؤں کی ھوم کی رسم نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۵) احبار باب ۲۱-۱ و گنتی باب ۶-۹ کی رسم ہندوؤں کے بھدر کا مقابلہ یا اقتباس نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۶) ایوب اور داؤد کا راکھ میں بیٹھنا- ایوب باب ۲-۸ ہندوؤں سنیاسیوں کی بھبھوت میں رہنے کی نظیر نہیں تو اور کیا ہے۔

(۱۷) جدعون نے ایک بکری کا بچہ اور سیر بھر آٹے کی فطیری روٹیاں طیار کیں۔ گوشت کو ٹوکری میں رکھا۔ اور شوربا ایک کٹورے میں ڈالا اور ایک دیوتا کے لئے بلوط کے درخت کے تلے لاکر گذرانا۔ تب اُس دیوتا نے کہا۔ فطیری روٹیوں کو اُس چٹان پر رکھدے اور اُنپر شوربا ڈال۔ سو جدعون نے ایسا ہی کیا۔ قاضیون باب ۶-۱۹- اور دیوتا نے اپنے عصا کی نوک سے چھُوا۔ اور اُسے آگ کھا گئی۔ پس ہندوؤں کی بلی کی رسم ہے۔

نماز

اِس مضمون میں پانچ امروں پر بالاختصار نظر کرینگے (۱) حقیقت نماز (۲) باطن کو ظاہر سے تعلق ہے (۳) ارکانِ نماز (۴) فوائد ضبط اوقات (۵) سمت قبلے کے تعیّن کی وجہ۔

دُنیا کے مذاہب پر غور کرنے۔ اور قریباً کل اقوام عالم کو ایک ہی بڑے مرکز اور مرجع کیطرف بالاشتراک رجوع ہوہو دیکھنے اور قانون قدرت کے معجز بے نقص کتاب کے مطالعہ کرنے سے فطرتِ سلیم قوّتِ ایمانی نورِ فراست کے اتفاق سے فوراً شہادت دے اُٹھتی ہے۔ کہ ایک ہمارا خالق زمین و آسمان ہے۔ جس کی قدرت کاملہ کل عالم پہ محیط اور تمام اشیاء میں جاری و ساری ہے۔ غرض ایک ہمہ قدرت فوق الکل وجود کا خیال یا اعتقاد قریباً کل اقوام دُنیا میں پایا جاتا ہے۔ یہ فطرت کا اشتراک اور قوائے باطنیہ کی اضطراری توجہ ایک اعلیٰ ہستی کی جانب وجود باری کی عجیب دِل نشین دلیل ہے۔ اب عالم اسباب یا اسباب عالم پر جب انسان نظر کرتا ہے تو خوب سمجھتا ہے کہ عالم کون و فساد کے انقلابات میں وہ ہمیشہ مجبور و معذور ہے

حقیقت نماز

اور یہ کہ تمام اختیارات کے مواد اور مقدورات کے اسباب اُس کی قدرت سے باہر ہیں۔ مثلاً جب دیکھتا ہے کہ بڑے بڑے قوائے طبعی سورج چاند ستارے ہوا بادل وغیرہ میرے بے مزد خدمتگار ہیں۔ بلکہ جب وہ اپنے اسباب قریبہ یعنی جسم ہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے مناسب آلات اور موافق ادوات اُس کو ملے ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی مفقود ہو جائے۔ تو جبر کسر کیلئے اُس کا یا اُسکے مثل بے نقص جزو کا موجود کرنا اُسکے امکان سے خارج ہے۔

پس یہ تصورات انسان کے دل میں ضرور سخت جوش اور عجیب جذبات پیدا کرتے ہیں۔ اور دلی نیاز بڑی شکر گذاری کے ساتھ ملکر اُسکو اُس منعم و محسن کی ستائش و حمد کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ اُس کو اپنی احتیاج و افتقار کا علم اور فوق القدرت سامانوں کے بآسانی بہم پہنچ جانے کا یقین ہوتا ہے۔ اُتنا ہی زیادہ اُس کا دل اُس منعم کے احسانات کی شکر گذاری سے بھر جاتا ہے۔ یہی دلی نیاز اور قلبی شکر گذاری جو سچی محبت اور باطنی اخلاص سے ناشی ہوتی ہے۔ اور یہی جوش و خروش جو انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ واقعی اور اصلی نماز ہے۔

باطن کا ظاہر سے تعلق ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے ظاہری اقوال و افعال حرکات و سکنات کا اثر ہمارے قلب پر پڑتا ہے۔ یا یوں کہو کہ جو کچھ ہمارے باطن میں مرکوز ہے حرکات ظاہری ہی اسکی آئنہ دار ہیں۔ بہت صاف بات ہے۔ کہ اچھا بیج اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے کہ جس وقت ہم کسی سچے دوست یا کسی بڑے محسن کو دیکھتے ہیں۔ جسکی مہربانیاں اور عطایات ہمارے شامل حال ہیں۔ تو بے اختیار بشاشت اور طلاقت کے آثار ہمارے چہرے پر آشکار ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی مخالف طبع مکروہ شکل کو دیکھ پاویں تو فی الفور کشیدگی اور انزجار کا نشان پیشانی پر نمودار ہو جاتا ہے۔ غرض اس سے انکار کرنے کی وجہ نہیں ہوسکتی۔ کہ تمام واردات اور عوارض مثلاً انبساط۔ انقباض۔ یاس۔ رجا فرحت۔ غم۔ محبت اور عداوت اعضائے ظاہری کو باطنی سمیت یکساں متغیر و متاثر

کردیتے ہیں۔ پس اب سوچنا چاہیئے کہ جب اس خالق مالک رازق منعم کا تصوّر انسان کے قلب میں گذریگا۔ اور اسکے عطایات اور نعمتوں کی تصدیق سے اس کا دل وجان معمور ہوجائے گا۔ تو یہ دلی جوش اور اضطراری ولولہ اُس کو ساکن غیر متحرک چھوڑ دے گا۔ نہیں نہیں ضرور طوعاً وکرہاً اعضائے ظاہری سے ٹپک پڑے گا۔ جڑ کو صدمہ پہنچے اور شاخوں کو حسّ تک نہ ہو۔ غیر معقول بات ہے۔

غیر مہذب اقوام کے مذہبی رسُوم کے آزاد دِل سے تحقیقات کرو۔ تو عجیب و دلکش اصُول کا مجموعہ تمہیں ملے گا۔ کہ اس اُوپر دیکھنے والی ہستی نے قوائے رُوحانی کی ابتدائی شگفتگی کے زمانے میں جسکو زمانۂ حال کے مہذبین زمانۂ جہالت و تاریکی بولتے ہیں۔ کن کن صُورتوں اور رنگوں میں اس فیاض مطلق کی حمد و سپاس کے قلبی زبردست اثر کو ظاہر کیا ہے۔ خارجی بدآثاری اور عوارض کو چھوڑ دو۔ اصلی بے رنگ و بے لوث فطرت پر غور کرو۔ تو تمہیں دُنیا کی قوموں میں رنگارنگ حرکات دکھائی دینگے۔ جو باایںہمہ رنگارنگی کیسے اُس بے رنگ کا معبود و مسجود ہونا ثابت کررہے ہیں۔

اِس بیان سے صرف اسقدر مقصود ہے کہ ہر قوم کے نزدیک کوئی نہ کوئی طریق معبودِ حقیقی کی یاد کا ضرور ہے۔ جسکو وُہ لوگ اپنی نجات کی دستاویز سمجھتے ہیں اور یہ کہ عقاید باطنی کے حسن و قبح کی تصویر اعضا و جوارح کے آئینے میں دیکھی جاسکتی ہے۔

طہارت ظاہری۔ وضو۔

ہر قوم میں جوشِ قلبی کی تحریک اور اسکی آگ بھڑکانے کے لئے کئی ایک ظاہری اعمال کا التزام پایا جاتا ہے۔ مثلاً بدن کو پانی سے طاہر کرنا۔ کپڑا صاف رکھنا۔ مکان لطیف و نظیف رکھنا۔ ظاہری صفائی اور حسب فطرت اصلاح بدن سے بیشک اخلاق پر قوی اثر پڑتا ہے۔ نجاست۔ گندگی۔ ناپاکی۔ چرک غچلاپن سے کبھی وہ علوِ ہمت۔ بلند حوصلگی۔ پاکیزگی اخلاق پیدا نہیں ہوسکتی۔ جو واجبی صفائی اور طہارت کا لازمی نتیجہ ہے۔ بدیہی بات ہے کہ ہاتھ مُنہ دھونے وغیرہ افعال جوارح سے حتماً ایک قسم کی بشاشت اور تازگی عقلی قویٰ میں

پَیدا ہوتی ہے۔ علی الصباح بسترِ غفلت سے اُٹھکر بدنی طہارت کی طرف متوجہ ہونا۔ تمام مہذبین بلاد میں ایک عام لازمی عادت ہے۔ صاف عیاں ہوتا ہے کہ تقاضائے فطرت سے اُس کے زور و اجبار سے یہ دائمی عادات پَیدا ہوئے ہیں اور طبیعت اعضا و جوارح سے جبراً اِس خدمت کا لینا پسند کرتی ہے۔ پس اگر ایسی عبادت میں جس میں رُوحانی جوشوں اور اصلی باطنی طہارت کا اظہار مقصود ہو۔ ایسی طہارت ظاہری کو لازمی اور لابدی کر دیا جاوے۔ تو کس قدر اُس شوق و ذوق کو تائید ہوگی۔ صاف واضح ہے کہ جہاں فانی طہارت اور ظاہری صفائی کا حکم ہوگا۔ وہاں باطنی طہارت اور باقی صفائی کی کتنی اور زیادہ تاکید ہوگی۔

غرض اِس میں شک نہیں کہ صفائی ظاہر کی طرف طبعاً ہر قوم متوجہ ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ نہایت بدبخت سیاہ دروں ہیں۔ جو صرف جسمانی صفائی اور ظاہری زیب و زینت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یقیناً بہت سے اِنھیں ظاہری رسوم کی پابندی اور انہیں فانی قیود میں ایسے اُلجھے ہیں کہ قساوت قلبی اور بداخلاقی کے سوا کوئی نتیجہ اُن کے اعمال و افعال پر مترتب نہیں ہُوا۔ اسکی وجہ صرف یہ ہوئی کہ انہوں نے ظاہر ہی کو مقصود بالذات اور قبلۂ ہمت ٹھہرالیا۔ یا اُن کے پاس کوئی رُوحانی شریعت نہ تھی۔ جو مجاز سے حقیقت کی طرف اُن کو لیجاتی۔ مگر اس سے نفس فعل طہارت قبیح یا مستوجب ملامت نہیں ٹھیرتا۔ اس عملی افراط و تفریط کے اور ہی موجبات اور بواعث ہیں۔

ہمیں اسوقت اور قوموں کے رسوم سے تعرض کی ضرورت نہیں۔ اسوقت ہم اسلامی طہارت (وضو) کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غیر قوموں نے اسلامی اعمال پر انصاف سے غور نہیں کیا۔ اُنھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں نے۔ ہاں محمد رسُول اللہ صلعم کی سنت پر چلنے والوں نے ہرگز ظاہری طہارت میں خوض نہیں کیا۔ وہ اسی کو مقصود بالذات نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ایک پیچھے آنے والے جلیل الشان حقیقی فعل نماز کا یہ عمل مقدمہ ہونا ثابت

کرتا ہے کہ یہ عمل تو صرف نشان یا دلیل دوسرے امر کی ہے۔

وضو میں مسلمانوں کو جو دعا پڑھنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ یقیناً معترض کو راہِ حق پر آنے کی ہدایت کرتی ہے۔ سنو اور غور کرو۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ۔[1]

غسل جنابت میں بھی یہی دعا مانگی جاتی ہے۔ اور بعد اس دعا کے یہ فقرہ کہا جاتا ہے۔ "اب غسل پورا ہوا" یعنی ظاہر باطن سے ملکر پورا ہوا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ عذر اور ضرورت کے وقت یہ طہارت ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ کافی دلیل اس امر کی ہے کہ عمل بھی صرف مقصود بالعرض ہے۔ مثلاً پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل اور وضو دونوں حالتوں میں اس آسان شریعت نے تیمم کرلینے کا حکم دیا ہے۔ جس سے مقصود اتنا ہے کہ اعضائے ظاہری کا جرس بجا کر قوائے باطنی کے غافل قافلے کو بیدار اور برسرکار کیا جائے۔

یہ ناپاکی اور پاکی (طہارت) کا لفظ اور اس کا مفہوم اسلام میں ایسا نہیں برتا گیا۔ جیسا وسوسہ ناک طبائع اور وہمی مزاجوں کے درمیان معمول ہوا ہے کہ انسان کی ذات میں کوئی ایسی نجاست نفوذ کر گئی ہے جس نے اس کو گھنونا اور لوگوں کے پرہیز و اجتناب کا محل بنا دیا ہے۔ اور جس کا ازالہ سوائے اس ظاہری طہارت کے ہو نہیں سکتا۔ میں سچ سچ تمہیں بتاتا ہوں کہ اسلام ان توہمات سے بالکل پاک ہے۔

احبار ۱۵ باب ۵ اور ۱۸ باب ۱۵ میں ہے کہ "جریان والا کپڑے دھوئے اور غسل کرے شام تک ناپاک ہے۔ اور جس پر وہ سوار ہو اور جو کوئی اس کی سواری کو چھوئے وہ بھی ناپاک"۔

---

[1] اے اللہ مجھے اپنی طرف خالص رجوع کرنے والوں سے بنا اور مجھے پاک رہنے والوں کی جماعت میں شامل کر۔ اے اللہ تو قدوس ہے تیری حمد ہی میں دل سے شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع لاتا ہوں۔ ۱۲

اور خروج ۱۹ باب ۱۰۔ "اور خدا نے موسیٰ سے کہا کہ لوگوں کے پاس جا۔ اور اُنہیں پاک کر۔ اور اُن کے کپڑے دُھلوا۔ اور تیسرے دن طیار رہیں کہ خداوند تیسرے دن لوگوں کی نظروں میں کوہ سینا پر اُتر آئیگا"۔ اسلامی شریعت کے احکام سے انہیں مقابلہ کر لو۔ صاف کھُل جائیگا۔ اسلامی شریعت نے رُوحانیت کی کیسی توجہ دلائی ہے۔ ذرا رنگ یا پانی چھڑکنا۔ اور چلو بھر ...... میں ...... کفارے والی بادشاہت میں داخل ہونے کی شرط قرار دیگئی ہے۔ اسپر رسوم ظاہری سے انکار! قرآن سُنیئے۔ اسکے مقابل میں کیا فرماتا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ[۱] وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر رکوع ۱۶

یہی اعتقاد قدیم سے مسلمانوں میں چلا آیا ہے۔ کہ طہارت باطنی ہی اصل مطلوب ہے۔ چنانچہ اسلام کے قدیم فلاسفر امام غزالیؒ نے اُن لوگوں کی نسبت جو صرف ظاہری طہارت پر مرتے ہیں اور جن کے قلوب کبر و ریا سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ سب سے اہم اور اعظم طہارت پاک کرنا دل کا ہے تمام بُری خواہشوں اور بیہودہ رغبتوں سے اور دفع کرنا ہے نفس سے تمام مکروہ و مذموم خیالات کو اور اُن تصوّرات کو جو انسان کے دل کو خدا کی یاد سے باز رکھتے ہیں۔

جب ہم نے اتنا ثابت کر دیا۔ کہ قلبی حالت اعضا و جوارح کو حرکت دیئے بغیر رہ نہیں سکتی۔ اور یہ کہ ظاہر و باطن میں لازم و ملزوم کی نسبت ہے۔ تو گویا نفس ارکان نماز سے کچھ بحث نہیں۔ کیونکہ جذباتِ قلب اور اسکی واردات کا ظہور اور کیفیت رُوحانی کے عروض کا ثبوت اعضا و جوارح کی زبانِ حال ہی سے مل سکتا ہے۔ البتہ گفتگو اس امر میں رہجاتی ہے کہ آیا یہ ہیئت مقتضائے فطرت انسانی سے مناسبت رکھتی ہے یا نہیں۔ یا اس سے بڑھ کر اور پسندیدہ صورت و ترکیب فلاں قانون اور فلاں مذہب میں رائج ہے یا اب نئی صورت وہم و تصوّر میں آسکتی ہے۔

[۱] رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ اللہ سے بہتر ہے ۱۲

مَیں بڑی جُرأت اور قوی ایمان سے کہتا ہوں۔ کہ اسکی مثال یا اس سے بڑھکر مقبول و مطبوع صورت نہ تو کسی مذہب میں رائج ہے۔ اور نہ اور نہ عقل میں آسکتی ہے۔ یہ جامع مانع طریق اُن تمام عمدہ اصولوں اور مسلمہ خوبیوں کو حاوی ہے۔ جو دُنیا کے اور مذاہب میں فرداً فرداً موجود ہیں۔ اور تمام اُن نیازمندی کے آداب کو شامل ہے جو ذوالجلال معبود کے عرش اعظم کے سامنے قوائے انسانی میں پیدا ہونے ممکن ہیں۔ وہ خاص اوراد و کلمات جو اس مجموعی ترکیب کے اجزا۔ قومہ۔ رکوع۔ قعدہ۔ سجود۔ جلسے وغیرہ میں زبان سی نہیں دل سے نکالے جاتے ہیں۔ اسکی بے نظیری کے کافی ثبوت ہیں۔

انصاف سے سوچئے کہ یہ ہیأت قوائے قلبی پر کسقدر قوی اثر کرنے والی ہے تعیین ارکان سے کون قوم انکار کرسکتی ہے۔ دُعا میں سر ننگا کرنا۔ سیدھا کھڑا ہونا۔ آنکھیں بند کرنا آخر میں برکت دیتے وقت ایک ہاتھ لمبا کرنا۔ اور ذرا اُنگلیوں کو نیچے کی طرف جھکانا۔ اور کبھی کبھی خاص حالت میں گھٹنے ٹیکنا یا گھٹنے پر کہنی ٹکاکر اُسپر سر رکھدینا۔ یہ سب امور بتفاوت نصاریٰ میں معمول ہیں۔ کوئی اُنہیں کہے اِن ظاہری رسوم سے کیا نکلتا ہے۔ عبادت دل سے تعلق رکھتی ہے۔ اُسی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ صاف بات کا وہ کیا جواب دینگے۔ پس اسلامی صورت سے کیوں چڑتے ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ نصاریٰ نفس وجود ارکان سے تو کچھ تعرض نہ کرینگے۔ کیونکہ اس طبعی حالت میں وہ اضطراراً اہل اسلام کے ساتھ شریک کردئے گئے ہیں۔ بایں معنی کہ وہ بھی دُعا یا نماز میں کسی نہ کسی صورت و رکن کا ہونا تو ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ اگر زبان سے اور مذہبی مباحث کے وقت نہیں عملاً تو ثابت کررہے ہیں۔ پس اب اصل وجود ارکان پر زیادہ قلم فرسائی کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں شاید مقابلہ بین الصورتین منظور ہو تو خداپرست قلب کی اعانت سے غور کریں کہ اسلامی طریق میں کیسا جلال۔ کمال۔ تمکین اور وقار پایا جاتا ہے۔ اُس بے رنگ۔ بیچوں و احد احد لم یلد لم یولد کے حضور اقدس میں بے رنگ بے تصویر

مکان میں باوقار ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے افتتاح کرنا اور سورۂ فاتحہ جیسی پُرمعنی دُعا کا پڑھنا۔ اور پھر فرط انکسار سے اللہ اکبر کی عظمت کا تصور کرکے پُشتِ مستقیم کو جُھکا کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھنا۔ اور پھر زمین پر مُنہ رکھکر بال گرا کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا کیا یہ کم اثر کرنے والے اعمال ہیں۔ کیا یہ فطرتِ انسانی کے موافق نہیں ہیں؟ میں نہیں سمجھتا کہ ایک ایسے شخص کو جو عبادتِ حق کو کسی صورت میں کیوں نہ ہو۔ انسان کی عبودیت کا لازمی فرض جانتا ہے۔ اسلامی صورت نماز سے انکار ہو۔

یہاں ایک اور لطیف بات سوچنے کے قابل ہے کہ اسلامی احکام دو قسم کے ہیں۔ احکام اصلی اور تابع یا محافظ اصلی۔ مقصود بالذات احکام اصلی ہوتے ہیں۔ اور احکام محافظ صرف احکام اصلی کی بقا اور حفاظت کے لئے وضع ہوئے ہیں۔

نماز کے سب ارکان ظاہری احکام محافظ ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت اُس وقت بخوبی ہوتا ہے۔ جب یہ ارکان عذر کی حالت میں انسان کے ذمّے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز میں بحالت مرض علیٰ اختلاف الاحوال قومہ۔ قعدہ۔ جلسہ وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ اصلی حکم اور حقیقی فرض جو مقصود بالذات ہے یعنی قلبی خشوع و خضوع۔ جب تک قالب عنصری میں سانس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ کبھی بھی انسان کے ذمّے سے نہیں ٹلتی۔ یہی اور صرف یہی نماز ہے۔ جسے اسلام نے لائق اعتبار اور مستحق ثواب کہا ہے۔ سُنو۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ[۱] ۝ سیپارہ ۹۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۲۴۔

---

[۱] اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں گڑگڑانے اور ڈرنے اور پکارنے سے کم آواز بولنے میں صبح اور شام کے وقتوں اور مت رہ بے خبر ۱۲۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ج وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۱۔ سورۃ عنکبوت رکوع ۵

اور ان آیات سے نماز کی علّت غائی خوب ظاہر ہوتی ہے کہ نماز منکرات اور فواحش سے محفوظ رہنے کے لئے فرض کی گئی ہے۔ اگر نماز کی اقامت اور مداومت سے نمازی کے اقوال و افعال میں کچھ رُوحانی ترقی نہیں ہوئی۔ تو شریعت اسلامی ایسی نماز کو مستحق درجات ہرگز نہیں ٹھہراتی۔ اب مجاز و ظاہر کہاں رہا۔

نبی عرب علیہ الصلوٰۃ کے لئے کچھ کم فخر کی بات نہیں۔ اور اُس کے خدا کی طرف سے ہونے کی قوی دلیل ہے کہ اُس نے خدا کی عبادت کو طبلوں مزماروں سارنگیوں اور بربطوں سے پاک کر دیا۔ اللہ کے ذکر کی مسجدوں کو رقص و سرود کی محفلیں نہیں بنایا۔ اور یہانتک احتیاط کی کہ تصاویر اور مجسّمہ بنانے کی اور مسجدوں میں مُوہم بالشرک نقش و نگار کرنے کی قطعی ممانعت کر دی۔ کہ ایسا نہ ہو یہی مجاز رفتہ رفتہ مبدّل بحقیقت ہو کر اور یہی مجسمی معبودی تماثیل بنکر توحید کے پاک چشمے کو مکدّر کر ڈالیں۔

جب ہم ایک خوش قطع گرجا میں عیسائی جھنڈ کو بزعم عبادت جمع ہوئے دیکھتے ہیں سجے سجائے بنے ٹھنے۔ نیٹوانیاں اور گوری گوری یورپانیاں قرینے سے کرسیوں پر ڈٹی ہوئیں اُس وقت ہمیں عیسائیوں کا یہ فقرہ "کہ مسلمانوں میں صرف رسمی اور مجازی عبادت ہے" بڑا حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً اہل اسلام کی غیور طبیعت نصاریٰ کی اس حقیقت سے آشنا ہونے کی کبھی کوشش نہ کرے گی۔

اس موقع پر طریق آذان پر بھی کچھ تھوڑا سا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ہر قوم نے پراگندہ افراد کو جمع کرنے یا منشائے عبادت کو حرکت دلانے کے لئے کوئی

ا؎ تو پڑھ جو اُتری تیری طرف کتاب اور کھڑی رکھ نماز بیشک نماز روکتی ہے بیحیائی سے اور بُری بات سے اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی اور اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو ۱۲ –

نہ کوئی آلہ بنا رکھا ہے۔ کسی نے ناقوس نرسنگا۔ کسی نے گھنٹے گھنٹیاں۔ مگر انصاف شرط ہے۔ ان میں سے کوئی وضع بھی اذان سے مقابلہ نہیں کرسکتی ہے۔

اُس پیارے رسول صلعم نے جسکی واقعی صفت میں قرآن فرماتا ہے۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ[1]۔ سیپارہ ۹۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۱۹۔

اِن تمام رسمی بندشوں سیپوں اور سینگوں کی تلاش سے اُمت کو سُبکدوش کردیا۔ ذری انصاف سے اُن کلمات کو سوچو۔ اِس ترکیب کے ہیر پر نگاہ کرو کہ کوئی قوم بھی دُنیا میں ہے جو اس شد و مد سے پہاڑوں اور میناروں پر چڑھ کر اپنے سچے اُصولوں کی ندا کرتی ہے۔ عبادت کی عبادت اور بلاہٹ کی بُلاہٹ۔ دُنیا میں ہزاروں حکما اور ریفارمر گزرے ہیں اور قومی گڈرئے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر تتر بتر ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے اور ایک بھت میں لانے کا کس نے ایسا طریق نکالا۔ کس نے کبھی ایسی ترئی پھونکی۔ جس کی دِل کش آواز معاً روحانی جوش اور ولولہ تمام ظاہر و باطن میں پیدا کردے۔ اللہ اکبر کیسی صداقت ہی کہ ایک قوم علی الاعلان صبح و شام پانچ دفعہ اپنے بے عیب عقیدے کا اشتہار دیتی ہی۔!

ضبط اوقات

تعیین اوقات۔ پابندئ وقت! آہ کیسے مقبول کلمات ہیں کہ جب کسی قوم کی ترقی کی راہ کھلی۔ اسی مشعل جان افروز کے نور سے تمام موانعات کی تاریکی دُور ہوئی۔ شریعت موسوی میں احکام نماز منضبط نہیں ہوئے تھے۔ توریت طریق نماز سے بالکل ساکت ہے۔ صرف علمائے دین کو وہ یکی دیتی اور پلوٹھے لڑکے کو ہیکل مقدس میں لاکر نذر دیتی۔ وقت خاص دُعا پڑھی جاتی۔ اور لڑکے کا باپ تمام احکام شرعی کو بجا لاکر یہوداہ سے دُعا مانگتا تھا۔ کہ اس اسرائیلی لڑکے کو برکت دے۔ جیسے تونے اس کے آبا و اجداد پر برکت نازل کی تھی۔ لیکن جب یہودا اور اُنکے علما کا اعتقاد باری تعالیٰ کی نسبت زیادہ تر معقول اور پاکیزہ ہوگیا۔ اور خداوند عالم کے متشکل بشکل انسان ہونے کا فاسد عقیدہ دفع ہونے لگا۔ تب نماز یا دُعا کی

---

[1] اور اُتارتا ہے اُن سے بوجھ اُن کے اور پھانسیاں جو اُن پر تھیں ۱۲۔

حقیقت اُن کی سمجھ میں آنے لگی۔ کہ نماز انسان کے لئے بارگاہ الٰہی سے تقرب کا وسیلہ ہے۔ مگر چونکہ شریعت موسوی میں کوئی خاص قاعدہ نماز کا مقرر نہ تھا۔ لہذا روایت اور رواج پر مدار رہا۔ اور بقول ڈاکٹر صاحب کے یہود بھی ایک نماز گذار قوم ہو گئے۔ اور ہر روز تین گھنٹے عبادت خدا کے قرار دیئے گئے۔ یعنی نو بجے اور بارہ بجے اور تین بجے۔ مگر چونکہ نماز میں مجتہدین کی ضرورت تھی۔ اور اس کا علم قطعی نہ تھا۔ کہ خود حضرت موسیٰؑ کیونکر نماز پڑھتے تھے لہذا اکثر اوقات یہود کی نماز صرف ایک مصنوعی فعل ہوتا تھا۔

حضرت مسیحؑ نے جو آخری رسول یہود کے تھے۔ اور اُنکے حواریین نے بھی عبادت کی تاکید کی۔ مگر افسوس اُس میں بھی یہ نقص رہ گیا کہ کوئی محدود و معیّن قاعدہ نماز کا انہوں نے ترتیب نہ دیا۔ اسلیئے چند عرصے کے بعد عبادت خدا کا معاملہ بالکل عوام الناس کی رائے پر موقوف ہو گیا۔ اور پادریوں ہی کے اختیار میں رہا۔ جنہوں نے نماز کی تعداد اور مدّت اور الفاظ وغیرہ مقرر کرنا اپنے ہی فرقے میں منحصر کر دیا۔ اسی وجہ سے دُعاؤں کی کتابیں تصنیف ہوئیں اور قسیسین کی کمیٹیاں اور مجلسیں منعقد ہوئیں۔ تاکہ اصولِ دین اور ارکانِ ایمان مقرر کریں۔ اور اسی وجہ سے راہبوں نے عجیب پُر تکلف طریقہ عبادت کا نکالا۔ اور گرجوں میں ہفتہ وار نماز قرار دی گئی۔ یعنی چھ روز کی غذائے رُوحانی نہ ملنے کی مکافات صرف ایک روز کی نماز سے کی گئی۔ الغرض یہ سب خرابیاں منتہیٰ درجے کو پہنچ گئیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں رسولِ عربی نے ایک مہذب اور معقول مذہب تلقین کرنا شروع کیا۔ آنحضرتؐ نے نماز پنجگانہ کا طریقہ اسلیئے جاری کیا کہ آپ خوب جانتے تھے کہ انسان کی روح حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کی حمد و ستایش کرنے کی کیسی مشتاق رہتی ہے۔ اور نماز کے اوقات مقرر کر دینے سے آپنے ایک ایسا مضبوط قاعدہ نماز گذاری کا معیّن کر دیا۔ کہ نماز کے وقت انسان کا دِل عالمِ رُوحانی سے عالمِ مادی کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہو سکتا۔ جو صورت اور ترکیب آپؐ نے نماز کی اپنے قول و فعل سے مقرر کر دی ہے

اُس میں یہ خوبی ہے کہ اہلِ اسلام اُن خرابیوں سے محفوظ رہے ہیں۔ جو اُس لڑائی جھگڑے سے پیدا ہوتی تھیں۔ جو عیسائیوں میں نماز کی ترکیب پر ہمیشہ ہُوا کرتے تھے۔ اور پھر ہر مسلمان کو گنجائش رہی کہ بکمال خشوع و خضوع عبادت خدا میں مصروف ہو[1]

پابندی اوقات میں ایک قدرتی تاثیر ہو کہ وقتِ معینہ کے آنے پر قلب انسانی پر بے اختیار جذب، و میلان اُس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور رُوحانی قویٰ اُس مفروض عمل کی طرف طوعاً و کرہاً منجذب ہو جاتے ہیں۔ جو نہی اُس غیر مصنوعی ناقوس (اذان) کی آواز سنائی دیتی ہے ایک دیندار مسلمان فی الفور اُس ایلیکٹریسیٹی کے عمل سے متاثر ہو جاتا ہے۔ پابند صوم صلوٰۃ گویا ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے۔ کیونکہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد معاً دوسری نماز کی طیاری اور فکر ہو جاتی ہے۔

نماز پنجگانہ کا باجماعت پڑھنا۔ اور جمعہ و عیدین کی اقامت جس حکمت کے اصول پر مبنی ہیں انتظامات ملکی کا دقیقہ شناس اُسکی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہزاروں برسوں کے دور کے بعد جو دُنیا نے ترقی کی۔ اور چاروں طرف غلغلۂ تہذیب بلند ہُوا۔ اس سے بڑھکر اور کوئی تجویز کسی کی عقل میں نہ آئی۔ کہ کلب بنائے جائیں۔ انجمنیں منعقد ہوں۔ اور وقت کی ضروریات کے موافق قوم کو بیدار کرنیوالی تقریریں کیجائیں۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ باایںہمہ ترقی علوم ایسی انجمنوں کے قیام و استحکام میں کسقدر دِقتیں واقع ہوتی ہیں۔

مگر مُبارکی ہو اُس افضل الرسل خاتم الرسالۃ کو کہ اُس نے کیسے وقت میں کیسی انجمنیں قائم کیں۔ اُنکے قیام و استحکام کے کیا کیا طریقے نکالے۔ جنہیں کوئی مزاحم کوئی مانع توڑ نہیں سکتا۔ اعضائے انجمن کے اجتماع کے لئے ٹکٹ جاری کیئے جاتے ہیں۔ اشتہار چھاپے جاتے ہیں۔ اس الٰہی طریق میں وقت معین پر اذان دی جاتی ہے۔ جو اُس پاک انجمن (مسجد) میں پہنچائے بغیر چھوڑ ہی نہیں سکتی۔

[1] تنقید الکلام ترجمہ لائف آف محمدؐ۔ بائی سید امیر علی ۱۲۔

قرب وجوار کے لوگوں کا ہر روز پانچ مرتبہ ایک جگہ میں جمع ہونا۔ اور پھر شانے سے شانہ جوڑ اور پاؤں سے پاؤں ملا کر ایک ہی سچے معبود کے حضور میں کھڑا ہونا قومی اتفاق کی کیسی بڑی تدبیر ہے۔ ساتویں دن جمعہ کو آس پاس کے چھوٹے قریوں اور بستیوں کے لوگ صاف و منظف ہو کر ایک بڑی جامع مسجد میں اکٹھے ہوں۔ اور ایک عالم بلیغ تقریر (خطبہ) حمد و نعت کے بعد ضروریات قوم پر کرے۔

عیدین میں کسی قدر دُور کے شہروں کے لوگ ایک فراخ میدان میں جمع ہو اور اپنے ہادی کی شوکت مجسّم کثیر جماعت بنکر دُنیا کو آفتاب اسلام کی چمک دکھاویں۔ اور بالآخر اُس پاک سرزمین میں اُس فاراں میں جہاں سے اوّلاً نُورِ توحید چمکا۔ کل اقطارِ عالم کے خدا دوست حاضر ہوں۔ ساری بچھڑی ہُوئی متفرق اُمتیں اُسی دنگل میں اکٹھی ہوں۔ وہاں نہ اُس مٹّی اور پتّھر کے گھر کی بلکہ اُس ربّ الارباب معبود الکل کی جس نے اُس ارضِ مقدسہ سے توحید کا عظیم الشان واعظ بے نظیر ہادی نکالا۔ حمد و ستائش کریں۔

اِسی طرح ہر سال اُس یادگار (بیت اللہ) کو دیکھ کر ایک نیا جوش اور تازہ ایمان دِل میں پیدا کریں۔ جو بحسب تقاضائے فطرت ایسی یادگاروں اور نشانوں سے پیدا ہونا ممکن ہے۔ سخت جہالت ہے۔ اگر کوئی اہلِ اسلام کیسی موحد قوم کو مخلوق پرستی کا الزام لگاوے ایسے شخص کو انسانی طبیعت کے عام میلان اور جذبات کو مدنظر رکھکر ایک واجب القدر امر پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ اگر قرآن کے پورے اور خالص معتقدین کے طبائع میں بُت پرستی ہوتی تو اُن کو اپنے ہادی منجی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ سے بڑھ کر کونسا مرجع تھا۔ نکتہ
اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ میں آنحضرت ؐ کا مرقد مبارک نہیں ہونے دیا۔ تاکہ توحید الٰہی کا سرچشمۂ پاک ہر قسم کے شائبوں اور ممکن خیالات کے گرد و غبار سے پاک صاف رہے اور مخلوق کی فوق العادۃ تعظیم کا احتمال بھی اُٹھ جائے۔

مُسلمانوں کے ہادی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آخری دُعا:۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ مِنْ بَعْدِیْ عِیْدًا۔" اے اللہ میری قبر کو میرے بعد عید نہ بنائیو۔
خوب یاد ہے۔ اور وہ بجان و دل اپنے نبیؐ کی اس دُعا کے ظاہر نتیجے کی تصدیق کر رہے ہیں اور ہمیشہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ کر اللہ اور عبد میں امتیاز بیّن دکھلاتے ہیں۔

سمت قبلہ

بہت صاف امر ہے اور حقیقت شناس عقل کے نزدیک کچھ بھی محل اعتراض نہیں۔ اُس ہادی کو جس نے تمام دُنیا کی متداولہ عبادت کے طریقوں سے جن میں شرک اور مخلوق پرستی کے جُزو اعظم شامل تھے۔ اپنے طریق عبادت کو خالص کرنا منظور تھا۔ اور ایک واضح و ممتاز مسلک قائم کرنا ضرور اسلیئے واجب ہوا کہ وُہ اپنی اُمّت کے رُخ ظاہر کو بھی ایسی سمت کی طرف پھیرے۔ جس میں قوائے رُوحانی کی تحریک اور اشتعال کی قدرت و مناسبت ہو۔
ہر ایک مسلمان کو یقین ہے کہ مکّے میں بیت اللہ کو توحید کے ایک بڑے واعظ نے تعمیر کیا۔ اور آخری زمانے میں اُسی کی اولاد میں سے ایک زبردست کامل نبیؐ مکمل شریعت لیکر ظاہر ہوا جس نے اُس پہلی تلقین و تعلیم کو پھر زندہ اور کامل کیا۔ پس نماز میں جب اُدھر رُخ کرتے ہیں یہ تمام تصوّر آنکھوں میں پھر جاتے ہیں اور اس مصلح عالم کی تمام خدمات اور جانفشانیاں جو اُس نے اعلائے کلمۃ اللہ میں دکھلائیں یاد آجاتی ہیں۔
یاد رہے کہ نماز علاوہ اُن تمام خوبیوں کے جو اُسپر مداومت کا لازمی نتیجہ ہیں بڑا بھاری قومی امتیاز اور نشان ہے۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ میں ایک منافق مُسلمانوں کو دھوکا دینے یا اُنکے رازوں پر مطلع ہونے کیلئے شامل ہو سکتا ہے۔ اور اسکی قوم کو اسپر اطلاع بھی نہ ہو۔ کیونکہ اُن امور کی بجاآوری میں اپنی قوم کے نزدیک وہ کسی بیماری۔ لزدم۔ فاقہ سفر و تفرج یا خیرات کا حیلہ تراش سکتا ہے۔ اور مسلمان بھی اُسے بے تردد و فادار مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں امور میں مسلمان ہونا محصور ہو۔ مگر سخت مشکل اور پردہ برانداز امر نماز ہے۔ جیسے کوئی شخص بھی جو اپنے مذہب کا کچھ بھی پاس اور ہیبت دل میں رکھتا ہو

کبھی بھی ادا کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ خصوصًا ایک علیحدہ قومی نشان اور ایک بالکل الگ ہیئت میں الگ مذہبی سمت کی طرف متوجہ ہو کر۔ اور باایں ہمہ اپنی قوم میں بھی شامل رہے ناممکن ہے۔ اب غور فرمائیے آنحضرتؐ کو اِس خصوص میں کیا مشکلات پیش آئیں۔

تاریخ اور قومی روایت متفقاً شہادت دیتی ہے کہ بیت اللہ زمانہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام سے برابر اَبًا عَن جَدٍّ قوموں کا مرکز اور جائے تعظیم چلا آیا ہے۔ کفار مکّہ گو بُت پرستی کے لباس میں تھے۔ اس بیتؔ ایل کو مقدس عبادت گاہ یقین کرتے۔ جب آنحضرتؐ نے دین حق کا وعظ شروع فرمایا۔ اور خدا کا کلام دن بدن پھیلنے لگا۔ اور دشمنانِ دین مخالفت میں ہر طرح کے زور لگا کر تھک گئے۔ آخر یہ حیلہ سوچا کہ نفاقاً اسلام میں داخل ہو گئے اور اس طرح وہ لوگ سخت سخت اذیتیں اور مخفی دیرپا مصائب مسلمانوں کو پہنچانے لگے۔ بناءً علٰی ہذا بانی مذہب کو ضرور ہوُا۔ کہ اس معجون مرکب کے اجزا کی تحلیل کیلئے کوئی بھاری کیمیاوی تجویز نکالے۔ آپ نے ابتداءً مکّے میں بیت المقدس کی جانب نماز میں مُنہ پھیرا۔ اِس ربّانی الہامی تدبیر سے قریش مکّہ جو نہایت بُت پرست تھے۔ اور اہل کتاب اور اُنکے مذاہب کو بہت بُرا جانتے تھے۔ مسلمانوں کی جماعت سے بالکل الگ ہو گئے۔ اب کوئی منافق ظاہر طور پر بھی شامل ہونے کو گوارا نہ کر سکا۔ اور خاص مکّے میں بجز خالص مخلص اصحاب اور یارانِ جان نثار کے اور کوئی پیرو نہ بنا۔ اِس تدبیر سے ایک اور عظیم فائدہ یہ ہوُا۔ کہ بانی کو اپنے مشن کی ترقی اور خالص پیرؤوں کا اندازہ معلوم ہو گیا۔ اور آیندہ کے واسطے معتمد وفاداروں اور غدّار منافقوں میں امتیاز کلّی ہو گیا۔

پھر جب مدینے میں آپؐ تشریف لے گئے۔ جہاں بکثرت یہود رہتے تھے۔ اور جو اوّل اوّل باغراض مختلفہ آپؐ کی تشریف آوری سے خوش ہوئے۔ اور آپکے تابعین میں خوب ہِل جُل گئے۔ پھر آخر اپنی اُمیدوں کے برخلاف دیکھ کر خفیہ خفیہ اضرار و افساد میں ریشہ دوانی کرنے لگے۔ تب آنحضرتؐ نے ربانی الہامی ہدایت سے جو ایسے تاریک وقتوں

میں اپنے پاک نبیوں کو گنشائش کی راہ دکھاتی ہے۔ اصلی قدیمی ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ کے بیت اللہ کی طرف نماز میں توجہ کی۔ اِس سے خالص انصار اور غدار یہودیوں میں امتیاز کی راہ نکل آئی۔ قرآن بھی اِسی مطلب کا اشارہ کرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ؕ سیپارہ ۲۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۷۔

اِس بات کو بھولنا نہیں چاہیئے۔ کہ ایسی جدید قوم کو جس کے استیصال کے درپے مختلف قومیں ہو رہی تھیں۔ ایسے نئے مذہب کو جسے اوّلاً مخلصین و منافقین میں تمیز کرنا اور دشمنوں کے جابرانہ حملوں کا اندفاع اختیار کرنا تھا۔ نہایت ضرور تھا اور عقلاً نقلاً اِس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ ایسی ہی تدبیر سے کام لے۔

پس گو ابتدا میں سمتِ قبلہ کسی مصلحت کے لئے معیّن کی گئی ہو۔ اور عادۃ اللہ نے اُس میں کوئی راز مرکوز رکھا ہو۔ مگر انتہا میں بھی یادگار کے طور پر اور اس امر کے نشان اور یادآوری کے لئے کہ یہ کامل مذہب یہ توحید کا آفتاب اُسی پاک زمین سے نمودار ہُوا۔ وہ خداوندی حکمت بحال رکھی گئی۔ ورنہ اہلِ اسلام کا عقیدہ تو یہ ہو کہ خدائے تعالیٰ کی ذات مکان اور جہت کی قید سے منزّہ ہی۔ اور عنصری و کونی صفات۔ سے اعلیٰ اور مبرّا ہے۔ کوئی جہت نہیں جس میں وہ مقید ہو۔ کوئی خاص مکان نہیں جس میں مخصوصًا وہ رہتا ہو۔ اسی مطلب کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے۔ اور معترضین کے اعتراض کو اپنے علمِ بسیط سے پہلے ہی ردّ کر دیا ہے۔

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۚ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۴۔

پھر اور زیادہ مقصودِ حقیقی کی راہ بتاتا اور فرماتا ہے۔

[1] اور وہ قبلہ جو ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا نہیں مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع ہو رسول کا اور کون پھر جاویگا اُلٹے پاؤں ۱۲

[2] اور اللہ کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم مُنہ کرو دونوں ہی متوجہ ہے اللہ ۱۲۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ
الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ سیپارہ ۲ - سورہ بقر - رکوع ۲۲ -

ان آیات نے صاف بتا دیا کہ سمت قبلہ کی جانب توجہ کرنا مقصود بالذات اور اہم نہیں ہے - اصلی اور ابدی نیکیاں اور آسمانی خزانے میں جمع ہونے والی خوبیاں یہی ہیں جو ان آیات میں مذکور ہوئیں -

ایک اور لطیف بات قابل غور ہے کہ آغاز نماز میں جبکہ مسلمان رو بقبلہ کھڑا ہوتا ہے یہ آیت پڑھتا ہے -

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ۝ سیپارہ ۷ - سورۂ انعام - رکوع ۹ -

اور یہ آیت اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ سیپارہ ۸ - سورۂ انعام - رکوع ۲۰ -

---

ے نیکی یہی نہیں کہ منہ کرو اپنے مشرق کی طرف یا مغرب کی - ولیکن نیکی وہ ہے جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور دیوے مال اسکی محبت پر ناتے والوں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافر کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور کھڑی رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب پورا کریں اور ٹھہرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے اور وہی بچاؤ میں آئے ۱۲ ے میں نے اپنا منہ کیا اس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا ۱۲ ے میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہے کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے حکم بردار ہوں ۱۲ -

اس آیت کا افتتاح میں پڑھنا خوب آشکار کرتا ہے کہ اہل اسلام کا باطنی رُخ اور قلبی توجہ کدھر ہے۔ کعبۂ حقیقی اور قبلہ تحقیقی انہوں نے کس چیز کو ٹھہرا رکھا ہے۔

ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہو کہ "فضائل اسلام میں سے ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ اسلام کے معابد ہاتھ سے نہیں بنائے جاتے اور خدا کی خدائی میں ہر مقام پر اس کی عبادت ہو سکتی ہے۔" اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[1]۔ سیپارہ ۱۔ سورۂ بقر رکوع ۱۴۔ جس مقام پر خدا کی عبادت کی جاوے وہی مقام مقدس ہو اور اُسی کو مسجد سمجھ لیجیے۔ مسلمان چاہے سفر میں ہو چاہے حضر میں۔ جب نماز کا وقت آتا ہے۔ چند مختصر اور پُر جوش فقرات میں اپنے خالق سے اپنے دل کا عرض حال کر لیتا ہے۔ اسکی نماز اتنی طولانی نہیں ہوتی کہ اُس کا جی گھبرا جائے اور نماز میں جو کچھ وہ پڑھتا ہے اُس کا مضمون یہ ہوتا ہو کہ اپنے عجز و خاکساری کا اظہار۔ اور خداوند عالم کی عظمت اور جلال کا اقرار اور اُسکے فضل و رحمت پر توکل۔ عیسائی کیا جانیں کہ اسلام میں عبادت خدا کا مزا کیسا کُوٹ کُوٹ کے بھرا ہے[2]۔

انسان کی نجات قیامت کے روز کیونکر ہوگی۔ آیا صرف اعمال حسنہ کے سبب یا کسی شفیع کی شفاعت سے یا اعمال حسنہ اور شفاعت شفیع کے اجتماع سے۔

جواب۔ مخلوق کی نجات کا مدار ایسا تنگ اور محدود نہیں۔ جو پادریوں نے بیان کیا کیا خدائی ارادے محدود ہیں۔ کیا اس بیحد ہستی کے کام کسی مخلوق کے خیال اور وہم پر موقوف ہیں۔ بندگانِ خدا کی نجات قیامت کے روز محض باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگی اور صرف اُس کے رحم اور غریب نوازی سے ہم نجات پائیں گے۔ اگر اعمال وغیرہ سے نجات ہے تو فضل کچھ بھی نہیں۔ ناظرین یقین کرو کہ فضل و کرم خداوندی سے نجات ہے۔ اور یہی فضل و کرم اسلام میں نجات کا باعث ہی دیکھو سورۂ دخان۔ اس میں اہلِ جنت کے انعامات کا ذکر ہوتے ہوتے بتایا ہے کہ جنت میں جانے والے

---

[1] جس طرف تم مُنہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ ۱۲ [2] تنقید الکلام ترجمۂ لائف آف محمدؐ۔ از سید امیر علی ۱۲

دوزخ سے اللہ کے فضل سے بچے۔

وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۔ سیپارہ ۲۵۔ سورہ دخان۔ رکوع ۳۔

اور سورۂ حدید میں ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ سیپارہ ۲۷۔ سورۂ حدید۔ رکوع ۳۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۹۔

قرآن بیان کرتا ہے گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول شرک۔ دوم کبائر۔ سوم صغائر
شرک کی نسبت قرآن کریم فیصلہ دیتا ہے کہ وہ ہرگز بدوں توبہ معاف نہ ہوگا۔ اُس کی سزا بھگتنی ضرور ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ ۔ سیپارہ۔ سورہ نساء۔ رکوع ۱۸

انجیل بھی باوجودیکہ بڑی بشارت اور بشیر ہے۔ فرماتی ہے۔ متی ۱۲ باب ۳۱ روح

---

۱ اور بچایا اُن کو دوزخ کی مار سے فضل سے تیرے رب کے ۱۲

۲ دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا۔ رکھی گئی ہے اُن کے واسطے جو یقین لائے اللہ پر۔ اور اُس کے رسولوں پر یہ بڑائی اللہ کی ہے۔ دیوے اُس کو جس کو چاہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے ۱۲

۳ اور جو لوگ چلتے ہیں حکم میں اللہ کے اور رسول کے سو وے اُنکے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت اور خوب ہے اُن کی رفاقت۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بس ہے خبر رکھنے والا ۱۲

۴ اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اُس کا شریک ٹھہرایا جاوے اور اس سے نیچے بخشتا ہے ۱۲

کے خلاف کا کفر مواف نہ ہوگا۔

دوسری قسم گناہوں کی وہ کبائر اور بڑے بڑے گناہ جو شرک کے نیچے ہیں اور صغائر یا مبادی کبائر سے اُوپر۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ہر ایک کبیرہ اور بڑے گناہ کی ابتدا میں چھوٹے چھوٹے گناہ جو اس کبیرہ سے کم ہیں ہوتے ہیں۔ مثلاً جو شخص زنا کا مرتکب ہوا۔ ضرور ہے کہ ارتکاب زنا سے پہلے وہ اُس نظر بازی کا مرتکب ہو جس سے زنا کے ارتکاب تک نوبت پہنچی۔ یا ابتداءً وہ باتیں سُنیں جنکے باعث اس بدکاری کے ارتکاب تک اس زنا کنندہ کی نوبت پہنچی۔ ایسے ہی ان باتوں کا ارتکاب جنکے وسیلے سے اسکو وہ شخص ملا۔ جس سے زانی نے زنا کیا۔ اور بالکل ظاہر ہے کہ ان ابتدائی کارروائیوں کی بُرائی زنا کی بُرائی سے ضرور کمی پر ہے۔ ایسے کبائر اور بڑے گناہوں کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے۔

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡہَوۡنَ عَنۡہُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ۔[۲] سیپارہ ۵۔ سورۂ نساء رکوع ۵۔

کیا معنی جن بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے تم لوگ منع کئے گئے۔ اگر ان بڑے گناہوں سے بچ رہو۔ تو اُن کے مبادی اور اُن کے حصول کی ابتدائی کارروائی صرف ان بڑے گناہوں سے بچ رہنے کے باعث معاف ہوسکتی ہے۔

مثلاً کسی شخص نے کسی ایسی عورت سے جماع کرنا چاہا جو اُسکے نکاح میں نہیں اور اُس عورت کے بلانے پر کسی کو ترغیب دی۔ یا کچھ مال خرچ کیا اور اُسے خالی مکان میں لایا۔ اور اُسے دیکھا۔ بلکہ اُس کا بوسہ بھی لے لیا۔ لیکن جب وہ دونوں برضا و رغبت بُرائی کے

---

[۱] قرآن مجید کی تعذیر و تبشیر برخلاف توریت و انجیل کی افراط و تفریط کے ٹھیک انسان کی حالت امید و بیم کے مناسب ہے جو بحسب فطرت اس کی جبلت میں مرکوز ہے۔ کیا ہی عجب آیت قرآن کی ہے نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۙ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیۡ ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ ﴿۵۰﴾ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ حجر۔ رکوع ۴۔ ترجمہ خبر سُنا دے میرے بندوں کو کہ میں اصل بخشنے والا مہربان ہوں اور یہ بھی کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے۱۲

[۲] اگر تم بچتے رہو گے بُری چیزوں سے جو تم کو منع ہوئیں تو ہم اُتار دینگے تم سے تقصیریں تمہاری ۱۲

مرتکب ہونے لگے۔ اور کوئی چیز روک اور بدکاری کی مانع وہاں نہ رہی اور اس بدکارروائی کا آخری بدنتیجہ بھی ظاہر نہ ہؤا تھا۔ کہ اس زانی کے ایمان نے اگر اُسے زنا سے روک دیا۔ اب یہ شخص باوجودیکہ مال خرچ کرچکا ہے۔ یا زانی کی رضامندی پاچکا۔ صرف ایمان کے باعث ہاں صرف ایمان ہی کے باعث اور خدا سے باہمہ وسعت وطاقت اس بڑی بُرائی کے ارتکاب سے ہٹ گیا۔ اور اس کا مرتکب نہ ہؤا۔ تو صرف اسی اجتناب سے اُس کی ابتدائی کارروائیاں جو حقیقت میں مبادی گناہ اور گناہ کی محرک تھیں۔ معاف ہوجائینگی۔ کیونکہ اس کا ایمان بڑا تھا۔ جس نے آخری حالت میں خدا کے فضل سے دستگیری کی۔

اور تیسری قسم گناہ کی صغائر ہیں۔ جن کا ذکر کبائر میں ضمناً آگیا۔

ناظرین! نجات صرف رحم اور فضل سے ہے اور رحم اور فضل کا مستحق ایماندار ہے۔

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ[1] ۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۷۔

اور ایمان کے پھل نیک اعمال ہیں۔ پس کل اعمال یا اکثر اعمال اگر عمدہ ہیں تو معلوم ہؤا۔ کہ اُن عمدہ اعمال کے عامل کا ایمان بڑا اور قوی تھا۔ جب ایمان بڑا اور قوی ہؤا۔ تو بہت بڑے فضل کا جاذب ہوگا۔ اور اگر نیک اعمال کے ساتھ تیسری قسم کے چھوٹے بداعمال یا چھوٹے بڑے دونوں قسم کے بُرے اعمال مل گئے تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے ایمان میں مد مقابل کچھ کفر بھی ہے جس کے بدثمرات یہ معاصی چھوٹے اور بڑے ہیں۔ کیونکہ ایمان کا پھل تو یہ بداعمال ہو نہیں سکتے۔ پھر لامحالہ کفر سے یہ ثمرات ہونگے۔ گو وہ چھوٹا ہی کفر کیوں نہ ہو۔ اور کفر فضل کا جاذب نہیں۔ بلکہ فضل کو روکتا ہے۔ جیسے اندھیری کوٹھڑی کی دیواریں اور چھت سُورج کی روشنی کو روکتی ہیں۔

پس ایسے شخص میں ضرور جنت اور نجات کے اسباب اور فضل کے کھینچنے اور لینے کے ذریعے۔ دوزخ میں جانے کے اسباب اور بہشت و نجات میں جانے کی روکیں ملجائیں گی۔

---

[1] بے شک مہر اللہ کی نزدیک ہے نیکی والوں سے ۱۲۔

اس لیئے ایک میزان کی ضرورت پڑی۔ مگر یہ میزان دُکانداروں کی ترازو سے یا ریلوے والوں کی ماپ تول سے نرالی ہے۔ دیکھو اسموئیل ۲ باب ۳ - یہ ترازو خدا کے عدل اور قدوسیت کی ترازو ہے۔ نیک اعمال کی زیادتی میں ایمان کی قوت ظاہر ہے۔ اسلیئے وہ ایمان بڑے فضل کا لینے والا ہوا۔ اور مساوات اور کمی کی صورت میں قرآن کی اس امید بھری آیت سے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ سیپارہ ۱۱ - سورہ توبہ - رکوع ۱۳-

امید ہے کہ خداوندی رحم اس کے غضب پر سبقت لیجاوے اور اُس کا فضل بچالے۔ الا یہی فضل کبھی کسی شفیع کو اپنے پہنچنے کے لئے ذریعہ بنالیتا ہے۔ اہل اسلام میں بے اذن شفاعت ثابت نہیں۔ اور جب اذن سے شفاعت ہوئی۔ تو وہ شفاعت حقیقت میں فضل ہوگیا۔ یہی فضل نجات کا باعث ہے۔ اور اس بالاذن شفاعت کا ثبوت جسے خدا کے رحم اور فضل نے گنہگار کے بچانے کے لئے تحریک دی۔ قرآن میں یہ ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۹-

یاد رکھو۔ جب نیک اعمال کثرت سے نہیں ہوتے اور ایمانی قوت کا قوی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اُسوقت بڑے فضل کو یہ چھوٹا سا ایمان نہیں کھینچ سکتا اور فضل لینے کے سبب میں

---

[1] اور بعضے لوگوں نے مان لیا اپنا گناہ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے [2] بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲ [3] اور ان لوگوں نے جس وقت اپنا بُرا کیا تھا اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا اُن کو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان ۱۲۔

[4] اعمال - ایمان - گناہ - ثواب - فضل - ان سب اصطلاحات کی نسبت حکیمانہ طور پر ہمارا خیال کچھ کیوں نہ ہو۔ اور عیسائی مفہوم اور مذاق سے بالکل الگ کیوں نہ ہو۔ لیکن بہرحال ان اصطلاحات کا اطلاق مخاطبین ہی کے مذاق کے موافق ہم کیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہماری اس کتاب کا موضوع و منشا بھی یہی ہے ۱۲

کمزوری ہوتی ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ کا رحم اور کرم چھوٹے سے ایمان کے ساتھ کسی شفیع کی شفاعت اور داعیوں کی دعا کو ملا دیتا ہے اور اسی کمزور ایمان کو اس ذریعے سے قوت دے کر فضل کے لائق بنا دیتا ہے۔ بلکہ صرف ایمان ہی ابدی سزا سے بچانے کے لئے اس فضل کو لے لیتا ہے جسکے ساتھ انسان دوزخ کی ابدی سزا سے بچ جاوے۔ پادری صاحب پولوس بھی کیا کہتا ہے۔ پھر اگر فضل سے ہے تو اعمال سے نہیں۔ نہیں تو فضل فضل نہ رہیگا۔ اور اگر اعمال سے ہے تو پھر فضل کچھ نہیں۔ نہیں تو عمل عمل نہ رہیگا۔ نامۂ رومیان ۱۱ باب ۶۔

پادری صاحبان۔ آپ کو عہد جدید میں دکھلا دیا کہ آپکا یہ سوال کہ نجات اعمال سے ہے یا شفاعت سے۔ کیسا کمزور ہے۔ نجات نہ اعمال سے ہے نہ شفاعت سے۔ نجات صرف خدا کے فضل سے ہے۔

ہاں۔ اتنی بات رہی کہ خداوندی فضل کو کون چیز جذب کرتی ہے۔ اور کس کے ذریعے ہم محض فضل سے نجات پا سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ ایمان فضل ربانی کو جذب کرتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ [1]۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۲۴۔

اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ ایمان لائے۔ اُن کو خداوند کریم فضل و رحمت میں داخل کریگا۔

عہد جدید بھی یہی کہتا ہے۔ دیکھو نامۂ رومیان ۳ باب ۲۸۔

کیونکہ ہمنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھہرتا ہے۔

اور نامۂ رومیان ۴ باب ۳ فرشتہ کیا کہتا ہے۔ یہی کہ ابرہام خدا پر ایمان لایا۔ اور یہ اُسکے لئے راستبازی گیا گیا۔

---

[1] سو جو یقین لائے اللہ پر اور اسکو مضبوط پکڑا۔ تو انکو داخل کریگا اپنی مہر میں اور فضل میں ۱۲

نجات اور فضل اور ایمان کی مثال بعینہٖ ایسی ہو کہ ایک شخص جسکی آنکھیں تندرست ہیں۔ ایک ایسے مکان میں جو بالکل بند ہے۔ بیٹھا ہے۔ اور کہیں اس مکان میں روشنی آنے کا راستہ نہیں۔ اب اس شخص کو ایک نہایت عزیز اور پیارے دوست کا دیدار مطلوب ہے۔ اور وہ دوست بھی اس مکان میں موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ روشنی کے بدون اپنے دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ اور اس دوست کے دیدار سو اس طالب دیدار کے دل اور رُوح کو کوئی راحت نہیں مل سکتی۔ جب تک روشنی نہ آوے۔ اور دوست کا چہرہ نہ دکھلاوے۔ روشنی لینے کے مختلف ذریعے ہیں۔ یا تو اس مکان میں روشندان نکالے یا چراغ وغیرہ سے روشنی لے تو دوست کے دیدار سے وہ دیدار کا طالب آرام پا سکتا ہے۔ ایسا ہی دیدار اور دیدار سے آرام تو نجات ہی۔ اور وہ روشنی فضل اور کرم خداوندی ہی۔ ایمان ایک روشندان یا چراغ ہی۔ جو فضل کی روشنی کو کھینچتا ہی اور ایمان کو اس روشنی کا جاذب قرآن نے بھی کہا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ[1]۔ سیپارہ ۳۔ سُورہ بقرہ۔ رکوع ۳۴۔

پس جس قدر مومن کا ایمان بڑھتا ہے۔ اسی قدر وہ بڑے فضل کو جذب کرتا ہی اور اسے حاصل کرتا ہی جیسے جسقدر روشندان اور فتیلہ بڑا ہوگا۔ اُسی قدر زیادہ روشنی کھینچے گا۔ اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب ایمان فضل کو بُلاتا ہے۔ اور فضل سے نجات ہے تو اعمال کیا ہوئے۔ کیا اعمال لغو اور بیکار ہونگے۔ تو معلوم ہوا کہ سائل نے ایمان اور اعمال نیک کا تعلق نہیں سوچا۔ کیونکہ نیک اعمال اور سچا ایمان ایک دُوسرے کو لازم و ملزوم ہی۔ سچا ایمان نیک اعمال کا بیج ہے اور اچھے بیج کا ضرور ہاں۔ اچھے بیج کا ضرور اچھا ہی پھل ہوتا ہے۔

---

[1] اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے اُجالے میں ۱۲

پولوس نامہ رومیان ۶ باب ۱۵ میں صاف فرماتے ہیں کہ تم فضل کے اختیار میں ہو۔ پس تو کیا ہم گناہ کیا کریں۔ اس لئے کہ ہم شریعت کے اختیار میں نہیں بلکہ فضل کے اختیار میں ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جس کی تابعداری میں تم اپنے آپ کو غلام کے مانند سونپتے ہو۔ اسی کے غلام ہو جسکی تابعداری کرتے ہو۔ خواہ گناہ کی۔ جسکا انجام موت ہے۔ خواہ فرمان برداری کی جس کا پھل راستبازی ہے۔ بھلا کچھ شک ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ بالکل سچ ہے کہ سچا ایمان اچھے اور نیک اعمال کا باعث ہو اور کفر اقسام بدکاریوں کا ثمر۔ انسان کی کمزوریاں کبھی اسے کفر کے باعث فضل کے لینے میں بدنصیب کر کے گناہ کا مرتکب بناتی ہیں۔

اور غفلت کی حالت میں شیطان کڑوے بیج بوتا ہے۔ متی ۱۳ باب ۲۵ اس واسطے عادل خدا کی ذات بابرکات نے اس کی تدبیر فرمائی۔

[۱] فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ سیپارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ۱
[۲] وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ سیپارہ ۲۴ سورہ مؤمن۔ رکوع ۵۔

کیا معنی کہ جب ایک انسان بد اور نیک اعمال دونوں قسم کے عملوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اُس میں ایمان اور اُسکے مدمقابل کے بیج بوئے گئے ہیں اسلئے میزان کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ عدل کی صفت پوری ہو۔ پس جس کے نیک اعمال بڑھ گئے۔ عدل اور رحم اسکا شفیع ہوا۔ اور فضل و کرم سے ایسے شخص کا بیڑا پار ہو گیا۔ سچ ہے۔ بھلے اور چنگے کو طبیب کی ضرورت نہیں۔ متی ۹ باب ۱۲۔ اور جسکے اعمال نیک اور بد ملے جلے ہیں۔

---

[۱] سو جن کی تولیں بھاری پڑیں سو وُہی ہیں جن کا بھلا ہوا۔ ۱۲

[۲] اور جس نے کی ہے بھلائی وہ مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو۔ سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں۔ روزی پائیں گے وہاں بے شمار ۱۲

تو اسکے لیئے بھی رحم اور کرم کا پلہ امید ہے کہ فضل سے بھاری ہو جاوے۔

سوال

اگر شفیع کی ضرورت ہے تو اس کے شرائط اور وجہ خصوصیت کیا ہے؟

جواب

شفیع کے شرائط وہی جانے جسے شفیع بنانا ہو۔ یعنی جسکے رحم اور کرم اور فضل نے شفیع بنایا ہو۔ الّا جہاں جہاں شفاعت کا ثبوت ہے۔ وہاں وہاں قرآن نے وہ شرائط بتلادیئے ہیں۔ غور کرو انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت اُسی کے رحم اور فضل سے ہے۔ اور اسی کے اذن اور اجازت سے دیکھو۔

بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ ۔ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء ۔ رکوع ۲ ۔[۱]

وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی ۔ سیپارہ ۱۷ ۔ سورہ انبیاء ۔ رکوع ۲ ۔[۲]

وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ سیپارہ ۲۵ ۔ سورہ زخرف ۔ رکوع ۷ ۔[۳]

وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۔ سیپارہ ۲۴ سورہ مؤمن ۔ رکوع ۱[۴]

---

[۱] لیکن وہ بندے ہیں جنکو عزت دی ہو اس سے بڑھکر نہیں بول سکتے اور وہ اسی کے حکم پہ کام کرتے ہیں ۱۲

[۲] اور سفارش نہیں کرتے مگر اُس کی جس سے وہ راضی ہو ۱۲

[۳] اور اختیار نہیں رکھتے جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا۔ مگر جسنے گواہی دی سچی اور انکو خبر تھی ۱۲

[۴] اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے لیے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر اور خبر میں سو معاف کر اُن کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ اور بچا اُن کو آگ کی مار سے ۱۲

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ[1] سیپارہ ۲۵ - سورۂ شوریٰ - رکوع ۱ -

سوال

اگر نیک اعمال سے نجات ہے تو نیک اعمال سے کل اوامر اور نواہی کا بجالانا ضرور ہے یا جسقدر ہو سکیں؟

جواب

صاحب نجات فضل سے اور فضل کو ایمان لے سکتا ہے ایمان اچھے پھلوں کا بیج ہے اچھے بیج سے اچھے ہی پھل حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ایمان بڑا اور قوی ہے تو اعمال نیک ہی ہوں گے۔ پس آپکے اگر مگر کی گنجائش ہی کہاں ہے سنو۔

نجات دو قسم کی ہے۔ ایک جہنم میں ہمیشہ رہنے سے بچے رہنا۔ وہ فضل سے ہوگی۔ بشرطیکہ ایمان ہو۔ اور فضل کو چاہے۔ بلکہ صحیح مسلم جیسی سچی انجیل شریف میں محمد رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ۔ یعنی جنت میں ایسے لوگ بھی جائیں گے جنہوں نے کوئی عمل اور خیر نہیں کی۔

اور جن کبائر گناہوں پر ابدی سزا کا ہونا بیان ہوا۔ وہ بیان بالکل راست ہے۔ وہ کبائر ایسے ہیں کہ ابدی سزا میں پھنسائیں۔ اِلّا خدا پر ایمان لانا اور اسکی توحید پر ثابت قدم ہونا۔ اور جس بلائے بد شرک میں مشرک پھنسکر تباہ ہوئے۔ اُس بلا سے الگ ہو جانا تو الکہ صرف رحم بھی ایسے فضل کے لائق کر دیتا ہے۔ کہ بڑے گناہ کے مرتکب کو وہ فضل ابدی جہنم سے نکال لاتا ہے۔ اور اس ابدی سزا کے موجب پر یہ فضل نجات کا موجب غالب آجاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے تھوڑی سی گرم چیز کھالی وہ گرم چیز ضرور گرمی کرے گی۔ اِلّا اگر اس کے ساتھ بہت سی سرد چیز کھائی گئی۔ تو ظاہر ہے کہ اس سرد کی سردی اُس گرم کی گرمی کو باطل کر دے گی۔ اور دوسری قسم کی نجات اُن نیک اعمال کی کثرت سے ہوگی۔ جو سچے ایمان کا ثمرہ ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے حاصل ہوگی۔

---

[1] اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے ۱۲

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ سیپارہ ۱۲ سورہ ھود۔ رکوع ۱۰۔ ^۱

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ سیپارہ ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۶۔ ^۲

اور بصورت کمی اعمال کے عفو الٰہی اور شفاعت شفیع خدا کے فضل سے ضعیف الیمان کے ساتھ مل کر فضل بلکہ نجات کو حاصل کرینگے۔ قانون قدرت اور دنیا کے اسباب اور موانع پر غور کرنے سے یہ بات بہت آسانی سے حل ہو سکتی ہے۔

شفاعت کبریٰ اور صغریٰ کی کیا تعریف ہے۔ شفاعت کبریٰ یا صُغریٰ کا قرآن سے بہ نسبت محمدؐ صاحب کے کیا ثبوت ملتا ہے۔ لفظی معنی لکھ کے آیت سے ثابت کریں۔ تاویلیں اور مُرادی معنے مطلوب نہیں۔

جواب

پادری صاحب۔ آپ نے کتنا پُر زور سوال کیا ہے۔ اور اعتراض ہیں کتنے پہلوؤں پر نگاہ رکھی ہے۔ اور جواب سے بزعمِ خود روکا ہے۔ اِلّا میں سچ کہتا ہوں۔ یہ قرآن ہی وہ کتاب ہے جو ہر زمانے کے فلسفے میں اپنے آپکو راستباز ثابت کرتی رہی اور ثابت کریگی۔ جسقدر علوم دُنیا میں ترقی پاوینگے یہ کتاب اُن کے سچے اصولوں سے کبھی مخالفت نہ کریگی اور اپنا صدق ظاہر کرنے کو بے تعصب محققوں کو اپنی راستی پر کھینچ لائے گی۔ اگر حق طلبی مدنظر ہے۔ اسی سوال کے جواب پر اکتفا کیجئے اور لیجئے۔ ہم آپ کے تمام پہلوؤں کو دیکھ کے جواب دیتے ہیں اور لفظی معنی لکھکر آیتیں دکھلاتے ہیں۔ اور دونوں قسم کی شفاعتوں کا قرآن سے ثبوت دیتے ہیں۔ شفاعت کے معنی سفارش۔ صغریٰ کے معنے چھوٹی اور کبریٰ کے معنی بڑی۔ شفاعت صغریٰ چھوٹی سپارش۔ شفاعت کبریٰ بڑی

---

^۱ البتہ نیکیاں دُور کرتی ہیں بُرائیوں کو ۱۲

^۲ اگر تم بچتے رہوگے بُری چیزوں سے جو تم کو منع ہوئیں تو ہم اُتار دینگے تم سے تقصیریں تمہاری ۱۲

سپارش - ہاں نہیں سپارش بڑی - چھوٹا اور بڑا ہونا ایک نسبتی امر ہے - جیسے ایک اور تین - ایک تین سے چھوٹا اور تین ایک سے بڑا -

اب قرآن سے ثبوت لیجیئے - اور ثبوت بھی کیسا جسمیں یہ بات بھی ثابت ہوجائیگی کہ دونوں قسم کی سفارش آنحضرت صلعم کے حق میں ثابت ہے پہلے چھوٹی سفارش -

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١﴾ سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۹ -

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢﴾ سیپارہ ۱۱ - سورہ توبہ - رکوع ۱۳ -

دیکھو یہاں صرف منافقوں کے گروہ کی شفاعت کا تذکرہ ہے - اسلیئے یہ شفاعت صغریٰ شفاعت ہوئی -

اور کبریٰ شفاعت کا ذکر ان آیات شریفہ میں ہے جنکے ذریعے آپ بڑے جوش وخروش سے آنحضرت صلعم کے گنہگار ہونے کا استدلال کرتے ہیں وہ آیات اس قسم کی ہیں -

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط ﴿٣﴾ سیپارہ ۲۶ سورہ محمدؐ - رکوع ۲

آپکے ان اعتراضات کا جواب کہ اس قسم کی آیات سے آنحضرتؐ کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے - عنقریب آتا ہے -

---

۱ اور ان لوگوں نے جسوقت اپنا برا کیا تھا - اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا انکو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان ۱۲

۲ لے اُن کے مال میں سے زکوٰۃ کہ اُن کو پاک کرے اُس سے اور تربیت اور دُعا دے اُن کو البتہ تیری دُعا اُن کے واسطے آسودگی ہے اور اللہ سب سُنتا ہے جانتا ۱۲

۳ اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیئے ۱۲

سوال

کوئی گنہگار گنہگار کو بہشت میں داخل نہیں کر سکتا۔ اور قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب خود گنہگار ہیں۔ اسلیئے وہ اس لائق نہیں کہ وہ شفاعت صغریٰ اور کبریٰ کرنے کا اختیار پاویں۔ بلکہ صاف آشکارا ہے کہ وہ خود بھی نجات نہ پائینگے۔

جواب

نجات اور بہشت میں پہنچنے کی راہ اور اس کا طریقہ بیان کر چکا ہوں کہ نجات فضل سے ہے۔ اور فضل ایمان کے وسیلے سے مل سکتا ہے اور ایمان نیک اعمال کا بیج ہے۔ الا آپ کا یہ فقرہ کہ گنہگار گنہگار کو بہشت میں نہیں پہنچا سکتا۔ کیا کوئی الہامی کلام ہے یا عہد عتیق یا عہد جدید کا حکم ہے۔ کیا روح القدس سے نکلا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ آپ کا خیال ہے یا آپکی عقل کی تجویز۔ یہ فقرہ نہ تو کلام الٰہی ہے نہ روح القدس کی تحریر۔ اور آپکے خیالات اور تجاویز سے واقعات نفس الامریہ کا ابطال محال ہے۔ آپ کو اگر اپنی عقل پر کچھ بھروسا ہے تو اسے پہلے تثلیث کے مسئلے پر اور کفارے کے خیال پر پرکھ لیجئے اور دیکھئے۔ کارگر ہے یا نہیں۔ پھر کتب اللہ میں سے مقدسہ کتب پر نظر کیجئے۔ جن میں صاف لکھا ہے کہ ابراہیم۔ ایوب اور موسٰی اور ایلیا اور سموئیل۔ دانیال۔ با اینکہ سب کے سب عیسائی اعتقاد کے موافق گنہگار ہیں۔ کیونکر شفیع ہوئے۔ دیکھو یرمیاہ باب ۱۔ زبور ۹۹ باب ۶۔ حزقیل ۱۴ باب ۱۴۔ پیدائش ۱۸ باب ۲۳۔ خروج ۸ باب ۸ و ۳۰۔ ۱۴ باب ۱۸ و ۱۹۔

شفاعت ایک قسم کی دعا ہے اور دعا کا مؤثر ہونا کل مذاہب تاریخیہ میں مسلم اور دعا کے لئے یا دعا کی قبولیت کے لئے گناہوں سے پاک ہونا ہرگز ہرگز شرط نہیں۔

سوال

لفظی معانی قرآن سے ثابت کرو۔ خدا کے عدل و رحم میں بھی فرق نہ آوے اور گنہگار بے سزا پائے بہشت کا جاودانی آرام پائے۔ قرآن کے لفظوں سے خدا کا قدوس رحیم و

عادل ہونا ثابت کرو۔

الزامی جواب

متی ۲۱ باب ۲۳-۲۴-مسیحؑ سے کاہنوں اور بزرگوں نے پُوچھا "تو کس اختیار سے یہ کرتا ہے اور کس نے تجھے یہ اختیار دیا۔ مسیح نے کہا۔ مَیں بھی تم سے ایک بات پُوچھتا ہوں اگر وہ مجھ سے کہو تو مَیں بھی تم سے کہونگا"

سو مَیں بھی بطور مسیح تم سے پُوچھتا ہوں۔ بتاؤ شیطان بھی گنہگار ہے۔ یہودا اسکریوطی بھی جس نے مسیح کو پکڑوایا گنہگار ہے۔ اور کافا جس نے مسیح کے قتل کا فتویٰ دیا گنہگار ہے۔ اب بتائیے بے سزا پائے بہشت میں کیونکر داخل ہوں گے۔ تمام بُت پرست قومیں اور تمام منکرین مسیح کیا بے سزا جنتی ہیں۔

جس دولتمند نے دوزخ میں ابراہیم سے عرض کی کہ لعاذر کو بھیج پانی سے میری زبان ٹھنڈی کرے۔ (لوقا ۱۶ باب ۳۲-۲۴) کیا وہ گنہگار بے سزا پائے جاودانی آرام میں داخل ہوا۔

اب آپ لوگ ان تمام مثالوں میں اپنی انجیل سے جسکے معنی بشارت ہیں رحم و عدل کو جمع کردیں۔ شیطان کی نجات کا ذریعہ انجیل سے نکال دیں۔

اگر صرف رحم اس طرح باعث نجات ہو کہ اعمال یا ایمان نہ ہو اور بدکار نجات پاوے تو چُھٹی ہوئی۔ بقول معترض مسیح ملعون ہوا۔ پادریوں کو کیوں منادی کی فکر ہے۔

اور ہم مسلمان تو ضرور ہی نجات پاوینگے۔ کیونکہ بقول (لوقا ۹ باب ۵۰) "جو مسیحؑ کے خلاف نہیں گو مسیحؑ کی پیروی نہیں کرتا وہ مسیحؑ کی طرف ہے"

ہم مسلمان تو حضرت مسیح کے سچے پیرو ہیں۔ ان کو دل سے مانتے ہیں اور اُن کی سب سے اعلیٰ اور آخری وصیت پہ دِل سے کاربند ہیں۔ جو یوحنا ۱۶ باب ۷ میں مذکور ہے۔

مَیں صدق دل سے اصالتاً اور تمام اہل اسلام کی طرف سے وکالتاً اقرار کرتا ہوں۔ کہ

خدا اکیلا سچا خدا ہی اور یسوع مسیح جسے اُس نے رسول کر کے بھیجا واعظ نجات اور سچا رسول ہی اور آخر میں ہزاروں صلوات و سلام اُس مبارک فخر المرسلین ہادی کو جس نے آخری زمانے میں کل نبیوں کی اصلی اور واقعی تعلیم کو پھر دنیا میں پھیلایا - اور مسیح کی خالص اور پاک تعلیم کو تمام کفر و شرک کے شائبوں اور انکی خلاف منشا آمیزشوں سے مبرا کر کے ہزاروں لاکھوں مخلوق کو ابدی نجات کی راہ بتائی اور بڑی صفائی سے فرمایا -

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ[1] - سیپارہ - سورہ بقر - رکوع ۱۶ -

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[2] سیپارہ ۳ - سورۂ آل عمران - رکوع ۷ -

عدل و رحم یہ دو لفظ اکثر نصاریٰ کی گفتگو کا سرمایہ ہیں - ہم حیران ہیں کہ ان الفاظ کا مفہوم ان لوگوں نے کیا سمجھا ہی - کیا عدل یوں ہی قائم ہوتا ہے کہ خدائے قدوس ایک عورت کے پیٹ میں کسی طرح گھس کے اور پھر اُس میں سے نکل کے مصلوب و ملعون ہو - تب لوگ نجات پائیں - لا الٰہ الا اللہ - لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہِ - كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا[3] - سیپارہ ۱۵ - سورہ کہف - رکوع ۱ -

اس موقعہ پر مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد آگیا جس کا بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا - ایک پادری صاحب رحم و عدل کی منادی کر رہے تھے - وہاں ایک سلیم الفطرت زمیندار آنکلا - اُس نے پادری صاحب سے عرض کیا - میں نہایت غریب آدمی ہوں - اتنا اثاثہ بھی نہیں،

---

[1] کہو ہم نے یقین کیا اللہ پر اور جو اُترا ہم پر اور جو اُترا ابراہیم پر ۱۲

[2] تم کہو اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراویں اُس کا کسی چیز کو - اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے ۱۲

[3] کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے اُن کے مُنہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ۱۲

جس سے رات کو میرے بچے پیٹ بھر کھاویں اور میری اولاد کثیر ہے اور ہر سال میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوتا ہی۔ اور میرے پڑوس میں ایک ذیلدار بڑا معزز مالدار ہی مگر بالکل لاولد ہے۔ اب پادری صاحب ہمارے دیکھتے دیکھتے دُنیا ہی میں خدا کا عدل و رحم جمع کر دکھلایئے اگر یہاں جمع نہیں تو قیامت میں کیسے ثابت ہو کہ جمع کریگا۔

پادری صاحب نے جھنجلا کر کہا۔ او نادان کیا تو خدا کا بھید پا سکتا ہے۔ کیا تُو سمندر کو چُلّو سے ناپتا ہے۔ اسپر زمیندار بولا۔ پس او نادان ہمیں کیسے کہتا ہے کہ جمع کا بھید بتلاؤ۔ کیا تُو ہم سے سمندر کو چلّو سے نپواتا ہے۔

حقیقی جواب

خدا کے رحم و عدل اور اسکی قدوسیت کے بیان سے تمام قرآن مالامال ہے۔ سُنو۔

هُوَ[1] الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ هُوَ[2] اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ۔

سیپارہ ۲۸۔ سورہ حشر۔ رکوع ۳۔

نَبِّئْ[3] عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورہ حجر۔ رکوع ۴۔

قُلْ[4] يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ سیپارہ ۲۴۔ سورہ زمر۔ رکوع ۶۔

وَرَحْمَتِيْ[5] وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ سیپارہ ۹۔ سورۂ اعراف۔ رکوع ۱۹۔

يٰعِبَادِ[6] لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۔ سیپارہ ۲۵ سورہ زخرف رکوع ۷۔

---

[1] وہ ہے مہربان رحم والا۔ [2] وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں اور کہ وہ بادشاہ ہے پاک ذات چنگا ۱۲

[3] خبر سنادے میرے بندوں کو کہ مَیں اصل بخشنے والا مہربان ہوں ۱۲

[4] کہدو اے بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پہ نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وُہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان ۱۲ [5] اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو ۱۲

[6] اے بندو میرے نہ ڈر ہی تم پہ آج کے دن اور نہ غم کھاؤ ۱۲ -

ا کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ۔ سیپارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۶

۲ تَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ سیپارہ ۸ سورہ انعام رکوع ۱۴۔

۳ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ o سیپارہ ۲۶ سورہ قٓ رکوع ۲

۴ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ سیپارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۶

۵ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ سیپارہ ۱۳ سورہ رعد رکوع ۲

۶ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ o سیپارہ ۲۴۔ سورہ حٰمٓ سجدہ رکوع ۶

۷ اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ o سیپارہ ۲۱۔ سورہ سجدہ رکوع ۲

۸ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ o وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ o

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ سیپارہ ۲۲ سورۂ فاطر رکوع ۳۔

۹ وَمَا ظَلَمْنٰہُمْ وَلٰکِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ۔ سیپارہ ۱۲ سورۂ ہود۔ رکوع ۹

قرآن کا عدل و رحم تو یہ ہے اور بیشک یہ نصاریٰ کے فرضی ذہنی اور مسلّم عدل و رحم کے خلاف ہے۔ جب ہم فطرت انسانی پر اور عادۃ اللہ پر جو اس عالم مشاہدہ میں جاری ہے اور جس سے آیندہ اور بعد الموت عالم غیب پر ایمان و ایقان لانے کی راہ اور ثبوت ملتا ہے۔ بغور نظر کرتے ہیں تو انسانی حالت اور اس کے قویٰ کی ترکیب اور اسکے فطری تقاضے اور لازمی افعال و اعمال کو ٹھیک اسی رحم و عدل کے مطابق اور بالکل موافق پاتے ہیں جسکی بابت قرآن کریم کی آیتیں خبر دیتی ہیں اور اسی لئے ہم اس مقدس کتاب کو خدا کا کلام کہتے اور اعتقاد کرتے ہیں کہ

---

۱ لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اُوپر مہر کرنی ۱۲ ۲ تیرے رب کی بات پوری سچ ہے انصاف کی۔ کوئی بدلنے والا نہیں اس کے کلام کو ۱۲ ۳ بدلتی نہیں بات میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر ۱۲ ۴ اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر ۱۲ ۵ اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جبتک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہو ۱۲ ۶ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر ۱۲ ۷ بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر ہے اسکے جو بے حکم ہو نہیں برابر ہوتے ۱۲ ۸ اور نہیں برابر اندھا اور دیکھتا اور نہ اندھیرا اور نہ اُجالا اور نہ سایہ اور نہ لُو۔ اور برابر نہیں جیتے نہ مرتے ۱۲ ۹ اور ہم نے انپر ظلم نہ کیا۔ لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر

خدا کے فعل یعنی قانون قدرت کے مطابق ہدایات کرتا ہے۔

چونکہ قانون قدرت ٹھیک نمونہ شرعی قانون کا ہے یا یوں کہو کہ شرعی قانون ایک مکتوبی صورت اور سچا فوٹو قانون قدرت کا ہے۔ اور انسان کو معاملات عقبیٰ اور حالات اُخروی کے فہم کی راہ اسی عالم مشاہدے اور محسوسات کے ذریعے سے کُھلی ہو اور خود خدا نے بھی اپنی ذات وصفات کے غیب الغیب اسرار کو اسی عالم کے مجازی محسوسی صورتوں اور تمثیلوں سے مطابق کر کے سمجھایا ہے۔ اِس لئے ہم کو ضرور ہوا۔ اور لازمی طور پہ ہم پابند کئے گئے۔ کہ ان صفات (عدل و رحم) کی محک اُس کے فعل یعنی قانون قدرت کو ٹھیراویں کہ وہ قدوس اپنے فعل سے ان موجودات میں کیسا صفاتی نمونہ بتاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان جتنا معلومہ قوائین قدرت کا اتباع کرتا ہے۔ اور اپنی قوے سے اُن کی ترکیب اور فطرت کے اصلی تقاضے کے موافق کام لیتا ہے۔ اُتنے ہی زیادہ فائدے اور تمتع اُٹھاتا ہے۔ اگر اس کے ثمرات شخصی محنت اور ذاتی ہمت سے حاصل ہونے والے ہیں۔ تو شخصی محنت ہی اُن کی تحصیل کرنے والی ہوتی ہے۔ اور اگر قومی کوشش اور متفق سعی ان کے حصول کا سبب ہے۔ تو شخصی محنت وہاں کارگر نہیں ہو سکتی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قانون قدرت کے اُن خفی اسباب سے جن کا علم سر دست علی العموم لوگوں کو حاصل نہیں۔ ایک انسان کو آرام و راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ جسے قدرت کے اسرار سے ناآشنا اور کتاب اللہ سے ناواقف لوگ اتفاقی بات کہتے ہیں۔

اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی اعمال کے ثمرات تدریجاً ملتے ہیں۔ اور کبھی نہایت جلد گویا عمل کے تابع اور لازم ہوتے ہیں۔ غرض ہر چیز کا ایک اندازہ اور تقدیر ہے۔ جس سے حتماً سرِ مُو تفاوت ممکن نہیں۔

ایسا ہی حال شرعی قانون کے وعید و وعد یعنی اُخروی آلام و نعما کا ہے۔ بحسب مراتب و دفعات کوئی فرد بشر اُن کے نتائج سے محروم اور غیر محفوظ رہ نہیں سکتا۔

شخصی عبادت اور شخصی نیکیوں کے ثمرات قومی عبادات اور قومی نیکیوں کے نتائج اور وہبی فیضان الٰہی پر غور کرو۔ اور شخصی نافرمانیوں بدکاریوں اور قومی بدکاریوں اور بغض و طغیان پر نگاہ دوڑاؤ۔ کوئی بادشاہ ہے۔ کوئی دولتمند۔ کوئی میعادی قیدی۔ کوئی دائم الحبس کوئی بیمار۔ کوئی نہایت صحیح الحال۔ فارغ البال۔ ایسا ہی بحسب قانونِ قدرت قیامت کے دن کوئی الٰہی لقا سے لذائذ و نعمت میں سرشار۔ کوئی عالم آرام میں کوئی خدائی خوشنودی کے بلند تختوں پر۔ کوئی دانت پیستا انتھاہ کوئیں میں جھونکا ہوا۔ پیاس سے مرا جاتا ہے۔

باوجودیکہ خدائے تعالیٰ اسوقت بھی عادل و رحیم ہے۔ پھر کوئی آرام میں ہے۔ کوئی آلام میں۔ ایسا ہی آخرت میں بھی کوئی بہشت میں کوئی دوزخ میں۔ پھر بھی خدا ویسا ہی قدوس و رحیم و عادل رہیگا۔

خدائی عدل و رحم کی عجیب نظیر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ مخلوق کو آرام کا محتاج بنایا اور اُسکے قویٰ میں اُن کی ترکیب کے بموجب مختلف تقاضے اور جذبات اور گوناگون میلان اور تعلقات رکھدیئے۔ اور پھر اس عالم میں اسباب و آلات بھی اُس کی قویٰ کے تعلقات کے مناسب پیدا کردئے۔

اگر کوئی شخص عمداً یا سہواً قانون قدرت کی خلاف ورزی کے سبب سے کسی مرض و علت میں گرفتار ہوا۔ اور عدل نے اُسے ماخوذ کیا۔ تو معاً رحم نے ہزاروں لاکھوں دوائیں اس کے لئے بہم پہنچائیں۔ اور فضل نے اُسے اُس بلا سے نجات دیکر پھر اصلی صحت کا مزہ چکھادیا۔

ایسا ہی ایک بدکار قانون شرع کی خلاف ورزی میں اپنی عافیت تباہ کرچکا اور قریب تھا کہ دار العدالت میں پہنچکر ابدی عذاب میں مبتلا ہو۔ رحم الٰہی نے معاً سچی توبہ و[1]

[1] آریہ توبہ و رحم سے بیخبر ہیں۔ اس قانون پر نظر کریں ۱۲

انابت جو حقیقتہً محرک رحم ہے۔ اُس کے لئے مہیا کردی۔ اگر اُس نے خلوص قلب سے سچی توبہ کی اور بڑی تضرّع سے اپنے خالق کی طرف رجوع کی تو فضل اُسکے سارے گناہوں کے دفتر کو دھو ڈالتا ہی۔ اس لئے اور اسی لئے ہم کہتے ہیں اور مشاہدے سے کہتے ہیں کہ فضل کا دروازہ ہر وقت کُھلا ہے کبھی بند نہیں ہوا۔

مگر جس طرح روشنی اور اسکے انوار فی حد ذاتہ روشنی بخش ہیں۔ اِلّا اگر کوئی تاریک جھونپڑے میں گھسا ہوا ہو۔ اور اُسے روشنی نہ پہنچے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روشنی نورِ بخش نہیں ہے۔ نہیں وہ فی ذاتہ نور ہے۔ اور اسی لئے نورِ بخش ہے۔ مگر اُسے حاصل کرنا چاہیئے۔

اور روشنی لینے اور اُسکے انوار کا مظہر بننے کیلئے جمیع سامان کی ضرورت پڑتی ہی۔ مثلاً اندھیری کوٹھڑی سے باہر اور اسکے خطوط شعاعی کے محیط میں موجود ہونا۔ ایسا ہی آخرت کے نور اور اُس کے سامان کے حصول کے لئے یہاں فضل اور نجات کے سامان کی ضرورت ہے۔ اور وہ سامان جاذبِ فضل اور مقناطیس رحم سچا ایمان ہی۔ جیسے قرآن بیان کرتا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۝ۭ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰۗءُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ۔ سیپارہ ۳ سورۂ بقر۔ رکوع ۳۴۔

پس جو شخص ولایت الٰہیہ کو اختیار کرے اور سچا ایمان باریتعالیٰ کے ساتھ رکھو۔ یقیناً فضل اُس کا دستگیر ہوگا۔ پر جس طرح درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہی اور بیج کی خوبی اپنے ثمر سے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح جسکے اندر سچا ایمان ہوگا۔ اور جس کے دل میں ایمان کے پاک بارآور درخت نے جڑ پکڑی ہوگی۔ لامحالہ اُسکے پھل یعنی

لہ اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا۔ نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے اُجالوں میں۔ اور جو منکر ہیں۔ اُنکے رفیق ہیں شیطان۔ نکالتے ہیں اُن کو اُجالے سے اندھیروں میں ۱۲

اعمال وافعال بھی اچھے ہونگے۔ اور جس کا ایمان ناقص ہے۔ اسکے اعمال بھی ناقص ہونگے جسکی مثال قرآن اس طرح پر بیان فرماتا ہے۔

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ[1]

سیپارہ ۱۳۔ سورہ ابراھیم۔ رکوع ۲۔

یہی سچی تعلیم ہے اور یہی واقعی باریتعالیٰ کا عدل ورحم وانصاف ہے جسے قرآن عظیم اور فرقان حمید تعلیم کرتا ہے۔ نہ یہ کہ ایک شخص کے مصلوب و مقتول وملعون ہونے سے کوئی بھی کیوں نہ ہو، انسان کی نجات ہو۔ اور عدل ورحم کی تکمیل جس کی کوئی نظیر عالم امر و مشاہدے میں پائی نہیں جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کفارہ مسیح کے اعتقاد نے جس کی تسلیم کل اخلاقی نیکیوں اور قوائے فطرت کے اصلی مقتضیات کی رأسا جڑ کاٹ ڈالتی ہے۔ ان فرضی اور مخترع مقدراتِ ذہنی پر نصاریٰ کو مجبور کر رکھا ہے۔ اور اس کو اولاً ایک عقیدہ مسلمہ اور اصول موضوعہ کے طور پر فرض کر کے پھر ایسے ناشدنی امور کا بیڑا اٹھایا ہے کہ فلاں صورت میں عدل ورحم جمع ہو سکتا ہے۔ اور فلاں صورت میں نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس یہ لوگ ان الفاظ کا موضوع اصلی اور مفہوم حقیقی سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور اپنے ذہنی اور فرضی مخترعات کو قانون قدرت کی محک پر کسنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

مسئلہ تقدیر

پادری صاحب کے اعتراض کا خلاصہ

مسلمان گناہ کو ایک خفیف سی حرکت اور وہ بھی خدا کی کرائی جانتے ہیں۔ مسلمان گناہ کو خدا کا فعل اور اسی کے مجبور کرنے سے سرزد ہوا یقین کر کے گناہ کرنے میں

[1] ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنی آسمان میں ۱۲

بے باک ہیں۔

مسئلہ تقدیر نے مسلمانوں کو بے دست و پاکر کے ایسا سُست کر رکھا ہے۔ کہ اس قوم کی ترقی کی کبھی اُمید نہیں ہو سکتی۔

جواب

معترض کے قصور فہم پر مجھے سخت تعجب آتا ہے۔ کیونکہ یہی مسئلہ اسلام میں ترقی کی جڑ تھا۔ اور یہی اصل حقیقت میں تمام بلند ہمتیوں کا سرچشمہ تھا۔ جسے معترض صاحب نے مانع ترقی اور سبب تنزل تصور کیا ہے۔

بیشک مدتوں سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔ اور ایک عالم نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے۔ غالباً عالم کی کل قوموں میں یہ مشترک خیال پایا جاتا ہے حقیقت یہ ہے۔ جسوقت انسان باوجود موجودگی اسباب اور ترتیب سامان کے امر مطلوب کے حصول سے محروم رہ جاتا ہے۔ یا کبھی کسی دوسرے آدمی کو بے ترتیب اسباب کامیاب دیکھتا ہے تو طبعاً اپنی کمزوری کا معترف ہو کر اور اپنے عجز و کوتاہ دستی سے گھبرا کر فطرتاً اُس ہمہ قدرت محیط علی الکل ہستی کی طرف آنکھ اٹھاتا ہے۔ اور قوائے طبعی اور اسباب مُعدّہ کو اپنے قبضۂ قدرت سے خارج اس علۃ العلل مخفی ذات ہی کے قابو میں یقین کرتا ہے۔

جب تو لامحالہ کوئی تقدیر۔ کوئی قسمت۔ کوئی فیٹ یا پریڈسٹینشن۔ کوئی پرمیشر بھادی وغیرہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ بیشک ایسے وقت میں اس کو اپنی عبودیت کے ضعف اور اپنے معبود کی فوق الفوق قدرت کا نہایت کامل اعتقاد ہو جاتا ہے۔ جس سے صفت تذلل و خشوع و خضوع اس کے قلب میں پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض یہ امر طویل البحث ہے۔ دوسری قوموں میں اس کی نسبت کچھ ہی خیال کیوں نہ ہو مگر سچ تو یوں ہے کہ اسلام کی تقدیر کا مضمون کم ہی سمجھتے ہیں۔ اور اکثر جو سمجھے ہیں تو غلط سمجھے ہیں اس عدم فہم کا بھاری باعث قرآن مجید کی آیات پر بحالت مجموعی غور نہ کرنا ہے

الگ الگ ایک ایک آیت سے کچھ کا کچھ استدلال کر لیا ہے۔ اور یہ بات اِس مضمون میں ہم دِکھلا دیں گے۔

دو قسم کے لوگ آجکل معترض کے خطاب سے سرفراز ہیں۔ اصحاب معقول یا منقول اصحاب معقول سے ہمارے برادر وہ لوگ مراد ہیں۔ جو کسی ایک کتاب کے الہامی آسمانی کتابوں سے قائل نہیں۔ وہ لوگ تو ہماری کتاب کے موضوع اور منشا سے خارج ہیں۔ اب اہل منقول رہ گئے۔ ازانجملہ اہل کتاب اس وقت ہمارے مخاطب ہیں۔ گویا وہ اور ہم آسمانی کتابوں کے ماننے اور ان کتابوں کے طرز عبارات وطریق نیٔ ادا مطالب کے اعتقاد کرنے میں مساوی ہیں۔ اگر ایک فریق کی کتاب میں کوئی بیان یا مجاز یا اصل الیسی ہو۔ جو اصحاب معقول کے نزدیک بظاہر محل اعتراض ہو۔ (گو نفس الامر میں نہ ہو) اور دوسرے فریق کی کتاب میں بھی ویسی ہی یا اس کے قریب قریب پایا جائے تو یقین اطمینان دلاتا ہے۔ اور عقل گواہی دیتی ہے کہ ہر دو فریق میں سے کوئی ایک دوسرے پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ کیونکہ اعتراض کی زد (اگر وہ اعتراض ہے) دونوں پر پڑتی ہے۔ بلکہ دونوں سے اس کے ڈیفنس اور دفاع میں متحد زور لگانے کی درخواست کی جاوے گی۔

اب ہم عیسائی قوم کے وتیرے کو اس مادے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ عقلمند باحیا قوم کس مسلک پر چلتی ہے۔ ہٹ۔ ضد۔ تعصب۔ بیجا حملہ۔ متہورانہ زد۔ اچانک یہ سب چیزیں ان کی صورت حال میں ہمیں دکھلائی دیتی ہیں۔ افسوس یا تو یہ لوگ اپنی مسلّم الہامی کتابوں کا بالاستقصا تفحص نہیں کرتے۔ یا عمداً حق کا خُون کرنے پر کمر باندھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

خدا کے لئے کوئی حق کا طالب اس بے خوف دلیر قوم سے پوچھے کہ الہامی کتابوں کا یا مُلہم شخصوں کا کچھ پاس بھی ان لوگوں کو ہے۔ کس طرح اُن کا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ بیباکانہ قرآن مجید کے اس مسئلے کو تیر اعتراض کا نشانہ بنا دیں جو بالسویّہ توریت وانجیل میں بھی

موجود ہے۔ کاش یہ لوگ سوچتے اور پھر سمجھتے کہ عبری اور عربی زبان کا طریق ادائے مطالب خصوصاً مادۂ الہام میں بہت ہی متشابہ ہے۔ بلکہ بہت نزدیک ہے کہ متحد ہو جاوے۔ پھر قرآن پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے یہاں ٹٹولیئے۔ یقیناً تعصب کی تاریک رات میں ہوائے نفس کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کے جہالۃً اپنے ہی گھروں پر آپ شبخون مارتے ہیں۔

ہم بڑی جرأت سے قرآن کے اصول و مسائل کو ہر قوم و فرقے کے رُو برُو کلامِ حق ثابت کرنے کو طیار ہیں۔ کیونکہ ہمارا کامل اعتقاد اور بادلائل اعتقاد ہے کہ صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے جسے کسی عالم معقول و منقول یا کسی فلاسفر و محقق کے اعتراض کا کچھ بھی خطر نہیں۔ بنا براں قرآن کی ہر آیت کی صداقت کے اثبات میں وسیع و مدلل مضمون لکھنے کو ہم آمادہ ہیں۔ مگر اس مضمون کی تطویل و بسط میں اس قدر زحمت ہم گوارا نہ کریں گے کیونکہ بات واضح ہے۔ ھاں ایک غافل اور مستِ خواب قوم کی تنبیہ اور اشعار کے لئے اول کتب سابقہ انبیاء سے اسی مضمون کی آیتیں پیش کریں گے۔ پھر قرآن کریم کی آیات کو لکھ کر تھوڑا ترجمہ کر دیں گے اور آیات کی تطبیق بھی بیان کر دیں گے۔

عہدِ عتیق اور جدید اور مسئلۂ تقدیر

۱۔ خروج ۔ ۴ باب ۲۱ ۔ اور خداوند نے موسیٰ کو کہا۔ کہ جب تو مصر میں داخل ہوئے۔ تو دیکھ سب معجزے جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھے ہیں فرعون کے آگے دکھلائیو۔ لاکن میں اُسکے دل کو سخت کروں گا۔ کہ وہ ان لوگوں کو جانے نہ دیگا۔

۲۔ خروج ۔ ۷ باب ۳ ۔ اور اس نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔ کہ اُس نے اُن کی جیسا خُداوند نے کہا تھا نہ سُنی۔

۳۔ خروج ۱۰ ۔ باب ۲۰ ۔ پر خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔

۴۔ استثنا ۲ ۔ باب ۲۹ و ۳۰ ۔ حسبون کے بادشاہ سیحون نے ہم کو یہاں گذرنے

نہ دیا۔ کیونکہ خداوند تیرے خدا نے اُس کا مزاج کڑا کر دیا۔ اور اس کے دل کو سخت۔ تاکہ اُسے تیرے ہاتھ میں دیوے۔ جیسا آج ہے۔

۵۔ استثنا ۲۹۔ باب ۴۔ لاکن خداوند نے تم کو وہ دل جو سمجھے۔ اور وے آنکھیں جو دیکھیں۔ اور وے کان جو سُنیں۔ آج تک نہیں دیئے۔

۶۔ یشوع ۱۱۔ باب ۲۰۔ کیونکہ یہ خداوند کی طرف سے تھا کہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ تاکہ وے جنگ کے لئے اسرائیل کا مقابلہ کریں۔ تاکہ وہ ان کو حرم کرے۔ تاکہ وہ مورد رحم کے نہ رہیں۔ بلکہ وہ اُن کو نیست و نابود کر دیوے۔

۷۔ زبور ۱۰۵۔ ۲۵۔ اُس نے اُن کے دلوں کو پھیرا۔ کہ وے اس کے لوگوں سے عداوت کرنے لگے۔ اور اس کے بندوں سے دغابازی۔

۸۔ سلاطین ۲۲۔ باب ۲۱ و ۲۲۔ جھوٹی رُوح بد ترغیب کو آئی۔

۹۔ ۴۸ زبور۔ اس نے ایک تقدیر مقرر کی جو ٹل نہیں سکتی۔

۱۰۔ یسعیاہ ۶۔ باب ۹۔ اور اُس نے فرمایا کہ جا۔ اور اُن لوگوں کو کہہ کہ تم سُنا کرو۔ پر سمجھو نہیں۔ تم دیکھا کرو۔ پر بوجھو نہیں۔

۱۱۔ حزقیل ۱۵۔ باب ۶۔ اس لئے خداوند یہوواہ یُوں کہتا ہے کہ جس طرح تاک کی لکڑی بن کے اور درختوں کی بہ نسبت کہ جسے میں نے آگ کے لئے ایندھن ٹھہرایا۔ اسی طرح میں نے یروشلم کے باشندوں کو ٹھہرایا ہے۔

ھاں۔ میں نے اپنا مُنہ اُن کے برخلاف ثابت کیا ہے۔

۱۲۔ امثال ۱۶۔ ۱ باب ۴۔ خُدا نے ہر ایک چیز اپنے لئے بنائی۔ ھاں شریروں کو بھی اُس نے بُرے دن کے لئے بنایا۔

۶۳ باب ۱۷ یسعیاہ۔ اے تُو نے کیوں گمراہ کیا۔ اور ہمارے دل سخت بنائے۔

۱۳۔ صفنیا ۲ باب ۱۔ تم عقل پکڑو اور تامل کرو۔ اے ناپسند قوم اِس سے آگے کہ

تقدیر الٰہی بنے۔ یسعیاہ ۴۵ باب ۷۔ میں سلامتی کو بناتا اور بلا کو پیدا کرتا ہوں۔
اسلئے آخر کمہار سے کہے۔

۱۴۔ یسعیاہ ۲۹۔ باب ۹۔ ٹھہر جاؤ۔ اور تعجب کرو۔ عیش و عشرت کرو۔ اور اندھے ہو جاؤ۔ وے مست ہیں۔ پر مے سے نہیں۔ وے لڑکھڑاتے ہیں۔ پر نشے سے نہیں۔ کہ خداوند نے تم پر اونگھنے والی رُوح کو ڈھالا ہے۔ اور تمہاری آنکھیں جو کہ نبی ہیں موندی ہیں۔

۱۵۔ ۲۔ سموئیل۔ ۱۔ باب ۲۴۔ میں ہے۔ بعد اس کے خداوند کا غصہ بنی اسرائیل پر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا۔ جو بنی اسرائیل اور بنی یہوداکو گنے۔ (پھر اس گننے پر کیسا بُرا نتیجہ داؤد اور اُس کی رعایا پر گذرا۔)

۱۶۔ ۱۔ باب ۲۔ ملاکی۔ لاکن میں نے یعقوب کو پیارا اور عیسو سے دشمنی رکھی۔

۱۷۔ القضاۃ۔ ۹ باب ۲۳۔ تب خدا نے ابی ملک اور سکم کے لوگوں کے درمیان رُوحِ فساد کو بھیجا۔

۱۸۔ ۲ باب ۲۔ نامہ تسلو۔ نیکیوں کی آیت ۱۱ میں ہے۔ اس لئے خدا اُن کے پاس تاثیر کرنیوالی دغا کو بھیجیگا۔ یہاں تک کہ وہ جھوٹ کو سچ جانینگے۔

۱۹۔ مرقس۔ ۴ باب ۲۵ و متی ۱۳ باب ۱۲۔ اسلئے کہ جس کے پاس کچھ ہے اسے دیا جائیگا۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اُس سے وہ بھی جو اس کے پاس ہے لے لیا جائے گا۔

۲۰۔ یُوحنّا۔ ۶ باب ۴۴۔ کوئی شخص مجھ پاس آ نہیں سکتا۔ مگر جس حال کہ باپ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اُسے کھینچ لاوے۔

۲۱۔ اعمال ۱۳ باب ۴۸۔ اور جتنے ہمیشہ کی زندگی کیلئے طیار کئے گئے تھے۔ ایمان لائے۔

۲۲۔ نامہ رُومیان۔ ۱۔ باب۔ ۲۴۔ اس واسطے خدا نے بھی اُن کے دلوں کی خواہش پر انہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا۔

نامہ رُومیان ۹ باب۔ ۱۰۔ بلکہ ربقہ بھی جب ایک سے یعنی ہمارے باپ اضحاق سے حاملہ ہوئی۔ تب ہی اُس سے کہا گیا کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کریگا۔ خطوط وحدانی میں لکھا۔

اور جب ہنوز لڑکے پیدا نہ ہوئے۔ اور نہ نیک و بد کے فاعل تھے۔ تاکہ جننے میں خدا کا ارادہ جو کاموں پر نہیں۔ بلکہ بُلانے والے پر موقوف ہے قائم رہے۔

جیسا لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیسو سے عداوت۔ پس ہم کیا کہیں کیا خدا کے یہاں بے انصافی ہے۔ ایسا نہ ہوئے کہ وہ موسیٰ سے کہتا ہے۔ میں جس پر رحم کیا چاہتا ہوں اس پر رحم کروں گا۔ اور جس پر مُہر کرنی چاہتا ہوں۔ اس پر مُہر کروں گا پس یہ نہ چاہنے والے پر نہ دوڑنے والے پر بلکہ خدائے رحیم پر موقوف ہے۔ کیونکہ کتاب میں وہ فرعون سے کہتا ہے کہ میں نے اس لئے تجھے برپا کیا ہے کہ تجھ پر اپنی قدرت ظاہر کروں اور میرا نام تمام رُوئے زمین پر مشہور ہووے۔ پس وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے سخت کرتا ہے۔ پس تو یہ مجھ سے کہیگا۔ پھر وہ کیوں الزام دیتا ہے۔ کس نے اسکے ارادے کا مقابلہ کیا۔ اے آدمی تو کون ہے۔ جو خدا سے تکرار کرتا ہے۔ کیا کاریگری کاریگر کو کہہ سکتی ہے۔ کہ تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا۔ کیا کمہار کا مٹی پر اختیار نہیں کہ وہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت کا اور دوسرا بے عزتی کا بنادے۔ اگر خدا اس ارادے سے اپنے غصے کو ظاہر کرے اور قدرت کو دکھاوے۔ قہر کے برتنوں کی جو تباہ کرنے کے لائق تھے۔ نہایت برداشت کی اور اپنے بے نہایت جلال کو رحم کے برتنوں پر جو اُس نے حشمت کے لئے آگے تیار کئے تھے۔ ظاہر کیا تو کیا ہُوا۔ (قلستی ۲ باب ۱۲۔ افسی۔ ۱ باب ۴)

۲۳۔ تمطاؤس۔ ۱۔ باب۔ ۹۔ اُس نے ہمیں بچایا۔ اور پاک بُلاہٹ سے بُلایا۔ نہ ہمارے کاموں کے سبب سے بلکہ اپنے ارادے ہی اور اُس نعمت سے جو مسیح یسُوع کے واسطے ازل میں ہمیں دی گئی۔

لُوقا۔ ۸ باب۔ ۱۰۔ اُس نے کہا کہ خدائی بادشاہت کا بھید جاننا تمہیں دیا گیا ہے۔ پر اوروں کو تمثیل میں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں۔ اور سُنتے ہوئے نہ سمجھیں۔

۲۴۔ متی۔ ۱۰ باب ۲۹۔ کیا پیسے کو دو چڑیاں نہیں بکتیں۔ اور اُن میں سے ایک بھی

تمہارے باپ کی بے مرضی زمین پر نہیں گرتی۔ تب خُدا نے سر کی چھوڑ دیا۔ کہ آسمان کی فوج کو پُوجیں۔ ۷ باب۔ ۴۲۔ اعمال۔

۲۵۔ متی۔ ۱۱ باب۔ ۲۵، ۲۶۔ تیری ستائش کرتا ہوں کہ تو نے ان باتوں کو عالموں اور داناؤں سے چھپایا۔ اور بچوں پر ظاہر کیا۔ ہاں اے باپ کہ یُوں ہیں تجھے پسند آیا۔

۲۶۔ متی۔ ۱۳ باب ۱۱۔ اُس نے جواب دے کے اُنہیں کہا۔ اس لئے کہ تمہیں آسمان کی بادشاہت کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے پر انہیں دی گئی ہے۔

۲۷۔ متی۔ ۱۸ باب۔ ۷۔ کہ ٹھوکروں کا آنا تو ضرور ہے۔ پر افسوس آدمی پر جس کے سبب ٹھوکر آوے۔

۲۸۔ واقرنتی۔ ۱۱ باب ۱۹۔ آیت۔ اور تاکہ کامل غیر کامل ظاہر ہوں۔ استثناء ۱۳۔ باب ۳ و یوحنا ۳ باب ۱۰۔ یہودا کا خط۔ ۱۔ باب۔ ۴۔ کیونکہ بعضے شخص چپکی سے گھسے جو آگے سے قدیم زمانے میں اس سزا کے حکم کے واسطے لکھے گئے تھے۔ سب بے دین ہیں اور ہمارے خدا کے فضل کو شہوت پرستی سے بدل کرتے ہیں۔ اور خدا کا جو اکیلا مالک ہے اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے ہیں۔

تحقیقی جواب مسئلہ تقدیر مختصرًا

تقدیر کے معنی حسب لغت عرب اور محاورۂ قرآن کے کسی چیز کا اندازہ اور مقدار ٹھہرانا ہیں۔ دیکھو آیات مرقومۃ الذیل۔

وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا [۱] - سیپارہ ۱۸ سورۂ فرقان۔ رکوع ۱۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ [۲] - سیپارہ ۲۷ - سورۂ قمر۔ رکوع ۲۔

---

[۱] اور بنائی ہر چیز پھر ٹھیک کیا اس کو ماپ کر ۱۲

[۲] ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر ۱۲

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ[1] - سیپارہ ۱۳ - سورہ رعد - رکوع ۲-
خدا تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو موجودات سے ایک خلقت (نیچر) اور اندازے پر بنایا ہے۔ اور جیسا اس کی ترکیب اور ہیئت کذائی کا مقتضا ہو۔ لابد ویسے افعال اور آثار اس سے سرزد ہوتے ہیں۔ گویا جیسے اس کے مقدمات ہوں گے۔ لامحالہ ویسا نتیجہ اس سے ظہور پذیر ہوگا۔ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ان خدائی حدوں کو توڑ سکے اور اُن اصلی خواص کو جو قدرت نے کسی چیز میں خلق کئے ہیں۔ بدوں اُن اسباب کے جن کو خالق نے بمقتضائے فطرت اُن کا سبب معطل قرار دیا ہو کوئی شخص کسی اور طرح پر باطل کر دے۔ سلسلۂ کائنات کے خالق کا کلام اس مطلب و مقام میں فرماتا ہے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا[2] سیپارہ ۲۲۔ سورہ فاطر رکوع ۵۔
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا[3] - سیپارہ ۲۲ - سورہ فاطر رکوع ۵۔
مثلاً توحید اور عبادت اور طاعت اور اتفاق اور صحیح کوشش اور چستی کو جن ثمرات اور پھلوں کا درخت بنایا ہے۔ ممکن نہیں۔ کہ وُہی پھل اور وُہی ثمرات شرک اور ترک عبادت اور بغاوت اور باہمی نفاق اور تفرق اور غلط کوشش اور سُستی سے حاصل ہو سکیں۔ جن باتوں کے لئے تریاق کا استعمال ہوتا ہے اُن باتوں کے لئے زہر مادہ سے کام نکلنا دشوار کیا محال ہے۔ ع گندم از گندم بروید جو ز جو۔
گناہ اور جرائم کے ارتکاب سے نیکی اور فرمانبرداری کے انعامات کو طلب کرنا بے ریب تقدیر اور خدائی اندازے کے خلاف ہے۔ اور نیکی اور فرمانبرداری پر دوزخ میں جانے کا یقین بے خبر رحیم اور کریم عادل ذات پاک پر ظلم کا الزام قائم کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

---

[1] اور ہر چیز کی ہے اُس کے پاس گنتی ۱۲
[2] سو تو نہ پاوے گا۔ اللہ کا دستور بدلتا ۱۲
[3] اور نہ پاوے گا اللہ کا دستور ٹلتا ۱۲

[۱]أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ۔ سیپارہ ۲۱ سورہ سجدہ رکوع ۲۔
[۲]أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۂ ص۔ رکوع ۳۔

اسلام تقدیر کے مسئلے پر یقین دلا کر اہل اسلام کو اس بات پر اُبھارتا ہے۔ کہ بُرے کاموں کے نزدیک مت جاؤ۔ بُرے بیج بُرا پھل لاتے ہیں۔ آرام و آسودگی کے سامان مہیا کرو۔ بیدل مت ہو۔ کیونکہ ہر ایک چیز کا اندازہ خدا کی درگاہ سے معیّن ہو چکا ہے۔ نقصان کے اندازے والی چیزیں نافع نہ ہوں گی۔ اور منافع کی مثمر اشیاء دکھوں کی موجب نہ ہوں گی ہر ایک چیز اپنی فطرت پر ضرور قائم ہے اور تمہارا ہر فعل وجوباً وہی نتیجہ دیگا جو اس کی ترکیب کا مقتضا ہے۔

[۳]فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ سیپارہ ۲۱۔ سورۂ رُوم۔ رکوع ۴۔

[۴]وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔ سیپارہ ۲۷۔ سورۂ نجم۔ رکوع ۳۔

بالتفصیل سُنئے۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے۔ یا یُوں کہو قرآن نے بندوں کو انکے کسبوں اور اعمال اور افعال کا کاسِب اور عامل و فاعل فرمایا ہے۔ دیکھو کاسب اور کسب کا ثبوت۔

(۱)[۵]وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا۔ سیپارہ ۲۲۔ سورۂ فاطر۔ رکوع ۵۔

---

[۱] بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر ہے اُس کے جو بے حکم۔ نہیں برابر ہوتے ۱۲

[۲] کیا ہم کریں گے ڈر والوں کو برابر ڈھیٹ لوگوں کے ۱۲

[۳] وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو بدلتا نہیں اللہ کے بنائے کو یہی ہے دین سیدھا ۱۲

[۴] اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھاتی ہے ۱۲

[۵] اور اگر پکڑ کرے اللہ لوگوں کو ان کی کمائی پر ۱۲

(۲) لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔ سیپارہ ۲۲ سورۂ فاطر ۔ رکوع ۵

(۳) وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيْئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ سیپارہ ۵ ۔ سورۂ نساء ۔ رکوع ۱۶ ۔

اور عامل ہونے اور عمل کا ثبوت

(۱) وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ۔ سیپارہ ۵ ۔ سورۂ نساء ۔ رکوع ۱۶ ۔

(۲) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۔ سیپارہ ۲۴ ۔ سورۂ سجدہ رکوع ۶ ۔

(۳) لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ ۔ سیپارہ ۲۳ ۔ سورہ صافات ۔ رکوع ۲ ۔

اور فاعل ہونے کا ثبوت

(۱) وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ سیپارہ ۲۸ ۔ سورہ ممتحنہ ۔ رکوع ۱ ۔

(۲) هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ ۔ سیپارہ ۱۳ ۔ سورۂ یوسف ۔ رکوع ۱۰ ۔

(۳) فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۔ سیپارہ ۱۹ ۔ سورۂ شعراء ۔ رکوع ۲ ۔

بلکہ خالق بھی کہا ہے جہاں فرمایا ۔ وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۔ سیپارہ ۲۰ سورہ عنکبوت رکوع ۲ ۔
اور بناتے ہو جھوٹی باتیں

ف۱ اسی کو ملتا ہے جو کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو کیا ۱۲

ف۲ اور جو کوئی کماوے تقصیر یا گناہ ۔ پھر لگادے بے گناہ کو اُس نے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح ۱۲

ف۳ اور جو کوئی گناہ کرے یا اپنا برا کرے ۱۲

ف۴ جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے ۱۲

ف۵ ایسی چیزوں کے واسطے چاہے محنت کریں محنت کرنے والے ۱۲

ف۶ اور جو کوئی یہ کام کرے تم میں سے وہ بھولا سیدھی راہ ۱۲

ف۷ کچھ خبر رکھتے ہو تم ۔ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اس کے بھائی سے ۱۲

ف۸ کیا تو ہے میں نے وہ اور تھا میں چوک نے والا ۱۲

اور مختلف افعال کی نسبت بندوں کی طرف قرآن میں ہزاروں جگہ موجود ہے۔ دیکھو نمونہ

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ[1] - سیپارہ ۱ - سورہ بقر - رکوع ۴ -

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا[2] - سیپارہ ۶ - سورہ مائدہ - رکوع ۱۰ -

وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ[3] سیپارہ ۲۲ - سورہ سبا - رکوع ۶ -

پھر اتنی ہی بات پر اکتفا نہیں کیا - بلکہ یہ بھی فرمایا کہ تمہارے بُرے افعال اور قبیح اعمال کے سبب سے تم کو زوال آتا ہے -

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[4] - سیپارہ ۱۳ - سورہ رعد - رکوع ۲ -

(۲) ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ[5] - سیپارہ ۱ - سورہ بقر - رکوع ۷ -

(۳) فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ[6] - سیپارہ ۵ - سورہ نساء رکوع ۹ -

(۴) وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[7] ۭ سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۱۱ -

(۵) وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا[8] - سیپارہ ۵ - سورہ نساء - رکوع ۱۲ -

(۶) فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[9] - سیپارہ ۶ - سورہ اعراف - رکوع ۱۲ -

---

[1] جو کوئی چلا میرے بتانے پر ۱۲ [2] جو بہک گئے ہیں آگے اور بہکا گئے بہتوں کو ۱۲

[3] اور اگر میں سوجھا ہوں تو اس سبب سے کہ وحی بھیجتا ہے مجھ کو میرا رب ۱۲

[4] اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جب تک وے نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے ۱۲

[5] ڈالی گئی اُن پر ذلت اور محتاجی اور کما لائے غصہ اللہ کا اس پر کہ وے تھے نہ مانتے حکم اللہ کے ۱۲

[6] پھر وہ کیسا کہ جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے ہاتھوں کے کیئے سے ۱۲

[7] اور جو تجھ کو بُرائی پہنچی سو تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲

[8] اور اللہ نے اُن کو اُلٹ دیا اُن کے کاموں پر ۱۲

[9] تو پکڑا ہم نے اُن کو بدلا اُن کی کمائی کا ۱۲

(۷) اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ - سیپارہ ۱۱ - سورۂ یونس - رکوع ۱ -

(۸) فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ - سیپارہ ۶ - سورۂ مائدہ - رکوع ۱ -

(۹) سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝ سیپارہ ۸ - سورۂ انعام - رکوع ۱۵ -

(۱۰) وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ سیپارہ ۴ - سورۂ آل عمران - رکوع ۱۹ -

(۱۱) اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ - سیپارہ ۴ - سورۂ آل عمران - رکوع ۱۷ -

(۱۲) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ - سیپارہ ۹ سورۂ اعراف - رکوع ۲۰ -

(۱۳) كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ - سیپارہ ۹ سورۂ اعراف - رکوع ۲۱ -

(۱۴) ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ - سیپارہ ۲۲ سورہ سباء رکوع ۲ -

ان آیاتِ کریمہ سے صاف واضح اور ظاہر ہے کہ آدمی کے اعمال بد اور افعال مکروہ سے

۱؎ ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ بدلا اُس کا جو کماتے تھے ۱۲

۲؎ سو ان کے عہد توڑنے پر ہم نے اُن کو لعنت کی ۱۲

۳؎ اب پہنچے گی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے یہاں اور عذاب سخت بدلہ حیلہ بنانے کا ۱۲

۴؎ اور کہیں گے چکھو جلن کی مار - یہ بدلا اُس کا جو تم نے بھیجا اپنے ہاتھوں اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ۱۲

۵؎ کیا جس وقت تم کو پہنچے ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس کے ۲ برابر کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

۶؎ پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے بدلا ان کی شرارت کا ۱۲

۷؎ یوں ہم آزمانے لگے اُن کو اس واسطے کہ بے حکم تھے ۱۲

۸؎ یہ بدلا دیا ہم نے اُن کو اس پر کہ ناشکری کی اور ہم بدلا اُسی کو دیتے ہیں جو ناشکرا ہو - ۱۲

آدمی پر وبال آتا ہے۔ جب ہر ایک تکلیف کا سرچشمہ گناہ ٹھہرا جب ہر ایک گناہ کا نتیجہ تکلیف ٹھہری تو منصفو۔ بیجا تعجب میں ہلاک نہ ہونے والو۔ قیامت میں نجات کے امیدوارو۔ راستی پسندو سوچو اور اندازہ کرو۔ کہ حسب تعلیم قرآن حضرت انسان کو گناہ سے کیسی نفرت ضرور ہے اور آدمی کو خدا کی نافرمانی سے بچنا کیسا لابد ہوا۔ بھلائی کے لینے میں اور برائی سے بچنے کے لئے مسلمانوں قرآن کے ماننے والوں کو کیسی تاکید ہوئی جب ہر ایک تنزل اور مصیبت گناہ کا نتیجہ ہوا۔ تو اہل اسلام کو کہاں تک ترقی کرنے اور عصیان الٰہی سے بچنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ جن نافہم لوگوں نے کہا ہے۔ کہ گناہ کو مسلمان ایک خفیف حرکت اور وہ بھی خدا کی طرف سے مان کر گناہ میں بیباک ہیں۔ وہ سوچیں کہ اُن کی بات کچھ بھی راست ہے۔

مَیں اُن آیات کا مفصل ذکر کروں گا جنکے معانی نہ سمجھنے سے عربی لغت یا قرآنی مہارت سے بے بہرہ لوگوں نے یہ غلط خیال کیا ہے۔ کہ قرآن جبر کی تعلیم دیتا ہے اور انسان کو جیسے حیوانوں سے صرف دو ہی باتوں میں امتیاز حاصل ہے کہ انسان غیر محدود ترقی کی استعداد رکھتا ہے۔ اور حیوانات محدود عروج کی۔ انسان کسبی ترقی دوسرے بنی نوع یا بنی جنس کو سکھا سکتا ہے اور حیوان اس میں عاجز ہے۔

لیکن ان آیات کے بیان سے پہلے اس امر کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ شیطان کو مذہب اسلام میں ایسا اختیار حاصل نہیں کہ وہ آدمیوں کو خواہ مخواہ گمراہ کر دے یا گناہ کرنے پر مجبور کر دے۔ شیطان چاہو اُسے موجود خارج عن الانسان مانو۔ چاہو اُسے انسانی قوت۔ چاہے کسی بڑے شریر کو کہو۔ چاہے اُن شریر امرا کو کہو جن کی خوشامد اور ڈر سے آدمی کسی وقت معاصی کا مرتکب ہوتا ہے۔ غرض شیطان کو یہ اختیار نہیں کہ انسان کی اُس استطاعت اور قدرت کو جسکے باعث انسان نیک و بد کا فاعل اور عامل اور کاسب کہا گیا[۱] سلب کر دے۔

۱؎ اہل اسلام جس طرح اس قوت امارہ یا ساکن بین جنبین یا خون کے مانند انسان کے رگ و ریشے میں چلنے والی یا قوت وہمی کی تعریف و تحدید کرتے ہیں ہرگز عُقلا کے نزدیک محل اعتراض نہیں۔ اِلّا انجیلی شیطان کا جو خدا کے مقابل (باقی صفحہ ۴۱۷ پر)

بلکہ ہدایت اور ضلالت کی نسبت قرآن نے صاف بتایا ہے کہ وہ مکلف انسان کی وسعت اور استطاعت میں ہے۔ دیکھو آیاتِ ذیل۔

مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ سیپارہ ۱۵۔ سورہ کھف۔ رکوع ۴۔ [1]

اور آیہ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى۔ سیپارہ ۲۴۔ حٰم سجدہ۔ رکوع ۲۔ [2]

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ سیپارہ ۳۔ سورہ بقرہ۔ رکوع ۴۔ [3]

اب ہم اُن آیات کو لکھتے ہیں جن میں گمراہ کنندوں کا تذکرہ ہے۔ ان پر غور کرو۔

يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ۔ سیپارہ ۵۔ سورہ نسآء۔ رکوع ۹۔ [4]

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ۔ سیپارہ ۱۹۔ سورہ نمل۔ رکوع ۲۔ [5]

ان آیات مذکورہ بالا میں شیطان کی ترغیب ثابت ہے اور یہ ظاہر امر ہے شیطان کا انسان کو مجبور کرنا ثابت نہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶:- ایک اور قادر مطلق مانا گیا ہے جس کے ہاتھ سے تنگ آکر اور جس کی دست درازی سے سخت مجبور ہو کر اپنے بندوں کے بچانے کیلئے اُسے پھانسی ملنا پڑا اور پھر بھی وہ دہن دریدہ شیر انکی ذریت کے پیچھے ہی لگا رہا۔ اور سینکڑوں روح القدسوں کے دل خوش کن وعدے خدا کے بیٹوں کو اس کے ہاتھوں سے چھڑا نہ سکے۔ وہ زبردست محیط جس نے مسیح کو ایک ٹیلے پر چڑھا کر کل دنیا دکھا دی۔ وہ چالاک جس نے پطرس جیسوں سے عجیب کھیل کھیلے۔ عیسائیوں کو فلسفہ کے موافق ثبوت دینا ضرور ہے۔ قرآن کو مبارکی ہو کہ اُن مضحکات سے پاک اور بالکل پاک ہے۔ ہاں ایوب کی کتاب کا پہلا دوسرا باب ضرور ضرور مطالعہ فرمائیے اور انصاف اور ایمان سے سوچکر قرآن پر اعتراض کیجئے۔

[1] اور جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔ ۱۲

[2] جو ثمود تھے سو ہم نے اُن کو راہ بتائی پھر اُن کو خوش لگا اندھے رہنا۔ ۱۲

[3] اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اُس کی گنجائش ہے۔ ۱۲

[4] چاہتا ہے شیطان کہ اُن کو بہکائے۔ ۱۲

[5] اور بھلے دکھائے ہیں اُن کو شیطان نے ان کے کام۔ ۱۲

[۱] فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۔ سیپارہ ۲۰۔ سورہ قصص رکوع ۵

[۲] وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورہ ص۔ رکوع ۲۔

[۳] وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ۔ سیپارہ ۱۳۔ سورہ یوسف۔ رکوع ۷۔

ان آیات میں اضلال اور گمراہ کرنے کی نسبت انسانی خاص قویٰ کی طرف ہے۔

[۴] وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۔ سیپارہ ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۵۔

[۵] وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ۔ سیپارہ ۱۹۔ سورہ شعرا۔ رکوع ۵۔

[۶] اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ ۔ سیپارہ ۲۹۔ سورہ نوح۔ رکوع ۲۔

ان آیات میں اضلال کی نسبت اشرار اور بدکار لوگوں کی طرف ہے۔

۱۔ [۷] وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ ۔ سیپارہ ۸۔ سورہ انعام۔ ع ۱۶

۲۔ [۸] قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا ۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۴۔

۳۔ [۹] وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۔ سیپارہ ۳۔ سورہ بقرہ۔ رکوع ۳۴۔

---

۱ تو جان لے کہ وے چلتے ہیں پیچھے اپنی خواہش کے اور اس سے بہکا کون جو چلے اپنی خواہش پر بن راہ بتائے اللہ کے ۱۲

۲ اور نہ چل جی کی چاہ پر پھر تجھ کو بہکاوے اللہ کی راہ سے ۱۲۔

۳ اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو۔ جی تو سکھاتا ہے برائی ۱۲۔

۴ اور جو لوگ ہیں لپٹے مزوں کے پیچھے۔ وے چاہتے ہیں کہ تم مڑ جاؤ راہ سے بہت دور ۱۲۔

۵ اور ہم کو راہ سے بھلایا ان گنہگاروں نے ۱۲۔

۶ اگر تو چھوڑے تو یقیناً بہکا دیں تیرے بندوں کو ۱۲

۷ اور اسی طرح بھی دکھائی ہے بہت مشرکین کو اولاد مارنی اُن کے شریکوں نے ۱۲۔

۸ کہا پچھلوں نے پہلوں کو۔ رب ہمارے ہم کو انہوں نے گمراہ کیا ۱۲۔

۹ اور وے جو منکر ہیں اُن کے رفیق ہیں شیطان ۱۲۔

۴۔ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا[۱] ۔ سیپارہ ۲۲ ۔ سورہ احزاب رکوع ۸

۵۔ فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا[۲] ۔ سیپارہ ۱۳ سورہ ابراہیم رکوع ۳

۶۔ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ[۳] ۔ سیپارہ ۲۲ سورہ سبا رکوع ۳

۷۔ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَىٰ[۴]

لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۔ سیپارہ ۱۹ ۔ سورہ فرقان ۔ رکوع ۳ ۔

قانون فطرت پر نظر کرنے سے یہ سب اضلال کے اسباب ظاہر و باہر ہیں ۔ اب شیطانی طاقت کے محدود ہونے کی دلیل قرآن سے سنو ۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ[۵] ۔ سیپارہ ۱۴ ۔ سورہ حجر ۔ رکوع ۳ ۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ[۶]

السَّعِيرِ ۔ سیپارہ ۲۲ ۔ سورہ فاطر ۔ رکوع ۱ ۔

يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ[۷] ۔ سیپارہ ۲۲ سورہ سبا رکوع ۳

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ[۸]

---

۱ اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا پھر انہوں نے بہکا دیا ہم کو راہ سے ۔۱۲

۲ پھر کہیں گے کمزور بڑائی والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے ۔۱۲

۳ کہتے ہیں جن کو کمزور سمجھا تھا ۔ بڑائی کرنے والوں کو تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوتے ۔۱۲

۴ اور جس دن کاٹ کاٹ کر کھاوے گا گنہگار اپنے ہاتھ کہے گا کسی طرح میں نے پکڑی ہوتی رسول کے ساتھ راہ ۔ اے خرابی میری کہیں نہ پکڑی ہوتی میں نے فلانے کی دوستی ۔۱۲

۵ جو میرے بندے ہیں تجھ کو اُن پر کچھ زور نہیں ۱۲

۶ تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے ۔ سو تم سمجھ رکھو اس کو دشمن وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے ۔ کہ ہو ویں دوزخ والوں میں ۔۱۲

۷ کہتے ہیں جن کو کمزور سمجھا تھا بڑائی کرنے والوں کو تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوتے ۔۱۲

۸ کہنے لگے بڑائی کرنے والے کمزور کئے گیوں کو کیا ہم نے روک رکھا تم کو سوجھ کی بات سے ۔ تمہارے پاس پہنچے پیچھے کوئی نہیں تمہیں تھے گنہگار ۔۱۲

جَآءَکُمْ بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ - سیپارہ ۲۲ - سورہ سبا - رکوع ۴ -

معلوم ہو گیا شیطان کی طاقت ہم کو ہرگز ہرگز مجبور نہیں کرتی کہ ہم طوعاً و کرہاً ضلالت کی طرف کھینچے چلے جاویں۔

اب میں ان آیات کریمہ کا ذکر کرتا ہوں جن سے پادری صاحبوں یا اور نافہموں نے استدلال کیا ہے کہ انسان مجبور ہے۔ یہ مجبور کا لفظ عربی ہے۔ تمام قرآن اور کسی حدیث میں اس کا ثبوت نہیں اور نہ یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے خدا کو کیا ضرور ہے کہ کسی کو مجبور کرے۔

پہلی آیت

خَتَمَ[۱] اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ۔ سیپارہ ۱ - سورہ بقر - رکوع ۱

سوال: جب خدائی مُہر دلوں پر لگ گئی تو ہدایت کیونکر ممکن ہوگی۔

جواب - اسی قرآن میں مُہر کی وجہ اور جس لاکھ کی مُہر ہے اس کا پتہ اور اس کا سبب مرقوم ہے وہ سبب اور وہ مُہر اور وہ لاکھ ہٹا دو وہ خدائی مُہر خود اکھڑ جائے گی۔ سنو۔

وَقَوْلِہِمْ[۲] قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْہَا بِکُفْرِہِمْ۔ سیپارہ ۶ - سورہ نساء - رکوع ۲۲

کَذٰلِکَ[۳] یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ سیپارہ ۲۴ - سورہ مومن - رکوع ۴

کَلَّا[۴] بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ سیپارہ ۳۰ - سورہ مطففین - رکوع ۱

دیکھو کفر اور تکبر اور بد اعمالی کے سبب مُہر لگتی ہے ان بُری باتوں کو چھوڑ دو۔ مُہر ہٹی ہوئی دیکھ لو۔ خدائے تعالےٰ نے اپنے قانونِ قدرت میں یہ بات رکھدی ہے کہ جن قویٰ سے کام نہ لیا جاوے وہ قویٰ بتدریج اور آہستہ آہستہ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ قویٰ جن سے کام نہیں لیا

---

[۱] مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے ۱۲

[۲] اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے کوئی نہیں پر اللہ تعالےٰ نے مُہر کی ہے ان پر مارے کفر کے۔ ۱۲

[۳] اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے ۱۲

[۴] کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وے کماتے تھے۔ ۱۲

گیا اسی طرح سے بیکار اور معطل رہتے رہتے بالکل نکمے ہو جاتے ہیں۔ اور اُن پر صادق آتا ہے کہ اب ان قویٰ پر اور ان قویٰ کے رکھنے والوں پر مُہر لگ گئی ہے۔ ہر ایک گناہ کا مرتکب دیکھ لے جب وہ پہلے پہل کسی برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت اس کے مَلَکی قویٰ کیسے مضطرب ہوتے ہیں پھر جیسے وہ ہر روز برائی کرتا جاتا ہے ویسے آہستہ آہستہ وہ اضطراب اور حیا اور تامل جو پہلے دن اس بدکار کو لاحق ہوا تھا وہ اُڑ جاتا ہے۔ تمہیں تعجب اور انکار کیوں ہے۔ انسانی نیچر اور فطرت اور اُس کے محاورے کی بولی پر غور کرو۔ شریر اور بدذات آدمی کو ایک ناصح فصیح نہیں کہتا کہ اُن کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ اُن کے کان بہرے ہو گئے۔ ان کی سمجھ پر تالے لگ گئے۔ کیا ان مجازوں سے حقیقت مراد ہوتی ہے۔

دوسری آیت

فَرِیْقًا هَدٰی وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ[۱]۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۳۶

اس کا جواب خود اسی آیت کے آگے موجود ہے۔

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ[۲]۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۳۶۔

جب شیطان کی محبت چھوڑ دی جاوے تو یہ سزا اُٹھ جاتی ہے۔

تیسری آیت

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ[۳]۔ سیپارہ ۲۲۔ سورہ یٰس۔ رکوع ۱۶۔

اس کا جواب قرآن کریم دے چکا ہے۔

---

[۱] ایک فرقے کو راہ دی اور ایک فرقے پر ٹھہری گمراہی ۱۲۔

[۲] انہوں نے پکڑا شیطانوں کو رفیق اللہ چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وے راہ پر ہیں ۱۲۔

[۳] ثابت ہو چکی ہے بات ان بہتوں پر سو وے نہ مانیں گے ۱۲۔

¹ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ؀ سیپارہ ۲۴۔ سورہ مومن ع ۱

² وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ۔ سیپارہ ۸۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۳

³ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ۔ سیپارہ ۲۰۔ سورہ نمل۔ رکوع ۷۔

قول اور کلمے کے معنی وہ لازمی معین سزا اور عذاب ہے جو بحسب قانونِ قدرتِ اعمالِ بد کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ انہیں امور کو الہامی زبان میں اس قسم کے محاورات میں ادا کیا جاتا ہے۔ اُنکے لئے معین ہو چکا ہے۔ ان کے لئے لکھا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان امور مشاہدہ کا کون انکار کر سکتا ہے۔

چوتھی آیت

⁴ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ سیپارہ ۲۹۔ سورہ مدثر۔ رکوع ۲

⁵ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ؕ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ سیپارہ ۳۰۔ سورہ تکویر ع ۱

جواب: معدوم کو موجود کرنا خدا کا کام ہے۔ مخلوق میں ہاں حیوان اور انسان کے دل میں کسی ارادے اور مشیت کا پیدا کر دینا بیشک باری تعالیٰ کا کام ہے۔ الا ہر ایک منصف جانتا ہے کہ صرف مشیت اور ارادے کے وجود سے کسی فعل کا وجود ضروری اور لازمی امر نہیں۔ یقیناً قویٰ فطری کا خلق اور عطا کرنا جن پر ہر گونہ افعال کا وجود و ظہور مترتب و متفرع ہو سکتا ہے۔ خالق ہی کا کام ہے اس لطیف نکتے کے سمجھانے کے لئے اور نیز اس امر کے اظہار کرنے کو کہ قویٰ طبعی اور کائنات سے کوئی وجود اصل امر خلق میں شریک نہیں سب اشیاء کی علت العلل میں ہی ہوں باری تعالیٰ سب افعال کو بلکہ ان افعال کو بھی جو ہم معائنے اور مشاہدے کے طور پر انسان اور

---

¹ اور ویسی ہی ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی منکروں پر کہ یہ ہیں دوزخ والے ۱۲

² اور ایک فرقے پر ٹھہری گمراہی انہوں نے پکڑا شیطان کو رفیق ۱۲

³ اور پڑ چکی اُن پر بات اس واسطے کہ انہوں نے شرارت کی۔ سو وے کچھ نہیں بولتے ۱۲

⁴ پھر جو کوئی چاہے اُسے یاد کرے اور وے یاد بھی کریں کہ چاہے اللہ ۱۲

⁵ اور جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے اور تم جبھی چاہو کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب ۱۲

حیوان سے سرزد ہوتے دیکھتے ہیں اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ کہیں قرآن میں فرماتا ہے ہوا بادلوں کو ہانک لاتی ہے۔ کہیں فرماتا ہے ہم بادلوں کو ہانکتے ہیں۔ ہم ہی گایوں اور بھینسوں کے تھنوں میں دودھ بناتے ہیں ہم ہی اناج بوتے ہیں ہم ہی کھیت اُگاتے ہیں اور تامل کے بعد یہ سب نسبتیں جو ظاہرًا متضاد الطرفین ہیں بالکل صحیح اور حقیقۃً بالکل صداقت ہیں۔

پانچویں آیت

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ۔ سیپارہ ۲۴۔ سورۃ فصلت۔ رکوع ۳۔[1]

اس آیت کے اشکال کو خود قرآن نے حل کر دیا ہے اور ہمنشینوں کے باعث تعین اور وجہ تقرر کو بتلا دیا ہے۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔ سیپارہ ۲۵۔ سورۃ زخرف۔ رکوع ۴۔[2]

اب ظاہر ہے کہ ذکر الہی کے چھوڑ دینے کے سبب سے شیطان نے اس پر تسلط پایا۔

چھٹی آیت

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا۔[3] سیپارہ ۷۔ سورۃ انعام۔ رکوع ۱۳۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ۔[4] سیپارہ ۸۔ سورۃ انعام۔ رکوع ۱۴

یہ جملہ شرطیہ جملہ ہے۔ اور اس کا مطلب صاف ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ایسا کر سکتے۔ لیکن باریتعالے نے علی العموم لوگوں کو ہدایت محض اور ضلالتِ محض پر مجبول نہیں کیا۔ اور نہ حکمت ایزدی اس امر کی متقاضی ہو سکتی تھی یہی معنی اس آیت کے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو وہ شرک نہ کرتے یعنی ان کو ہدایت

---

[1] اور لگا دیے ہم نے ان پر تعیناتی پھر انہوں نے بھلا دکھایا ان کو جو ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ٹھیک پڑی ان پر بات مل کر سب فرقوں میں جو ہو چکے ہیں ان سے آگے جنوں کے اور آدمیوں کے کہ وہ تھے ٹوٹے والے ۱۲

[2] اور جو کوئی آنکھ چرائے رحمٰن کی یاد سے ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان پھر وہ ہے اس کا ساتھی۔ ۱۲

[3] اور اگر اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے۔ [4] اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے ۱۲

محض پر مجبول و مخلوق کر دیتے۔ رہا یہ امر کہ کیوں ایسا نہ کیا۔ یہ جدا حکیمانہ بحث ہے اور خدا کے فضل سے ہم خوب فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ امر ہماری اصل مبحث سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں مخاطبین کے مسلمات سے ہیں۔ ہاں آریہ کے جواب میں اس وجہ کو ہم نے مفصل لکھا ہے اور کچھ اشارۃً آگے آتا ہے۔

ساتویں آیت

وَتَمَّتْ[1] كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ سیپارہ ۱۲۔ سورہ ھود۔ ع
لَأَمْلَأَنَّ[2] جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورہ ص۔ رکوع ۵۔

پس اوپر کی آیت کی تفسیر نہایت صاف ہے اور النّاس اور الجنّۃ پر الف لام عہد ذہنی ہے۔ جس کی تشریح اس اگلی آیت نے شیطان اور اُسکے تابعین سے کر دی کہ وہ سب کون لوگ ہیں۔

آٹھویں آیت

يُضِلُّ[3] بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ۔ سیپارہ ۱۔ سورہ بقر۔ رکوع ۳۔

کیسا صاف مطلب ہے کہ فاسق ہی اس کتاب کریم کو پڑھ کر گمراہ ہوتے ہیں ورنہ مومنوں کے لئے شفا اور راحت اور نور ہے۔

نویں آیت

أَتُرِيدُونَ[4] أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا۔ ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۱۲

یہ آیت اپنے ماقبل اور اپنے مابعد کے ساتھ ملانے سے صاف ظاہر کرتی ہے کہ منافقوں کے حق میں ہے اور صریح اہل نفاق کے حق میں وارد ہے منافق اپنے کئے پر گمراہ ہوئے۔

---

[1] پورا ہوا کلمہ تیرے رب کا کہ البتہ بھروں گا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔ ۱۲

[2] مجھ کو بھرنا دوزخ تجھ سے اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سے سارے۔ ۱۲

[3] گمراہ کرتا ہے اس سے بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے۔ اللہ گمراہ کرتا ہے انہیں کو جو بے حکم ہیں۔ ۱۲

[4] کیا تم چاہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو اللہ راہ نہ دے پھر تو نہ پاوے اس کے واسطے کوئی راہ۔ ۱۲

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۔ سیپارہ ۵ سورہ نساء۔ رکوع ۱۲

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا

س ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۲۱۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۔ سیپارہ ۵ - سورہ نساء۔ رکوع ۲۰

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ سیپارہ ۶ - سورہ نساء۔ رکوع ۲۳

دسویں آیت

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ سیپارہ ۶ - سورہ مائدہ۔ رکوع ۹۔

تشریح وتوضیح

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ط سیپارہ ۶ - سورہ مائدہ۔ رکوع ۳۴

---

۱ اور اللہ نے اُن کو الٹ دیا اُن کے کاموں پر۔ ۱۲

۲ لٹکتے دونوں کے بیچ ادھر ہیں نہ ان کی طرف نہ ان کی طرف اور جس کو بھٹکاوے اللہ پھر تو نہ پاوے اسکے واسطے کہیں راہ ۔ ۱۲

۳ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر بڑھتے گئے انکار میں ۔ اللہ ان کو بخشنے والا نہیں اور نہ اُن کو دیوے راہ ۔ ۱۲

۴ جو لوگ منکر ہوئے اور حق دبا رکھا۔ ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں اُنکو اور نہ اُنکو ملاوے راہ مگر راہ دوزخ کی پڑے رہیں اس میں ہمیشہ ۱۲

۵ اور اس حکم سے جو تجھ کو اُترا تیرے رب کی طرف سے اُن کو بڑھے گی اور شرارت اور انکار ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور بیر قیامت کے دن تک ۱۲

۶ اور وے جو کہتے ہیں اپنے تئیں نصاریٰ اُن سے بھی لیا تھا ہم نے عہد اُن کا۔ پھر بھول گئے ایک فائدہ اپنا اس نصیحت سے جو اُن کو کی تھی۔ پھر ہم نے لگادی اُنکے آپس میں دشمنی اور کینہ قیامت کے دن تک ۱۲

یعنی القائے عداوت اور ازدیاد طغیان اور کفر کی علت۔ بھول جانا اس نصیحت کا اور توڑنا اُس عہد کا ہے جو چند دن سے باندھا۔ کیسا صاف علت و معلول اور سبب و مسبب کا سلسلہ ہے اور غور کرنے پر کچھ بھی اشکال نہیں رہتا۔

گیارھویں آیت

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ[1] سیپارہ ۹۔ سورہ اعراف۔ رکوع ۲۳

بارھویں آیت

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[2]۔ سیپارہ ۲۲۔ سورہ فاطر۔ رکوع ۲

تشریح و توضیح

قرآن نے ان دو گروہوں کی تفصیل فرما دی۔

اول گروہ جن کو خدا تعالیٰ نے گمراہ کیا۔

[3] اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا۔ سیپارہ ۶۔ سورہ نساء۔ ع ۲۳

[4] كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ س ۲۴۔ سورہ مومن ع ۴۔

[5] جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ سیپارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل۔ ع ۵

یعنی کفر۔ ظلم۔ اسراف۔ ارتیاب۔ اللہ کی آیات میں مجادلہ۔ آخرت پر ایمان نہ لانا یہ سب سامان ضلالت کے ہیں۔

ف ۱ جس کو اللہ بہکاوے اُسے کوئی نہیں راہ دینے والا ۱۲

ف ۲ کیونکر بھٹکاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے ۱۲

ف ۳ ترجمہ اس آیت کا گذر چکا ۱۲

ف ۴ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ اس کو جو ہو زیادتی والا شک کرتا۔ وے جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر سند کے جو پہنچی اُن کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں اور ایمانداروں کے یہاں اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے ۱۲

ف ۵ کر دیتے ہیں ہم بیچ میں تیرے اور ان لوگوں کے جو نہیں مانتے پچھلا جینا ایک پردہ ڈھانکا ۱۲

اور دوسری قسم مہدیین۔

۱ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ط سیپارہ ۶۔ سورہ نسآء۔ رکوع ۲۴۔

۲ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیپارہ ۶۔ سورہ مائدہ ع ۳۔

۳ وَلَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِہٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِیْتًا وَّاِذًا لَّاٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِیْمًا وَّلَھَدَیْنٰھُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ط سیپارہ ۵۔ سورہ نسآء۔ ع ۱۰۔

۴ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ۔ سیپارہ ۱۱ سورہ یونس۔ رکوع ۱۔

۵ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط سیپارہ ۲۱۔ سورہ عنکبوت۔ رکوع ۷۔

۶ فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی۔ سیپارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ۔ رکوع ۷۔

---

۱ سو جو یقین لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر میں اور فضل میں اور پہنچا دے گا اپنی طرف سیدھی راہ پر ۱۲

۲ تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی ہے جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہوا اُس کی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور اُن کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور اُن کو چلاتا ہے سیدھی راہ ۱۲

۳ اور اگر یہی کریں جو اُن کو نصیحت ہوتی ہے تو ان کے حق میں بہتر ہو اور زیادہ ثابت ہو دین میں اور ایسے ہم دیں ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور چلا دیں اُن کو سیدھی راہ ۱۲

۴ راہ دے گا اُن کو رب اُن کا اُن کے ایمان سے ۱۲

۵ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے اُن کو اپنی راہیں ۱۲

۶ پھر جو چلا میری بتائی راہ پر نہ بہکے گا وہ اور نہ تکلیف میں پڑے گا ۱۲

تیرھویں آیت

(١) وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ سیپارہ ۸ سورہ اعراف۔ رکوع ۳۔

(٢) وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۔ س ۲۵ سورہ زخرف ع ۲

(٣) سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

سیپارہ ۸ سورہ انعام۔ ع ۱۸

اپنے آپ کو مجبور کہنے والوں کو کیسے کیسے سخت جواب دئے ہیں بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ مجبور سمجھنے والے جھوٹ بولتے ہیں میرے ایک دوست فرماتے ہیں لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ماقبل کے خلاف معلوم ہوتا ہے افسوس انہوں نے نہایت لطیف بات نہ سمجھی۔ باریتعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اگر ہم مجبول کرنے کو ہوتے اور خواہ مخواہ کسی کو ایک طرف لگانا چاہتے تو ہماری ذات بابرکات کسی کو گمراہ نہ بناتی جیسا جاہل اور جھوٹے شخص کا خیال ہے۔ ہم مجبول کرتے تو سب کو خواہ مخواہ ہدایت پر چلنے کیلئے پیدا کر دیتے اور جیسے تندرست آنکھ کو دیکھنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے وہ دیکھتی ہے سن نہیں سکتی۔ اور کانوں کو سننے کے لئے بنایا ہے اور وہ دیکھ نہیں سکتے۔ ایسے ہی اگر تمام لوگ ہدایت کے لئے بنائے جاتے

۱؎ اور جب کریں کچھ عیب کا کام کہیں ہم نے پایا اس پر اپنے باپ دادوں کو اور اللہ نے ہم کو یہ حکم کیا۔ تو کہہ کہ اللہ حکم نہیں کرتا عیب کے کام کو ۱۲

۲؎ اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمٰن ہم نہ پوجتے اُن کو۔ کچھ خبر نہیں اُن کو اُس کی یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں ۱۲

۳؎ اب کہیں گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ ٹھہراتے ہم نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کر لیتے کوئی چیز۔ اسی طرح جھٹلائے گئے اُن سے اگلے جب تک چکھا ہمارا عذاب۔ تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ ہمارے آگے نکالو۔ نری اٹکل پر چلتے ہو تجویزیں کرتے ہو۔ تو کہہ پس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو راہ دیتا تم سب کو ۱۲

توسب نیک ہی ہوتے۔ اور اگر تمام کفر کے لئے بنائے جاتے تو سارے کافر ہو جاتے۔ الآجس حالت میں ہماری ذات بابرکات نے سب کو خواہ مخواہ ہدایت یاب ہونے پر مجبول نہیں کیا تو کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ ہم نے او مشرکو تم کو مشرک بننے پر مجبول کیا ہے۔ نہیں یہ بات غلط ہے۔ غرض نہ اللہ تعالے نے علی العموم لوگوں کو ہدایت پر مجبول کیا ہے اور نہ شرک پر۔ اُسے جبر کرنے کی کیا حاجت۔ وہ برائی کرنا چاہے اور پھر جبر کرا دے۔ دیکھو ہم کو کوئی زور سے بُرے کام پر لیجاتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو وسعت اور قدرت دی ہے اور تکلیفات شرعیہ پر ہمیں کہا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اور فرمایا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ[1]۔ سیپارہ ۱۵۔ سورۂ کہف۔ رکوع ۴۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَھَدَیْنٰھُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْھُدٰی[2]۔ سیپارہ ۲۴۔ سورہ حٰم سجدہ۔ ع ۲۔

بلکہ شرعی طاقت اور استطاعت عقلی طاقت اور استطاعت سے بھی وسیع ہے۔ دیکھو

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا[3] س ۳۔ سورہ بقر۔ رکوع ۴۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا[4]۔ سیپارہ ۴۔ سورہ آل عمران۔ ع ۱۰۔

فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی[5]۔ سیپارہ ۳۰۔ سورہ لیل۔ رکوع ۱۔

حج

کل دُنیا کی ترقی کا مدار قومی اجتماع پر ہے۔ تمام مہذب بلاد میں جب تہذیب شروع ہوئی اس وقت بھی یہی کلب و انجمنیں بنیں حضور علیہ السلام کے دین میں اللہ تعالیٰ نے قومی اجتماع کے

---

[1] پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ۱۲

[2] اور جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راہ بتائی پھر ان کو خوش لگا اندھے رہنا سوجھنے سے ۱۲

[3] اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے ۱۲

[4] اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پائے اس تک راہ ۱۲

[5] تو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے ہم اس کو آسانی میں ۱۲

عجیب و غریب سامان تجویز فرمائے۔ اور ایسے رُوحانی محرک اُن میں رکھے جس کے باعث ان انجمنوں کے برہم ہونے کا خطرہ نہ رہا۔

اہل محلہ کے روزانہ اجتماع کے لئے پانچ وقت کی جماعت کو واجب کیا۔ رات کو سب لوگ اپنے گھروں میں سوتے ہیں شبینہ واقعات میں اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو علی الصباح نماز فجر کی جماعت میں یہ امر حاصل ہے۔ اب بازار کی آمد و رفت شروع ہوئی مختلف معاملات خارجیہ پیش آئے تو دوپہر کے بعد جماعت کا وقت آگیا۔ عصر روزانہ اوقات کا اختتام ہے اور ابھی اہل تجارت و حرفہ غالب عمرانات میں گھر نہیں پہنچے۔ عین اس وقت کے معاملات پر اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو عصر کی جماعت کا عمدہ موقع ہے۔ شام کو گھر پہنچے وہاں کے نئے معاملات جو غیبوبت میں ہوئے اگر باعث اجتماع ہیں تو جماعت نماز شام اس کے لئے موزون ہے ۹، ۱۰ بجے رات کو الگ الگ ہونے کا وقت آگیا۔ مناسب ہے سب آپس میں الوداعی رخصت کر لیں اور یہی عشا کا وقت ہے۔ اس روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں اگر تمام اہل بلاد کو تکلیف دی جاوے تو ایک قسم کی مالا یطاق ہے۔ اس لئے تمام شہر کے اہل اسلام کے واسطے ہفتے میں ایک دن جمعے کا اس اجتماع کے لئے تجویز ہوا لاکن اس اجتماع کے لئے حفظ صحت کے سامان کے واسطے نہانا، کپڑے بدلنا، صفائی ایک ضروری تھا۔ بنابراں اس کا وقت قریب نصف النہار تجویز کیا گیا۔ اور اس میں موسیٰ والی تشدید کہ سبت میں کام کرنے والے کو جلا دیا جائے۔ عالمگیر مذہب میں جس کا نام اسلام ہے مناسب نہ سمجھی زیادہ دیر تک اجتماع کو مخل صحت خیال کر کے اصل نماز سے اس نماز کو نصف کر دیا گیا۔ اور ایک خطیب (اسپیکر) کو حکم دیا گیا۔ کہ ضروریات پر کھڑے ہو کر لیکچر دے۔ اور بعد ختم نماز جمعہ کے حکم ہے چلے جاؤ۔ اور منتشر ہو جاؤ۔ قصبات اور دیہات کے اجتماع کے لئے عید کی نماز تجویز ہوئی۔ چونکہ یہ جلسہ بھاری اور سال میں کُل دو دفعہ ہوتا تھا۔ اور اس میں لوگوں کی کثرت تھی۔ اس لئے تبدیل لباس اور عطر و خوشبو لگانا جیسے جمعے میں حکم تھا۔ اس میں بھی رہا اور زیادہ تر اجتماع کے لحاظ سے حکم ہوا عید کا جلسہ شہر سے باہر میدان میں ہو تاکہ فرش ایر (تازہ ہوا) کی روک نہ ہے۔ چونکہ میدان

محل انجمن ٹھہرا اور غالب عمرانات میں دُھوپ کا خوف ہوا۔ اس لئے ابتدائے روز عید کا وقت ٹھہرایا گیا۔

عید میں رُوحانی محرک دو رکعت کی نماز ہے اور بعد نماز کے ضروری ضروری باتوں پر لکچر ہے (جسے خطبہ کہتے ہیں)۔

تمام قوموں میں میلوں کا رواج ہے۔ اور میلوں کا ہونا عمدہ مصالح دُنیوی پر مبنی ہے۔ کُل مذاہب اور تمام اقوام کے میلے خالص توحید سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ کہیں غیراللہ کی پرستش ہے۔ کہیں صرف دنیوی خیال ہے جو فانی اور غیر باقی ہے۔ اُن کو عظمت الٰہی سے کچھ سروکار نہیں۔

اسلامی میلہ عید کا تمام دنیا کے میلوں سے رُوحانیت میں بڑھا ہوا ہے۔ اب تمام اہل اسلام کے اجتماع کے لئے صدر مقام کی ضرورت تھی۔ تاکہ مختلف بلاد کے بھائی اور اسلامی رشتے کے سلسلے میں یکتا باہم مل جاویں۔ مگر ایسے اجتماع کے لئے اول تو کُل اہل اسلام کا اکٹھا ہونا اور امیر و فقیر کا جانا محال تھا۔ علاوہ بریں فقرا اور محتاجوں کے جانے میں کوئی بڑے فائدے مترتب ہونیکی امید بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے حکم ہوا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ سیپارہ ۴۔ رکوع ۱

اور یہ بھی ہے کہ امرا کے حق میں عیش اور کبر ہی مہلک امراض اور ترقی کے دشمن ہیں دُور و دراز کا سفر کرنا۔ احباب اور اقارب کو چھوڑنا۔ سردی اور گرمی کی برداشت کرنا۔ مختلف بلاد کے علوم اور فنون اور اقسام مذاہب اور عادات پر واقف ہونا۔ سُستی اور نفس پروری کا خوب استیصال کرتا ہے۔

حج کے اعمال کبر و بڑائی کے سخت دشمن ہیں۔ زیب و زینت کو ترک کرنا۔ غربا کے ساتھ ننگے سر کوسوں چلنا دنیا داروں مستوں، عیاشوں کو کیسی کیسی ہمت بڑھانے کا موجب ہے۔ غرض حج کیا ہے اسلامیوں کو تجربہ کار اور ہوشیار بنانا ہے

بے ریب ایک ملک کے فوائد کو دوسرے ملک تک پہنچانے میں جیسی طاقت دولت مند

رکھ سکتے ہیں ویسی علی العموم غریب لوگ نہیں رکھ سکتے۔ ایسے صدر مقام کے لئے کون سا مکان تجویز ہوتا۔ پس مکہ معظمہ سے کوئی مکان بہتر نہ تھا۔ کیونکہ اول تو وہ مقام مبدءِ اسلام تھا۔ دوم اُس میں ایسے لوگوں کی یادگاری تھی جن کی سعی اور کوشش سے سخت سے سخت بُت پرستی کا دُنیا سے استیصال ہوا اور خالص الٰہی توحید قائم ہوئی۔

تمام مساعی جمیلہ اشاعتِ اسلام کے جن لوگوں سے سرزد ہوئے اُن کا اصل مولد وہی شہر تھا۔ اگر کوئی چیز یادگار جوش دلانے والی دنیا میں ہوسکتی ہے تو مکے سے بہتر کوئی بھی نہیں۔ الاّ امرا کے ساتھ جن پر حج فرض ہے۔ ممکن بلکہ ضرور تھا کہ اُن کے نوکر چاکر بھی حج کرنے کو ساتھ جاویں۔ اور کچھ لوگ غربا میں سے عشق کے مجبور کئے ہوئے بھی وہاں پہنچیں۔ اس لئے اسلام نے بغرض کمال اتحاد اہل اسلام تجویز فرمایا کہ سب لوگ سادہ دو چادروں پر اکتفا کرکے امیر و غریب یکساں سر سے ننگے کرتے سے الگ سادہ وضع پر ظاہر ہوں۔ تاکہ ان کی یکتائی اور اتحاد کامل درجے پر پہنچے۔

۱۔ اس حالت کا نام احرام ہے۔ کچھ عقلی حُسن اس کا سُن چکے ہو کچھ اور سُن لو۔ زیب و زینت کی پہلی سیڑھی حجامت بنوانا، بال کتروانا ہے۔ اور اس کی ان ایام میں ممانعت ہے۔ جو وضع کے پابندوں کو محال نظر آتی ہے اور کتب مقدسہ میں اس طرز کی نظیر موجود ہے۔

"نذیر کے سر پر اُسترا نہ پھیرا جائے جب تک وے دن جن میں اُس نے اپنے آپکو خداوند کے لئے نذر کیا ہے گذر نہ جاویں۔ سر کے بال بڑھنے دے۔" گنتی ۶ باب ۵

۲۔ پھر اس مسجد میں جس کے وجود اور جس کی عظمت کا عنقریب ہم ثبوت دیں گے۔ ابراہیمی عبادت کی طرح پر ایک عبادت ہے۔ جسے طواف کہتے ہیں۔ پروانہ وار چند بار الٰہی مسجد کے گرد گھومنا۔ اس طواف کا ثبوت اگر دیکھنا ہو زبور ۲۶ کو دیکھو۔

۳۔ پھر صفا اور مَروَہ کے درمیان بیادگار اُمّ اسمٰعیل ہاجرہ علیہا السّلام چلنا۔ ہاجرہ کو جب ابراہیم نے یہاں چھوڑا تو انہوں نے ابراہیم سے پُوچھا۔ تو ہمیں کس کے سپرد کرتا ہے۔ تو ابراہیم نے

فرمایا خدا کے سپرد اور اُسی کے حکم سے۔ تب ہاجرہ نے کہا جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہ کرے گا آخر پیاس کی شدت میں پانی کی جستجو میں جب یہاں دوڑیں تو خدا نے زمزم سے اُنکی امداد کی۔ اس قسم کی یادگاریں اولادِ ابراہیم میں مروج تھیں۔ دیکھو پیدائش ۳۵ باب ۱۵ بلکہ یشوع نے بارہ پتھر جن کا ذکر یشوع ۴ باب میں ہے دریا سے صرف یادگار کے لئے اٹھائے اور دریا کے باہر لاکر رکھے۔ پولا ہلانے کی رسم جسکا ذکر احبار ۲۳ باب ۱۱ میں عیسائی مانتے ہیں مسیح کے جی اُٹھنے کی یادگار ہے۔

۴۔ پھر عرفات کے میدان میں جانا ایک ضروری فعل حج کا ہے۔ جہاں نہ کوئی پتھر نہ کوئی درخت صرف الٰہی یاد ہے۔ اور اُسی سے دُعا۔ دیکھو موسیٰ بھی فرعون کو کہتے ہیں۔ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے۔ کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وے بیابان میں میرے لئے عید کریں۔

۵۔ پھر حلق ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ بہت دنوں سے سر کھلا رہا۔ گرد و غبار پڑا۔ عام لوگوں کو سامان سر دھونے کا اس سے بہتر کیا ہے۔ کہ سر منڈوا دیں یا بالوں کو کٹوائیں۔ حلق کا رواج اور اس کا ثبوت مقدسہ کتب میں موجود ہے۔ دیکھو ایوب ۱۔ باب ۲۰۔ نذیر جماعت کے خیمے کے دروازے پر سر کی منت منڈاوے۔ گنتی ۶ باب ۱۸ بلکہ احبار ۱۴ باب ۹ میں تو چار ابرو کا صفایا مندرج ہے۔ متی ۸ باب ۴ میں اس کا جواز اور ان رسوم کا اتباع دیکھ لو۔

قربانی۔ نذیر کے پاس اگر کوئی ناگہاں مر جاوے۔ تو ایسی قمریاں یا کبوتر ایک خطا کی قربانی اور ایک سوختنی قربانی گذرانے۔ اور نذیر قربانی بے عیب یکسالہ برہ ایک خطا کی قربانی۔ دوسرا سوختنی قربانی کے لئے اور فطیری روٹی چپڑی ہوئی اور مہدی۔ میدے کے کلچے تیل سے چپڑے ہوئے کاہن کو دے۔ گنتی ۶۔ باب ۱۰۔ اور دیکھو پیدائش ۸ باب ۲۰ و ۱۲ باب ۸

کثرت قربانی۔ ۲۔ تاریخ ۷ باب ۵۔ اسلاطین ۸ باب ۵ میں دیکھنے کے قابل ہے۔ ہاں اتنی بات رہ گئی۔ مقدسہ کتب میں اجتماع کے لئے ترلئے اور ناقوس کی ابدی رسم ہے۔ اسلام نے اس کے بدلے کہیں اذان کے لطیف کلمات اور حج میں۔

لَبَّیْکَ[۱] لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

توجہ الے القبلہ (قبلے کی طرف منہ پھیرنا) - سچ ہے شک نہیں۔ سجدہ پرلے درجے کا عجز اور نیاز ہے۔ یہ عمدہ فعل ضرور ہے۔ کسی طرف واقع ہو۔ اور کوئی طرف ہو اس میں مخلوق کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے شارع نے خود ایک جہت مقرر کر دی جس میں کئی فائدے ہیں۔

اوّل[۱] یہ اشارہ کہ سب کو چاہئے ایک دل ہو کر معبود حقیقی کی عبادت کریں۔

دوم[۲] اہل اسلام اور منافقین میں مابہ الامتیاز ہو۔ اسی واسطے مکے میں آپ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ اور مدینے میں جب تشریف لائے تو بعد چند مدت کے مکّے کی طرف توجہ فرمائی۔ قرآن خود اس سِرّ اور بھید سے آگاہ کرتا ہے جہاں فرماتا ہے۔

وَمَا[۲] جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْھَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ۔ سورہ بقر۔ سیپارہ ۲

سوم[۳] جماعت کے انتظام میں خلل نہ ہو۔ اور تمام دنیا کے اہل اسلام یک جہت رہیں۔

چہارم[۴] قبلے کی طرف منہ کرنا ملت ابراہیمی کا نشان اور ان کی اولاد کا معمول ہے۔ دیکھو یشوع اور سارے اسرائیلی بزرگوں نے اپنے کپڑے پھاڑے اور خداوند کے عہد کے صندوق کے آگے شام تک اوندھے پڑے رہے یشوع ۷ باب ۶۔۱۔ سلاطین ۸ باب ۲۸۔۴۸۔ ترکیب آنے کی مقدس میں احبار ۱۶ باب۔ ملاکی ۳۔ باب ۴۔۱۔ اور تیرے آگے سجدہ کریں گے وے تیرے آگے منت کریں گے۔ اور کہیں گے یقیناً خدا تجھ میں ہے یسعیاہ ۴۵۔ باب ۱۴ دعا بیت اللہ میں مقبول ہے۔ ۲ تاریخ ۷ باب ۱۵۔

---

[۱] حاضر ہوں اے میرے خدا حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ حاضر ہوں بے شک حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ۱۲

[۲] اور نہیں کیا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر تو تھا مگر اس لئے کہ ظاہر ہو جاوے کہ کون رسول کے تابع ہے اس سے جو پھر جاتا ہے ایڑی پر ۱۲

دانیال اپنی کوٹھری کا دریچہ جو یروشلم کی طرف تھا۔ کھول کر دن میں تین دفعہ گھٹنے ٹیک کر اور داؤد بیت ایل کی طرف خدا کے حضور دعا اور شکر گذاری کرتے رہے۔ دانیال ۶ باب ۱۰ زبور ۹۹-۹ اور زبور ۱۳۸-۲

حجر اسود کیا ہے۔ ایک بن گھڑا پتھر ہے۔ چونکہ گھڑے ہوئے پتھروں کی عبادت ہوتی تھی اس واسطے ابراہیم اور اُن کی اولاد نے یادگار یا نشان کے لئے بن گھڑے پتھر رکھے تھے پیدائش ۲۸ باب ۱۸۔ یعقوب نے پتھر کھڑا کیا۔ اور اس پر تیل ڈالا۔ اور پیدائش ۳۵ باب ۱۵۔ اور یشوع ۴ باب ۵-۶۔ ہر ایک تم میں سے بنی اسرائیل کے فرقوں کے مطابق ایک ایک اپنے کاندھے پر رکھے۔ تو کہ تمہارے درمیان نشان ہو۔ پادری ان باتوں سے انکار نہیں کر سکتے۔

پُرانے زمانے میں کیا اس زمانے میں بھی تصویری زبان کا رواج ہے۔ اکثر آریہ ورت کے قصص تصویری زبان میں ہیں۔ اور کئی اخباروں میں تصویری زبان معمول ہے۔ سکندر اور دارا کے قصے میں تصویری زبان کی گفتگو مشہور ہے۔ عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں یشوع کے بارہ پتھر بارہ حواریوں کا اشارہ جانتے ہیں۔ یہودی قربانیاں مسیح برّے کی پھانسی بتاتے ہیں۔ بلکہ ختنہ بھی عیسےٰ ابن مریم کے قتل کا نشان کہتے ہیں پولا ہلانا جس کی نسبت احبار ۲۳ باب ۱۰ میں حکم ہے مسیح کا جی اٹھنا بیان کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں متی ۲۱ باب ۳۳-۴۲ میں لکھا ہے۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالےٰ نے آباد کیا۔ ایک باغ کا مہتمم بنایا (ایک شرع کا) مگر انہوں نے نافرمانی کی یہاں تک کہ اپنے آخری صلح کار (اکلوتے بیٹے) کو مار ڈالا۔ اس لئے خُدا اُن کو سزا دے گا۔ کونے کے پتھر سے جسے معماروں نے ناپسند کیا۔ یہی مضمون یسعیا ۲۸ باب ۱۶ میں ہے اور دانیال ۲ باب ۴۳ میں ہے۔ یہود غیر قوموں کو بھی پتھر کہتے تھے۔ اور ہمیشہ بنی اسمٰعیل کو یہ معمار قوم حقیر جانتے تھے۔ الا عرب میں قدیم سے اس لئے کہ وہ ان پڑھ قوم تھی تصویری زبان میں بطور پیشین گوئی اور بشارات کے یہ یسعیا ۲۸ باب ۱۶۔ اور متی ۲۱ باب ۴۲۔ اور دانیال ۲ باب ۴۳ والا کلام مکے میں اس طرح سے

تحریر ہوا کہ بیت اللہ کے کونے پر ایک بن گھڑا پتھر نصب کیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ یہ بات کیجاتی تھی کہ اُسے صرف ہاتھ لگاتے جو بیعت اور اقرار کا نشان ہے۔ مطلب یہ کہ اس پاک شہر میں وہ کونے کا پتھر ہوگا جس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضرور ہے۔ جو کوئی اس پر گرے گا چُور ہوگا جس پر یہ گرا اُسے پیس ڈالے گا۔ حسب بیان دانیال ۲ باب بابل کا حال دیکھ لو۔

نادان کہتے ہیں مسلمان پتھر کی پرستش کرتے ہیں۔ آریہ اور عیسائی بتائیں عبادت کسے کہتے ہیں۔ عبادت میں اُستتی حمد اور تعریف۔ پرارتھنا۔ یعنے دعا۔ اور اُپاشنا یعنی دھیان ضرور ہے بتائیں مُسلمان کب اُس پتھر کی تعریف اور اُس سے دُعا اور اس کا دھیان کرتے ہیں۔ اسلامی کسی عبادت میں اس پتھر کا ذکر بھی نہیں۔ بلکہ عباداتِ اسلامیہ میں تو مکے کا ذکر بھی نہیں۔ اُس کی عبادت کیا ہو گی۔ اگر اس کو ہاتھ لگانا۔ یا چُومنا عبادت ہے۔ تو سب لوگ بیاہی ہوئی عورتوں کے عابد اور خدا کو سجدہ کرنے والے زمین کے پُجاری ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ مقدس مقام میں تصویری زبان کے اندر یہ گفتگو ہے کہ نبوت کی پاک محل سرا میں کونے کا پتھر یہاں مکے سے نکلے گا۔ بلکہ مسیح نے متی ۲۱ باب ۴۲ میں خود کہا ہے کہ یہ تمثیل ہے انتہے۔

نفسِ وجود کعبہ اور بیتُ اللہ کا ثبوت

پیدائش ۱۲ باب ۶۔۹۔ ابراہیم نے خداوند کے لئے کنعان میں ایک قربان گاہ بنائی اور وہاں سے روانہ ہو کے اُسنے بیت ایل کے پورب ایک پہاڑ کے پائیں اپنا ڈیرہ کھڑا کیا۔ بیت ایل اس کے پچھم اور عی اس کے پورب تھا۔ اور وہاں اُس نے خدا کے لئے ایک قربانگاہ بنائی اور خداوند کا نام لیا۔ اور ابرام رفتہ رفتہ دکھن کی طرف گیا۔ یہاں جس بیت ایل کا تذکرہ ہے۔ وہ ضرور مکہ ہی ہے۔ کیونکہ کنعان عرب کے حدود میں ہے۔ اور لکھا ہے قربانگاہ بنا کے جب روانہ ہوا۔ پھر ایک جگہ ڈیرا لگایا۔ اور وہاں دُوسرا قربانگاہ بنایا۔ اور اس کے پچھم ایک بیت ایل کا بیان کیا۔ جو بیت ایل سمندری ہے۔ یم سمندر کو کہتے ہیں اور وہاں لفظ بیت ایل یم ہے۔ اور

نیز آخر میں کہا ہے ابرام رفتہ رفتہ دکھن پہنچا۔ اور مسیح فرماتے ہیں کہ دکھن کی ملکہ شہر سبا کی شہزادی تھی۔ جو سلیمان کے پاس آئی۔ اور صاف ظاہر ہے کہ بیت اللہ جسے مکہ کہتے ہیں۔ کنعان سے دکھن کی طرف واقع ہے۔ علاوہ بریں پیدائش ۱۳ باب ۳ میں ابرام کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دکھن کی طرف چلا اور سفر کرتا دکھن سے بیت ایل میں پہنچا۔ اور تراجم موجودہ میں جو فقرہ اس کے بعد لکھا ہے وہ توریت کا فقرہ نہیں اور قومی روایات ملکی تواتر۔ رسومات کا توافق ابراہیمی عبادات سے۔ ختنے کی رسم قربانی وغیرہ مناسک میں اتحاد تمام اقوام عرب کا اس بات پر نسلاً بعد نسلٍ اتفاق صاف گواہی دیتا ہے کہ ابراہیم کو اس مسجد سے تعلق ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں۔

پھر کوئی امر قانون قدرت میں اور کوئی ضروری اور بدیہی علم ہمیں اس اعتقاد سے پھرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

یسعیا۔ ۶۰ باب ۶۔ اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپا لیں گی۔ مدیان اور عیفہ کی جوان اونٹنیاں وے سب جو سبا کے ہیں آویں گے۔ ۷۔ قیدار (پسر اسمٰعیل) کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط (پسر اسمٰعیل) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاویں گے۔ اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ یہ کون ہیں جو بدلی کی طرح اُڑتے آتے ہیں۔ اور کبوتر کی مانند اپنی کابک کی طرف یقیناً بحری ممالک تیری راہ تکیں گے۔ اور ترسیس کے جہاز پہلے آویں گے۔ ۱۰۔ اجنبیوں کے بیٹے بھی تیری دیوار اٹھائیں گے۔ اور ان کے بادشاہ تیری خدمت گذاری کریں گے۔ اگرچہ میں نے اپنے قہر سے تجھے مارا پر اپنی مہربانیوں سے تجھ پر رحم کروں گا۔ اور تیری پھاٹکیں نت کھلی رہیں گی۔ وے دن رات کبھی بند نہ ہوں گی۔

۱۴ ہاں وہ سب جنہوں نے تیری تحقیر کی تیرے پاؤں پڑیں گے اور وہ خدا کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیہون (سنگلاخ زمین) تیرا نام رکھیں گے۔ اس کے بدلے کہ تو ترک کی گئی۔ اور تجھ سے نفرت ہوئی۔ الی آخرہ

یسعیاہ ۵۴ باب ۱- اری بانجھ تو جو نہیں جنتی تھی (مکے اور قوم قریش میں کوئی نبی اور رسول نہ
ہوا اسلئے اُسے بانجھ کہا) خوشی سے للکار تو جو حاملہ نہ ہوتی تھی وجد کرے گا اور خوشی سے چلا
کیونکہ خداوند فرماتا ہے۔ بیکس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہیں (اہل اسلام
یہود سے زیادہ ہیں۔ اور عیسائی مجوس اور موجودہ یروشلم سے الگ ہو بیٹھے ہیں۔ وہ ظاہری یروشلم
کی اولاد ہی نہیں) اپنے خیمے کو بڑھا دے۔ ہاں مسکن کے پردے پھیلا۔ دریغ مت کر۔ اپنی
ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر۔ اس لئے کہ تو داہنی اور بائیں طرف بڑھے گی۔ اور تیری نسل
قوموں کی وارث ہوگی۔ اور اُجاڑ شہروں کو بسا دے گی۔ مت ڈر کہ تو پھر پریشان نہ ہوگی۔ تو مت
گھبرا کہ تو پھر رسوا نہ ہوگی۔ تو اپنی جوانی کے ننگ بھول جائے گی۔ اور اپنی بیوگی کی عار پھر نہ یاد کریگی
کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے۔ اس کا نام ربّ الافواج ہے۔ اور تیرا نجات دینے والا اسرائیل
کا قدوس ہے۔ وہ ساری زمین کا خدا کہلائے گا۔ کیونکہ تیرا خدا کہتا ہے خداوند نے جو تجھے طلاق
کی ہوئی اور دل آزردہ عورت سے ہے۔ اور جوانی میں کی ایک جورو کے مانند جورو کی گئی ہو۔ پھر
بُلایا ہے۔ لاکن اب میں بہت سی مہربانیوں کے ساتھ تجھے سمیٹ لونگا۔ شدت قہر کے حال میں میں
نے اپنا مونہہ تجھ سے ایک لحظ چھپایا۔ پر اب میں ابدی عنایت سے تجھ پر رحم کروں گا۔ خداوند
تیرا بچانے والا یوں فرماتا ہے۔ میرے آگے یہ نوح کے پانی کا سا معاملہ ہے۔ جس طرح میں نے قسم
کھائی تھی۔ کہ پھر زمین پر نوح کا سا طوفان کبھی نہ آوے گا۔ اسی طرح اب میں نے قسم کھائی کہ میں
تجھ سے پھر کبھی آزردہ نہ ہوں گا۔ غرض یسعیاہ ۵۴ باب میں دُور تک یہ مضمون ہے۔ یسعیاہ ۶۰
اُٹھ روشن ہو تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ دیکھ تاریکی زمین پر
چھا گئی۔ اور تیری قوموں پر بھی تاریکی نے اثر کیا۔ لاکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ
پر نمود ہوگا۔ اور قومیں اور بڑے بادشاہ تیری روشنی اور تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ انتہی مختصراً
ہم یقینی طور پر کہتے ہیں یہ سب مکے کی تعریف ہے۔ اگر نہیں تو بتاؤ مدیان اور عیفہ اور سبا
کی اونٹنیاں کہاں جمع ہوتی ہیں۔ قیدار کی بھیڑیں اور نبیط کے مینڈھے کس مذبح پر چڑھائے جاتے

ہیں۔ عبری میں جس چیز کی زیادہ تعریف کرنا مطلوب ہوتا ہے اُسے ملکہ اور عورت کر کے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر انکار ہے تو دیکھو حزقیل ۱۶ باب الی آخرہ۔

نسخ احکام یا تکمیل اور احکام کا پُورا ہونا

اَمرِ اوّل۔ عیسائیوں اور مسلمانوں میں اس جھگڑے کو سُن کر بڑا تعجب آتا ہے۔ اگر مباحث میں تھوڑا انصاف بھی مدنظر ہوتا تو یہ قضیہ جلد طے ہو جاتا۔ کیونکہ پادری صاحبان اور اُن سے سُن کر یہود و آریہ یہ کہتے ہیں کہ نسخ کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ کوئی حکم کسی وقت دیا گیا یا کوئی کام کیا گیا پھر اس میں دوسرے وقت نقص معلوم ہوا یا پہلے حکم یا کام سے دوسرا اور عمدہ حکم یا کام سمجھ میں آیا تو پہلے حکم کو اٹھا کر دوسرا حکم جاری کر دیا۔ یا پہلے کام کو ترک کر کے دوسرا کام شروع کر دیا۔

نسخ کے ان معنی سے خداوند تعالےٰ کے کمال علمی اور تقدس کو نقص ثابت ہوتا ہے اور ایسا اعتقاد کفر ہے۔ اے برادران اسلام ان معترض صاحبوں کی خدمت میں عرض کر دو کہ اسلامی شریعت میں ہم ایسے نسخ کے قائل نہیں۔ اور جن اعتقادات سے ذاتِ پاک میں نقص لازم آوے اُن کو ہم لوگ کفر یقین کرتے ہیں ہم نہیں کہتے کہ موسیٰ کے زمانے میں خدا کو علم یا تجربہ کم تھا۔ پھر داؤد کے وقت زیادہ ہوا۔ مسیح کے زمانے میں اور زیادہ۔ اور نبیؐ عربی کے دور دورے میں اور بھی زیادہ ہو گیا۔ تو یہ توبہ توبہ۔ پس جھگڑا طے ہوا۔

اَمرِ دوم۔ بعضے متعصبان مدعی علم کہتے ہیں۔ قرآن میں لکھا ہے۔ کہ زبور کے آنے سے توریت اور انجیل سے زبور اور قرآن سے انجیل منسوخ ہو گئی۔ اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ قرآن میں یہ بات نہیں لکھی۔ زبور تو مناجات کی کتاب ہے۔ اُس کو نسخ سے کیا تعلق۔ معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہ دھوکا معترض کو کہاں سے ہوا۔ کیونکہ قرآن میں یہ باتیں ہرگز ہرگز نہیں۔ نسخ کے معنے عربی لغت میں بدلنے اور باطل کرنے کے ہیں۔ قرآن میں لکھا ہے۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ[1] - سیپارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۷-

اور قرآن توریت اور انجیل کی نسبت فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝[2] سیپارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۷-

یہ تو توریت کی نسبت ارشاد ہوا۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ[3] - سیپارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۷-

یہ فرمان انجیل کی نسبت ہے یہاں (آثار) اور (مصدق) کا لفظ قابل غور ہے۔ اب ایک اور آیت سنا کر آپ سے داد چاہتا ہوں اور خدا سے اجر۔

---

[1] پس موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان۔ ۱۲

[2] ضرور ہم نے بھیجی توریت اس میں ہدایت اور نور ہے۔ اس پر حکم مردار نبی۔ اور درویش اور عالم یہود کو حکم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ خدا کی کتاب کے محافظ بنائے گئے۔ اور اس کی خبرداری پر تھے۔ مجھ سے ڈرو نہ لوگوں سے۔ اور آیات کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ جو لوگ خدا کے اترے حکموں پر عمل نہیں کرتے وہی کافر ہیں۔ ۱۲

[3] اور پچھاڑی میں بھیجا ہم نے انہیں کے قدموں پر عیسے مریم کا بیٹا۔ سچ بتاتا توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈر والوں کو۔ اور چاہئے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔ ۱۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ؁۱

سیپارہ ۶ - سورۂ مائدہ - رکوع ۹

دیکھو قرآن نے کس قدر توریت و انجیل کی مدحت سرائی کی ہے - اور غور کرو غور - غور اور سنو ہاں سنو پھر سنو - کس قدر یہودی اور عیسائی مذہب والوں کو آزادی دی ہے - کیسے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ؁۲ کا اظہار کیا ہے - سوچو یہ سورت مدنی ہے - مکی نہیں - اور ان آیات کو منسوخ نہیں کیا - ہم نے ان آیات کو لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ قرآن نے توریت اور انجیل کو منسوخ نہیں کیا - بلکہ ہدایت اور نور کہہ کر یہود اور نصاریٰ کو ان پر عمل کی تاکید کی ہے -

بھلا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات منسوخ کرنے کو آئی ہیں -

امر سوم ۳ - کچھ شک نہیں کہ حسب اختلاف اوقات اور باختلاف بلاد اور باختلاف اقوام مشترک قانون میں خصوصیات کا لگانا ضروری ہوتا ہے -

مثلاً کپڑا پہننا تمام بلاد مہذبہ کا ایک ضروری قانون ہے - الّا موسم گرما اور بلاد گرم کے لئے کسی طرح کا - اور موسم سرما اور بلاد سرد کے لئے کسی دوسری طرح کا ضروری ہے - کیچڑ میں کام کرنے والے مزدور کے لئے ایک قسم کا - اور بادشاہوں کے لئے جشن جلوس کے دن کے واسطے اور قسم کا - مصلحان قوم یا مقننان شرع پر نگاہ کرو - جب دنیا میں آدمی تھوڑے - جب اُن کی بلاد دور دست میں آمد و رفت کم ہوگی - جب لوگوں کی تہذیب ابتدائے سن طفولیت میں تھی اس وقت کے قوانین اور پھر جب کثرت ہوگئی - باہمی تعلقات بڑھ گئے - تہذیب کو نشو و نما ہونے لگا - تو اس وقت کے قوانین - یہ مصلحان قوم یا مقننان دین برابر بیان کر سکتے اور اُن سے فائدہ پہنچا

؁۱ اور اگر وہ قائم رکھیں توریت اور انجیل کو اور جو اترا ان کو ان کے رب کی طرف سے تو کھاویں اپنے اُوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے - کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھے اور بہت اُن کے بُرے کام کر رہے ہیں - ۱۲

؁۲ یہ آیت سیپارہ ۳ - سورۂ بقر رکوع ۳۴ میں ہے - ترجمہ - زور نہیں دین کی بات میں - ۱۲

سکتے تھے۔ بلکہ غریب و مسکین بے دست و پا مقنن و مصلح اور قوی و زور آور رعب و داب والے مصلح و مقنن کے قوانین برابر نہیں ہو سکتے۔ پس یہی وجہ ہے کہ یہ شرائع انبیاء میں اور مصلحان حکماء میں کچھ باہم تغیر موجود ہے اور اصول سب کے ایک ہیں۔ خصوصیات عارضہ میں اختلاف ہے۔

ایک ہی قوم میں مختلف اوقات پر مختلف احکام شرعیہ ہوتے رہے ہے۔ ہم ذیل میں نظائر بیان کریں گے۔ الا عیسائی اسے تکمیل کہتے ہیں۔ نسخ نہیں کہتے۔ میں مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں حقیقت میں یہ اختلاف تکمیل ہے۔ قرآن بھی آخر میں فرماتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ۔ سیپارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ رکوع ۱[ل]۔

پس تم کو کیا ضرور ہے کہ تغیر اور تبدیل اور نسخ کہو بلکہ تم بھی تکمیل کہا کرو۔ عیسائیوں کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ حسب لغت عرب یا اصطلاح اگر مسلمان ان تغیرات کو نسخ کہیں تو یہ بمعنی تکمیل ہے۔ تم کیوں برا مانتے ہو۔

اصل چہارم۔ تعجب ہے حسب کتب مقدسہ شرعیہ خدا کے افعال و احکام میں بڑا تغیر و تبدیل ہوتا رہا ہے اور عیسائی مقدسوں نے اس تغیر کو ایسے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے نادانی سے پہلا حکم یا کام کیا۔ الا وہاں تاویلیں کرنے کو شروع ہو جاتے ہیں اور قرآن میں ایسا ایک لفظ بھی نہیں۔ اور وہاں اعتراض۔ ہائے تعصب تیرا ستیاناس ہو۔ سنو خدا نے انسان کو بنایا اور بڑھایا۔ پیدائش ۲ باب الا ۶ باب پیدائش میں لکھا ہے۔ آیت ۶۔

۱۔ تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا۔ اور نہایت دلگیر ہوا۔ پیدائش ۶ باب ۶۔

۲۔ تب خداوند نے اس بدی سے جو چاہا تھا۔ کہ اپنی لوگوں سے کرے پچھتایا۔ خروج ۳۲ باب ۱۴۔

۳۔ تو بھی سموئیل ساول کی بابت غم کھاتا رہا۔ اور خداوند بھی پچھتایا۔ کہ اس لئے ساول کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کیا۔ ۱۔ سموئیل ۱۵ باب ۳۵ (خدا نے ساول کو مسیح کیا پھر وہ مرتد ہوا اس لئے پچھتایا)

بنی اسرائیل پر عذاب نازل ہونے کو تھا۔ کہ انہوں نے عاجزی کی۔ اس پر کتب مقدسہ میں لکھا ہے

[ل] آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا ۱۲

تب خدا کا جی اسرائیل کی پریشانی سے غمگین ہوُا۔ قاضی ۱۰ باب ۱۶۔
اس پر طرّہ جسمی ختنہ ابراہیمؑ کی اولاد میں ابدی رسم تھی۔ پیدائش ۱۷ باب ۱۴۔ اور حضرت مسیحؑ نے بھی ختنہ کرایا۔ ۲ باب ۲۱ لوقا۔ مگر ۱۵ باب اعمال میں منسوخ کیا گیا۔ بلکہ پولوس نامۂ گلتیاں کے ۵ باب اور ۶ میں کیسا تشدد کرتا ہے اور کس زور سے ختنے کی ممانعت کرتا ہے اور اعمال سے معلوم ہوتا ہے اس کے ابطال پر پہلے کمیٹی ہوئی۔ اور پولوس فرماتے ہیں۔ اگر تم ختنہ کراؤ۔ تو تم کو مسیح سے کچھ فائدہ نہیں۔ جس نے ختنہ کرایا۔ اُسے شریعت پر عمل واجب ہے۔ اور جس نے شریعت سے راستبازی چاہی اُسے مسیحؑ سے جُدائی ہوئی۔ نامۂ گلتی۔ ۵ باب۔

قربانیاں توریت کے لحاظ سے ابدی رسومات تھیں۔ شریعت عیسوی نے بالکل اٹھادیں۔ اور کہدیا وہ مسیحؑ کے نمونے تھے۔ کل احکام توریت کی نسبت خط نسخ کھینچ گیا۔ حالانکہ متی ۲۳ باب احکام فقہائے یہود کی تعمیل کی تاکید تھی۔ دیکھو ۱۵ باب ۲۴ اعمال میں لکھا ہے کہ ہم نے سُنا ہے۔ کہ لوگ تمہیں کہتے ہیں کہ ختنہ کراؤ۔ شریعت پر چلو۔ روح القدس اور ہم نے بہتر جانا۔ اِن ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں۔ تم بتوں کے چڑھاوے اور لہو اور گلا گھونٹی چیز اور حرامکاری سے پرہیز کرو (لیس حرامکاری کے بدلے اصل لفظ سور ہے) اور وہ سیاق کے مناسب) پھر پولوس نے اس پر حاشیہ چڑھایا۔ اور حواریوں نے جس قدر حد باندھی تھی اس پر آزادی بخشی ۱۴ باب ۱۴۔ رومیاں۔ مجھے یسوع سے معلوم ہوا۔ اور میں نے یقین کر کے جانا کہ کوئی چیز ناپاک نہیں لاکن جو اُسے ناپاک جانتا ہے اس کے لئے ناپاک ہے۔ پھر تعجب آتا ہے حرامکاری بھی کہیں اسی میں آگئی۔ شاید اسی واسطے شریعتِ عیسوی میں حد نہیں۔ نامۂ عبرانیاں ۷ باب ۱۸ آیت میں لکھا ہے۔ پس اگلا قانون اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اُٹھ گیا۔ کیونکہ شریعت نے کچھ کامل نہ کیا۔ (صاف نسخ کا اقرار ہے) نامۂ گلتیاں ۳ باب ۱۱ میں ہے کہ کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ زندگی ایمان سے ہے پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں بلکہ جس نے اس پر عمل کیا۔ سو اسی ہی سے جئے گا۔ مسیحؑ نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا (ایمان

کے معنی بھی آگے سمجھ لو) ۳ باب ۲۳ - نامۂ گلتیاں - لاکن ایمان کے آنے سے پیشتر ہم شریعت کے
بندمیں تھے - اور اس ایمان تک جو ظاہر ہونیوالا تھا گھیرے میں رہے - پس شریعت مسیح تک پہنچانے
کو ہماری استاد ٹھہری تاکہ ہم ایمان سے راستباز گنے جاویں - پر جب ایمان آچکا تو ہم پھر استاد کے
تحت میں نہیں رہتے - ۲ باب ۲۱ گلتی - راستبازی اگر شریعت سے ملتی تو مسیح عبث مؤا - ۲ باب ۱۵
نامۂ افسیاں - مسیح نے اپنا جسم دیکے دشمنی یعنی شریعت کے حکموں اور رسموں کو کھو دیا -
۷ - باب ۱۲ و ۱۸ نامۂ عبرانیاں - جب کہانت بدلی تو شریعت بھی ضرور بدل گئی - اور آیت ۱۸
میں شریعت بیفائدہ ۴ باب ۱۳ حزقیل میں ہے کہ تو کھانا گوہ سے پکاکر کھائیگا - پھر جب آہ وزاری
کی تو فرمایا - اچھا گوبر سے پکاکر کھائیو - ۱۰ باب ۵ متی ان بارہوں کو یسوع نے بھی اور انہیں حکم دے
کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف مت جاؤ - اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل مت ہو - بلکہ خصوصاً اسرائیل
کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ - آیت ۱۰ میں راستے کے لئے جھولے نہ دو - کرتے نہ
جوتیاں نہ لاٹھی لو - کیونکہ مزدور اپنی خوراک کے لائق ہے - متی ۱۵ باب ۲۴ - اس نے جواب دیکے
کہا - کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا - لاکن ۱۶ باب ۱۵
مرقس میں ہے کہ تمام جہان میں جاؤ اور تمام مخلوق کو انجیل سناؤ - اور لوقا ۲۲ باب ۳۶ میں اس بات
کی اجازت دیدی - متی ۲۳ باب ۱ میں ہے - جو کچھ فریسی اور فقیہی جو موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں
تم کو کہیں اور حکم کریں وہ یاد کرو - اور وہی کام کرو - اور بالکل ظاہر ہے کہ وہ توریت پر عمل کرنا
بتلاتے - الاجیسے گذرا حواریوں اور پولوس نے منسوخ کر دیا - بلکہ شریعت پر چلنے والا جہنمی ہؤا گلتی
۵ باب ۴ - نہایت عجیب بات یاد رکھنے کے قابل ہے - یوحنا ۱۶ باب ۲۵ - یہ باتیں میں نے تمثیلوں
میں کہی ہیں پر وہ وقت آتا ہے میں تمہیں تمثیلوں میں پھر نہ کہوں گا - بلکہ باپ کی صاف خبر پھر تمہیں
دوں گا - یوحنا ۱۶ باب ۱۲ - میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم تمثیل برداشت
نہیں کر سکتے - دیکھو تبدل وقت سے تبدل احکام کیسے ثابت ہوتا ہے - مسیح کہتے ہیں اب تو
تمثیل میں بات کرتا ہوں مگر اور وقت پر صاف کہوں گا - اور فرماتے ہیں کہ کئی ایک باتیں تم سے کہنا

چاہتا ہوں مگر ابھی تم کو برداشت نہیں معلوم ہوا مدت کے بعد جب لوگ قابل برداشت ہو جائیں
گے مسیح اور قسم کی باتیں لوگوں سے کہیں گے۔ ابراہیم نے اپنی سوتیلی بہن سے نکاح کیا جس کی اولاد
سے تمام انبیاء بنی اسرائیل پیدا ہوئے۔ پیدائش ۲۰ باب ۱۲ موسیٰ نے ایسے نکاح کو بالکل
حرام کیا۔ دیکھو ۱۸ باب ۹ و ۲۰ باب ۱۷ احبار و استثناء ۲۷ باب ۲۲ آدم کے وقت حلال چرند
پرند کا خون اور چربی حلال تھی۔ پیدائش ۱ باب ۳۰ و ۹ باب ۳۔ نوح کے وقت خون حرام ہوا۔ استثناء
۱۴ باب ۹ و اشعیا ۱۱ باب ۴ و ۸ طلاق دینا اور طلاق نامہ لکھ دینا موسیٰ کے وقت جائز تھا۔
استثناء ۲۴ باب ۱ مسیح نے یا تو مطلق طلاق کو منع کیا۔ مرقس ۱۰ باب ۱۱۔ یا بجز الزام زنا منع فرمایا
۵ باب ۳۱۔ متی۔ اور وہ یہ بتائی کہ تمہاری سخت مزاجی سے طلاق جائز ہوا تھا۔ یعقوبؑ نے حقیقی
دو بہنوں سے ایک کے جیتے نکاح کیا۔ ۲۹ باب ۲۸ پیدائش۔ موسیٰ نے اس جمع کو حرام فرمایا۔ بنی
اسرائیل سے عہد جدید باندھنے کا وعدہ تھا۔ ۳۱ باب ۳۱ یرمیاہ۔ وہ جدید شریعت بقول پولوس
وہی آزاد شریعت ہے جس میں توریت کے کل احکام اٹھا دیئے گئے۔ ۸ باب نامۂ عبرانیاں جو سور
کا گوشت اور مکروہ چیزیں اور چوہا کھاتے ہیں۔ وہ سب کے سب فنا ہو جائیں گے۔ خدا فرماتا ہے
۶۶ باب ۱۷ ایسعیا۔ اور طیطس ۱ باب ۱۵ میں سب کچھ پاک کر دیا۔

تمام شد

قطعہ تاریخ طبع از نتائج طبع عالی عالم نامی و فاضل گرامی جناب مولانا مولوی محمد عبد العلی صاحب آسی ادام اللہ ربُّ الاناسی

درِ فیضانِ احمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے ۔ یہ بحرِ فیض ہے غوطے لگائے جس کا جی چاہے
چلیپا چل بسی تثلیث کی توحید سے کوسوں ۔ احد کی وحدت اس احمدؐ میں پائے جسکا جی چاہے
اسی میں ہے احد[1] اور حمد اور تفضیل اور وُحداں ۔ کہاں یہ وصف عیسیٰ میں دکھلائے جس کا جی چاہے
بنامِ ایزدی ہے نامی نام اس احمدؐ کا محمدؐ بھی ۔ کوئی محمود اور ایسا بتائے جس کا جی چاہے
ہے حامد نام اور بھی ہے حمید اس مبدءِ کُل کا ۔ ہو ماخذ ایک مشتق اتنے لائے جس کا جی چاہے
کہاں آیا جزء اس کے مدح میں ممدوحِ کُل عالم ۔ جو آیا ہو تو نام اس کا بتائے جس کا جی چاہے
اُسی کا فضلِ کُلّی ہے ہر اک جزئی میں عالم کے ۔ قضیہ ہے یہ کلیہ۔ مٹائے جس کا جی چاہے
دلیل لمّی[2] و انّی سے اس کا فضل کُلُّ الکل ۔ مدلل ہے بگاڑے یا بنائے جس کا جی چاہے
جو چاہے جائے جنت میں تو آئے دین احمد میں ۔ نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
گیا باطل وہ حق آیا کہ حق[3] نے حق کہا اُس کو ۔ اب اس احقاق حق کا حق چھپائے جس کا جی چاہے
سراسر ظلم ہے اندھیر ہے اور ناسپاسی ہے ۔ اس احقاقِ حقیقت کو بھلائے جس کا جی چاہے
اسی احقاق حق کے واسطے یہ چھپ گیا نسخہ ۔ بتحقیق اس میں حق دیکھے دکھائے جسکا جی چاہے

[1] یعنی احمد میں اگر میم ساکت کر دو تو احد ہو جائے اور الف ساکت کر دو تو حمد بن جائے اور پھر بھی بصنعت مقلوب بعض مدح بھی ہو جائے۔ اور الف و میم کو بحال رکھو تو دو صیغے ہیں۔ صیغہ افعل التفضیل مذکر و صیغہ وُحدان حکایت نفس متکلم فافہم
بندہ اثیم عبد الحکیم کاتب کتاب ہذا۔

[2] جو قیاس کہ مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو اور حد اوسط اسکی سبب اور علت حکم کی نفس الامر اور ذہن میں واقع ہو یا جس میں علت سے معلول کی طرف دلیل لاتے ہیں۔ اس کو دلیل لمّی اور بالعکس اس کے دلیل انّی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

[3] جیسا کہ فرمایا حق تعالے نے اس آیۂ کریمہ میں (بقیہ دیکھیں ص ۴۴۱ پر)

جو منصف ہے سرِ تسلیم خم کردے وہ اس حق پر
سرِ انصاف سے گردن جھکائے جس کا جی چاہے

یہ نسخہ ناسخ تثلیث ہے اور مثبت توحید
کوئی اس فن کے نسخوں سے ملائے جس کا جی چاہے

جو تاجر فخر دیں نامی ہے رہتا قادیاں اُن سے
بارسالِ ثمن اس کو منگائے جس کا جی چاہے

مصنف نے ہیں توڑے یک قلم تثلیث کے عقدے
جو دعوے ہو قلم کو پھر اٹھائے جس کا جی چاہے

یہی میداں قلم کو ہے عَلَم کرنے کا دشمن پر
قدم اپنا جمائے یا ہٹائے جس کا جی چاہے

وہ آئے سامنے اُن کے جو کوئی مردِ میداں ہو
و الّا اپنے گھر میں غل مچائے جس کا جی چاہے

کیا قائل ہر اک کو اُن کے ہے اقوالِ انجیل سے
کوئی بر عکس اس کے کر دکھائے جس کا جی چاہے

مناظر ہیں بڑے اس فن کے وہ اے پادری صاحب
لڑائے جس سے اُن کو یا بھڑائے جس کا جی چاہے

مَعاذ اللہ خُدائے لَم یَلِد کے ہیں وَلد عیسےٰ
تو دادا کون ہے اُن کا بتائے جس کا جی چاہے

نہیں وہ بند ہیں تقریر اور تحریر دونوں میں
اگر باور نہ ہو تو آزمائے جس کا جی چاہے

اگر اُن کی نہ مانے کوئی جنٹلمین عیسائی!
نہ مانیں گے ہم اس کو اور منائے جس کا جی چاہے

یہی ہے معرکہ آرائی کا میداں یہی چوگاں
سخن رانی کے گھوڑے کو بڑھائے جس کا جی چاہے

کوئی فصل الخطاب ایسی کتاب اب تک نہیں نکلی
نکلنا اس کا ظاہر ہے چھپائے جس کا جی چاہے

ہوئی تاریخ اس کی لاجواب اور باجواب آسی
کتاب ردّ کوئی ایسی بتائے جس کا جی چاہے

۱۳۰۵ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۶ بر قُلْ جَاءَ الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زھوقًا۔ یعنے اے محمدؐ کہدو کافروں سے کہ آیا اور ظاہر ہوگیا حق اور مٹ گیا اور جاتا رہا باطل بے شک باطل ہے جانے والا۔ اور مِٹنے والا۔ پس مراد حق سے ذات آنحضرت مصلح عالم خیر مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا قرآن و ایمان یا توحید و اسلام یا آیات و معجزات اور مراد باطل سے کفر و شرک ہے یا شیطان یا ادیان سابقہ کما فصل بھذہ المعانی فی الکرمانی والقسطلانی و فتح الباری شرح البخاری فی کتاب التفسیر تحت قولہ تعالےٰ۔ قل جاء الحق الخ ۱۲ منہ

قطعۂ تاریخ از کاتب

ردِ نصاریٰ کا ہوا جبکہ ہوا رادا اسلام	کفر گر جائیں چھپا جب یہ چھپی عمدہ کتاب
سالِ طبع اس کا لکھ اے عبد حکیم کاتب	واہ کیا ردِ نصاریٰ ہیں لکھی عمدہ کتاب
	۱۳۰۵ھ

تمت

سنہ اشاعت اول ۱۳۰۵ سنہ ہجری	تمام شد	سنہ اشاعت دوئم ۱۳۲۳ سنہ ھ ۱۹۲۴ سنہ ئ ۱۴ شعبان مطابق ۲۰ مارچ